[illegible]

جمال الایمان

تفسیر القرآن

حصہ سوم

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

جامعۃ الزہراء

ناشر:

ضیاء العلوم پبلی کیشنز

راولپنڈی پاکستان

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

فرمادیجئے، اے اہل کتاب! تم کیوں روکتے ہو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اس شخص کو جو ایمان لا چکا ہے

تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

تم چاہتے ہو اس (راستے) میں کجی (رکاوٹ) حالانکہ تم اس (اسلام کی حقانیت) کے گواہ ہو، اور اللہ نہیں ہے تمہارے کاموں سے غافل ۶۷

۶۷ اہل کتاب خود تو اسلام کے دشمن تھے ہی۔ وہ باقی لوگوں کو بھی اسلام سے دور ہٹانے میں ہر طرح کے حربے استعمال کرتے یہاں اسی کمینہ پن کو اس آیت میں واضح کیا گیا ہے، ھا ضمیر کا مرجع سبیل (راستہ) ہے یعنی تمہاری کوشش ہے کہ راہ ہدایت ہی ٹیڑھا ہو جائے تو اسے ٹیڑھا کرنے کے لیے عیب نکالنا ایک طریقہ ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسے اس طرح بیان کیا جائے کہ لوگ سمجھیں یہ ہدایت کا راستہ نہیں گمراہی کا راستہ ہے۔

شھداء کا خطاب یہ ہے کہ تمہیں پتا ہے کہ اسلام سراپا ہدایت ہے اسکی مخالف کا کوئی جواز نہیں، علامہ قرطبی شھداء کا معنی عقلاء بھی کرتے ہیں۔ خطاب یہ ہے کہ کیا عقل کا دعوی کرنے والوں کو یہ زیب دیتا ہے کہ حقیقت کو جھٹلائیں۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہارے کرتوت اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہیں، پھر کئے کا بدلہ ضرور ملے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا

اے ایمان والو! اگر تم اطاعت کرو گے (ان کے پیچھے چلو گے)

فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

اہل کتاب کے کسی (بھی) ایک گروہ کی تو تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں گے (اسلام سے موڑ دیں گے) ۶۸

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ

اور اب تم کیسے کفر کر سکتے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھی (تمہیں سنائی) جاتی ہیں اور تم میں اللہ کا رسول

Marfat.com

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ

اللہ کریم نے ان لوگوں کو سنا جنہوں نے کہا اللہ فقیر ہے، اور ہم غنی ہیں

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ

ہم لکھ لیں گے جو انہوں نے کہا ہے، اور نبیوں کو بلاوجہ قتل کرنا بھی ہم لکھ لیں گے، اور ہم کہیں گے کہ

ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۱۸۱﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ

اب تم آگ کا عذاب چکھ لو، یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے بھیجے ہیں

وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿۱۸۲﴾ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ

اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا، جن لوگوں نے کہا کہ اللہ نے

اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ

ہم سے عہد لے رکھا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لے آئے

تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ

جسے آگ کھا جائے، فرمادیجئے تمہارے پاس مجھ سے پہلے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے تھے،

وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۸۳﴾

اور جو تم کہ رہے ہو یہ بھی لے کر آئے تھے، بتاؤ پھر تم نے انہیں کیوں مار دیا تھا، اگر تم سچے ہو،

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ

محبوب اگر آپ کو یہ جھٹلا دیں تو آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے، جو واضح نشانیاں،

وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

صحیفے اور نورانی کتابیں لے آئے تھے ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ

قیامت کے دن تمہارے بدلے پورے پورے دیئے جائیں گے، جسے آگ سے خلاصی مل گئی

عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ

اور جنت میں داخل کردیا گیا، وہ تو کامیاب ہوگیا، دنیا کی زندگی تو

إِلَّا مَتَـٰعُ ٱلْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾ ۞ لَتُبْلَوُنَّ فِىٓ أَمْوَٰلِكُمْ

صرف دھوکے کا برتاؤ ہے، تم اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں لازماً آمازئے جاؤ گے

وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ

تم ان لوگوں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے تم سے پہلے

مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ ٱلَّذِينَ أَشْرَكُوٓا۟ أَذًى كَثِيرًا ۚ

اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں، بڑی تکلیف دہ باتیں سنو گے

وَإِن تَصْبِرُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ ﴿١٨٦﴾

،اگر تم صبر کرو پرہیزگاری کو نہ جانے دو ہاتھ سے تو یہ پختہ امور کی باتیں ہیں،

وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَـٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنھیں کتاب دی گئی ہے، کہ تم کھول کھول کے کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کرو، اس سے

وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَٱشْتَرَوْا۟ بِهِۦ ثَمَنًا

کچھ چھپاؤ گے نہیں، انہوں نے اس بات کو پس پشت ڈالا، اللہ کی کتاب کے بدلے میں تھوڑا معاوضہ لے لیا،

Marfat.com

قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ

جو وہ خرید رہے ہیں وہ بدترین ہے وہ لوگ خیال نہ کریں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر

بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُم

اور ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کام کیے بغیر ان کی تعریف کی جائے، انہیں عذاب سے نجات

بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ

پا تا ہرگز خیال نہ کیجئے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۸۹﴾

آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ کے لیے ہے، اللہ ہر چیز (کے کرنے) پر قادر ہے ۸۸

۸۸ ارشاد فرمایا "اللہ اس بات کو سن رہا تھا جس نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں ہم نے جو باتیں انہوں نے کہی ہیں وہ بھی لکھ لی ہیں لیکن انہوں نے پہلے بھی کچھ کارنامے کیے ہیں اللہ کے نبیوں کو یہ مارتے رہے ہیں وہ بھی ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے، ہم انہیں بتادیں گے کہ جہنم کی آگ یہ ہوتی ہے اسے چکھ لو، تو کیا یہ جہنم کی آگ بلاوجہ تمہیں دی جارہی ہے، ارشاد ہوا ہے نہیں یہ تمہارے ان اعمال کی جزا ہے جو تم نے پہلے کر کے بھیج دیئے تھے، یہاں سے ضمناً ہمیں ایک بات پتا چلی کہ جو بھی عمل ہوتا ہے وہ محفوظ رہ جاتا ہے، جس طرح اس ٹیپ ریکارڈر میں میرے الفاظ محفوظ ہو رہے ہیں، اسی طرح ایک لمبا ٹیپ ریکارڈر ہمارے ساتھ لگا ہوا ہے اور چل رہا ہے، اور ہماری زندگی ختم ہو جائے گی، تو یہ بند کر دیا جائے گا، میدان محشر میں پہنچ جائیں گے، تو کہا جائے گا یہ تیرا خط آیا ہوا ہے، اسے ذرا خود پڑھ لو، اپنا خط پڑھ لے تیرے لیے آج یہی کافی ہے، جب ہم وہ نامہ اعمال دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کاش یہ نہ ہوتا یہ غلطی سرزد نہ ہوتی اسے درست رکھنے کا وقت اب ہے، اب اگر وہ درست نہیں رکھے گا، تو وہ بات بن نہیں سکے گی، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا جو تم پہلے کر کے بھیجتے رہے ہو، وہ سارے کا سارا محفوظ ہے، ہم تو بندوں پر ظلم کرنے

والے نہیں ہیں، ہمیں لغت کی کتابوں میں ایک بات ملتی ہے، کہ عبد کی جمع اگر عباد ہو تو اس کا معنی بندہ ہوتا ہے، تو اگر عبد کی جمع عبید ہو تو اسکا معنی غلام ہوتا ہے، اب دیکھیں قرآن نے انکی اس تحقیق کو توڑ دیا ہے، قرآن نے بندوں کے لیے لفظ عبید استعمال کر دیا ہے، یہ بات غلط ہے کہ صرف عبید غلاموں کے لیے ہوتا ہے بندوں کے لیے نہیں ہوتا، قرآن نے دونوں طرح اس لفظ کو استعمال کیا ہے، اب وہ کہتے کیا تھے، یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک اور بات ہے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوت فرمائی تو کہنے لگے کہ آپ ایک بات سن لیں، اللہ نے ہم سے عہد لے رکھا ہے، کہ رسول آئے قربانی پیش کرے آسمان سے آگ اترے وہ اس قربانی کو کھا جائے تو ہم اسے مانیں گے جب تک یہ بات نہ ہو تو ہم ماننے والے نہیں ہیں۔

قرآن نے اس کا ایک جواب دیا کہ مجھ سے پہلے جو رسول آئے ہیں، بڑی بڑی واضح باتیں اور معجزے انہوں نے تم لوگوں کو دکھائے تم نے انہیں مان لیا تھا ایک بات، دوسری بات یہ ہے کہ آسمان سے آگ اترے او. وہ کھا جائے قربانی کو یہ معجزہ بھی تم پہلے دیکھ چکے ہو، کیا اس معجزے پر ایمان لائے تھے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سوائے کج بحثی کے اور بات کوئی نہیں ہے، یہاں بہت سارے مفسرین ہیں جن کے دل میں ایک بات کھٹکی ہے، وہ آپ حضرات کی خدمت میں اس لیے پیش کرتا ہوں کہ میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں، انہوں نے کھٹکے کا ذکر کیا جواب کا ذکر نہیں کیا کھٹکا یہ تھا کہ اگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح کر دیتے تو کیا حرج تھا آپ نے اور بے شمار معجزے دکھائے ہیں تو اسکے جواب میں گزارش یہ ہے کہ وہ ایمان لانے کے لیے معجزے تین مانگ رہے تھے، مصطفے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعوذ باللہ جھوٹا ثابت کرنے کے لیے معجزہ مانگ رہے تھے، اب اگر اس سطح پر معجزہ آ جائے اور وہ ایمان لے آئیں تو یہ ایمان جبری ہو جائے گا، اور اللہ کریم جَبری ایمان قبول نہیں فرماتے، وہاں اختیاری ایمان قبول ہوتا ہے لہذا اس معجزے کو دکھا کے جبری ایمان کی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوت نہیں دی، اس نکتے کو یاد رکھیئے تاکہ کسی مفسر کی اس بات سے ہیجان پیدا ہو، تو وہ رفع ہو سکے، فرمایا یہ بتاؤ کہ یہ معجزے تو سابقہ نبیوں نے آپ کو دکھائے تھے، پھر تم لوگوں نے انہیں قتل کس خوشی میں کیا تھا، کیا یہ جزا تھی معجزہ دکھانے کی اگر تم سچے ہو، اب محبوب کو ان کا رب تسلی دے رہا ہے، ارشاد ہوتا ہے محبوب اگر آپ کی یہ تکذیب کر رہے ہیں، جھٹلا رہے ہیں تو یہ پرانے مریض ہیں، اس مرض کے آپ سے پہلے بے شمار رسولوں کی انہوں نے تکذیب کی ہے، وہ رسول واضح معجزے لے کر آئے تھے، صحیفے بھی تھے ان کے پاس، اور روشن کتابیں بھی تھیں، "**والزبر**" زبور کی جمع ہے، زبور کسی ایک موضوع پر کسی چھوٹے رسالے کو کہتے ہیں، اب جو جناب داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی زبور اس میں اسی قسم کے چھوٹے رسالے تھے، جو مختلف موضوعات پر تھے، آج تورات میں ایک CHAPTER جس کا نام زبور ہے لیکن عام طور پر یہ اپنے لٹریچر میں اسے مزامیر کہتے ہیں، تو جہاں بھی کتاب کا لفظ آتا ہے، اس سے مراد کتاب ہوتی ہے، جس میں حرام حلال کے مسائل ہوں، عقائد کے مسائل ہوں یعنی زندگی کی مسائل سے جو کتاب بحث کرتی ہو وہ کتاب ہے، اور اگر کوئی چھوٹا سا

Marfat.com

انداز ہوتو وہ صحیفہ ہے جسے زبور بھی کہتے ہیں، ارشاد ہوا کہ اگر یہی دنیا ہوتی تو پھر مسلمان تنگ پڑ سکتے تھے، کہ وہ تو بڑی عیش وعشرت سے زندگی گزار رہے ہیں، ہم بڑے تنگ دست ہیں تو یادرکھو ہر جان نے مرجانا ہے قیامت کے دن تمہارے اعمال کے جو جزاء اور اجر ہے وہ پورا پورا دیا جائے گا، اب پتا وہاں چلے گا کہ امیر کون ہے، اور غریب کون ہے، سرکار کی خدمت میں کچھ صحابیؓ آئے آ کے عرض کیا حضورؐ فلاں کے پاس اتنے پیسے ہیں فلاں کے پاس اتنے پیسے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا تم دولت کس کو کہتے ہو حضورؐ پیسوں کو دولت کہتے ہیں، ارشاد فرمایا یہ دولت نہیں ہے، دولت وہ تمہارے اچھے اعمال ہیں، جو تمہارے پاس ہوتے ہیں، وہ کردار ہے جو تم لے کر جاتے ہو، اب دیکھیں ناں چار پانچ چیزیں ایسی ہیں جن میں ایک ابتداء ہوتی ہے اور ایک انتہاء ہوتی ہے، اب نرا علم کسی کام کا نہیں، جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو، نری تخلیق کسی کام کی نہیں، جب تک اس کے ساتھ خلق نہ ہو، اور اسی طرح صرف اعمال کسی کام کے نہیں جب تک ان کے ساتھ کردار نہ ہو، یہ چیزیں ایک دوسرے پر موقوف ہیں۔

اگلی آیت میں یہاں ارشاد یہ ہوا، کہ تمہیں قیامت کے دن اجر پورا پورا دیا جائے گا، وہاں کامیابی اس کی ہوگی جو آگ سے بچ گیا جنت پہنچ گیا کامیاب ہوگیا، رہی یہ دنیوی زندگی تو یہ دھوکے کا سامان ہے، دھوکہ میں بے شمار لوگ پڑے ہوئے ہیں، یہ کس کس انداز سے دھوکہ ہوتا ہے، کیونکہ زندگی ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے، اسے ہم جانتے ہیں کہ زندگی کو کس کس انداز سے صراط مستقیم سے ہٹا کے غلط راستوں پر چلایا جا رہا ہے، تمہیں تو یاد رہنا چاہیے کہ تمہاری جانوں اور مالوں کے بارے میں آزمائش ہوگی، اہل کتاب ہوں یا مکے کے مشرک ہوں یا عرب کے مشرک ہوں یہ ہر انداز سے تمہارے خلاف پروپیگنڈا کریں گے، اور کسی انداز سے بھی تمہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیں گے، لیکن تمہارے لیے دو باتیں ضروری ہیں، ایک تو صبر کیا جائے، اب صبر کا مطلب الجھنا نہیں ہے، ایک طرف برداشت کر کے ہٹ جاؤ، بچاؤ کا طریقہ اپناؤ، **"تتقوا"** پرہیزگار بن جاؤ ان باتوں سے یہ بڑے پختہ ارادے کی باتیں ہیں، لہٰذا ان سے بحثوں میں نہ الجھو، اصل بات یہ ہے کہ جو کام کرنے والی قوم ہوتی ہے، وہ بحثوں میں کم الجھتی ہے، اپنے راستے پر چلتی جاتی ہے، اور جو بے عمل قوم ہوتی ہے، وہ لغویات میں پھنس جاتی ہے، وہ بحثیں نہیں کرتی، لیکن وہ زندگی کا انداز اتنا غلط کر لیتی ہیں کہ پھر واپس سیدھے راستے پر انکے لیے چڑھنا ناممکن ہوجاتا ہے، اب ہمارے سامنے تین انداز آجاتے ہیں زندگی کے، ایک زندگی وہ ہے جو صحیح انداز پر چل رہی ہے، دوسری زندگی وہ جو صرف لفاظی میں مشغول ہے اور الفاظ کے سہارے زندہ رہنے کی قائل ہے، صرف بحثوں میں مصروف ہے، تیسری زندگی وہ ہے جو نہ بحثوں میں مصروف ہے نہ سیدھے راستے پر چل رہی ہے، وہ دنیا کی عیش پرستیوں میں یوں غرق ہوگئی ہے کہ نہ انکے پاس بحث کے لیے وقت ہے اور نہ عمل صالح کے لیے وقت ہے، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ اگر ان باتوں سے کٹ جاؤ گے اور سیدھے راستے پر چڑھ جاؤ گے تو یہ عزم والے

Marfat.com

امور ہیں یعنی معاملات میں پختگی ہے، یہ تو وہ لوگ ہیں جن سے تمہاری بحث چل رہی ہے، ان سے اللہ نے عہد لیا تھا، کتاب دے کے کہ اسے لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرنا ہے چھپانا نہیں ہے، انہوں نے اس کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا، اور اس سے تھوڑے پیسے اور تھوڑا معاوضہ لینے لگ گئے، یہ خرید و فروخت بدترین ہے، اب اس میں تین چار باتیں ہیں اس کی طرف اشارہ کروں گا صرف، پہلی بات یہ ہے کہ کتاب کے الفاظ بدل دیئے گئے، تاکہ مفہوم بدلے اور جو مفہوم اللہ چاہتا ہے وہ نہ رہے، دوسری بات یہ ہے کہ الفاظ تو وہی رہیں لیکن ادھر اُدھر سے انکے کچھ معنی نئے نکال لیے جائیں، اور ان نئے معنوں کی وجہ سے کتاب کی اصلیت ختم ہو جائے، تیسری بات یہ ہے کہ لفظ تو نہ بدلا جائے نقطہ بدل دیا جائے، مثلاً 'ت' ہے تو اس پر ایک نقطہ فالتو دیا جائے، تو 'ث' ہو جائے، تو یہ وہ طریقہ ہے جو ان کی فطرت میں شامل تھا، یہ تینوں قسم کی تحریفوں کے قائل تھے، پھر جو سب سے بڑی بات تھی انہوں نے قوم کو دو حصوں میں بانٹ رکھا تھا، ایک حصہ جو بھی جرم کرے اسے معاف اور ایک حصہ وہ ہے جو غریب ہے ذرا سا بھی جرم ہو تو اس پر سے غصہ خیر سے حاکموں کا اترتا نہیں ہے، اب یہ انداز تھا جس انداز پر وہ قوم کو لے کر چل رہے تھے۔

میں بسا اوقات جب آج کے اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالتا ہوں تو بے شمار باتیں وہ ہیں جن سے اللہ نے ہمیں آگاہ کیا ہے، یہود کی عادات کے مطابق تو آج معاشرے میں ان باتوں پر عمل ہو رہا ہے، اب ہوتا کیا تھا کہ جو بڑے گھر میں پیدا ہوا ہے محض اس لیے کہ وہ بڑے گھر کا بندہ ہے اس نے کیا کچھ بھی نہیں ادھر ادھر سے گپوڑے آئے اس کے پاس آکے بیٹھے، آپ کے والد صاحب نے یہ کیا، آپ کے والد صاحب نے یہ کیا، چند پھر بولے تو انہوں نے کہا انہوں نے بھی تو یہ کیا ہے، پھر ان کے محامدان کی تعریفیں ان کے مناقب شروع ہو گئے، اور پانچ سات گھنٹے وہ وہاں بیٹھ کے اٹھ کر چلے گئے، قرآن حکیم نے اس بات سے شدت کے ساتھ روکا ہے، کہ جن لوگوں میں جو خوبیاں نہیں ہیں، ان کے لیے بیان نہ کی جائیں، اس کی دو خرابیاں ہوتی ہیں، ایک تو جھوٹ پھیلتا ہے، تو ان میں وہ باتیں تو ہیں نہیں، اور آپ ان سے وہ باتیں منسوب کر رہے ہیں، دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ کوئی کام نہ کرتے ہوئے وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگ جاتے تھے، اور غرور پیدا ہو جاتا ہے، کیا انہوں نے کچھ بھی نہیں ہے، اب آپ ذرا اپنے معاشرے کی طرف پلٹیں ہمارے بہت سارے بزرگ جو بے حد اللہ والے اور اونچے انسان تھے، چند نسلوں کے بعد ان کی اولاد کے پاس ایک ہی بات رہ گئی ہے کہ ان کے پاس اسلاف کی کرامتیں بیان ہوں، دو چار ان کی جعلی کرامتیں بیان کر دی جائیں، تو وہ بے پناہ خوش ہوں گے، میں کسی اور دربار کی بات نہیں کرتا اپنے دربار کی بات کر رہا ہوں، میرا لڑکپن تھا میں سیال شریف گیا تو وہاں ایک جگہ پر صاحبزادگان حضرات اخروٹ کھیل رہے تھے، اور بالکل سویرے کی بات تھی، ابھی سورج نہیں نکلا تھا، کہ نماز پڑھی اور اخروٹ کھیلنے لگ گئے، میں ان کے پاس سے گزرا تو وہ سارے مجھے جانتے ہیں کیونکہ سیال شریف

Marfat.com

کے آستانے سے میرے بڑے گہرے تعلقات ہیں، اس لیے جب ہم ایک جگہ پر مل کر بیٹھے، میں نے کہا کہ میں نے آج سویرے بڑا عجیب منظر دیکھا ہے، کہ میں جب اڈے پر اترا، تو ایک آدمی ملتان سے آیا ہوا اتر رہا تھا اس نے کہا میں ملتان سے آیا ہوں، ایک اور نے کہا کہ میں کوئٹہ سے آیا ہوں ایک کہہ رہا تھا، کہ میں حیدرآباد سے آیا ہوں کل سے چلا ہوا ہوں، وہ میرے ساتھ یہاں سیال شریف داخل ہوئے آپ مجھے یہ بتائیں کہ کیا ہم یہاں اس لیے آئے تھے کہ آپ اخروٹ کھیل رہے ہیں، اور ہم دیکھنے آئے ہوں، یہ کیا تماشہ تھا اب ان کا جواب یہ تھا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ ادھر نہیں تھے تو ان کی موجودگی میں تو یہاں پتہ بھی نہیں ہلتا ہم لڑکے ہیں کسی وقت ہمیں بھی تھوڑی سی تفریح طبع درکار ہوتی ہے، تو خدا کے لیے آپ شیخ الاسلام سے یہ بات نہ کہیں کہ ہم اخروٹ کھیل رہے تھے، پھر سیال شریف میں ایک یہ منظر بھی دیکھا جب میں وہاں پڑھتا تھا کہ کوئی طالب علم جماعت کی نماز سے رہ جائے تو جو کوئی صاحبزادہ موجود ہو وہاں وہ اس طالب علم کو جماعت سے رہنے والے کو پندرہ جوتے مارے گا اور اگر کوئی صاحبزادہ رہ جائے تو اسے طالب علم مارے گا، آپ یقین مانیں کہ ہم جہاں کہیں ہوتے تھے جماعت کے وقت سے لوگ سرپٹ دوڑتے ہوئے پانچ منٹ پہلے مسجد میں پہنچ جایا کرتے تھے۔

جب اللہ نے چار کتابوں کا ذکر کیا تو آگے فولاد کا ذکر کر دیا اس کا ترجمہ کرتے ہوئے کسی نے پنجابی میں کہہ دیا

"چار کتاباں آسمانوں لتھیاں پنجواں لتھا ڈنڈا"۔ اب ڈنڈا جو ہے اس کا خوف بہت زیادہ ہوتا ہے، تو قرآن حکیم نے کہا کہ اخلاقی عظمت اتنی اونچی ہونی چاہیے کہ ڈنڈے کی قوت سے کوئی بات نہ منائی جائے بلکہ اسے بڑے میٹھے انداز سے منایا جائے،

لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا.......... واللہ علیٰ کل شیء قدیر

یہاں اس بات سے ہمیں روکا کہ خبردار جو بات کی نہیں ہے، اسے اپنی طرف منسوب کرا کے یہ خوش ہونے کی ادائیں بھول جاؤ، عربوں کی فطرت میں یہ بات تھی کہ وہ جھوٹی تعریف نہیں کرتے تھے۔

ایک بادشاہ نے شاعر سے پوچھا کہ میری مدح کریں آپ نے میری شان میں کوئی قصیدہ نہیں کہا، اس شاعر کا شاٹ سا جواب تھا، اس نے کہا کہ تو (بادشاہ) کچھ کر کے بتا تاکہ میں تیری تعریف کروں، تو یہی قوم یہ کہتی ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کے سامنے آپ کی کوئی تعریف کرنے لگے اور آپ میں وہ بات موجود نہ ہو تو مٹھی، مٹی کی بھر و اور اس کے منہ میں ڈال کر کہہ دو شاهت الوجوه اب اگر ہم اپنے لیے غلط باتیں غلط تعریفیں سننے کے عادی نہ ہوں تو معاشرے میں بہت ساری لعنتیں ختم ہو سکتی ہیں، ہمارے سیاستدان ایسے گھروں سے آئے ہیں کہ ان بیچاروں سے مرغی بھی حلال نہیں ہوتی، اب ان کے پاس بیٹھ کے انہیں رستم اور خدا جانے کون کون سے تیر مار آپ انہیں ثابت کرتے رہیں اس جھوٹ کی کوئی بنیاد بھی ہوتی ہے، اب آپ آزادی کے بعد صرف ایک استثناء ہے وہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا استثناء ہے، مجھے بتائیں علمی دنیا میں اتنا بڑا کوئی آدمی پیدا ہوا ہے جتنے غلام

Marfat.com

ہندوستان نے پیدا کیے اتنا بڑا کوئی اس دور میں کسی فیلڈ میں بھی بندہ پیدا ہوا ہے، جسے ابوالکلام آزاد کے سامنے پیش کریں، جسے اعلیٰ حضرت بریلوی کے سامنے پیش کریں، جسے محمد علی اور شوکت علی کے مقابلے میں پیش کریں، جسے جناحؒ اور اقبالؒ کے مقابلے میں پیش کریں، تو پچاس سالوں میں ہم نے کیا کیا ہے، ناچنے کودنے والوں کو ہی قوم نے جنم دیا ہے اور کیا ہوا، یہ اس لیے ہے کہ ہمارا انداز زندگی غلط ہو گیا ہے، اور قرآن نے یہ بات کہی جو اس طرح تعریفیں کراتے ہیں نہ کام کر کے یہ خیال نہ کیجئے کہ وہ لوگ عذاب سے بچ جائیں گے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ کے لیے ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے، جو چاہتا ہے اس پر قادر ہے

إِنَّ فِي

بے شک

خَلْقِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَٰفِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَءَايَٰتٍ

زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں نشانیاں ہیں

لِّأُولِي الْأَلْبَٰبِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا

عقل والوں کے لیے، وہ جو ذکر کرتے ہیں اللہ کا کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے

وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ

اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے وہ فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَٰطِلًا سُبْحَٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

اے رب ہمارے یہ (کائنات) تو نے ویسے (بے مقصد) ہی تو نہیں پیدا کی، تو پاک ہے ہمیں آگ سے بچا

رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُۥ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ

اے رب ہمارے بیشک جس کو تو نے آگ میں داخل کیا تو بیشک اسے رسوا کیا، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

أَنصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَّبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَٰنِ أَنْ

اے رب ہمارے بیشک ہم سن چکے ہیں ایک منادی کرنے والے کی پکار کو جو بلاتا تھا ایمان کی طرف

ءَامِنُوا بِرَبِّكُمْ فَـَٔامَنَّا ۚ رَبَّنَا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا

کہ تم ایمان لے آؤ اپنے رب پر، پس ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب اب تو ہمارے گناہ بخش دے اور دور کردے ہم سے

سَيِّـَٔاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ ٱلْأَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَءَاتِنَا مَا وَعَدتَّنَا

ہماری برائیاں اور ہمیں نیکوکاروں کے ساتھ موت دے اے ہمارے رب اور ہمیں عطا کر جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے

عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ ٱلْمِيعَادَ ﴿۱۹۴﴾

اپنے رسول کے ذریعے اور ہمیں قیامت کے روز رسوا نہ کرنا، بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا

فَٱسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّى لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَـٰمِلٍ مِّنكُم مِّن

تو قبول کرلی ان کے رب نے ان کی التجا (اور فرمایا) کہ میں ضائع نہیں کرتا عمل کسی [illegible] والے کا تم میں سے

ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّنۢ بَعْضٍ ۖ فَٱلَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا

خواہ مرد ہو یا عورت ہو بعض تمہارے جزء ہیں بعض کے تو وہ جنھوں نے ہجرت کی اور نکالے گئے

مِن دِيَـٰرِهِمْ وَأُوذُوا فِى سَبِيلِى وَقَـٰتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ

اپنے وطن سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور (دین کے لیے) لڑے اور مارے گئے تو ضرور میں مٹا دوں گا ان (کے نامہ عمل) سے

عَنْهُمْ سَيِّـَٔاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّـٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا

ان کے گناہ اور ضرور داخل کردوں گا انھیں باغوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے سے نہریں

ٱلْأَنْهَـٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسْنُ ٱلثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

(یہ) جزا ہے (ان کے اعمال حسنہ کی) اللہ کے ہاں اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ

(اے سننے والے) نہ دھوکہ میں ڈالے تجھے چلنا پھرنا ان کا جنھوں نے کفر کیا ملکوں میں یہ لطف اندوزی تھوڑی مدت کے لیے ہے

ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا

پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ بہت بری ٹھہرنے کی جگہ ہے لیکن وہ جو ڈرتے رہے

رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا

اپنے رب سے ان کے لیے باغ ہوں گے رواں ہوں گی ان کے نیچے ندیاں (وہ متقی) ہمیشہ رہیں گے ان

نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَإِنَّ مِنْ

میں یہ تو مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو (ابدی نعمتیں) اللہ کے پاس ہیں وہ بہت بہتر ہیں نیکوں کے لیے اور بیشک بعض اہل کتاب

أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا

ایسے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو اتارا گیا تمھاری طرف اور جو اتارا گیا ان کی طرف

أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِينَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا

عاجزی (اور نیازمندی) کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں سودا کرتے اللہ کی آیتوں کا حقیر قیمت پر

قَلِيلًا ۗ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ

یہ وہ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے بے شک اللہ تعالیٰ

سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

بہت جلد حساب لینے والا ہے ۸۹

Marfat.com

رَسُولُهُۥ ۗ وَمَن يَعْتَصِم بِٱللَّهِ فَقَدْ هُدِىَ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۱۰۱﴾

بھی موجود ہے اور جو دامن خداوندی کو مضبوطی سے پکڑتا ہے تو خدا اسے سیدھی راہ تک پہنچا دیتا ہے

۶۸ یثرب (مدینہ طیبہ) میں اوس اور خزرج نام کے دو قبیلے تھے طویل عرصہ سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے کئی جنگیں لڑ چکے تھے جب نبی رحمت علیہ السلام نے اپنے مبارک قدموں سے یثرب کو مدینہ بنایا تو آپ کی محبت نے انکے زخموں پر مرہم رکھ دیا دشمنی دوستی میں اور عداوت محبت میں بدل گئی وہ باہم مل کر محبت سے رہ رہے تھے کہ شاس بن قیس نامی یہودی انہیں اس طرح دیکھ کر جل اٹھا ایک اور یہودی کو سمجھا کر بھیجا وہ آیا اس نے ایسی نظمیں پڑھیں جن میں پرانی جنگوں کا ذکر تھا اس چال سے اوس و خزرج میں تلخ کلامی شروع ہوگئی، تلواریں سونت لیں، نیزے سنبھال لیے، سید کائنات جب جائے وقوع پر پہنچے تو فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے جاہلیت کی رسمیں تازہ کر رہے ہو! اسلام نے جو آگ بجھائی تھی تم پھر اسے بھڑکا رہے ہو! یہ شیطان کی وسوسہ اندازی اور تمہارے دشمن کی چال ہے، یہ سن کر ان کی آنکھیں کھل گئیں، نیزے تلواریں گر گئیں، آنکھیں اشکبار ہو گئیں، وہ ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ دشمنوں نے مسلمانوں کو ہر دور میں لڑایا ہے، برصغیر، یورپ، افریقہ اور دیگر علاقوں میں مسلمانوں پر کیا گزری! انہیں آپس میں الجھایا گیا اور کمزور کر کے انہیں اپنی تلوار کا لقمہ بنایا گیا اب بھی کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں طبقات میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کے ہاتھوں کس طرح مروایا جا رہا ہے۔ اوس خزرج آیت کے پہلے مخاطب ہیں اور پھر قیامت تک کے مومنوں کو خطاب ہے کہ تم سے کفر یہ حرکتیں سرزد نہیں ہونی چاہئیں کہ تم آیات ربانی کے امین ہو، قرآن تمھارے درمیان موجود ہے اور نبی ﷺ تمہارے درمیان تشریف فرما ہیں دامن خداوندی کو تھام لو اور صراط مستقیم پر گامزن ہو جاؤ کہ یہی دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم

اے ایماندارو اللہ سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے، تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ

مُّسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾

تم اسلام پر قائم ہو ۶۹

Marfat.com

ان فی خلق السمٰوٰت و الارض.........ان اللہ سریع الحساب

۸۹ پھر ہمیں دعوت دی کہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے میں رات دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے آیات ہیں، قرآن کا یہ طرز استدلال ہے، کہ مناظر اسے رب کی طرف لے جاتے ہیں، البتہ ایک فرق آپ کو بتاتا ہوں، مغربی مفکرین جب اس کائنات کی مختلف چیزوں کا تجزیہ کر رہے ہوتے ہیں، مثلاً جب ڈاکٹر کان کو اندر سے دیکھ رہا ہوتا ہے تو میں نے بہت سارے مغربی ڈاکٹروں کو پڑھا ہے کہ وہ عش عش کر اٹھے ہیں، کان کی ساخت پر پھیپھڑے کی ساخت پر ماہرین عش عش کر اٹھے ہیں، دماغ کی ساخت پر عش عش کر اٹھے، اس کائنات کی وسعتوں اور رعنائیوں پر بڑے بڑے فلسفی بڑے بڑے منطقی سائنس دان عش عش کر اٹھے، فرق اتنا ہے کہ اس کے دیکھنے والوں کی نگاہیں دو قسم کی ہیں، جو اس میں کھو گیا، وہ اسی میں ڈوب گیا، جو اس میں کھو نہیں گیا بلکہ اس سے آگے بڑھ کے اس کے خالق تک جا پہنچا، وہ مراد پا گیا، قرآن نے کہا کہ مشاہدہ اس لیے کرو کہ اللہ تعالیٰ کی عظمتوں تک پہنچ سکو، اللہ کی صفات تک پہنچ سکو، اور پھر اللہ کا ذکر اس طرح کرو کہ کھڑے ہو تو اللہ کا ذکر کرتے رہو، بیٹھے ہو تب بھی ذکر کرو، لیٹے ہو پہلوؤں پر تب بھی ذکر کرو، ذکر کو کسی حال میں چھوڑو نہیں، آپ کے لیے اتنی بات کہنا کافی ہے، کہ زبان ذکر کرتی رہے تو یہ تھک جاتی ہے، دل کو آپ ذاکر بنائیں تو وہ کبھی نہیں تھکے گا، اندر سانس ہو تو 'اللہ' باہر سانس ہو تو 'ھو' چند دن دقت محسوس ہوگی، شاید سر میں بھی درد ہو سینے میں بھی درد ہو، ویسے سینے کے درد کھا کے روزانہ لوگ مرتے رہتے ہیں، تو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کوئی مر جائے تو کتنی غنیمت کی بات ہوگی، اب سانس بذات خود ذکر کرنے لگ جاتی ہے، اور دل اللہ اللہ کرنے لگ جاتا ہے، قیامت کے دن یہ کیفیت ہوگی فرشتے کہیں گے کہ یہی کچھ ہے جو ہم نے اس سے لکھ لیا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ کچھ اور بھی کرتا تھا جو اسے اور مجھے ہی پتہ ہے، کسی اور کو پتہ نہیں ہے، وہ یہی ذکر قلبی ہے، جو اپنے انداز سے چل رہا ہوتا ہے، اب فرمایا کہ ذکر کھڑے بھی کر سکتے ہو بیٹھے بھی کر سکتے ہو پہلو پر بھی کر سکتے ہو، اب کچھ حضرات سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے ہیں کھڑے ہو کر، اور ایک پورا گروہ ڈھنڈورا گلے میں ڈال کے دہائی دہائی کرنے لگ جاتا ہے، کہ یہ شرک ہے، دیکھو! قرآن کہتا ہے کہ جس حالت میں بھی ذکر کرو وہ ذکر جائز ہے، تو آپ کتنے کم ظرف لوگ ہیں کہ اس وسیع رحمت کو آپ تنگ کر رہے ہیں، لیکن فرمایا "آسمان اور زمین میں تفکر اور غور کرتے ہیں غور کرنا عبادت ہے"، میرے بھائیو! ہم نے اس غور کو چھوڑا ہے، کافر تو ہم سے بے شمار آگے نکل گئیں ہیں، غور نے ایٹم کو جنم دیا غور نے میزائل بنائے، تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات ہمیں چودہ سو سال پہلے بتادی تھی، بیضاوی فرماتے ہیں اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے، کہ یہ تفکر سب عبادتوں سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا افضل ہے، کیونکہ ارشاد یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ میں "سوچ اور غور جیسی کوئی عبادت نہیں ہے" کبھی تنہا بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی صفتوں پر غور فرمایا کریں، آپ پودے کو زمین پر نکلتا دیکھیں اس کے پاس بیٹھیں، کچھ دنوں کے بعد بڑا ہو، اسکے بعد پھر اس کو دیکھیں

Marfat.com

پھول بن جائے پھر دیکھیں، پھل بن جائے پھر دیکھیں، زبان پر اس کا ذائقہ چکھ کر پھر دیکھیں معدے میں اترے تو اس کی لطافتوں کا پھر اندازہ لگائیں، اب یہ کس کس شے سے بنا ہے، آپ کا ذہن اُدھر متوجہ ہو جائے گا اس کے اجزاء کا آپ تجزیہ کر دیں گے، اور جب ہم کامل ہوتے تھے، تو پودوں کے پاس سے گزرتے ہوئے ہمارے اسلاف کو پودے خود بول کے کہتے تھے، اللہ کے بندوں کو بتا دو میں فلاں فلاں مرض کی دوا ہوں، آپ سیب کی ساخت کو تو دیکھیں، وہ بتا رہا ہے کہ یہ دل کے لیے مفید ہے، آپ کبھی انگور کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو فوراً اندازہ لگائیں گے کہ اس کی ساخت بتا رہی ہے کہ یہ گردے کے لیے شافی علاج ہے تو ان کی ساخت اللہ کریم نے رکھ دی کہ حکیم تو اس انداز سے سوچے گا اور جو با کمال ہے اس کی روح کے ساتھ اس کی روح بولنے لگ جائے گی، اور وہ پھر پکار اٹھے گا اللہ تو نے اسے باطل نہیں پیدا کیا تو پاک ہے مجھے عذاب جہنم سے بچا اللہ تو جسے جہنم میں بھیج دے گا وہ تو رسوا ہو گیا، ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے، اللہ میں تیرا فرمانبردار ہوں ہم نے سنا منادی کو وہ ایمان کے لیے دعوت دے رہے تھے کہ رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے یہاں منادی کرنے والے کون ہیں، مفسرین میں سے اکثر نے یہ کہا یا اس سے مراد سرکار علیہ السلام کی ذات ہے یا کہ خود قرآن ہے، مجھے حیرانی ہے اپنے دور حاضر کے دو مفسرین پر کہ حضرت پیر کرم شاہ صاحب بھی یہاں منادی کی وضاحت نہیں فرماتے کہ وہ کون ہیں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بھی یہاں سے خاموش ہو کے آگے گزر گئے ہیں کہ وہ کون ہیں کبھی شاہ صاحب سے ملا تو میں ان سے عرض کروں گا، میرے نزدیک اس منادی کی تفسیر یہ نہیں ہے کہ قرآن نداء کرے گا قرآن خود نہیں بولتا یہ بھی بولنے والے کی زبان پر بولتا ہے، وہ زبان مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان ہے، ارشاد فرمایا کہ اللہ ہم نے نداء کرنے والے کو نداء دیتے سنا وہ ایمان کی نداء دے رہے تھے، اپنے رب پر ایمان لے آؤ ہم ایمان لے آئے یہاں نکتہ یہ نکلا کہ ایمان اگر عقل کی وجہ سے آئے تو وہ رب کے ہاں معتبر نہیں ہے، آپ ایمان کے لیے یہ بات کہیں گے اللہ میں اس طرح ایمان لایا ہوں جس طرح ایمان کی دعوت تیرے محبوب نے دی ہے، یہ وہ ایمان ہے جو رب کے ہاں معتبر ہے اب اگر عقلی گھوڑے دوڑاتے ہوئے کسی نتیجہ پر پہنچ بھی جائیں تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگا، اللہ اب ہمارے گناہوں کو بخش دے ہماری برائیوں پر پردہ ڈال دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے، اب یہاں ایک بات جو اس کے ضمن میں کہنی ہے وہ یہ ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ موت کا مطلب کیا ہوا یعنی ان لوگوں کے ساتھ موت دے جو نیک لوگوں کی محفل کے ساتھ خاص ہیں، اور ان کے گروہوں میں شمار ہوتے ہیں، ادھر قرآن میں تو التجا کریں کہ اللہ نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور سٹیجوں پر چڑھ کے کہیں کہ کون غوث ہے غوث کیا کر سکتے ہیں، کون ولی ہے ولی کی ضرورت کیا ہے، تو پھر اس فقرے کے پڑھنے کی ضرورت کیا ہے، کہ اللہ ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے ارشاد ہوا! اللہ ہمیں وہ کچھ دے جو آپ نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے اللہ قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا، آپ وعدہ خلافی تو نہیں کیا کرتے، فرمایا

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انکی یہ دعا قبول کر لی کہ عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں جاتا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، عورت کو پہلی دفعہ اسلام نے مقام دیا، یہ ایک دوسرے کے اجزاء ہیں یعنی تخلیق کے دو ہی اعضاء ہیں عورت اور مرد، تو جن لوگوں نے راہ خدا میں ہجرت کی انہیں اذیت دی گئی وہ میدان جنگ میں مارے بھی گئے، میں ان کے گناہوں کو بھی دور کردوں گا انہیں جنت میں بھی داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ صحابہ ؓ کی وہ شان ہے جو بیان ہوئی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلا ہے، اللہ بہترین بدلہ دینے والا ہے، یہاں ایک بات اور اس آیت میں فکری طور پر یہ کہنی ہے ہم سارے کہیں گے اللہ نداء کرنے والے کی نداء ہم نے سنی آپ مجھے بتائیں کبھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نداء آپ نے سنی ہے اگر نہیں سنی ہے تو آپ ابھی ادھورے ہیں اس نداء کو سننے کی کوشش کیجئے انہیں ملنے کی کوشش کیجئے، اور وہ اب بھی ملتے ہیں اپنے انداز سے ملتے ہیں، خوابوں میں ملتے ہیں یادوں میں ملتے ہیں، اب اس آیت سے یہ پتہ چلا کہ جب انہوں نے نداء دی تھی پہاڑی پر کھڑے ہو کے ہماری روحوں نے اسے سنا تھا اور اسی کو قبول کرتے ہوئے ہم ایماندار بنے ہیں، یہ دل کی تمنا پوری کردیں کہ آنکھوں سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے، فرمایا یہ لوگ جو تمہیں طرح طرح کے طعنے دے کر کہتے ہیں کہ تم تو اب مارے گئے ہو، ان کا آگے پیچھے گھومنا محبوب آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ آپ کے غلاموں کو، یہ تھوڑے سے وقت کی بات ہے وہ جہنم میں جائیں گے، وہ بدترین جگہ ہے، اور پرہیز گار تو جنت میں جائیں گے، جہاں نہریں بہتی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مہمانی ہوگی، اور وہ اللہ تعالیٰ کے میزبان ہوں گے، میں کبھی کبھی کہا کرتا ہوں کہ جو بچے دینی مدرسوں میں پڑھتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں، اور جب آپ جنت میں جائیں گے تو آپ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہ نیکوں کے لیے بہتر ہے، اہل کتاب میں بھی کچھ لوگ وہ ہیں جو ان کتابوں کو بھی مانتے ہیں اور جو آپ کی طرف نازل ہوا اسے بھی مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں تھوڑے پیسے نہیں لیا کرتے، اس کا مطلب یہ نہیں زیادہ لیتے ہیں بلکہ ساری کائنات تھوڑی ہے اللہ کے کلمات کے مقابلے میں، اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے،

☆☆☆☆☆☆

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱصْبِرُوا۟

اے ایمان والو! صبر کرو اور

وَصَابِرُوا۟ وَرَابِطُوا۟ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۲۰۰﴾

ثابت قدم رہو (دشمن کے مقابلہ میں) اور کمربستہ رہو (خدمت دین کے لیے) اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ ۹۰

یا ایها الذین امنوا اصبروا.........لعاکم تفلحون

۹۰ مومنو! تم تین چار باتیں ذہن میں رکھو۔ پہلی بات کہ صبر کرو۔ دوسری بات کہ جب میدان میں آؤ تمہارا صبر کافروں کی قوت پر غالب آجائے، اسے صابرو کے لفظ سے تعبیر فرمایا، اور رباط کرو، رباط کیا ہوتا ہے اپنے آپ کو اپنے جی کو اچھی نیت پر آمادہ کر لینا اور جسم کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اٹھالینا، اور اس کی انتہا کہاں ہوتی، جہاد کے لیے بارڈر پر پوری مستعدی سے پہنچ جانا اور جب تک جہاد نہیں ہے تو اپنے جی کو نماز کے لیے آمادہ کر لینا، تو ارشاد فرمایا یہ تین باتیں ہوں، صبر ہو، مخالف پر غالب آنے کے لیے وہ قوت ارادی جو صبر کی وجہ سے پیدا ہو چکی ہے وہ ہو، اور ہر وقت باطل کے ساتھ ٹکر لینے لیے مستعد ہو، اور ہر وقت صرف ڈرو اللہ تعالیٰ سے پھر تمہیں فلاح ملے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆

﴿اختتام سورة آل عمران﴾

وما توفيقى الا بالله العلى العظيم

بدھ ۱۷/ دسمبر ۲۰۰۳

Marfat.com

سُورَةُ النِّسَاءِ

ترتیبہا ۴ — آیاتہا ۱۷۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اسی سے اس کا جوڑا بھی پیدا فرمایا

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ

اور ان دونوں سے بڑی تعداد میں مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اور تم اس اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے

بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿١﴾ وَءَاتُوا۟ ٱلْيَتَٰمَىٰٓ أَمْوَٰلَهُمْ ۖ

(اپنی ضرورتیں اور حقوق) مانگتے ہو اور رحموں (کے قطع کرنے سے) بھی ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ ہر وقت تمہارا نگران ہے اور تم یتیموں کو

وَلَا تَتَبَدَّلُوا۟ ٱلْخَبِيثَ بِٱلطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَهُمْ إِلَىٰٓ أَمْوَٰلِكُمْ ۚ إِنَّهُۥ

انکا مال دیدو اور اور اپنی ردی چیزیں انکی اچھی چیز سے نہ بدلو، اور انکے مال اپنے مالوں سے ملا کر نہ کھاؤ یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے

كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ﴿٢﴾ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا۟ فِى ٱلْيَتَٰمَىٰ فَٱنكِحُوا۟

اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے تو (تو خود ان سے نکاح نہ کرو بلکہ) جو عورتیں تمہیں پسند آگئیں ان سے نکاح کرلو

مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثْنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا۟

دو دو، تین تین، چار، چار سے (نکاح کرلو) اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ (ان عورتوں سے) انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی (بیوی رکھو)

فَوَٰحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُوا۟ ﴿٣﴾ وَءَاتُوا۟

یا کنیزیں جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم ایک طرف ہی نہ جھک جاؤ اور اپنی بیویوں کو انکے مہر

Marfat.com

ٱلنِّسَآءَ صَدُقَٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ

خوشی سے دیا کرو، پس اگر وہ (بیویاں) تمہیں بخوشی اس مہر سے بخش دیں تو تم اسے لذیذ سمجھتے اور خوشگوار پاتے کھاؤ

هَنِيٓـًٔا مَّرِيٓـًٔا ﴿٤﴾ وَلَا تُؤْتُوا۟ ٱلسُّفَهَآءَ أَمْوَٰلَكُمُ ٱلَّتِى جَعَلَ ٱللَّهُ لَكُمْ

نادانوں کو اپنے مال نہ دو جن مالوں کو اللہ نے تمہارے لیے سہارا (ذریعہ قیام) بنایا ہے اور انہیں

قِيَٰمًا وَٱرْزُقُوهُمْ فِيهَا وَٱكْسُوهُمْ وَقُولُوا۟ لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٥﴾ وَٱبْتَلُوا۟

(نادانوں کو) اس مال سے کھلاؤ اور انہیں اچھائی کی بات کہو اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں

ٱلْيَتَٰمَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُوا۟ ٱلنِّكَاحَ فَإِنْ ءَانَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَٱدْفَعُوٓا۟

تک کہ وہ پہنچ جائیں نکاح (کی عمر) کو (بالغ ہو جائیں) پس اگر تم ان میں دانائی محسوس کرو تو انکے مال انہیں لوٹا دو

إِلَيْهِمْ أَمْوَٰلَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَآ إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا۟ ۚ وَمَن كَانَ

اور تم ان کے مال کو فضول خرچی اور جلدی جلدی نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ یہ بڑے ہو جائیں گے

غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا

اور جو (سرپرست) غنی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ (یتیموں کے مال سے) پرہیز کرے اور جو سرپرست فقیر ہو تو وہ مناسب طریقے سے کھالے

دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَٰلَهُمْ فَأَشْهِدُوا۟ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ حَسِيبًا ﴿٦﴾

،پھر جب تم ان کے مال واپس کرو تو ان کے لیے گواہ بنا لو اور اللہ تعالیٰ حساب لینے والا کافی ہے

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ

مردوں کے لیے حصہ ہے اس (مال) سے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے (بھی) حصہ ہے جو

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا

ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں خواہ تر کہ تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ تعالٰی کی طرف سے)

مَفْرُوضًا ﴿۷﴾ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ

مقرر کیا ہوا ہے اور جب وراثت تقسیم ہونے کے وقت، رشتہ دار، یتیم

وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا

اور مساکین بھی حاضر ہوں تو انہیں اس میں سے کھلاؤ، اور انہیں اچھی بات کہو

﴿۸﴾ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا

چاہیے کہ (یتیموں کے متولی) ڈریں (اور سوچیں) کہ اگر وہ چھوڑ جاتے اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے کمزور بچے

خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿۹﴾

تو کتنے خوف زدہ ہوتے ان کے بارے میں پس انہیں چاہیے کہ اللہ تعالٰی سے ڈریں اور پختہ بات کہیں

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي

بے شک جو یتیموں کے مال ظلماً کھاتے ہیں وہ تو صرف کھا رہے ہیں آگ اپنے

بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿۱۰﴾

پیٹوں میں اور وہ جلد بھڑکتی آگ میں جھونکیں جائیں گے ۔

ساری کائنات کے انسانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ اپنے پروردگار کے اس لطف کرم کو یاد رکھو کہ اس نے تمہیں ایک جان (سیدنا آدم) سے پیدا فرمایا، جب سب انسانیت کا خالق ایک ہے تو پھر بحیثیت انسان، انسانوں میں مساوات ہونی چاہیے اور مختلف امتیازات نہیں ہونے چاہئیں یہ انسانیت کی غیر انسانی تقسیم ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ ہر دور کے انسانوں کا خدا ایک ہی ہے لہذا خدائی میں بھی کسی کو شریک نہ کیا جائے جب ماں باپ سب کے ایک ہیں تو پھر سب کو آپس میں پیار ہونا چاہئے اسی پر عمل کی صورت میں ساری انسانیت پر محبت کی چادر تن جائے گی اور معاشرہ

جنت نظیر بن جائے گا۔ کچھ حضرات نے خلق من جنسھا زوجھا سے تفسیر کی ہے مگر اس صورت میں نفس واحدہ سے تخلیق نہیں ہوگی بلکہ دونوں آدم وحوا (علیھما السلام) ہونگے اور یہ مفہوم قرآن کے خلاف ہوگا، تخلیق حواؑ کے بارے میں ایک نظریہ ہے کہ وہ آدم کی پسلی سے پیدا ہوئیں، تورات میں یہی نظریہ لکھا ہے حدیث نبوی میں بھی یہی ارشاد ہے دور حاضر کے کچھ لوگوں نے ان کی تخلیق ایک مستقل وجود کی حثیت سے مانی ہے کچھ اور مفسرین نے (جن کا اسلامی علوم میں کوئی مقام نہیں) آدمؑ سے ہی انکی تخلیق مانی ہے مگر پسلی کا انکار کر کے عقلی گھوڑے دوڑائے ہیں، حدیث مقبول اور تورات کی تصدیق کے بعد پہلی صورت ہی صحیح قرار دی جائے گی۔

دوبارہ تقوی کا ذکر اس لیے فرمایا کہ اس پر لوگ ایک اور انداز سے بھی غور کر سکیں کہ خالق ہونے کے علاوہ روزمرہ کی زندگی میں بھی تم اسی کے مبارک نام سے لین دین کرتے ہو اسی کو واسطہ بنا کر اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو۔ اپنی قسموں میں اسی کا نام نامی لیکر قسموں کو قابل اعتماد بناتے ہو جب زندگی کا قافلہ اسکی نوازشات کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتا تو پھر اسکی نافرمانی کیسے کرتے ہو؟

والارحام کا عطف اللہ پر ہے لہذا یہ بھی منصوب ہے رحم ہر قسم کے رشتہ داری کو کہتے ہیں۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں (الرحم اسم الکافۃ الاقارب) رحم سب اقارب کا نام ہے۔ اس سے صلہ رحمی کا حکم ملتا ہے اور قطع رحمی سے مخالفت ہے۔ سید کل علیہ السلام نے حسن سلوک کا اپنے رشتہ داروں کے بارے میں حکم دیا ہے۔ کتب احادیث میں بہت ساری احادیث اس موضوع پر موجود ہیں ایک ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔ الرحم معلقۃ بالعرش تقول الا من وصلنی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ (رحم عرش الٰہی سے وابستہ ہے کہہ رہا ہے خبردار! مجھے جس نے جوڑا اللہ اسے جوڑے اور جو مجھے قطعہ کرے اللہ اسے ریزہ ریزہ کر دے!)

اسلام نے یتیموں کی پرورش کی بیحد تاکید فرمائی ہے سید کل علیہ السلام کا ارشاد ہے (انا و کافل الیتیم کھاتین)۔ میں اور یتیم کا کفیل ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی)۔ اسلام سے پہلے یتیموں پر طرح طرح کے مظالم ہوتے، یتیم بچے کی جائیداد پر اسکے چچے اور بڑے بھائی قبضہ کر لیتے بالغ ہونے پر بھی اسے واپس نہ کرتے، اسے اگر واپس کرتے تو بیکار زمین یا گرتا سا مکان دے دیتے، اسکے حصے کے عمدہ جانور خود رکھ لیتے اور مریل جانور اسے دیدیتے، یتیموں کا مال اپنے مال سے ملاتے کہ اس طرح یتیم کے مال کی حفاظت ہوگی، پھر وہ سارا مال خود کھا جاتے، اب تین صورتیں ہوئیں اصل مال واپس کرو، خراب دیکر اچھا روک نہ لو، ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھا نہ جاؤ، یہ باتیں چھوڑ دو یہ سخت گناہ کا انداز ہے، 'حوب' اثم، یعنی گناہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے،

وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتمی۔۔ ام المومنین سیدہ عائشہ سلام اللہ تعالیٰ علیھا فرماتی ہیں کہ عرب میں عموماً ایسا ہوتا کہ یتیم بچیوں کے وارث انکے حسن و جمال اور انکی وراثت کی وجہ سے ان سے نکاح تو کرتے مگر انکی حثیت کے مطابق مہر نہیں دیتے تھے اور نکاح کے بعد انکے حقوق بھی ادا نہیں کرتے تھے قرآن نے اس ظلم و تعدی کا راستہ بند کرنے کے لیے یہ حکم دیا کہ جب تم ان بے سہارا بچیوں کے ساتھ زیادتی کرنے سے باز نہیں آتے ہو تو ان سے نکاح نہ کرو انکے علاوہ دوسری عورتوں سے حسب ضرورت چار سے نکاح کر سکتے ہو اللہ کریم کے اس حکم پر کہ چار تک شادیوں کی اجازت ہے مغربی لوگوں نے بہت اعتراض کئے ہیں، کیا سیدنا داؤ علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد سینکڑوں نہیں تھی؟ ملاحظہ ہو کتاب مقدس -2

Marfat.com

سموئیل صفحہ 295/96/98 تواریخ 2 صفحہ 435 ،پیدائش صفحہ 37 ۔سلیمان کی سات سو بیویاں تھی سلاطین 34 اسی طرح یہودی اور عیسائی زعماء کی بھی بیویاں تاریخ میں ایک سے زائد رہی ہیں ،اسلام نے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے کہ ان میں انصاف ہو،انصاف نہ کرنے کی صورت میں اسکی اجازت نہیں ہے۔شدید ضرورت لاحق ہے عورت بانجھ ہے، متعدی مرض میں مبتلا ہے یا کوئی اور مرض ہے وہ ازدواجی تعلقات جاری نہیں رکھ سکتی ،تو خاوند دوسری شادی کرسکتا ہے،حضرت پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ نے بھی خوبصورت دلائل دیئے ہیں ضیاء القرآن صفحہ 317 جلد اول کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ہم نے اپنی کتابوں میں تفصیلی بحث کی ہے ملاحظہ ہو،(خواتین نگاہ رحمت میں اور دفاع سید المرسلین وامہات المومنین)مغرب کو اسلام پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے معاشرے پر بھی نگاہ ڈالنی چاہیے وہاں آدھی تعداد حرامی بچوں کی ہے اور کنواری مائیں دندناتی پھر رہی ہیں ،داشتائیں الگ ہیں؟سیکرٹری خواتین کی فوج ظفر موج جس طرح زندگی گزار رہی ہیں وہ نہ پوچھیں ،جرمنی کا ایک سابق چانسلر حرامی تھا،(**فاعتبروا یا اولی الابصار**) مگر اعتراض اسلام پر ہے!شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

رہی بات کنیزوں کی تو یہ آپ لوگوں سے ہمیں وراثت میں ملی تھیں ،اسلام نے کبھی غلامی ک حمائت نہیں کی ہمیشہ آزادی کا علم بلند رکھا ہے ہم نے مذکورہ بالا کتابوں میں اس پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔

انصاف نہ ہو سکے تو ایک بیوی ہونی چاہیے حکومت پاکستان نے اسے قانونی شکل دے دی ہے،مگر ہمارے ملک میں عورت کی بیچارگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لاتعداد لوگوں نے دوسری شادی رچائی اور مظلوم عورت اور اسکے وارث کچھ بھی نہیں کرسکے،ہمارے عیاش طبقے نے کئی راستے نکال لیے اور قانون منہ دیکھتا رہ گیا،ہمیں معاشرے میں ایسی تبدیلی لانی ہوگی کہ لوگ اسلامی قوانین کے احترام کی طرف رضا و رغبت سے بڑھیں اور معاشرے میں انصاف کا جھنڈا بلند کریں

تعولوا۔ قال یقول کی طرح عال یعول ہے علامہ قرطبی سیدنا ابن عباسؓ اور حضرت مجاہدؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں ،**یقال عال الرجل یعول اذا جار ومال و منه قولهم عال السهم عن الهدف اذا مال عنه.** (عربوں کا قول تیر نشانے سے ہٹ گیا)اس مفہوم میں مقدس فقرے کا ترجمہ ہوگا''یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم ایک طرف (ایک بیوی کی طرف) زیادہ نہ جھک جاؤ''امام شافعیؒ سے یہ معنی منقول ہے،**ان لا تعولوا ای لا تکثروا اولادکم** (تمھارے بال بچے زیادہ نہ ہوجائیں) یعنی زیادہ بیویاں ہونگی تو زیادہ اولاد ہوگی جس سے تمھیں پریشانی ہوگی۔

اسی آیت مقدسہ سے مہر کا وجوب ثابت ہوا یہ بھی پتہ چلا کہ عورت مہر ملنے کے بعد اس کا کچھ حصہ یا سارا خاوند کو دے سکتی ہے وہ سارا مہر بخش بھی سکتی ہے مگر خاوند کے جبر کی وجہ سے ہرگز نہیں ہونا چاہیے آج کل بہت زیادہ مہر مقرر کردیا جاتا ہے اور خاوند پہلے دن ہی تحریری معافی کا مطالبہ کرتا ہے پھر سختی پر اتر آتا ہے لہذا مہر اتنا ہونا چاہیے جو آسانی سے ادا ہوسکے اور خاوند خوشی خوشی ادا کرسکے۔بقول

Marfat.com

علامہ بیضاوی نحلۃ ایسا عطیہ ہے جو خوشی و رضا سے دیا جائے اور عوض و بدلے کی توقع نہ رکھی جائے۔

اگر یتیم بچے اور بچیاں ابھی صحیح شعور والے نہیں ہیں تو انہیں مال نہ دیا جائے ہاں انکے قیام، طعام اور لباس کا اچھی طرح اہتمام کیا جائے، اگر وہ سمجھدار نہیں اور انہیں مال دے دیا جاتا ہے تو بہت جلد وہ اسے ضائع کر کے افلاس کے سمندر میں غرق ہو جائیں گے انکی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ ان کا مال تباہی سے بھی بچایا جائے۔

سفہاء (نادان) کے مالوں کو اموالکم (تمہارے مال) فرمایا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس مال کی حفاظت تم پر اپنے مال کی طرح ضروری ہے اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ملت واحدہ ہے تو اس کا نفع و نقصان بھی ایک ہے اور اجتماعی کفالت بھی ایک ہے۔

دوسرا فقرہ، التی جعل اللہ لکم قیاما، قابل غور ہے، مال ذریعہ قیام اور سہارا ہے زندگی گزارنے کے لیے مال کی قدر و قیمت ضروری ہے اسے فضول خرچ نہ کیا جائے ورنہ معاشی اور اقتصادی بدحالی آئے گی زندگی کی چھت جن ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے ان میں سے ایک مال ہے۔

سابقہ آیت میں یتیموں کے مال کی واپسی کا ذکر تھا یہاں مال کی واپسی کا وقت اور اسکی شرائط کا ذکر ہے واپسی کا وقت بلوغ ہے یعنی جب یتیم بالغ ہو جائیں تو انہیں مال واپس کیا جا سکتا ہے شرط یہ ہے کہ ان میں رشد (معاملہ فہمی اور درست کاری) آجائے، رشد کو جانچنے کے لیے ایک صورت یہ ہے کہ پہلے انہیں تھوڑا سا مال دیا جائے اگر پتا چل جائے کہ انہوں نے خوب سمجھداری کا ثبوت دیا ہے تو پھر سارا مال انہیں دیدیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ ان سے کاروبار اور نظم و نسق کے سلسلہ میں بار بار مشورہ لیا جائے اگر ان کی رائے میں پختگی اور سنجیدگی ہو تو ان کا سامان و مال انکے حوالے کر دیا جائے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ انہیں اپنے ساتھ مال و تجارت کے معاملات میں شامل کر کے انہیں تجربہ کار بنا دیا جائے اور پھر مال انکے حوالے کیا جائے، کورٹ آف وارڈز Court of Wards کا قانون انہیں آیات سے ماخوذ ہے۔ اسلام انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے مگر اس ملکیت کو برباد کرنے کی اجازت نہیں دیتا، ایسی صورت میں حکومت مداخلت کر سکتی ہے اور وارث بھی قانوناً روک سکتے ہیں

کچھ لوگ مال دیکھ کر آپے میں نہیں رہتے اور اسے ختم کرنا چاہتے ہیں اور مختلف حیلوں بہانوں سے اسے جلدی جلدی کھا لینا چاہتے ہیں اللہ کریم نے یہ دروازہ کھولنے کی اجازت عطا نہیں فرمائی، ایسی مذمومہ حرکتوں سے روک دیا ہے۔

یتیموں کے متولی کے لیے مزید ہدایات ہیں یہ بات تو پہلے واضح ہو گئی ہے کہ ان کا مال ضائع نہیں کیا جا سکتا اب متولیوں کی دو حالتیں ذکر فرما کر انکے لیے قاعدے بتائے جا رہے ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ سرپرست غنی ہے تو اسے یتیم کے مال سے یتیم کی خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں لینا چاہیے، یہ سارا کچھ اسے اللہ کی رضا اور ثواب کی طلب میں کرنا چاہیے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ سرپرست جو غریب ہے اور تنگدست ہے تو اب اسے اجازت ہے کہ وہ اپنی جائز ضرورتیں یتیم کے مال سے لے سکتا ہے۔ مثلاً کھانا اور کپڑا وغیرہ ان میں بھی اسراف نہ ہو درمیانہ عام گھروں میں استعمال ہونے والا کھانا ہو اور اسی قسم کا کپڑا ہو تیسری صورت خالص تقوی کی ہے کہ متولی

Marfat.com

۶۹ پہلا فقرہ یہ تھا کہ اللہ سے یوں ڈرو جس طرح اللہ سے ڈرنے کا حق ہے، مطلب یہ ہے کہ تمہاری زندگی میں تصور رحیم یوں ہو کہ کسی لمحے اس تصور سے کٹ نہ سکو، جب اتنا نفیس تصور ہوگا، اور تم اللہ کو اپنے ساتھ سمجھو گے، تو بدی سے کٹ جاؤ گے، اس طرح جو اللہ کا خوف ہے بوجہ محبت، میں اس خوف سے قرآن میں جہاں بھی آتا ہے ایک بات ضرور کہتا ہوں، کہ خوف ایک تو اس قسم کا ہوتا ہے جس طرح مجرم لوگ پولیس سے ڈرتے ہیں، اور ایک خوف محبت کا ہوتا ہے، محبت کا خوف یہ ہے کہ اگر میں نے ایسا کر دیا، تو اللہ کریم یا محبوب رحیم مجھ سے رخ موڑ لیں گے، اور جب وہ مجھ سے رخ موڑیں گے تو پھر میری زندگی کیا ہوگی، جہاں بھی قرآن نے "اتقوا اللہ" کا لفظ استعمال کیا ہے، یہاں اس باریک نکتے کو ذہن میں رکھا جائے کہ ہمارا اللہ سے خوف اس انداز کا نہیں ہے، جس انداز کا خوف لوگوں کو پولیس سے ہوتا ہے یا جابر ڈاکوں سے ہوتا ہے یا جیلوں سے ہوتا ہے، ہمارا خوف محبت والی نوعیت کا ہے، کہ جب ہم ادھر سے رخ موڑ لیں گے، تو پھر قیام کہاں ہوگا، آئیے اس قول اقدس کی تشریح سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک سے کرتے ہیں جو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارؐ سے روایت کی ہے، ابن مسعودؓ ان صحابہ میں شامل ہیں جو شب و روز محفل سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بیٹھا کرتے تھے، جنہیں اللہ نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا طویل وقت دیا تھا، وہ فرماتے ہیں، کہ سرکارؐ نے فرمایا!

تبرکاً عربی الفاظ پڑھ دیتا ہوں!

"ان یطاع فلا یعصی وان یذکر فلا ینسیٰ وان یشکر فلا یکفر"o

"اللہ سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے نافرمانی چھوڑ دی جائے، اللہ کو یاد رکھا جائے اور اسے بھولا نہ جائے، اللہ کریم کا شکر ادا کیا جائے ہر حال میں، اور کفرانِ نعمت نہ آئے"۔

یہ تین چیزیں ملیں تو حقیقی اللہ کا خوف انسان کے دل و دماغ پر چھا جایا کرتا ہے، اب ارشاد ہوا، کہ اللہ سے یوں ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے، یہ تین باتیں آپ ذہن میں رکھ لیں، ارشاد ہوا کہ تمہیں کسی حال میں موت نہ آئے، مگر اس کیفیت میں کہ تم اللہ کے تابع فرمان ہو، اب دیکھیں کہ ہمارا صفاتی نام مسلم ہے، جس کی نسبت نہ کسی علاقے سے ہے، نہ کسی نسل سے ہے، نہ کسی ملک سے ہے، نہ کسی قوم سے ہے، نہ کسی مکان سے ہے، ان سب باتوں کو قرآن نے اٹھا کے ایک طرف پھینک دیا ہے، کہ یہ ساری چیزیں انسانیت کی تقسیم کے لیے ہیں، مختلف لوگوں نے ایجاد کی ہیں، بحیثیت انسانی برادری کے آپ کے لیے یہ طرۂ امتیاز نہیں ہے، وہاں لفظ ہی استعمال کیا مسلم تابع فرمان، حکم ماننے والا، جس کی اپنی کوئی خواہش نہ ہو، اب سوال یہ ہے کہ ہم تابع فرمان تو ہوئے لیکن کس چیز پر ہم اکٹھے ہوں تا کہ اتحاد باقی رہے؟ قوموں کی زندگی کے لیے اتحاد مرکزی کردار ادا کرتا

Marfat.com

جو قرضہ لے تو قرض حسنہ کی نیت سے لے اور جب اسے اللہ کریم خوش حالی نصیب فرمائے تو واپس کر دے، سیدنا فاروق اعظم ؓ کا یہی مسلک تھا۔ بالمعروف (مناسب طریقے سے) کا مطلب یہ ہے کہ کسی ثالث اور غیر جانبدار شخص کے سامنے وہ خرچ پیش کیا جائے تو وہ اسے جائز قرار دے۔

مال واپس کرتے وقت خاموشی سے مال واپس نہ کرو بلکہ گواہوں کی موجوگی میں ایک ایک چیز گنتی کرو، اس طرح کوئی غلط فہمی بھی نہیں ہوگی اور مستقبل میں کوئی جھگڑا بھی نہیں ہوگا اور متولی الزامات سے بھی بچ جائے گا۔

متولیوں کو خبردار فرمایا کہ تم لوگوں کو تو چکر دے سکتے ہو لیکن جب علام الغیوب جل جلالہ کے سامنے حساب دینا پڑے گا تو کوئی مکر اور چالبازی کام نہیں دے گی۔

اسلام سے پہلے وراثت کی تقسیم کا عجیب انداز تھا عرب عورتوں اور چھوٹے بچوں کو وراثت سے محروم رکھتے تھے دلیل یہ تھی کہ وراثت صرف اسے ملے گی جو میدان جنگ میں داد شجاعت دے سکتا ہو، جو لڑ نہیں سکتا وہ میراث بھی نہیں پا سکتا، ہندوستان میں بھی عورت وراثت سے محروم ہوتی تھی، یورپ صرف بڑے لڑکے کو وارث قرار دیتا تھا چھوٹے لڑکے بھی محروم رہ جاتے تھے، باقی ملک بھی اسی انداز پر چل رہے تھے۔ پھر انسانیت پر برسنے والا ابر بہاری قرآن کی شکل میں رحمۃ للعالمین ﷺ پر نازل ہوا اس نے عورتوں کو مردوں کی طرح وارث قرار دیا، بڑے لڑکے کیساتھ اسکے سب بھائیوں کو برابر کا شریک قرار دیا۔ چھوٹی بڑی سب جائیدادوں سونا چاندی، مال تجارت، مکان، زمین وغیرہ، ان میں سب وارثوں کو حصہ کے مطابق حقدار تسلیم فرمایا اور اس فرمان پر پھر نصیباً مفروضاً کہہ کر مہر لگادی کہ یہ حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں، ان میں کوئی بادشاہ، کوئی صدر، کوئی پارلیمنٹ، کوئی کورٹ، کوئی عدالت اور معاشرہ تبدیلی نہیں لاسکتا، اسلام کا خواتین اور چھوٹے بھائیوں پر کتنا بڑا احسان ہے آج مغرب کی طرف دیکھنے والے غور فرمائیں۔

واذا حضر القسمة اولوا القربیٰ۔۔۔۔۔

قانون میراث کی تفصیلات ارشاد فرمانے سے پہلے ایک ضابطہ اخلاق بیان ہو رہا ہے کہ وراثت تقسیم کرنے کے وقت اگر غیر وارث رشتہ دار محلے کے یتیم بچے اور آبادی کے غریب لوگ آجائیں تو مرحوم کے مال سے کچھ انہیں بھی دیدو، ہم سمجھتے ہیں کہ اس طرح مرنے والے کو ثواب بھی ملے گا، آیت مقدسہ سے مسئلہ ایصال ثواب بھی پتہ چل گیا۔

نصیحت فرمائی جارہی ہے کہ مرنے والے کے بچے رہ گئے ہیں ان کا مال صحیح انداز سے ان میں تقسیم کرو اس لیے کہ اگر تم مر جاؤ تو تم بھی چاہتے کہ تمہارے بچوں میں تمہارا مال تقسیم ہو، تقسیم میں پختگی سے شرعی طریقہ اپناؤ اصول شرع کے مطابق پختہ بات کرو تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ یتیموں کا مال ظلم و زیادتی سے کھانے والوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تم مال نہیں کھا رہے آگ پھانک رہے ہو جس کا نتیجہ دنیا میں رسوائی۔ بے برکتی اور اپنے مال کی تباہی ہے مگر آخرت کا عذاب بہت سخت ہے کہ شعلہ بار جہنم کی آگ میں جھونک دیے جاؤ گے۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ

اللہ تمہیں وصیت فرماتا ہے

فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً

تمہاری اولادوں کے بارے میں (اس بات کی کہ) مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اگر (عورتیں)

فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا

دو سے زیادہ ہیں تو ان کا ترکے میں سے دو تہائی ہے، اور اگر ایک ہو تو اسے آدھا ملے گا

النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ

اور مرنے والے کے ماں باپ کو چھٹا حصہ ملے گا، جو ترکہ رہ گیا اگر اس کی اولاد ہو،

كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ

اگر اس کی اولاد نہیں ہے اور ماں باپ وارث ہیں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا،

فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي

اگر اس کے بہن بھائی ہیں، تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا، وصیت کے بعد جس کی اس نے وصیت کی، یا قرضے کی ادائیگی کے بعد

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ

تمہارے آباء اور تمہارے بیٹے، تمہیں نہیں پتہ کہ تم میں سے زیادہ نفع کے قریب تمہارے لیے کون ہے

نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۱﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر حصے ہیں اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے

Marfat.com

۞ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن

تمہارے لیے نصف ہوگا، جو تمہاری بیویاں چھوڑ گئیں تھیں، اگر ان کی اولاد نہیں ہے

لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا

اگر ان کی اولاد ہے تو تمہارے لیے چوتھائی ہوگا

تَرَكْنَ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ

جو وہ چھوڑ گئیں وصیت کے بعد جو انہوں نے وصیت کی یا قرضے کے بعد

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ

اور ان (بیویوں) کے لیے چوتھائی ہے جو تم نے چھوڑا، اگر تمہاری اولاد نہیں ہے، اگر تمہاری اولاد ہے تو

فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم ۚ

انہیں آٹھواں حصہ ملے گا، جو تم نے چھوڑا

مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِن كَانَ

وصیت کے بعد جو تم نے وصیت کی، اور قرضے کی ادائیگی کے بعد،

رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

اگر ایک آدمی ہے جو کلالہ ہے، یا ایک عورت ہے جس کا ایک بھائی اور ایک بہن ہے، تو

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ

ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہوگا، اور اگر زیادہ ہوں اس (تعداد) سے

فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا

تو وہ شریک ہونگے، تیسرے حصے میں، وصیت کی تکمیل کے بعد یا قرض کی ادائیگی کے بعد

Marfat.com

أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿۱۲﴾

(بشرطیکہ) اس سے کسی کو ضرر نہ ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے، اللہ تعالیٰ علم اور حلم والا ہے

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسولؐ

يُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ

اسے اللہ داخل کرے گا جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی

خَٰلِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۳﴾

ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہے گا، یہ بڑی عظیم (بڑی) کامیابی ہے

وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ

اور جو نافرمانی کرے گا اللہ کی اور اسکے رسول کی اور اسکی حدوں سے تجاوز کرے گا، تو اللہ اسے، داخل کردے گا

نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۴﴾

آگ میں، ہمیشہ رہے گا اس میں، اور (وہاں) اس کے لیے ذلت (ذلیل کردینے والا) کا عذاب ہوگا ۲

۲ ☆ اس رکوع میں ایک نیا علم مروج کیا مسلمانوں نے ، جسے علم میراث کہا جاتا ہے، اس ایک رکوع پر میراث کی بنیاد ہے، وراثت پر بے شمار کتابیں اسی رکوع کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں ، انتہائی اختصار کے ساتھ اور جامعیت کے ساتھ میں اس بات کی کوشش کروں گا، کہ جو اہم مسائل ہیں وراثت کے وہ اس میں آجائیں ، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ وراثت کے اسلام نے

بنیادی طور پر تین اصول رکھے ہیں، ایک مرنے والے کے ساتھ قرابت داری وہ کس حد تک ہے، ایک مال کی تقسیم میں ضرورت کہ مرنے والے کے پیچھے جولوگ رہ گئے ہیں، ان میں سے زیادہ ضرورت مند کون سا ہے، اور کم ضرورت مند کون سا ہے، اور تیسری بات یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہو کر نہ رہ جائے، اس کے ٹکڑے ہوتے رہیں، تاکہ جاگیرداری کسی انداز سے بھی اسلامی معاشرے میں جنم نہ لے سکے۔ اب دیکھیں نا ایک بندہ مرتا ہے، ابھی آگے آپ پڑھیں گے کہ ماں باپ کو حصہ کم مل رہا ہے، اور بچے اور بچیوں کو حصہ زیادہ مل رہا ہے، اب قرابت والدین کی بھی ہے، قرابت اولاد کی بھی ہے، لیکن والدین زندگی گزار چکے ہیں، ان کے پاس ان کی اپنی کمائی کا کچھ حصہ ہے، جس سے وہ زندگی گزار سکتے ہیں، بچے جو زندگی میں ابھی ناتجربہ کار ہیں، مالی ضرورت والدین سے بچوں کو زیادہ ہے، تو اب اسلام نے یہاں ضرورت کا خیال رکھا ہے، اور زمین کی تقسیم میں اس بات کا خیال رکھا کہ آج اگر ایک نسل میں مثلاً کسی کے پاس پچاس مربع زمین ہے تو پانچ چھ بچوں میں وہ تقسیم ہوتے ہوئے وہ جاگیردار اب نہیں رہ گیا ہے چھوٹا زمین دار رہ گیا ہے، اور جب اگلی پشت آئے گی تو اس زمین کے اور ٹکڑے ہو جائیں گے، نتیجتاً زمین تقسیم ہو کے رہ جائے گی، لہٰذا اسلامی نظام وراثت چل رہا ہو تو دیر تک جاگیرداری باقی نہیں رہتی، اب جبر کی ضرورت نہیں ہوگی بڑی خاموشی سے وہ زمین دو تین پشتوں میں تقسیم ہو کے رہ جائے گی۔ البتہ اسلامی حکومت کو اس بات کا حق ہے، کہ اس کے پاس یہ زمین کہیں ناجائز ذرائع سے تو نہیں ہے، اگر ناجائز ذرائع سے آئی ہے، تو اسے ضبط کرنے کا اسلامی حکومت کو حق ہے، کیونکہ اسلامی حکومت اس سلسلے میں جائز ذرائع کو لازماً خیال میں رکھتی ہے، اب ان تین باتوں کے بعد اس بات کا خیال رکھا جائے، کہ وراثت کس طریقے سے تقسیم ہو۔

☆ پہلی آیت میں اس بات کا ذکر کیا گیا، کہ اولاد میں اگر بچے اور بچیاں ہیں تو بچی کو بچے کا نصف ملے گا، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ بچی نے آگے جس گھر جانا ہے، اس گھر میں اسے اس کے خاوند کی وراثت سے بھی جائیداد کا حصہ ملنا ہے ایک بات، دوسری بات یہ ہے کہ گھر کے جتنے اخراجات کے مسائل ہیں ان میں بچی کا ہاتھ نہیں ہے بھائی کا ہاتھ ہے، والدین فوت ہوتے ہیں تو سارے اخراجات بھائی نے اٹھانے ہیں، باقی سارے مسائل ہیں تو وہ بھائی نے کرنے ہیں، لہٰذا یہاں مساوات نہ ہونے کے پیچھے یہ بہت سارے مسائل ہیں، کہ آگے جہاں اس نے جانا ہے وہاں اس کا حصہ آرہا ہے، وہ حصہ بھی اس نے لینا ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ ذمہ داریوں سے بری ہے، یہ ذمہ داریاں ساری بھائیوں نے اپنے سر اٹھانی ہیں، لہٰذا اسلام نے یہ کہہ دیا کہ اسے نصف ملے گا، لیکن وہ اس طریقے سے نہیں ہوگا جس طرح ہمارے معاشرے میں ہے، اس سے ہمیں یہ پتہ چل گیا کہ خواتین جائیداد کی مالک ہوتی ہیں، یہ بھی پتہ چل گیا کہ وہ بھی وارث ہیں، حصے کی اس فلسفے کی وجہ سے جو میں آپ سے عرض کر رہا

Marfat.com

ہوں، اب مثلاً اگر دو بہنیں ہیں اور ایک بھائی ہے اور دس ہزار روپیہ ہے تو پانچ ہزار بھائی لے جائے گا اور پانچ ہزار دونوں بہنیں لے جائیں گی، ان دو بہنوں کا حصہ اس ایک بھائی کے برابر ہونا ہے، اب آپ لکھے پڑھے لوگ ہیں اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، لیکن اگر بھائی نہیں ہے صرف بہنیں ہیں وہ ایک ہے یا ایک سے زائد ہے اگر ایک ہے تو وہ سارے مال کا 1/2 حصہ وہ لے جائیں گی۔ آدھا اس کو مل جائے گا، اگر دو ہیں یا دو سے زائد ہیں تو پھر سارے مال کا 2/3 حصہ یعنی 66% سے کچھ زائد انہیں مل جائے گا، اگر دو سے زیادہ ہیں تب بھی اسی میں شریک ہوں گی، اب سوال یہ ہے کہ باقی کدھر جائے گا، اس کے لیے اگر والدین ہیں تو وہ لے جائیں گے، اگر نہیں ہیں تو عصبات لے جائیں گے، عصبات دادھال والے، عصبات کا حصہ تب ہوتا ہے جب دادھال والا کوئی بھی نہ ہو، یہاں شریعت نے دو باتوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ کہ اس تقسیم کے وقت نانہال کا خاندان الگ ہے، دادھال کا خاندان الگ ہے، دادھال کو ترجیح دی جائے گی، ان کی عدم موجودگی میں نانہال کی طرف جائیداد جائے گی، اب جو بات نانہال کی طرف لازماً جائے گی تو ضرور جائے گی وہ یہ ہے کہ مثلاً اس گھر کی جو خاتون ہے، اسے اولاد نہ ہونے کی صورت میں جو حصہ ملا ہے یا اولاد ہونے کی صورت میں جو حصہ ملا ہے، وہ مر جاتی ہے، اگر اس کی اولاد نہیں ہے تو اس کا یہ سارا حصہ اس کے بھائیوں اور بہنوں کی طرف منتقل ہو جائے گا، اس کے والدین کی طرف منتقل ہو جائے گا، یہ وہ حیثیت ہے جس میں نانہال برابر کے شریک ہیں، لیکن عام جو شرعی حصے ہوتے ہیں، اگر دادھال لوگ موجود ہیں تو نانہال میں نہیں جائے گا۔

اب اگر ایک لڑکی ہے تو اسے آدھا ملے گا، ایک سے زائد لڑکیاں ہیں، تو انہیں دو تہائیاں ملے گا، تو باقی جو ہے وہ والدین ہیں ان میں اسے ہر ایک چھٹا چھٹا حصہ لے جائے گا، اب دیکھیں نا جب دو تہائیاں لے گئیں دو یا تین لڑکیاں تو پیچھے ایک کو بھی چھٹا حصہ اور دوسرے کو بھی چھٹا حصہ ملے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک تہائی بن گئی، تو ایک تہائی پھر والدین کو مل جائے گا، تو یہ سارے حصے بن جائیں گے چھ۔ جن میں سے چار حصے بچیاں لے جائیں گی، تو باقی جو حصہ پانچواں اور چھٹا رہ گیا ان کو ملایا جائے تو وہ ایک حصہ بن جاتا ہے، اسے ایک اور انداز سے آپ سمجھیں۔ قرآن کریم نے ''ثلثا'' کا جو لفظ استعمال کر دیا ہے۔

مرنے والے کی جائیداد کے حصے کتنے ہوں گے، دو، تین یا چار بچیاں تھیں، ماں باپ بھی تھے۔ تو چونکہ ماں کو چھٹا حصہ ملنا ہے، یعنی ساری جائیداد کے چھ حصے کر دیں، اب ان بچیوں کو کیا ملنا ہے دو تہائیاں، تو چھ کی دو تہائیاں چار بنتی ہیں، لہذا چار حصے دو، تین یا چار بچیاں لے جائیں گی، والدہ کو ایک حصہ ملے گا اب ایک حصہ باقی رہ گیا ہے وہ باپ کو مل جائے گا، تو ماں اور باپ دونوں کو مل کے 33/2 مل گیا، اور دو یا تین جو بہنیں ہیں، انہیں 66/3 یا کچھ ملا کے وہ بات بن جائے گی، تو یہ وراثت کی وہ صورت ہے جب بچیاں موجود ہیں۔

Marfat.com

اگر اولاد ہے ہی نہیں، تو پھر کیا صورت ہوگی، اس کی پھر صورت یہ ہے، والدین صرف وارث ہیں، تو والدہ کو تیسرا حصہ ملے گا، ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے کہ خاتون کا آدھا ہوتا ہے اور مرد کا پورا، تو جب تیسرا حصہ خاتون لے گئی تو پیچھے دو حصے رہ گئے، وہ اس کے والد کو مل جائیں گے، یعنی ساری وراثت اولاد نہ ہونے کی صورت میں یوں تقسیم ہوگی، کہ تہائی ماں کو دیدی جائے گی، اور دو تہائیاں باپ کو دیدی جائیں گی، اگر اس کے بہن بھائی ہیں تو اس کی ماں اور باپ کو چوتھا حصہ ملے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ پھر اس کو آپ نے چھ حصوں میں تقسیم کر دینا ہے، تو جب چھٹا حصہ ماں کو ملے گا، تو چھٹا حصہ ہی باپ کو ملے گا، باقی چار حصے ہیں وہ بھائیوں اور بہنوں میں شرعی انداز سے تقسیم کر دیئے جائیں گے، لیکن یہاں تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، سب سے پہلے جو اس کی تجہیز و تکفین ہے، یہ بات ہمارے معاشرے میں نہیں ہے، ایک عجیب سی بات ہے کہ ایک خاتون کا خاوند مر گیا ہے، میں نے پنجاب میں دیکھا ہے، اگر اس کا خاوند مر گیا ہے تو اس خاتون کے میکے والے کفن کے لیے کپڑا لا رہے ہیں، یہ شرعی نکتہ نگاہ نہیں ہے، شرعی نکتہ نگاہ یہ ہے کہ اس کی اپنی جو وراثت ہے، اس وراثت سے سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا جائے، اس بات کا ہمیں خیال رکھنا ہوگا، اس کے بعد دوسرے نمبر پر جو بات آتی ہے کہ اس کا جو قرضہ ہے پھر دوسرے نمبر پر اس کو ادا کیا جائے، تیسرے نمبر پر جو بات آتی ہے، اس نے جو وصیت کی ہے، اس کی اس وصیت کو نافذ کیا جائے، ان تین باتوں کے بعد وراثت تقسیم ہوتی ہے، اور قرآن حکیم میں بار بار اس بات کو دھرایا گیا ہے، ارشاد فرمایا کہ یہ وصیت کے بعد ہے، اور قرضے کے بعد ہے، اس کے بعد جو بات آتی ہے، عربوں میں ایک بڑا عجیب رواج تھا کہ مرنے والا مرنے سے پہلے سارے کا سارا مال کسی کو وصیت کر دیتا تھا۔ اور اپنی اولاد کو محروم کر دیتا تھا، شریعت نے اس پر پابندی لگا دی ہے، اس پابندی کی نوعیتیں دو ہیں، ان پر غور فرمایا جائے، پہلی پابندی یہ ہے کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ جسے شریعت نے حق دیدیا ہے، زمین اور پیسے کے حوالے سے وہ وارث ہے، تو وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں ہوگی ایک بات، دوسری پابندی یہ لگائی کہ تہائی سے زیادہ کسی کو وہ وصیت نہیں کر سکتا وہ جو اس کا مجموعی مال ہے، اس میں سے تیسرے حصے کی وصیت کر سکتا ہے۔

سرکار علیہ السلام کے سامنے ایک صحابی جو بے حد بیمار تھے، انہوں نے یہ عرض کی کہ میں اس دنیا سے جا رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میں سارا مال راہِ خدا میں خرچ کر دوں، یہ میری وصیت ہے، سرکار علیہ السلام کے جوابی الفاظ یہ تھے، کہ ایسا نہیں ہوگا، آپ اپنے وارثوں کو بچوں کو بچیوں کو بے کس چھوڑ کے جائیں اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا، لہذا آپ وصیت سارے مال کی نہیں کر سکتے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران کی بات ہے، انہوں نے کہا کہ پھر میں آدھا مال دیتا ہوں، سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ آدھا بھی نہیں، ان کی تیسری بات تھی کہ میں تہائی دے دوں، سرکار علیہ السلام نے فرمایا! تہائی دیدو اگر چہ تہائی

بھی زیادہ ہے۔

اب یہ بات تو مسئلے کی ہوگئی، گھر والے سارے یہ سوچ رہے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص مر رہے ہیں، سرکار علیہ السلام نے یہ بات کرنے کے بعد یہ فرمایا! کہ آپ گھبرائیں نہیں حدیث کی سب کتابوں میں حضور ﷺ کی یہ حدیث موجود ہے، فرمایا گھبرائیں نہیں آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو بے حد فائدہ پہنچانا ہے، اور ایک اور قوم کو آپ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے نقصان پہنچانا ہے، اب فائدہ کسے ہوگا مسلمانوں کو، نقصان کسے ہوگا اس دور کی ایرانی حکومت کو، جس کا سارا غرور خاک میں ملا دیا حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے، ایران کو فتح کرلیا، کیا یہ اس نبی کی بات ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے؟ اور یہ بخاری سے لے کر نیچے تک کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں یہ حدیث موجود نہ ہو۔ اور آپ کے جتنے بھی حدیث کے ماہرین اور محدثین ہیں انھوں نے یہ کہا کہ حضور ﷺ نے مستقبل کی خبر دیدی ہے، گھر والوں سے کہہ رہے ہیں کہ میں وصیت کر رہا ہوں آج گئے کہ کل گئے، یعنی مرجائیں گے، اور نگاہ مصطفیٰ ﷺ غیب کے پردوں کے پیچھے خدا جانے کیا دیکھ رہی تھی، اب ارشاد ہوا کہ یہ تین باتیں ہوں گی، ان تین باتوں کے بعد جاکے وراثت تقسیم ہوگی۔

☆ پھر یہ بات کہہ دی کہ! "اٰبآؤ کم و ابناؤ کم" تمہارے باپ دادے ہوں یا تمہارے بیٹے ہوں، تمہیں نہیں پتہ کہ ان میں سے تمہارے لیے مفید کون سا ہے، لہذا اللہ کریم کو اس بات کا پتہ ہے، آج کے بعد اپنے ذہنوں کو نہیں لڑانا ہے، کہ کسی کو محروم کردو وراثت سے ایسی بات بالکل نہیں کرنی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ وصیت تھی، اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ بہتر بات کون سی ہے، اس کے فیصلے مدبرانہ ہوتے ہیں، اب یہاں والدین کا حصہ بھی ہوگیا اور اولاد کا حصہ بھی ہوگیا، اب میاں بیوی کی بات رہ جاتی ہے، اس کے لیے ارشاد فرمایا، کیفیتیں دو ہیں، ایک کیفیت یہ ہے کہ بیوی کی اولاد نہیں ہے، اس سلسلے میں ایک بات یاد رکھیں، کیوں کہ بیوی اپنے والدین سے حصہ لے کر آئی ہے وہ اس کے نام پر ہے، اسلام مشترکہ فیملی کو تو پسند کرتا ہے، لیکن ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے وراثت میں سب کے جو بھی حصے ہیں وہ ان کے نام پر ہوتے ہیں، وہ فیملی ہیڈ ہے، وہ اس سلسلے میں مختار ہے، جو سب کے شرعی حصے ہیں وہ ان کے اپنے اپنے نام پر ہوں گے، یہی وہ بات ہے جو برصغیر میں مسلمان صدیوں سے کرتے رہے ہیں، لیکن ہندو معاشرے نے اس سلسلے میں ہماری جان نہیں چھوڑی ہے، کہ خواتین کو جائیداد سے ہر انداز سے محروم کیا گیا، اب جو بڑے بڑے جاگیردار ہیں ان کی ایک بڑی نرالی دلیل ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جدھر ہماری بچی جائے گی تو ہماری زمین بٹ کر ادھر چلی جائے گی، وہ زمین میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور میرے جگر کے تو ٹکڑے ہوجائیں گے، اللہ کے بندے جو تمہارے گھر آئے گی وہ بھی تو کسی کا جگر کاٹ کر لائے گی، اگر یہ ہوتا کہ آپ نے تو دینا ہے اور آپ کے گھر جو بہو آئے گی اس نے نہیں لانا ہے تب تو یہ اعتراض ٹھیک ہے، جب بہو آپ کے گھر لا رہی ہے، اور آپ کی بیٹی بھی لے جا رہی ہے، لیکن لا رہی ہے

Marfat.com

اور لے جارہی ہے، یہ بھی ہندی تصور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لا رہی ہے وہ اس کی اپنی ملکیت ہے اور جو لے جارہی ہے وہ اس کی اپنی ملکیت ہے، اس میں نہ باپ کو مداخلت کا حق ہے نہ ماں کو مداخلت کا حق ہے، نہ بھائی کو مداخلت کا حق ہے، جس طرح بھائی کو شریعت نے حصہ دیا ہے اسی طرح بہن کو بھی دیا ہے، جس طرح باپ کو دیا ہے اسی طرح ماں کو بھی دیا ہے۔

اب جو صاحبہ فوت ہوئی ہیں، ان کی اولاد سے مراد ہے صرف اس خاوند سے اولا دنہیں ہے، اگر ان کی کہیں پہلے شادی تھی، تو ان کے بچے بھی اس کی وراثت میں شریک ہیں، انہیں بھی اس وراثت سے حصہ ملے گا وہ جو بھی بھائی اور بہنیں بنتے ہیں، ان کا الگ الگ حصہ ہوگا، اب اگر اس کی اولاد ہے، تو عورت چوتھا حصہ لے گی (1/4)۔ اگر اولا دنہیں ہے، تو خاوند کو نصف ملے گا (1/2)

اب اگر خاوند فوت ہو جاتا ہے، اس کی اولاد اس بیوی سے نہیں بلکہ دوسری بیوی سے ہے، وہ بھی شریعت کی روح سے اس کی جائیداد میں حصہ دار ہیں، اس صورت میں عورت کو 1/8 حصہ ملے گا، اگر خاوند کی اولا دنہیں ہے، تو عورت کو 1/4 حصہ ملے گا، یعنی وہی بات ہوئی تا کہ خواتین کا حصہ نصف ہے یعنی (1/2)۔ اور مرد کے لیے کل ہے، پورا حصہ مرد کا ہوگا اور آدھا حصہ عورت کا ہوگا۔ اور اس کی حکمت میں ابھی آپ سے عرض کر چکا ہوں

☆اب یہاں جو بڑے بھائی ہیں ان کے لیے یہ تین اصطلاحیں آپ کو یاد رکھنی ہوں گی، وہ بہن بھائی جو ماں باپ دونوں کی طرف سے سگے ہیں، انہیں اعیانی کہا جاتا ہے، وہ بہن بھائی جو صرف باپ کی طرف سے شریک ہیں، انہیں عربی میں علاتی کہا جاتا ہے، وہ جو صرف ماں کی طرف سے بہن بھائی ہیں انہیں اخیافی کہا جاتا ہے۔ یہ تین ہو گئے جو دونوں طرف سے ہیں، وہ اعیانی ہیں، جو صرف باپ کی طرف سے ہیں وہ علاتی ہیں، جو ماں کی طرف سے ہیں وہ اخیافی ہیں، جو باپ کی طرف سے اعیانی یا علاتی ہیں، ان کا حصہ زائد ہوتا ہے وہ بات آگے آ رہی ہے، جو صرف ماں کی طرف سے ہیں، ان کا حصہ باپ والوں کی نسبت کم ہوتا ہے، اب یہاں چار وراثتیں ہوئیں میاں بیوی کی، میاں کو نصف ملے گا اگر بیوی کی اولا دنہیں ہے، تو چوتھائی ملے گا اگر بیوی کی اولاد ہے، اسی طرح بیوی کو بھی چوتھائی حصہ ملے گا اگر میاں کی پہلی بیوی سے اولاد ہے۔ اور اگر میاں کی پہلی بیوی سے اولا دنہیں ہے تو پھر بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا، لیکن یہاں بھی پہلے وصیت اور قرضہ ختم کرنے کے بعد تب بات ہوگی۔

☆ اگر ایک آدمی ہے وہ کلالہ ہے، یہ قرآن پاک کی ایک خاص اصطلاح ہے، کلالہ اسے کہتے ہیں جس کے ماں باپ بھی نہ ہوں اور اس کی اولاد بھی نہ ہو، بہن بھائی بے شک ہوں، خواہ وہ مرد ہے یا عورت ہے۔ اس کا بھائی ہے اس کی بہن ہے، بھائی کو

Marfat.com

بھی چھٹا حصہ دیں گے اور بہن کو بھی چھٹا حصہ دیں، اگر وہ ایک اور دو سے بڑھ گئے ہیں، تو تہائی میں شریک ہو جائیں گے سارے کے سارے۔ اب یہ کون سے بہن بھائی ہیں، یہ وہ ہیں جو اخیافی ہیں، یعنی جو ماں میں شریک ہیں جو ماں اور باپ دونوں میں شریک ہیں یا صرف باپ کی طرف سے شریک ہیں، سورۃ النساء کی آخری آیت میں ان کی تفصیل مذکور ہوئی ہے، اور وہ تفصیل یہ ہے کہ انہیں اسی طرح حصہ ملتا ہے جس طرح میاں بیوی دونوں کی طرف سے شریک بیٹے بیٹیوں کو ملتا ہے، یعنی ماں باپ بھی نہیں ہیں، اور اولاد بھی نہیں ہے، کوئی بندہ مر جاتا ہے، اس کے جو سگے بہن بھائی ہیں ان کو اسی طرح، بھائی کو دوگنا اور بہن کو ایک گنا ملے گا، اور اگر دو بہنیں ہیں، یا تین بہنیں ہیں، ان کا بھائی بھی نہیں ہے، اور ایک بہن ہے تو سارے مال کا نصف لے جائے گی، دو بہنیں ہیں تو انہیں آدھا مل جائے گا، جس طرح بچوں میں تقسیم ہو رہا تھا، بشرطیکہ وہ بہن بھائی اعیانی ہوں یعنی ماں اور باپ کی طرف سے سگے ہوں، یا علاتی ہوں باپ کی طرف سے سگے ہوں، تو پھر یہ تقسیم ہوگی، جو صرف ماں کی طرف سے ہیں، تو اگر ایک بھائی ہے اور ایک بہن ہے تو دونوں کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ 33% انہیں مل جائے گا، لیکن اگر وہ دو سے زائد ہیں تب بھی انہیں 33% ہی ملے گا باقی جو وارث ہیں انہیں مل جائے گا، قرآن پاک نے یہاں پھر وہی لفظ دھرایا ہے، کہ کسی کو ضرر نہ دیا جائے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصیت ہے، اللہ تعالیٰ حلیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے حدیں مقرر کر دی ہیں، جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے، وہ آخرت کو بنالیتا ہے، جو دائمی اور خوشگوار زندگی ہوگی، یہ بڑی کامیابی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے، اس کی حدود کی پرواہ نہ کرتے ہوئے توڑ دیتا ہے اور حدیں پھلانگ جاتا ہے اس کے لیے جہنم ہے اور رسوا کن عذاب ہے، تو اس آیت مقدسہ نے تین چار پہلو ہمارے سامنے واضح کیے ہیں، میں انہیں پھر اس لیے دھرا رہا ہوں، تاکہ مسئلہ آپ کے ذہن میں بیٹھ سکے، اگر بچے ہیں، تو لڑکے کو سالم اور لڑکی کو نصف ملے گا، اگر صرف ایک بچی ہے تو نصف مال سارے کا سارا اسے مل جائے گا، دو ہیں یا دو سے زائد ہیں تو 2/3 انہیں ملے گا، یہ اولاد کی بات ہو رہی ہے، اگر والدین ساتھ ہیں تو وہ دونوں تیسرے حصے میں شریک ہو جائیں گے، یعنی مال کے چھ حصے بنالیں گے، نصف ایک کو اور نصف دوسرے کو تو یہ دونوں مل کر تیسرا حصہ بن جائے گا، اور باقی دو حصے اولاد میں تقسیم ہو جائیں گے، اب اگر صرف والدین ہی ہیں، تو والد کو دو حصے اور والدہ کو ایک حصہ ملے گا، اگلی صورت بیوی اور خاوند کی ہے، تو اولاد ہونے کی صورت میں خاوند کو 1/4 ملے گا اولاد نہ ہونے کی صورت

Marfat.com

ہے، جس قوم سے اتحاد رخصت ہو جائے، انتشار آ جائے، وہ معاشرہ بدیریا بسویر خدا جانے کن کن وادیوں سے بھٹکتا گزرتا ہوا تباہ ہو جایا کرتا ہے، لہذا یہ ضروری ہے، کہ قوم کی بقا کے لیے اتحاد ہو، اتحاد نہ ہو تو قوم باقی نہیں رہتی، آپ ماضی قریب کی تاریخ ملاحظہ فرمالیں، تو آپ کو بڑی وضاحت سے یہ پتہ چل جائے گا، کہ جن قوموں میں اتحاد نہیں تھا وہ قومیں تباہ ہو گئیں، لہذا قرآن نے بار بار زور دیا ہے کہ تمہاری جمعیت کسی صورت بھی ٹوٹنی نہیں چاہیے، اور چھوٹے چھوٹے اختلافات کا بہانہ بنا کے قوم کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم نہیں کرنا چاہیے۔ اب اتحاد کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ اس اتحاد کے لیے کوئی بنیاد بھی تو ہونی چاہیے، بنیاد کیا ہو جس پر ہم متحد ہو سکتے ہوں؟ تو قرآن نے کہا کہ آؤ تمہیں وہ بنیاد بتاؤں؛

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اللہ کی رسی سارے مل کے پکڑ لو گروہ بندی چھوڑ دو

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

اللہ نے جو تم پر نعمت کی ہے اسے یاد کرو، تم تو ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

تو اللہ کی نعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے، تم آگ کے گڑھے کنارے پر تھے، اللہ نے تمہیں اس آگ سے بچالیا ہے

فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اللہ اسی طرح تمہارے سامنے آیات بیان فرماتا ہے، تاکہ تم سیدھے راستے پر چلو

۷۔ **واعتصموا بحبل اللہ جمیعا** (سارے کے سارے مل کے اللہ کی رسی کو تھام لو) اللہ نے کس شے کو اپنی رسی قرار دیا ہے، تو اس سلسلے میں سیدنا حیدر کرار﷜ نے، حضرت ابن مسعود نے، حضرت ابو سعید خدری نے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پاک بیان فرمائی ہے، ''کہ اللہ کی رسی سے مراد قرآن پاک ہے''، سارے کے سارے قرآن پر اکٹھے ہو جاؤ، دوسری حدیث پاک میں ارشاد عالی یہ ہے۔ ''کہ حرام کو حرام سمجھو، اس کے حلال کو حلال سمجھو، اور اس نے جو تمہارے سامنے قواعد وضوابط رکھے ہیں، انہیں مان لو''۔ اب پتہ یہ چلا کہ اللہ کی رسی جس کو ہم نے مضبوط تھامنا ہے، وہ قرآن حکیم ہے، اور جب ہم مختلف آسمانی

Marfat.com

میں 1/2 ملے گا، خاوند کی اولاد نہیں ہے تو بیوی کو 1/4 اور اگر اس کی اولاد ہے تو 1/8 ملے گا، اب اگر اس کی اولاد بھی نہیں ہے ماں باپ بھی نہیں ہیں، بہن بھائی ہیں تو کیا وہ سگے ہیں، ماں باپ دونوں کی طرف سے یا صرف باپ کی طرف

سے ہیں انہیں بھی سگہ ہی سمجھا جاتا ہے، ان کی وراثت اسی طرح تقسیم ہوگی، جس طرح اولاد کی تھی، یعنی بھائی کو دوگنا اور بہن کو ایک گنا ملے گا، لیکن اگر وہ صرف والدہ کی طرف سے شریک ہیں ایک ہے تو اسے چھٹا حصہ مل جائے گا، اور اگر ایک سے زائد ہیں تو انہیں ایک تہائی مل جائے گی، یہ ہے وہ مسئلہ جو قرآن حکیم نے وراثت کے سلسلے میں بیان کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَٱلَّٰتِي يَأۡتِينَ ٱلۡفَٰحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُمۡ فَٱسۡتَشۡهِدُواْ

اور جو کوئی ارتکاب کرے بدکاری کا تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ طلب کرو (تہمت لگانے والے سے) ان پر چار مرد اپنوں میں سے

عَلَيۡهِنَّ أَرۡبَعَةٗ مِّنكُمۡۖ فَإِن شَهِدُواْ فَأَمۡسِكُوهُنَّ فِي

پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو بند کر دو ان عورتوں کو گھروں میں

ٱلۡبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّىٰهُنَّ ٱلۡمَوۡتُ أَوۡ يَجۡعَلَ ٱللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلٗا ۱۵

یہاں تک کہ پورا کر دے ان (کی زندگی) کو موت یا بنا دے اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے لیے رستہ

وَٱلَّذَانِ يَأۡتِيَٰنِهَا مِنكُمۡ فَـَٔاذُوهُمَاۖ فَإِن تَابَا

اور جو مرد، عورت ارتکاب کریں بدکاری کا تم میں سے تو ان کو خوب اذیت دو پھر اگر دونوں توبہ کر لیں

وَأَصۡلَحَا فَأَعۡرِضُواْ عَنۡهُمَآۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ تَوَّابٗا رَّحِيمًا ۱۶

اور اپنی اصلاح کر لیں تو چھوڑ دو انھیں بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے بہت رحم کرنے والا ہے

إِنَّمَا ٱلتَّوۡبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَٰلَةٖ

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے ان کی توبہ ہے جو کر بیٹھتے ہیں گناہ بے سمجھی

ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٖ فَأُوْلَٰٓئِكَ يَتُوبُ ٱللَّهُ عَلَيۡهِمۡۗ وَكَانَ

سے پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے پس یہی لوگ ہیں جن پر اللہ (نظر رحمت سے) توجہ فرماتا ہے

ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمٗا ۱۷ وَلَيۡسَتِ ٱلتَّوۡبَةُ لِلَّذِينَ

اور ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا، اور نہیں توبہ (جس کے قبول کرنے کا وعدہ ہے) ان لوگوں کے لیے

يَعۡمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ ٱلۡمَوۡتُ

جو کرتے رہتے ہیں برائیاں (ساری عمر) یہاں تک کہ جب آ جائے کسی ایک کو ان میں سے موت (تو)

Marfat.com

قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ

کہے بیشک میں توبہ کرتا ہوں اب، اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوگی جو مرتے ہیں کفر کی حالت میں،

أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۸﴾

ان کے لیے ہم نے تیار کررکھا ہے عذاب دردناک! ۳

۳☆ اس کے ساتھ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسری جزیات کو مختلف احادیث کی صورت میں بیان فرمایا ہے، وہ تفصیلی بحث ہے، چونکہ علم وراثت کے جو بنیادی قائدے ہیں وہ قرآن پاک نے بیان کیے ہیں اور اسی پر کفایت کرنی ہے، ہمارے علوم میں جو علوم ہمارے دینی مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں ان کی تعداد تیئس (23) ہے۔ ان میں یہ ایک مستقل علم ہے اور اس کی کئی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اب معاشرے میں ایک بات اور اس دور میں یہ تھی، کہ کوئی اخلاقی پابندی تو تھی نہیں، لہذا عرب معاشرے میں بدی بے حد پھیلی ہوئی تھی، بہت کم خاندان ایسے تھے جو پاک دامن تھے، اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ بدکار لوگ اپنے مکانوں پر جھنڈے لگا دیتے تھے، جس طرح آج ہم اپنی مختلف جماعتوں کے جھنڈے اپنے مکانوں پر لگاتے ہیں، یا کسی اور انداز سے جھنڈے لگاتے ہیں، یہ بدکاری کے جھنڈے تھے، یہ بہت بڑے خبیث لوگ تھے، قرآن پاک نے اس بات کو قوت سے روکنا چاہا، میں نے رشدی کی وہ ملعون کتاب پڑھی ہے، جس کی وجہ سے ساری باتیں رشدی کے خلاف ہوئیں، اور اس کے خلاف مسلمانوں کے جذبات بھی مجروح ہوئے، اور اس سے آگے نکل کر اس دور میں خمینی صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ ایرانیوں کو جہاں بھی یہ ملے یا کسی مسلمان کو یہ جہاں بھی ملے وہ اسے مار دیں گے، اور ساتھ ہی یہ تاریخی الفاظ بھی کہے تھے انہوں نے کہ مجھے دیکھنے کے لیے لوگ ترستے ہیں لیکن جو اس کا سر نوچ لے گا میں ننگے پاؤں چل کر اس کے گھر جاؤں گا، اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے اسلام کے خلاف بے پناہ بکواس کی تھی، اصل میں وہ مسلمان نہیں تھا، دہریہ قسم کا آدمی تھا، اس کتاب میں بے حد نجاست بھری ہوئی ہے، اب آپ اندازہ لگائیں کہ جس اسلام نے پاک دامنی کو بحال کرنے کے لیے ان باتوں کو ذکر کیا جو اگلی آیات میں آرہی ہیں، کیا وہ اسلام اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ بے حیائی اسلامی معاشرہ خود پھیلا رہا تھا، (العیاذ باللہ) اور امہات المؤمنین کو اس سلسلے میں اس خبیث انسان نے ملوث کرنے کی کوشش کی ہے۔

Marfat.com

وہ خواتین جو بے حیائی کا ارتکاب کریں، تو تم چار گواہ ان کے لیے مقرر کر دو، اگر وہ گواہی دیدیں، انہیں گھروں میں روک لو باہر نہ جانے دو، یہاں تک کہ انہیں موت آ کے اٹھا لے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی اور راستہ متعین فرما دیں، اور وہ دو افراد جو تم میں سے بدی کرتے ہیں، ان دونوں کو اذیت دو، لیکن اگر وہ توبہ کر جائیں اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے منہ موڑ لو پھر کچھ نہ کہو، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ لیکن توبہ بھی ان لوگوں کی ہے، جو بدی کرتے ہیں بے خبری کے عالم میں پھر جلدی توبہ کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ علم وحکمت والے ہیں، ان لوگوں کی توبہ نہیں ہے جو بدی کرتے رہتے ہیں، جب موت سامنے نظر آتی ہے، تو پھر کہتے ہیں کہ اب میں توبہ کر رہا ہوں، اور نہ ہی ان لوگوں کی توبہ ہے جو کفر کی حالت میں ہی مر جاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ایماندارو! تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ جبراً عورتوں کے وارث بن جاؤ، اور نہ ہی انہیں اس لیے روکو تا کہ جو تم نے انہیں دیا تھا مہر اسے واپس لے لو، ہاں اگر وہ کھلے عام بے حیائی کی مرتکب ہوں تو پھر اور بات ہے، ان سے اچھے طریقے سے معاشرتی برتاؤ کرو، اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو، تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں تمہارے لیے خیر رکھی ہو اور خیر بھی بہت زیادہ، لیکن اگر تم آمادہ ہی ہو گئے ہو کہ ایک بیوی کی جگہ کسی اور بیوی کو لانا ہے، ان میں سے ایک کو تم نے ڈھیروں مال دے رکھا ہے اس سے کوئی چیز واپس نہ لو، کیا یہ بہتان اور بڑے گناہ کے طور پر تم اس سے واپس لینا چاہتے ہو، تم اس سے کیسے لے سکتے ہو، حالانکہ تنہائی میں تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو، اور تم نے ان سے پختہ عہد لیا تھا، یاد رکھو جو تمہارے باپ دادا نے جن سے نکاح کیا تھا ان سے تم نکاح مت کرو، اس سے پہلے جو تم زیادتی کر چکے ہو وہ گزر گئی ہے، یہ تو بڑی ہی بے حیائی ہے، اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے، یہ بدترین طریقہ ہے

میں ابھی آپ کے سامنے یہ عرض کر چکا ہوں کہ بے حیائی کے جھنڈے لگے ہوئے ہوتے تھے، اب قرآن پاک نے پابندی لگا دی، کہ جن خواتین نے اس انداز سے جھنڈے لگا رکھے تھے، اور وہ بے حیائی کا ارتکاب کرتی ہیں، تو چار گواہ درکار ہیں، دیکھا رعایت کرتے ہوئے کتنی شق رکھی، کہ گواہ عام طور پر دو ہی رکھے ہیں قتل کے گواہ بھی دو ہیں، لیکن عصمت کے تحفظ کے لیے قرآن پاک نے چار گواہ رکھے ہیں، یہ ضروری ہے کہ چار گواہ بنائے جائیں، اگر وہ گواہی اس کی بدکاری پر دیں تو پھر یہ پہلی سزا تھی کہ معاشرے کے ان ناسوروں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے، اور اس وقت تک وہ گھروں میں رہیں کہ وہ اس دنیا کو چھوڑ دیں یعنی مر جائیں، یا اللہ تعالیٰ کوئی نیا قانون بھیج دیں، وہ قانون آگے آتا ہے، جو اس بدی کے مرتکب ہوں۔

والذان یاتیانها منکم فاذوهما....

چونکہ اس میں مرد کا بھی برابر کا حصہ ہے، اگر یہ بات ہے تو ان دونوں کو اذیت دی جائے، صرف خاتون کو نہیں، کہ معاشرے کا ایک کمزور حصہ ہے، کہ اس کمزور حصے کو تو اذیت دی جائے، اور مرد کو کچھ نہ کہا جائے، یہ بات نہیں ہونی چاہیے، اب اگر وہ دونوں توبہ کر جائیں، اس بات سے پیچھے ہٹ جائیں، تو انہیں چھوڑ دو، اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ بھی ان کے لیے نرم گوشہ پیدا کریں، نرم گوشہ یہ ہے کہ سزا وغیرہ نہ دی جائے، اب یہ توبہ کیا ہوتی ہے؟ آیئے اس کی بھی وضاحت ہو جائے، ہم نے سنا ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میری توبہ ہے تو یہ توبہ ہو جاتی ہے، توبہ کے چار مراحل ہیں، ان چار باتوں کی تکمیل ہو تو شریعت اسے توبہ کہتی ہے، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اپنے کیے پر ندامت اور شرمندگی ہو، کہ مجھ سے یہ غلطی ہوگئی ہے اور میں اس پر نادم ہوں، دوسری بات یہ کہ اس گناہ سے اسی وقت سے رک جائے، تیسری بات یہ ہے کہ آئندہ یہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کیا جائے، چاہے یہ معاشرے کے ڈر سے ہو یا کسی اور خوف کی وجہ سے، اللہ کریم کی طرف توجہ کرتے ہوئے اس سے شرماتے ہوئے اس قسم کی حرکات سے بچا جائے، جب یہ چار باتیں ترتیب کے ساتھ آتی ہیں کہ ندامت ہو اس گناہ سے رک جائے، اور پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں ہوگی، اور یہ ساری بات اللہ کی رضا اور اس سے حیا کے لیے ہو، تب توبہ کامل ہوتی ہے۔ اب ارشاد یہ ہوا کہ معاشرے کے لوگ جو لغزش کر بیٹھیں اس کے لیے ضروری ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنے آپ کو معاشرے کا اچھا فرد ثابت کر دیں تو آپ نے ان سے منہ موڑ لینا ہے، یہاں منہ موڑنے میں دو باتیں آتی ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ ان کو طنز و تشنیع کی اسلام کسی صورت اجازت نہیں دیتا، اس کے پیچھے دو فلسفے کام کر رہے ہیں، اگر آپ طنز و تشنیع کریں گے تو وہ ضد میں آ کے بدی کی طرف بڑھتے جائیں گے، لہذا طنز و تشنیع سے اسلام نے روک دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ معصوم نہیں ہیں، آپ سے بھی ایسی غلطی سرزد ہو سکتی ہے، تو کیا ایسی صورت میں آپ معاشرے سے اس قسم کی باتیں سننے کی بھی ہمت کر لیں گے، اگر خود نہیں ہمت کر سکتے تو دوسرے کو اس سلسلے میں آپ کیوں تنگ کرتے ہیں، اب اصلاح کی صورت میں آپ نے ایسی باتیں نہیں کہنی ہیں، ہمارے معاشرے میں یہی نقص ہے کہ کسی سے اگر کوئی لغزش سرزد ہوگئی ہے کہ اللہ کریم اسے دس دفعہ معاف کر دیں گے لیکن معاشرہ ساری زندگی اس پر طنز و تشنیع کے تیر برساتا رہے گا۔ اور پھر وہاں تک ہی خاموش نہیں ہو جائے گا بلکہ کل اس کی اولاد کو بھی کہے گا کہ تو فلاں کا بیٹا ہے، تو فلاں کی بیٹی ہے۔ یہ بات ہے جس کو اسلام پسند نہیں کرتا اور اس کی قطعا اجازت نہیں دیتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کا کوئی بگڑا ہوا انسان جیل میں جا پہنچے تو اس سے پہلے وہ بگاڑ پہلے ۵ فیصد تھا اور جب جیل سے واپس آئیگا تو وہ 100 فیصد بگڑا ہوا ہوگا۔ اس لیے کہ ہم جیل میں بھیج دیتے ہیں لیکن اصلاح نہیں کرتے اور جب جیل میں بھیج دیتے ہیں تو نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ وہاں اس فن کے ماہرین پہلے موجود ہوتے ہیں، وہ ماہرین اس بندے کو اس راستے پر لے جاتے ہیں کہ پھر وہ واپس نہیں پلٹ سکتا اور معاشرے کے لیے ناسور بن جاتا ہے۔ اسے ختم نہیں

Marfat.com

کیا جاتا، اسلام یہ چاہتا ہے کہ جو بندہ جیل میں چلا گیا ہے جیل میں اس کی اصلاح کی جائے، ایسے لوگ اس کے ٹیوٹر مقرر کئے جائیں اور ایسے لوگوں کی اسے محفل نصیب ہو کہ جب باہر آئے تو وہ سابقہ عادات ساری چھوڑ چکا ہو۔ دور حاضر میں خمینی صاحب شیعہ مسلک کے بہت بڑے قائد تھے لیکن سچی بات سچی ہوتی ہے، چاہے وہ سنی کر رہا ہے یا شیعہ کر رہا ہو۔ انہوں نے جیل کے لوگوں کو بلایا اور ان سے ایک بات پوچھی کہ بندہ جو بی اے کرتا ہے یا ایم اے کرتا ہے وہ اساتذہ کے پاس کتنا عرصہ رہتا ہے؟ کتنی دیر وہ سکول یا کالج میں ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا سکول میں وہ چھ گھنٹے رہتا ہے، کالج ہے تو مزید کم ٹائم رہتا ہے، یونیورسٹی ہے تو اس سے بھی کم، اور اسکے بعد وہ صحیح انسان بن جاتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں وہ بندہ بن جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ چھ گھنٹے سکول کالج یا یونیورسٹی رہ کر بندہ بن جاتا ہے تو تم چوبیس گھنٹے یہاں رہ کر بندے کیوں نہیں بن سکتے، آج سے جیل کا نام یونیورسٹی رکھ دیں اور اگر کوئی شخص دس سال سزا بھگت کے بھی انسان نہیں بنتا تو اس کے استاد کو گولی ماردی جائے۔ کیوں کہ اس کا پورا وقت استاد کے حوالے تھا پھر بھی یہ سدھر نہ سکا، اور اسکا ذہن بدل نہ سکا۔ یہ وہ طرز فکر ہے جو مسلمانوں میں تھا۔ اگر آپ سرکار ﷺ کے دور کو دیکھیں تو ایک بڑی نفیس بات آپ کو نظر آئے گی کہ آپ ﷺ اس کام کے لیے مسجد کو استعمال فرماتے تھے۔ مجرم پانچ وقت مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھے گا۔ جو بڑا پوتر اور صاف ستھرا ماحول ہوگا۔ اس کے اثر سے مردہ ضمیر پھر جاگ اٹھے گا، اس طرح اسکے حالات بدل جائیں گے۔ ایک حدیث شریف ہے کہ۔ ایک زبردست قسم کا ڈاکو مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ جاتا ہے آپ ﷺ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیتے ہیں، تین دن تک وہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھتا رہا، ان کی نشست و برخاست، ایک دوسرے سے گفتگو، سرکار ﷺ کا مختلف فوجیں ترتیب دے کر بھیجنا، اس کے لیے آپ ﷺ کا صحابہ سے مشورے لینا، اور صحابہ کا رائے دینا، کیا اس کے پیچھے برابری کا تصور ہے؟ اپنی اپنی اہمیت ہوتی ہے یا صرف اللہ کے لیے ہوتی ہے؟ 24 گھنٹے وہ یہ منظر دیکھتا رہا۔ دوسرے دن سرکار ﷺ نماز سے فارغ ہو کر اس کے پاس سے گزرے اس نے خود ہی کہا کہ میں وہیں کھڑا ہوں جہاں کل کھڑا تھا سرکار ﷺ زیر لب مسکرائے اور اپنے راستے پر چل دیئے اس شخص سے کلام نہ فرمایا، دوسرے دن آپ ﷺ اس کے قریب سے گزرے تو وہ خاموش رہا۔ کسی صحابی نے بعد میں اس سے پوچھا لگتا ہے کہ تیرا دل نرم پڑ گیا ہے؟ وہ بولا کہ نہیں۔ تیسرے دن وہ خود بولا کہ میرے بارے میں آپ ﷺ جو فیصلہ کرنا چاہیں کر دیجئے! آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم خود بتاؤ، اس نے کہا کہ میں تین دن سے مطالعہ کرتا آرہا ہوں آپ لوگوں کا، آپ میری برادری کے لوگ نہیں ہیں، آپ میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جیسا میں ہوں، میں پھر آپ کو دیکھتا رہا، جن معاشروں میں میں پھرتا رہا ان معاشروں میں آپ جیسا بندہ کوئی نہیں ہے، آج میں سمجھا ہوں کہ یا تو تم فرشتے ہو جو انسانی وجود میں زمین پر اتر آئے ہو، اور اگر تم انسان ہو تو تم نے اپنی نفسانیت کو اور خواہشات کو کچل کے رکھ دیا ہے، اور انسانیت کی چوٹی پر

Marfat.com

جا پہنچے ہو، لہذا اب میرا یہ نظریہ ہے کہ تم چاہتے ہو تو مجھے سزا دے دو یا جو چاہتے ہو بات کرلو، سرکار کریمؐ نے فرمایا کہ اسے کھول دو یہ سچ کہہ رہا ہے، اب جج بھی وہ تھے جو اندر سے دیکھ رہے تھے، یہ سچ کہہ رہا ہے، اسے کھول دو، اسے کھول دیا پھر سرکار کریم نے اس وقت یہ کلمات ارشاد فرمائے جو بخاری و مسلم دونوں میں حدیث کے آخر میں موجود ہیں، کہ بے شمار لوگ ہیں، جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے میرے پاس آئے اور پھر زنجیروں کے راستے جنت میں چلے گئے، کہ یہ بندہ تو جنتی تھا بخشا ہوا چلا گیا، تو یہ وہ بات ہے جو حقیقی توبہ ہوتی ہے۔ اگر آپ اعراض کرلیں گے، آپ نے دیکھا کہ حضورؐ نے مسجد کو بطور جیل استعمال کیا، تا کہ آنے والے کی کایا پلٹی جاسکے، تو ثمینی صاحب کی بات سچ ہے، کہ ایک بندہ چودہ سال سے آپ کے قبضے میں ہے چوبیس گھنٹے اور وہ بدلتا نہیں تو پھر اس کے استاد کی سزا موت ہونی چاہیے، انہوں نے کہا کہ انہیں بندہ بنادو، وہ جیلیں میں نے بھی جاکے دیکھی ہیں، ان کے مختلف پیریڈ ہیں اور مختلف اوقات میں وہ مختلف فنون بھی سیکھتے ہیں، تا کہ باہر نکل کر وہ مفید شہری ثابت ہوسکیں، لیکن ان کے ذہن کو بالکل بدل دیا جاتا ہے، یہی وہ طرز فکر ہے، جو سرکار علیہ السلام نے اور خلفاء راشدین نے قائم کی تھی۔

انما التوبة على الله للذين .....

اب فرمایا کہ توبہ بھی یہ توبہ نہیں ہوتی، آپ کی اور ہماری توبہ کا ذکر آگیا، کہ برائی تو کرتے رہے، اور ساتھ توبہ بھی کرتے رہے، توبہ نہیں ہے، توبہ ان لوگوں کی ہے، جو بے خبری میں گناہ کر بیٹھے پھر بچے تو بہ کرلی۔ بے خبری کے یہاں کئی معنے ہیں، یا تو اس بات کا علم نہیں تھا، یا علم تو تھا، لیکن حمیت نے غیرت نے یا کسی اور بات نے اسے اتنی حد تک اپنی گرفت میں لے لیا ہے کہ وہ کنٹرول سے باہر نکل گیا ہے، اگر ایسی کیفیت میں جرم سرزد ہوگیا ہے، اور پھر جلدی توبہ کرلی ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کر کے انہیں معاف فرمادیتا ہے، اب یہاں جلدی توبہ کرلی ہے، قرآن پاک نے تو یہ کہا ہے، لیکن ہمارے رؤف الرحیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بڑی نفیس بات کہی ہے، قرآن پاک کی کس انداز سے شرح و تفسیر فرماتے ہیں، فرمایا تیری موت بھی دور نہیں ہے، وہ بھی قریب ہے، لہذا موت سے پہلے توبہ کرنے کی کوشش کر، جو جلدی ہوگی، موت سے پہلے توبہ کرلے وہ جلدی ہوگی، یہ سرکار کریمؐ کا ارشاد ہے، لیکن ساتھ یہ بات بھی ارشاد فرمائی قرآن پاک میں بھی ہے اور سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمائی، کہ اس امید پر چلیں ایک گناہ تو ہوگیا ہے کچھ اور بھی گناہ ہوجائیں تو اکٹھی توبہ کرلیں گے، ارشاد فرمایا کہ یہ طریقہ نہ اپناؤ، گناہ گناہ ہے اسے مٹانے کی کوشش کرو، اللہ کریم نے بھی یہاں یہی بات فرمائی، کہ گناہ چلتے رہے موت آئی تو کہا کہ اے اللہ میری توبہ ہے، قرآن پاک نے یہ توبہ فرعون کی توبہ قرار دی ہے، وہ جب ڈوب رہا تھا کہہ رہا تھا میں موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لایا یعنی اب میں نے توبہ کرلی ہے، قرآن پاک نے فوراً رب کی زبان سے یہ بات ارشاد فرمائی۔ تو بے حد نافرمانیاں کرچکا ہے، اور اب تیرے اختیار میں کوئی بات نہیں ہے، تو پانی میں غوطے کھا رہا ہے، اب ادھر توجہ کر جدھر جا رہا ہے۔

Marfat.com

تو قرآن پاک نے یہ بات کہی کہ جب موت بالکل سامنے آگئی ہو، اور پھر کہا کہ میری توبہ تو اب یہ توبہ کا وقت نہیں ہے، یا کفر کی حالت میں بندہ مرگیا، تو یہ دو باتیں جو ہیں نا قابل معافی ہیں، بات ان سے پلٹتی نہیں ہے، اب قرآن کریم نے اس جگہ یہ کہا کہ جتنی جلدی بات ہو سکے اسے ختم کیا جائے، جلدی توبہ کی جائے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ

مومنو! نہیں

ءَامَنُواْ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ ٱلنِّسَآءَ كَرْهًاۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ

حلال تمہارے لیے کہ وارث بن بیٹھو عورتوں کے زبردستی اور نہ روکے رکھو انھیں تاکہ لے جاؤ کچھ حصہ اس (مہر وغیرہ)

لِتَذْهَبُواْ بِبَعْضِ مَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ

کا جو تم نے انھیں دیا ہے انھیں بجز اس صورت کے کہ ارتکاب کریں کھلی بدکاری کا

مُّبَيِّنَةٍۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ

اور زندگی بسر کرو اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے پھر اگر تم ناپسند کرو انھیں تو (صبر کرو) شاید تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور رکھ دی ہو

أَن تَكْرَهُواْ شَيْـًٔا وَيَجْعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿۱۹﴾

اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لیے) خیر کثیر

وَإِنْ أَرَدتُّمُ ٱسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَءَاتَيْتُمْ

اور اگر تم ارادہ کرلو کہ تم بدلو ایک بیوی کو پہلی بیوی کی جگہ اور دے چکے ہو

إِحْدَىٰهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُواْ مِنْهُ شَيْـًٔاۚ أَتَأْخُذُونَهُۥ

تم اسے ڈھیروں مال تو نہ لو اس میں سے کچھ چیز کیا تم لینا چاہتے ہو اپنا مال

بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُۥ وَقَدْ أَفْضَىٰ

(زمانہ جاہلیت کی طرح) بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کرکے اور کیوں کر (واپس) لیتے ہو تم

Marfat.com

بَعۡضُكُمۡ إِلَىٰ بَعۡضٖ وَأَخَذۡنَ مِنكُم مِّيثَٰقًا

ان سے حالانکہ مل جل چکے ہو تم (تنہائی میں) ایک دوسرے سے اور وہ لے چکی ہیں تم سے وعدہ

غَلِيظٗا ﴿٢١﴾

وَلَا تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ

اور نہ نکاح کرو جن سے نکاح کر چکے ہیں تمہارے باپ دادا

ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَۚ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةٗ وَمَقۡتٗا

مگر جو ہو چکا (اس سے پہلے سو وہ معاف ہے) بے شک یہ (فعل) بہت بے حیائی اور گناہ تھا

وَسَآءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾

اور قابل نفرت فعل تھا

خواتین کے حقوق کا پھر تحفظ کرتے ہوئے قرآن پاک نے مردوں کو پھر توجہ دلائی، وہاں دو خرابیاں تھیں، اور ان دونوں خرابیوں میں تین تین مراحل تھے، میں وہ پہلے بیان کر دیتا ہوں تاکہ آگے والی آیت سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

باپ مر گیا اور جو سوتیلی ماں ہے، اس کی تین حیثیتیں تھیں، یا تو اس سے خود نکاح کر لیتے تھے پہلی بات، دوسری بات یہ ہے کہ اسے بیچ دیتے تھے، تیسری بات یہ ہے کہ ساری عمر بیوہ رہو اور دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہو، یہ تین باتیں تھیں اس خاتون کے لیے جو خیر سے اس کے باپ کی بیوی تھی اور اس کی ماں تھی، یا اس سے خود نکاح کر لو، میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے ایسا کیا ہے وہ جہاں ملے اس سے کچھ نہ پوچھو بلکہ اس کو مار دو، یہ بدترین قسم کا جرم ہے اسلام کی نگاہ میں، اس کی سزا موت ہے، دوسری بات کہتے تھے کہ جس طرح باپ کی جائیداد حصے میں آئی اور وہ بیچ دی اسی طرح والدہ مکرمہ کو بھی بیچ دیا، تیسری بات یہ تھی کہ تو دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، کیونکہ تو ہمارے باپ کے نکاح میں تھی اس لیے تمہیں ساری

Marfat.com

زندگی اسی طرح رہنا ہے، یہ تو وہ تھی جو باپ کی بیوی ہے، اپنی بیوی ہے اسے گھر سے نکال دیا ہے، نہ اسے آباد کیا جاتا ہے، نہ اسے طلاق دی جاتی ہے، اب اس کو باپ کی طرف سے وراثت ملی تھی ماں کی طرف سے وراثت ملی تھی، میں اوپر وراثت کا قانون بتا آیا ہوں، اس کے پاس زمین ہے اس کے پاس مکان ہے، لیکن ہیں وہ اس کے، اس سے یہ لے نہیں سکتا، اب اس نے طریقہ کیا سوچا کہ اسے غیر آباد کر کے چھوڑ دو، جب مر جائے گی تو میں ہی اس کا خاوند ہوں تو 1/2 یا 1/4 تو میں نے لینا ہی لینا ہے، یہ جائیداد میرے پاس آجائے گی، ایک صورت تو یہ تھی، دوسری صورت یہ تھی کہ وہ پیسے دینے پر اور طلاق لینے پر مجبور ہو جائے گی، اب پیسوں کی دو شکلیں ہوں گی، یا تو یہی جائیداد مجھے منتقل کر دے گی، یا یہی جائیداد کہیں بیچ کر مجھے پیسے دیدے گی، اسے تنگ کرنے کی یہ دوسری صورت تھی، تیسری صورت اسے یہ کہا جاتا تھا کہ میں تمہیں طلاق تو دے دیتا ہوں لیکن تو آگے شادی نہیں کر سکتی، تو ان دو خواتین کو ان تنگ دستیوں کو توڑ کے رکھ دیا، ارشاد فرمایا! ایماندارو تمہارے لیے یہ بات بالکل جائز نہیں ہے، کہ جبراً عورتوں کے وارث بن جاؤ، اور انہیں اس لیے روکے رکھو تاکہ جو تم نے انہیں مہر دیا ہے، وہ واپس دے دیں، یا اپنی جائیداد واپس دیدیں، تو پھر تم انہیں طلاق دو، ایسی بات بھی بالکل نہ کی جائے، معاشرے میں اس وقت آپ سزا دے سکتے ہیں جب وہ کھلم کھلا معاشرے میں بدکاری کا ارتکاب کریں، ایک بات یاد رکھو کہ ان کے ساتھ تم نے حسن سلوک کرنا ہے، اب دو باتیں یہاں آتی ہیں، مثلاً خاتون خانہ مزاج کی تھوڑی سی سخت ہیں ایک بات، دوسری بات یہ ہے کہ خیر سے خاوند جس انداز کی شکل و صورت چاہتا ہے وہ اس شکل و صورت والی نہیں ہے یہ دو نقص ہیں، تو پھر شدت سے قرآن پاک نے ان پر پابندی لگائی، فرمایا یہ تمہاری چاہت اور تمہارا معیار تو حق نہیں ہے، تم اگر انہیں ناپسند کر رہے ہو، تو ہو سکتا ہے، کہ جس شے کو تم ناپسند کرو اللہ تعالیٰ نے اسی شے میں تمہارے لیے بھلائی رکھی ہو، قرآن پاک اشارۃً بات کر گیا کہ اسی سے آپ کی وہ اولاد مقدر ہو جس نے آگے چل کیا آپ نام روشن کرنا ہو، علمی اور فکری دنیا میں تجارتی دنیا میں، سیاسی دنیا میں یا دنیا کی کسی بھی فیلڈ میں اسی خاتون سے جو اولاد ہو وہ آپ کے لیے رحمت ثابت ہو جائے، تو ایسی بات آپ نے نہیں کرنی ہے، اپنی پسند اور ناپسند کو ذہن میں مت لاؤ، دیکھو کہ اللہ کریم نے انہیں کیا حق دیا ہے، خاتون پر جبر اور تشدد نہ کیا جائے، محض اس لیے کہ جو آپ نے شکل و صورت کا معیار رکھا ہے وہ اس شکل و صورت کی نہیں ہے، آپ نے اس سے مالی مفادات سوچ رکھے تھے، وہ مالی مفادات آپ حاصل نہیں کر سکے ہیں، تو ان باتوں سے باز آجائیں، آپ نے اچھے انداز سے معاشرہ قائم رکھتے ہوئے اس کے ساتھ وقت گزارنا ہے اس کے سارے کے سارے اخراجات آپ کے ذمہ ہیں، بیوی کے ذمہ نہیں بلکہ بیوی کے تمام اخراجات آپ کے ذمہ ہیں، اس کمائی کے پیش نظر جو آپ کی کمائی ہے، تو یہ ضروری ہے، لیکن ان سب باتوں کے باوجود اگر تم اتنے خود سر ہو گئے ہو کہ پھر بھی اس کے ساتھ مل کر نہیں رہنا چاہتے ہو اور دوسری شادی کرنا چاہتے ہو اور تم نے اسے بہت سارا مال دیا ہے یعنی بہت سارا مہر مقرر کیا ہے یا اس کے نام

Marfat.com

کتابوں کو دیکھتے ہیں ،آپ تورات کو ابتدا سے انتہا تک پڑھ جائیں ،انجیل کو زبور کو ،ویدوں کو اور ایرانیوں کی قدیم کتابوں میں آپ کو،زندگی کے کسی ایک پہلو پر بحث ملے گی،اب زندگی ایک پہلو کا نام نہیں ہے،وہ ایک مجموعہ کا نام ہے،زندگی کو اسلام نے ایک وحدت قرار دیا ہے،اور جب زندگی میں وحدت آئے گی تو اس کا سلسلہ توحید کے ساتھ مل جائے گا،اور وہ توحید پھر اسے وحدت عطا کردے گی،اس وحدت کے تحفظ کے لیے جو مرکزی کردار ہے وہ قرآن کا ہے،اب ظاہر بات ہے کہ قرآن وحدت چاہتا ہے تو اسے ساری زندگی پر چھا جانا ہوگا،اگر (بفرض محال) وہ ساری زندگی آپ کے ساتھ چل نہ سکے تو پھر آپ کو وہ ایسی وحدت نہیں عطا کرسکتا جو ایک اکائی کی صورت میں کائنات کے سامنے پیش کی جاسکے۔تو قرآن نے ملت اسلامیہ کو ایک وحدت قرار دیا ہے،اور اس کے ہر عمل میں توحید جھلکتی ہے،اب پتہ چلا کہ اللہ کی رسی سے مراد قرآن پاک ہے۔قرآن ہر دور میں ملت کا ساتھ دینے والا ہے،میں آپ سے یہ بات پہلے بھی کئی مرتبہ عرض کرچکا ہوں کہ قرآن کے طرز بیان میں وہ رعنائی (بلاغت) ہے کہ اگر ایک دور کا انسان آیت کا ایک مفہوم لیتا ہے تو دوسرے دور کا انسان جب حالات بدلیں گے تو (دوسرا) مفہوم جو آئے گا وہ لے گا۔

ہر دور کی چابی قرآن کے پاس ہے۔میں تفصیل سے بات اس لیے اس موضوع پر نہیں کرنا چاہتا کہ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے اگر میں تفصیل میں جاؤں،تو مجھے اس پر ایک لیکچر درکار ہوگا،تو سیدنا صدیق اکبرؓ سے لے کر آج تک مختلف آیات کی جس جس انداز سے مختلف مفسرین نے تفسیر کی ہے وہ زمانے کے قرآن کے ساتھ چلنے کے لیے ایک قوی دلیل ہے،ابن عباسؓ ایک انداز سے سمجھتے ہیں،ابن اثیر ایک انداز سے سمجھتے ہیں،ابن کثیر ایک انداز سے سمجھتے ہیں،کشاف ایک انداز سے سمجھتے ہیں ،بیضاوی ایک انداز سے سمجھتے ہیں،امام اعظمؒ ایک انداز سے سمجھتے ہیں،فخرالدین رازی ایک انداز سے سمجھتے ہیں،جلالین والے ایک انداز سے سمجھتے ہیں،میں نے چند تفسیروں کے نام آپ کے سامنے پیش کیے،جو چودہ صدیوں میں سو سو سال یا دو دو سو سال کے وقفے کے بعد لکھی گئی ہیں،اور آپ کی دعاؤں سے آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے اس طالب علم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ کتابیں اور بے شمار علوم کے ساتھ میرے مطالعہ سے گزری ہیں،میں نے ان ضخیم کتابوں کو کھنگالا ہے،اب میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ اللہ کا عجیب کرم ہے امت محمدیہؐ پر کہ جب حالات بدلتے ہیں تو اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی ،قرآن کے الفاظ کے اندر سے وہ معانی سامنے آجاتے ہیں جو لغت میں تھے لیکن طویل عرصے سے ہماری نگاہوں سے اوجھل رہے،جب حالات نے کروٹ بدلی تو قرآن نے آگے بڑھ کر تمہارا ہاتھ پکڑ لیا اور اس نے کہا کہ میں وہ کتاب نہیں ہوں جو پرانی ہو جائے،میں وہ کتاب نہیں ہوں جو آوٹ آف ڈیٹ out of date ہو جائے۔

میں وہ کتاب ہوں جو صدیق اکبرؓ کی بھی ہادی تھی اور تمہاری بھی ہادی ہوں ،میں فاروقؓ

Marfat.com

کوئی جائیداد کرائی تھی، تو قرآن پاک نے پابندی لگا دی ہے، قرآن پاک نے یہ نہیں کہا کہ بہت سارا مال دیا بلکہ یہ کہا کہ خواہ کروڑوں تم نے اسے مال دیا ہو، اس سے کوئی شے واپس مت لو، وہ مہر جتنا ہے یا جو بھی شے اس کے نام کرائی ہے اسے واپس لینے کا تمہیں بالکل حق نہیں ہے، اب وہ کرتے کیا تھے، جب کسی خاتون کو عرب معاشرہ طلاق دینا چاہتا تھا اسلام سے پہلے تو اس پر سب سے پہلے بدکاری کا الزام لگا دیا جاتا تھا، وہ بے چاری دفاع نہیں کر سکتی تھی، اور دفاع نہ کرنے کی صورت میں اس سے ہر ناجائز بات منوالی جاتی تھی، اور منوا کر طلاق دیدی جاتی تھی، قرآن پاک نے اس پر بھی پابندی لگا دی، کیا یہ بہتان اس پر تم لگا رہے ہو، یہ کھلم کھلا گناہ کر رہے ہو، اس بات کی تمہیں اجازت نہیں دی جا سکتی، مال اس لیے تم واپس نہیں لے سکتے ہو، کہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو، اب قرآن پاک نے پردے کا کتنا خیال رکھا ہے، کہ ڈائریکٹ کوئی بات نہیں کی ان ڈائریکٹ بات کی، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں سے ایک قانونی مسئلہ اخذ کیا ہے، ان باتوں کو آپ ذہن میں رکھیں یہ ہمارے معاشرتی مسئلے ہیں، ان سے نہ شرمانے کی بات ہے نہ لجانے کی بات ہے، جب ان باتوں کا آپ کو علم نہیں ہوگا تو معاشرے کو ہم اصلاح کی طرف کیسے لے جاسکیں گے، امام اعظمؒ کا مسلک یہ ہے کہ شادی ہوئی ہے، شادی ہونے کے بعد ایک کمرے میں میاں بیوی چلے گئے ہیں، وہاں کوئی مانع موجود نہیں ہے، اور پھر وہ اس کمرے سے باہر نکل آئے تو یہ خلوت صحیحہ ہے، لہذا وہ خاتون پورا حق مہر لینے کی حقدار بن گئی ہے، ان کا رابطہ ہوا ہے یا نہیں ہوا، یہ وہ بات ہے جسے اسلام خلوت صحیحہ کہتا ہے، اور اسی کو علامہ فراء نے یہ لغت کے بہت بڑے ماہر ہیں یہاں ترجمہ کرتے ہوئے کہا کہ ''تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو، اور تمہارا ایک دوسرے سے پختہ عہد تھا لہذا آئندہ ایک بات یاد رکھو، کہ جو تمہارے باپوں نے اپنے نکاح میں خواتین لیں تھیں تم ان سے شادی نہیں کر سکتے اس پر پابندی لگ گئی ہے''۔

ولا تنکحوا ما نکح آباؤ کم من النساء...

اب یہاں قرآن پاک نے تین باتیں کہی ہیں، ایک تو یہ بے حیائی کی بات، اللہ تعالیٰ کو غصہ دلانے والی بات، عذاب دلانے والی بات، اللہ تعالیٰ کو غضب دلانے والی بات، اور یہ بدترین معاشرتی انداز ہے جسے جاہلیت میں تم نے اپنائے رکھا ہے، لہذا ان تینوں علتوں کی وجہ سے ان تینوں اسباب کی وجہ سے اس بات کی کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی، کہ باپ کی منکوحہ کے ساتھ باپ کے مرنے کے بعد اس سوتیلی ماں کے ساتھ وہ نکاح کرلے، اب آپ نے یہاں بہت ساری باتیں آج کے ان دور کوعوں میں پڑھ لی ہیں۔

عورت کو وراثت کا حق ہے بحیثیت بیٹی حق ہے، بحیثیت بہن حق ہے، بحیثیت ماں حق ہے، بحیثیت بیوی حق ہے، چاروں حیثیتوں سے خاتون کو وراثت ملے گی، یہ کس معاشرے کی بات ہے، وہ صرف ان بچوں کو وارث بناتے تھے جو میدان جنگ میں

Marfat.com

لڑ سکتے تھے، یہ اس معاشرے کی بات ہے جب ہندوستان پورے کا پورا کہہ رہا تھا کہ عورت کو وراثت نہیں دی جائے گی، یہ وارث نہیں ہوتی، جب سارے کا سارا یورپ کہہ رہا تھا کہ بڑا بیٹا وراثت لے جائے گا نہ چھوٹوں کو ملے گی نہ اس کی ماں کو ملے گی، اس دور میں اسلام نے یہ حکم دے دیا کہ چاروں حیثیتوں سے خاتون کو وارث قرار دیدیا، اگلی بات یہ قرار دیدی کہ معاشرے کو پاک صاف رکھنے کے لیے اگر عورت سزا کی مستحق ہے تو اسی طرح مرد بھی سزا کا مستحق ہو، مساوات قائم کردی سزا میں، تیسرے مرحلے پر یہ ارشاد فرمایا کہ عورت اگر سوتیلی ماں کی حیثیت سے تمہارے قبضے میں ہو تو جو تم نے تین طریقے اپنا رکھے ہیں وہ تینوں کے تینوں غلط ہیں، اگر عورت بیوی کی حیثیت میں تمہارے پاس ہو تو اس کے لیے بھی یہ تینوں کے تینوں طریقے غلط ہیں، اب اگر تم خواہ مخواہ دوسری شادی کرنا چاہتے ہو اور کسی بھی بندھن کو تم نے قبول نہیں کیا، تو پھر سیدھی سی بات ہے کہ جو بھی مہر یا مال ومنال اسے دے رکھا ہے اس میں سے کوئی چیز قطعاً تم واپس نہیں لے سکتے، ہمارے جو فیملی لاز ہیں ان میں بھی یہ ایک بات ہے کہ جو مہر اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے اسے مل جائے گا، لیکن جو روح ہے اسلام کی اس پر عمل نہیں ہوتا مثلاً یہ رعائتیں ایوب صاحب نے دی تھیں کہ اگر وہ بہت زیادہ مال ہے تو اس کے مطابق اس پر ٹیکس نہیں لگے گا خاوند کی طرف سے، لیکن وکیل صاحب سے کون جان چھڑائے گا، بات تو یہاں آ کر الجھ جاتی ہے، اب ایسے معاملات میں اسلام کہتا ہے کہ وکلاء یہ نہیں ہوں گے جنہیں آپ پیسے دیں گے، اسلامی وکالت میں وہ ملازم ہوں گے، ان کا کام صرف یہ ہے کہ غیر جانبداری سے معاملات کی گہرائی تک دیانت داری سے پہنچیں، اور عدالت کو بتائیں کہ اصل واقعات یہ ہیں، اور اس کے لیے جو عدالت فیصلہ کرتی ہے قانون کو سامنے رکھ کے وہ کیا جائے، ان کی فیس نہ مدعی دے گا نہ مدعا علیہ دے گا، ان کا مدعی یا مدعا علیہ کے ساتھ کوئی ڈائریکٹ رابطہ نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی تعلق ہے، پھر یہاں اسلامی قانون نے ایک اور پابندی لگا دی ہے، کہ ان حالات کو جانچنے کے لیے خفیہ ذرائع جج استعمال کرے گا، اور وہ سرکاری لوگ ہوں گے، وہ سرکاری لوگ ان کے معاملات کی تہہ تک پہنچیں گے، آپ یہ اندازہ لگائیں کہ جس معاشرے سے ہم گزر رہے ہیں وہ ایسا معاشرہ ہوگا، کہ سرکاری بندہ بذات خود کہے گا کہ میں خفیہ پولیس کا آدمی ہوں، ایسے میرے پاس بے شمار لوگ آتے ہیں، کہ میں فلاں فلاں خفیہ تنظیم کا بندہ ہوں آپ سے معلومات لینی ہیں، سبحان اللہ تیری شکل پر قربان کہ تو ابھی خفیہ ہے، تو یہ جو انداز ہے اسے اسلام قبول نہیں کرتا ایک بات، دوسری بات یہ ہے کہ کسی خفیہ والے کی جرأت ہے کہ اسلام نے جو انداز مقرر کیا ہے، اسے چھوڑ کے پرے ہٹ جاؤ، ورنہ فاروق اعظمؓ کا دُرہ اس کی چمڑی ادھیڑ کے رکھ دے گا، تو اس انداز کو پیدا کیا جائے پھر معاشرہ آگے بڑھتا ہے، کیونکہ بعض لوگ کہا کرتے تھے کہ یہاں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، اب جب سارا آوا بگڑا ہوا ہو تو اس آوے کو راہ راست پر لانے کے لیے اسلامی اخلاقیات، اسلامی طرز حکومت، اسلام کا

طرز عدلیہ، اسلام کی اسلامی انداز کی باتیں انہیں عوام میں پھیلایا جائے، تاکہ لوگوں کو ان باتوں کا پتہ ہو، اور جب وہ موازنہ کرنے بیٹھیں تو انہیں پتہ چلے کہ اسلام نے کتنی وسعتوں کے ساتھ ہم پر نوازشات کی ہیں، اور ہم کتنے تنگ نظر ہیں کہ بندوں کے بنائے ہوئے قوانین کے پیچھے تو بھاگ رہے ہیں، ان سہولتوں سے لطف اندوز نہیں ہو رہے ہے جو اسلام نے ہمارے سامنے رکھی ہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ
حرام کردی گئی ہیں (نکاح میں لانے سے) تم پر تمہاری مائیں
وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ
،اور بیٹیاں ،اور بہنیں ،اور پھوپھیاں ،اور تمہاری خالائیں ،بھتیجیاں
الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ
اور بھانجیاں ،اور تمہاری رضاعی مائیں (دودھ پلانے والی)
وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ
اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری عورتوں (بیویوں) کی مائیں
وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ
اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں (پرورش پا رہی) ہیں جن بیویوں سے
اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ
تم صحبت کر چکے ہو اور اگر تم نے صحبت نہیں کی تو
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ
تم پر کوئی حرج نہیں (ان سے نکاح کرنے میں) اور تمہارے سگے بیٹوں کی بیویاں

مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ

اور دو بہنوں کو اکٹھا نکاح میں لانا (یہ بھی حرام ہے)

إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۲۳﴾

مگر جو گزر چکا (وہ معاف ہے)، بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخواتکم ---

تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، تمہاری بھانجیاں اور وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے، اور تمہاری رضائی بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہارے گھر پلنے والی وہ بچیاں جو تمہاری بیویوں کی ہیں اور ان بیویوں کے ساتھ تمہارا رابطہ ہو چکا ہے، اگر ان سے رابطہ نہیں ہوا تو پھر حرج نہیں ہے، اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے صلبی بیٹے ہیں، دو بہنوں کو تم نکاح میں اکٹھا نہیں کر سکتے، ہاں جو پہلے بات گزر گئی ہے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

یہ سورت وہ ہے جسے خواتین کے مسائل سے خاص کیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے اس کا نام سورۃ النساء ہے، تو ان آیات مقدسہ میں بہت سے گھریلو مسائل اللہ کریم نے ارشاد فرمائے ہیں، سب سے پہلی بات یہ ہے۔ (حرمت کی تین قسمیں ہیں)

ا۔ نسب نامے کی وجہ سے حرمت آتی ہے۔ ۲۔ دودھ پینے پلانے کی وجہ سے آتی ہے۔ ۳۔ یہ وہ حرمت ہے جو سسرال کی طرف سے آتی ہے۔

تو ان تین حرمتوں کو اس ایک آیت میں بڑی جامعیت اور اختصار کے ساتھ ارشاد فرمایا دیا گیا ہے۔ جو خواتین نسب نامے کے وجہ سے حرام ہیں، وہ سات ہیں جو قرآن پاک نے یہاں بیان فرمائی ہیں، سب سے پہلے نمبر پر والدہ ہیں، اس کے بعد بیٹی آتی ہے، اب یہاں والدہ کے ساتھ اوپر والی تمام شامل ہو جائیں گی، نانی بھی اور نانی کی والدہ بھی یہ سب حرمت میں شریک ہیں ماں کی طرف سے، اور آگے فرع آتی ہے بیٹی کی، تو بیٹی کے بعد اس کی بیٹی اس کے بعد نواسی نیچے تک یہ تمام بیٹی کے زمرے میں آ جاتی ہیں، اس بات کا خاص انداز سے خیال کیا جائے، تیسری بہن تھی، اس میں تینوں اقسام کی بہنیں آتی ہیں، جن کے بارے میں وراثت کے سلسلے میں گزشتہ رکوع میں عرض کر چکا ہوں، والدین کی طرف سے جو بہن ہوگی، اور جو صرف باپ کی

Marfat.com

طرف سے ہے وہ بھی اور جو صرف ماں کی طرف سے ہے وہ بھی، یہ تینوں اس میں شریک ہیں، پھوپھی شریک ہے، خالہ بھتیجی اور بھانجی یہ وہ سات خواتین ہیں جن کی حرمت قرآن پاک نے بیان فرمائی ہے، اب جو رضاعی ماں اور بہنیں ہیں، اس کے لیے سرکار علیہ السلام کا ارشاد عالی یہ ہے کہ جو سات خواتین نسب نامہ کی وجہ سے حرام ہیں، اگر کسی خاتون کا دودھ پی لیا ہے، تو اس کے ساتھ بھی سات خواتین حرام ہو جائیں گی، تیسری بات سسرال والوں کی ہے، تو بیوی کی والدہ کو اسلام نے خاوند کی والدہ قرار دیا ہے، بیوی مر بھی جائے تب بھی اس کی ماں اس پر حرام ہے، بیوی جو بیٹی لے کر آتی ہے پچھلے خاوند سے اگر ادھر نکاح کے مراسم نئے خاوند سے ادا ہو گئے ہیں، تو پھر اس بیٹی سے نکاح نہیں کیا جا سکتا، لیکن اگر صرف نکاح کے بعد اس کی والدہ کو طلاق ہو گئی ہے، تو پھر اس بیٹی سے نکاح کیا جا سکتا ہے، اور یہی قرآن پاک کی شرط ہے، اسی طرح بیٹوں، پوتوں، نواسوں، نواسوں کے بیٹوں کی بیویاں یہ ساری بھی دائمی حرمت والی ہیں، بیوی کی بہن بیوی کی پھوپھی، بیوی کی بھتیجی بیوی کی خالہ ان کی حرمت اس وقت تک ہے جب تک بیوی زندہ ہے، اگر بیوی فوت ہو گئی ہے، تو اس کے بعد ان سے نکاح کیا جا سکتا ہے، البتہ شریعت مطہرہ میں سرکار علیہ السلام نے یہ پابندی لگائی کہ اس کی عدت پوری ہو جانی چاہیے، اس کے بعد اس کی ماں کو چھوڑ کے اس کی باقی رشتہ داروں سے نکاح کیا جا سکتا ہے، پھر قرآن پاک نے یہ پابندی لگائی کہ ایک نکاح میں دو بہنیں نہیں آ سکتیں، سرکار علیہ السلام نے یہاں ایک بڑی ہی نفیس بات ارشاد فرمائی، کہ دو سگی بہنوں کے ساتھ ان خواتین میں اگر ایسا رشتہ ہے کہ ان میں سے ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری کے ساتھ اس کی شادی نہ ہو سکتی ہو، تو وہ بھی حرام ہے، مثلاً ایک خالہ ہے دوسری اس کی بھانجی ہے، ایک پھوپھی ہے دوسری اس کی بھتیجی ہے، تو ان میں سے اگر ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو پھر ماموں اور بھانجی کی شادی یا چچا اور بھتیجی کی شادی آپس میں نہیں ہو سکتی، تو ایسی دو خواتین بھی ایک نکاح میں نہیں آ سکتیں۔ سرکار علیہ السلام نے اس سلسلے میں جو ارشاد فرمایا! وہ یہ تھا "انکم اذا فعلتم ذالک قطعتم ارحامکم" ہ اگر تم ایسا کرو گے تو صلہ رحمی (جس کے لیے قرآن پاک نے بہت زیادہ زور دیا ہے وہ بات ان کی آپس میں محبت والی) کٹ جائے گی''۔ حدیث کی سب کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے،

اب یہاں یہ ارشاد فرمایا کہ جو بات پہلے ہو چکی ہے، وہ معاف ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس معاشرے میں دو سگی بہنوں کو رکھا جاتا تھا، پھوپھی، بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو ایک ہی نکاح میں رکھ لیتے تھے، اس لیے قرآن پاک نے یہ الفاظ کہے کہ جو پہلے بات ہو چکی ہے اس کی معافی ہے، اور آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، اس سے قبل حدیث کے حوالے سے میں یہ عرض کر چکا ہوں، کہ والد کی فوتگی کے بعد وہ اپنی سوتیلی ماں سے بھی نکاح کر لیا کرتے تھے، تو اس سلسلے میں بھی فرمایا کہ جو بات نزول قرآن پاک سے قبل ہو چکی ہے اب تمہیں اس کی سزا نہیں دی جائے گی، لیکن اس حکم کے نزول کے بعد اگر کوئی ایسا کرے تو اسے لازماً سزا دی جائے گی۔

☆الحمدللہ چوتھے پارے کی تفسیر مکمل ہو گئی☆

Marfat.com

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ ٥

اور وہ خواتین جو قلعہ ٥ بند ہو چکی ہیں نکاح کی وجہ سے، مگر جو تمہاری ملکیت ٦ میں آ جائیں

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا

اللہ تعالیٰ نے یہ تم پر فرض کر دیا ہے ان کے علاوہ باقی خواتین حلال ہیں انہیں تم نے

بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ

اپنے مالوں سے چاہنا ہے، اور اپنے آپ کو تحفظ میں رکھنا ہے بدی کی طرف نہیں جانا تو جو تم نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے لہذا

مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

انہیں مہر ادا کرو یہ تم پر فرض ہے اور یہ جائز ہے تمہارے لیے اگر تم

فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

آپس میں اس فرض کے بعد رضامند ہو کر کمی بیشی کر لو اللہ تعالیٰ علم والا

حَكِيْمًا ﴿٢٤﴾ حکمت والا ہے

٥ یہ سورت وہ ہے جسے خواتین کے مسائل سے خاص کیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے اس کا نام سورۃ النساء ہے، تو ان آیات مقدسہ میں گھریلو مسائل سے، بہت سارے مسائل اللہ کریم نے ارشاد فرمائے ہیں، سب سے پہلی بات یہ ہے۔ (حرمت کی تین قسمیں ہیں)

وہ خواتین جو پہلے نکاح میں ہیں، وہ بھی آپ کے لیے حرام ہیں یہاں قرآن پاک نے بڑا ہی مقدس لفظ استعمال فرمایا ہے۔ "المحصنت" یہ عربی گرامر میں اسم مفعول ہے اس کا مصدر احصان ہے، اس کا تین حرفی لفظ حصن ہے، اس کا معنی ہے قلعہ۔

Marfat.com

قرآن پاک نے شادی شدہ کا لفظ استعمال نہیں فرمایا، تو اس لفظ کے نیچے بے پناہ لطافتیں چھپی ہیں۔ اب جو قلعہ بند ہے وہ محفوظ ہے، یہاں ارشاد فرمایا جو بھی میاں، بیوی نکاح میں آجاتے ہیں، وہ بدی سے محفوظ ہو جاتے ہیں، تو ایسے مرد کے لیے لفظ محصن اور عورت کے لیے محصنہ کا لفظ استعمال فرمایا، تو فرمایا کہ نکاح پاکدامنی کا ذریعہ ہے، نکاح اخلاق کے تحفظ کا ذریعہ ہے، نکاح ہونے کے بعد بے شمار بے راہ رویوں سے انسان بچ جاتا ہے۔

۲ فرمایا جو عورتیں اس طرح حفاظت کے قلعے میں ہیں، وہ بھی دوسرے مردوں پر حرام ہیں، ہاں جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہو جائیں، اس کی وضاحت ضروری ہے، کہ اس دور میں کیفیت یہ تھی کہ میدان جنگ میں جو قوم غلام ہو جایا کرتی تھی، فاتح قوم اسے اپنی ملکیت سمجھتی تھی، اس بیک گراؤنڈ کو سمجھنا بے حد ضروری ہے، تاکہ مستشرقین نے جو اسلام پر اعتراضات کئے ہیں، ان کا جواب بھی آجائے، اور تحقیقی انداز سے یہ مسئلہ آپ حضرات کے ذہن میں بیٹھ جائے، اب جو بھی اس طرح آگیا ہے وہ غلام ہے یا لونڈی ہے، یہ اس دور کا بین الاقوامی قانون تھا، اب اسلام آنے کے بعد اس قانون کو اس شکل میں توڑ سکتا ہے، کہ ساری دنیا اس قانون کو مان لے، اگر ساری دنیا اس قانون کو نہیں مانتی تو جو مسلمان قیدی ہو جائیں گے وہ تو غلام بن جائیں گے، جو مسلمان خواتین قیدی ہو جائیں گی وہ لونڈیاں بن جائیں گی، اور جوابی طور پر جو کافر اس طرح آئیں گے، آپ انہیں اگر اپنے پاس نہیں رکھتے تو اس کی خرابیاں تین چار تھیں، کل پھر جب کافر جوابی حملہ ایک اور کرے گا، تو یہی لوگ جو آج آپ کے پاس قید ہیں۔ یہ دوبارہ آپ پر حملہ آور ہو کر آجائیں گے، لہذا آپ کی مجبوری ہے کہ آپ انہیں واپس نہ کریں، اگر آپ واپس کر دیں گے تو کفر کی افرادی قوت میدان جنگ میں بڑھ جائے گی، اس نکتے پر خاص انداز سے غور کیا جائے۔ لیکن اس بات کے ہوتے ہوئے اسلام نے چار پانچ باتیں فرمادیں کہ مسلمانو! یہ اخلاقی بات ہے ہماری طرف سے تمہیں اجازت ہے انہیں آزاد کردو، اور کچھ بھی نہ لے کر آزاد کردو، یا معاوضہ لے کر آزاد کردو، یا چند سالوں کے بعد آزاد کردو، جب سمجھو کہ اس قوم کے ساتھ تمہارے تعلقات اعتدال پر آگئے ہیں، تمہیں اجازت ہے کہ جب تک تمہارے قیدی وہ واپس نہ کریں تم بھی انہیں ان کے قیدی واپس نہ کرو، یہ بات اس وقت مروج تھی کہ ہم نے واپس کرنا نہیں ہے، پھر طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ان کے کان کو ایک جگہ سے چھید دیا جاتا تھا، پھر اس میں کوئی تار وغیرہ ڈال دی جاتی تھی، اب یہ بندہ اگر بھاگ گیا ہے تو اس دور کی پولیس اس نشانی سے گرفتار کر لیتی تھی، جب مالک آتا تو اس کے حوالے کر دیتے، یہ میں اسلام سے قبل دنیا کا دستور عرض کر رہا ہوں، اب ہمارے لیے سب سے بڑی مجبوری یہ تھی کہ ہم انہیں کس طریقے سے واپس کریں، ان چار پانچ صورتوں کو اسلام نے سامنے رکھا، اخلاقی نکتہ نگاہ سے سرکار علیہ السلام نے اس کی آزادی کی ایک اور سبیل پیدا فرمائی وہ سبیل یہ تھی کہ جو گنہگار انسان کسی غلام کو آزاد کر دیتا ہے تو اس کے جسم کے بدلے اس کا جسم جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے، ایک بات تو یہ ارشاد فرمائی، پھر فرمایا کہ اگر تم سے کوئی جرم ہو جاتا ہے، مثلاً روزہ رکھا

Marfat.com

تھا پھر توڑ دیا ہے تو قیدی کو آزاد کردو غلام کو آزاد کردو۔ اگر تم سے کوئی قتل ہو گیا ہے اور قتل خطا ہے تو غلام کو آزاد کرو، آزاد کرنے کے لیے بے شمار راستے متعین فرمادیے لیکن اس کے ساتھ یہ بات تھی کہ غلام کو وہی کھلاؤ گے جو خود کھاؤ گے، وہی پہناؤ گے جو خود پہنو گے، اگر یہ بات نہیں کرو گے، تو اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہیں، لیکن اس سے آگے بڑھ کر اسلام نے عملاً کیا کیا؟ آپ کو معلوم ہے کہ فاتح کے حساب سے سرکار علیہ السلام مکہ میں داخل ہوئے تھے، بدر کے بعد آپ نے قیدیوں کو معاوضہ ادا کر کے چھوڑنے کا حکم فرمایا، اور اس کے ساتھ یہ فرمایا تھا کہ ہمارے چھوٹے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں، اور جب کوئی قیدی بن کر آ گیا تو اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا؟

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ ایک بندہ کسی مسلمان کے قتل کے سلسلے میں گرفتار ہو کر مدینے میں آ جاتا ہے جس بندے کے بھائی کو اس نے مار دیا تھا اس دور کے قواعد کے مطابق اسے اس کے حوالے کر دیا گیا، اس نے سلاخوں والے کمرے میں بند کر دیا، اب اسے معلوم ہے کہ مجھے قتل کیا جائے گا، اب اتفاق کی بات یہ ہے کہ مقتول کے بھائی کا بچہ جس کی قریباً دو سال عمر ہے، ماں اپنے کام میں لگی ہے باپ گھر نہیں ہے، وہ بچہ گھسٹتا ہوا ان سلاخوں کے پاس جاتا ہے، قاتل قیدی اس بچے کو بہلا لیتا ہے، بچہ اندر گیا تو قیدی نے اسے گود میں لیا، (یہ بات خصوصیت سے یاد رکھیں کہ وہ قیدی مسلمان ہے) قیدی کے ہاتھ میں استرا ہے ماں دیکھ کر چیخ اٹھی، قیدی نے کہا بہن کیا بات ہے؟ اس نے کہا بہن نہ کہو، تو ہمارے بھائی کا قاتل ہے، ہم نے تجھے قتل کرنا ہے میں تمہاری بہن نہیں ہوں، مجھے یقین ہے کہ تو اب اس بچے کو مار دے گا، اس نے کہا کہ ہمارے نبی کی تعلیمات میں یہ بات شامل نہیں ہے، یہ میرا بھی بچہ ہے اور آپ کا بھی بچہ ہے،، اس نے بچے کو چھوڑ دیا، بیوی نے اپنے خاوند سے ساری بات کہہ دی۔

سرکار علیہ السلام فاتح مکہ کی حیثیت سے کعبہ میں تشریف فرما ہیں، قریش مکہ اور مکہ کے مشرکین سامنے موجود ہیں سرکار علیہ السلام انہیں خطاب فرما رہے ہیں، کہ تمہیں پتہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟ اب وہ بیک زبان پکار اٹھتے ہیں کہ آپ عظیم المرتبت انسان کامل ہیں، عظیم المرتبت باپ کے بیٹے ہیں، ہمارے ساتھ یقیناً آپ حسن سلوک فرمائیں گے، آپ نے قرآن پاک کی ایک آیت کا جملہ تلاوت فرمایا، جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ! "لا تثریب علیکم الیوم" تمہیں تو ہم جھڑکیں گے بھی نہیں، تم سے باز پرس بھی نہیں کریں گے"، اس فقرے کا ترجمہ یہ ہے، سرکار علیہ السلام پھر یہاں خاموش نہیں ہوئے، فرمایا "جاؤ تم آزاد ہو"۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا جس جماعت کا قائد کعبہ میں پہلی فتح کے بعد ساری روایات و رواجات کو ہزار ہا صدیوں کی غلامی کے انداز کو پاؤں کے نیچے اس انداز سے کچل دیتا ہے، کہ فرمایا جاؤ تم آزاد ہو، وہ غلامی کا علمبردار نہیں ہو سکتا، جس نے یہ فرمایا کہ غلاموں کو اس اس طریقے سے آزاد کردو، لیکن اگر تم مجبوری کے تحت (چونکہ تمہارے بھائی ادھر قید ہیں) انہیں اپنے پاس رکھنا چاہتے ہو، تو پھر ان کے کھانے کا بندوبست بالکل اپنے ساتھ کرو، انہیں

Marfat.com

لباس اپنے جیسا پہناؤ، پھران تعلیمات کا یہ صدقہ تھا کہ باہر سے لوگ غلام بن کرآئے اور پہلے دور میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے یہ بلال وصہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کون ہیں؟ آپ غلاموں کی فہرست دیکھیں کہ ان کا اسلام میں مقام کیا تھا کہ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورخلافت ہے ایک بندے نے پوچھا (مدینہ طیبہ میں جناب بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر) کہ من ھو؟ یہ کون ہے؟ اس کا مطلب یہ تھا یہ حبشی ہے اور مدینہ حبشیوں کی سرزمین نہیں ہے، تو یہ حبشی یہاں کیسے آگیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رقم ادا کرکے اس غلام کو آزاد کراتے ہیں، اور آج جواب یہ دیتے ہیں کہ ھذا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ یہ ہمارے آقا ہیں، اور ایسا ہی سوال حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا گیا تو فرمایا! ھذا سید سیدنا بلال رضی اللہ عنہ۔ یہ آقا کا آقا بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو یہ کیا غلامی کی ادائیں ہیں، کوئی مدینے میں بیٹھا ہوا یہ اندازہ بھی لگا سکتا ہے، کہ بلال غلام ہے صہیب یا زید بن حارثہ غلام ہیں کیا یہ غلامی کا انداز ہے کہ حضرت زید کے بیٹے کو جن کی عمر سترہ اٹھارہ سال ہے سرکار علیہ السلام اس فوج کا جرنیل بنا دیتے ہیں جسے آپ نے تبوک کے لیے تیار فرمایا تھا، اور ساتھ ہی ساتھ جو تاریخ میں حیران کن بات یہ ہے کہ جرنیل تو اسامہ ابن زید ہیں اور اس میں ایک عام سپاہی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ سرکار علیہ السلام کی یہ تعلیمات وہ ہیں جو غلامی کو جڑ سے کاٹتی ہیں ، لیکن ایک بات کو ہم نے موازنے کے طور پر لینا ہے، کہ جنگی قیدی آپ کے پاس آگئے ہیں کیا انہیں کیمپوں میں رکھا جائے؟ جنگ عظیم ثانی کے بعد برلن کے کیمپوں پر کیا گزری ہے ان خواتین پر کیا گزری ہے، اب مجھے بتائیں کہ کیمپوں میں ان لوگوں کو رکھ کر جس ذلت آمیز راستے سے انہیں گزارا جاتا ہے، کیا وہ بات ٹھیک ہے یا یہ طریقہ ٹھیک ہے کہ انہیں معاشرے میں تقسیم کردیا جائے، اور کہا جائے یہ آپ کا مہمان ہے جب تک ہمارا ادھر کوئی فیصلہ نہیں ہوتا، اس وقت تک آپ اسے نہ صرف اپنے پاس رکھیں بلکہ وہ کھلائیں جو خود کھاتا ہے۔

اور اس کے ساتھ اگلی پابندی یہ ہے کہ اگر ان خواتین سے تم شادی کرنا چاہتے ہو تو ان سے شادی کرسکتے ہو، لیکن اس کی صورت یہ ہے کہ وہ جس کے حصے میں آئی ہے، ان کے گھر باقاعدہ اسی طرح جاؤ جس طرح رشتہ مانگنے باقی گھروں میں جاتے ہو، ساتھ یہ پابندی لگادی کہ ان کی رضامندی کے بغیر ان سے شادی نہیں کرسکتے، اسلام نے یہ پابندی تحفظ کے لیے لگائی جو اپنے وارثوں کے بغیر نکاح کرالیتی ہے، یورپ خواہ ہمیں جتنا بھی تنگ نظر اور دقیانوس قرار دے۔ جس گھر میں وہ جاتی ہے پہلے چند دنوں کے بعد جس قسم کے تیروں سے اسے چھلنی کیا جاتا ہے، کیا اس کے پاس کوئی تحفظ باقی رہتا ہے؟ اگر اس کے نکاح میں باپ یا بھائی ہوتا تو اس کو تحفظ مل سکتا تھا، اس تحفظ کو برقرار رکھنے کے لیے اسلام نے ان پابندیوں کو نافذ کیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کی آزادی پر قدغن لگائی جائے، ایک کچی شاخ جدھر موڑی جائے وہ مڑ جاتی ہے، اسلام چاہتا ہے، کہ اس کچی شاخ کو جب تک یہ مضبوط نہ ہوجائے اسے مضبوط سہاروں کی ضرورت ہے۔ اپنی بیٹیوں کی بات تو الگ ہے اسلام نے کہا کہ ان غلام

Marfat.com

خواتین کو بھی بے سہارانہ چھوڑا جائے۔

پرانے معاشرے میں جب اس کی اولاد ہو جاتی تھی، تو اس اولاد کا نام الگ رکھ دیا جاتا تھا، انہیں ھجین کہتے تھے، لغت عربیہ میں اسکے دو معانی ہیں۔ ا۔گھٹیا ۲۔گوندھا ہوا آٹا۔ خاتون جس انداز سے چاہے اس کا پیڑا بنائے یا رگڑے ، پکائے اس کی مرضی مگر آٹے کی اپنی مرضی نہیں چل سکتی، اسی طریقے سے جو اولاد ان خواتین سے ہو جاتی تھی، اسے وہ ھجین کہتے تھے، اسلام نے کہا کہ یہ اولاد اسی طرح آپ کی وارث ہے جس طرح دوسری اولاد ہے، اپنی برادری والی خاتون کی اپنے معاشرے والی خاتون کی، ھجین کے لیے اسلام نے نیا لفظ ام ولد استعمال فرمایا کہ یہ بچے کی ماں ہے اور آزاد ہے، لیکن معاشرتی طور پر جس طرح ہمارے ہاں عدت ہوتی ہے، اس قسم کی خواتین ادھر سے آئی ہیں، تو ان کی بھی عدت ہوگی، اس عدت کے بغیر آپ نکاح نہیں کر سکتے لیکن وہ عدت ہماری طرح عدت نہیں بلکہ اس میں اختصار کر دیا گیا ہے، جس اختصار والی عدت سے انہیں گزرنا ہوگا تا کہ یہ ثابت ہو سکے کہ یہ مسلمان معاشرے میں رہنے کے قابل ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

کی بھی ہادی تھی اور تمہاری بھی ہادی ہوں، مسلمانوں کے پیغمبر صرف مجھ سے یہ مطالبہ فرماتے ہیں کہ کسی دور میں بھی قرآن کا دامن نہیں چھوڑنا ہے، جو اس کا دامن چھوڑتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے، اب آپ اپنے ماحول پر نگاہ ڈالیں، پچھلی چند صدیوں سے یہ ذلت اور گرد و غبار کے بادل کیوں چھائے ہوئے ہیں اس لیے کہ ہم دنیا میں چار پانچ درجن جو آزاد ملک ہیں اور کسی ملک میں بھی قرآن کی حکمرانی موجود نہیں ہے، تو جب اس کتاب کو چھوڑ دیا جائے، جو آپ کی جمعیت کی سب سے بڑی دلیل ہے، جو آپ کے اجتماع کا سب سے بڑا مرکز ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ خزاں کے پتے ہیں، جنہیں خزاں کی ہوائیں جدھر چاہیں اڑا کے لے جاتی ہیں، لہذا سرکارؐ نے فرمایا، کہ سارے کے سارے اللہ کی رسی کو تھام لو، اور تفرقہ بازی کو چھوڑ دو، میں آپ سے ایک چھوٹی سی بات پوچھتا ہوں، صحابہ عالی مقام، تابعین عظام اور تبع تابعین کرام یہ وہ لوگ ہیں، جنہیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سب سے افضل لوگ قرار دیا ہے، کیونکہ اجتہادات میں فرق ہے، طرز استدلال میں فرق ہے، دلیل دینے میں فرق ہے، لیکن آپ کو اس مثالی دور میں کوئی مذہبی پارٹی نظر نہیں آتی، جو مذہب کے خلاف جا رہی ہو، اس کا مطلب یہ ہوا، کہ وہ اپنے طرز فکر کو دوسروں پر مسلط کرنا نہیں چاہتے تھے، ہم اس راستے سے ہٹ گئے ہیں، اور بالخصوص پاکستان میں جو اقلیتی جماعتیں ہیں وہ چاہتی ہیں کہ اکثریت پر اپنے نظریات مسلط کر دیں، ہمارے ملک میں ہمارے شیعہ بھائی سوا دو فیصد ہیں، اہل حدیث حضرات ایک فیصد بھی نہیں ہیں، اور جب بات ہوتی ہے، تو ایسا انداز ہوتا ہے، کہ وہ اپنے نظریات اٹھانوے فیصد لوگوں پر مسلط کر دینا چاہتے ہیں، اور یہاں سے ہی بیماری شروع ہوتی ہے، اب جو آپ کا نظریہ ہے اس کے آپ دلائل دیں اس پر آپ کتابیں لکھیں، جو چاہیں کریں، لیکن جبر کے ساتھ اور لوگوں کو کافر قرار دے کے آپ وہ نظریہ منوانا چاہیں تو یہ تشدد ہوگا، یہ افتراق ہوگا، یہ اجتماع نہیں ہے، جو نہ دور صحابہ میں ملتا ہے نہ تابعین میں ملتا نہ تبع تابعین میں ملتا ہے، اب وہاں آپ کو کوئی پارٹی نہیں ملے گی، وہ ملت اسلامیہ کے افراد تھے، ایک چھوٹا سا تاریخی واقعہ ہے کہ!

قیصر نے شام کے علاقہ پر جو اس وقت حضرت امیر معاویہ کی حکومت میں تھا، حملہ کرنا چاہا، انٹیلی جینس نے مولائے کائنات کو یہ اطلاع دی، اور انٹیلی جینس والے خوش ہو رہے تھے، کہ معاویہؓ اور علیؓ ایک دوسرے کے مخالف ہیں، اگر معاویہؓ کا رگڑا نکل جائے، تو علیؓ کو بڑی خوشی ہوگی، آپ کو خوشی ہوتی ہے کہ فلاں کا رگڑا نکل جائے تو ہمیں بڑی خوشی ہے، یہی بات وہاں بھی تھی، انٹیلی جنس نے اطلاع دی، مولائے کائناتؓ نے ایک بات فرمائی! کاش آج کے ہمارے سیاستدان کبھی لمحات فرصت پائیں تو مولائے کائناتؓ سے فیض حاصل کرنے کی کوشش کریں، آپ نے ایک خط لکھا، معاویہؓ کو نہیں بلکہ قیصر کو خط لکھا، خط کا فقرہ یہ تھا، کہ اگر تو نے معاویہؓ کے علاقہ پر حملہ کرنے کی جرأت کی تو پہلی صف میں جو سپاہی تیرے مقابلے میں آئے گا اس کا نام علی ابن ابی طالبؓ ہوگا، یہ ہیں وہ ایمانی انداز یہ ہے وہ اتحاد کا انداز جس کی طرف قرآن ہمیں بار بار دعوت دیتا ہے۔

وَمَن لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنكُمۡ طَوۡلًا أَن يَنكِحَ

جو تم میں سے اخراجات پورے نہیں کر سکتا

ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ فَمِن مَّا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُم مِّن

کہ وہ پاکدامن مومن عورتوں سے نکاح کر سکے تو جو تمہاری ملکیت میں ہے

فَتَيَٰتِكُمُ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِۚ وَٱللَّهُ أَعۡلَمُ بِإِيمَٰنِكُمۚ بَعۡضُكُم مِّنۢ

مومن نوجوان خواتین ہوں ان سے نکاح کیا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے ایمانوں کو جانتا ہے، تم ایک دوسرے سے ہو

بَعۡضٍۚ فَٱنكِحُوهُنَّ بِإِذۡنِ أَهۡلِهِنَّ وَءَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ

ان سے بھی شادی ان کے گھر والوں کی اجازت سے ہونی چاہے، انہیں بھی ان کے مہر ۸

بِٱلۡمَعۡرُوفِ مُحۡصَنَٰتٍ غَيۡرَ مُسَٰفِحَٰتٍ وَلَا مُتَّخِذَٰتِ

معروف طریقے سے ادا کرو، وہ بھی بندش نکاح میں آنے والی ہوں غلط کار نہ ہوں، اور نہ ہی خفیہ رابطے رکھنے والی ہوں

أَخۡدَانٍۚ فَإِذَآ أُحۡصِنَّ فَإِنۡ أَتَيۡنَ بِفَٰحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ

جب وہ نکاح میں آجائیں اس کے بعد وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر آزاد

مَا عَلَى ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ مِنَ ٱلۡعَذَابِۚ ذَٰلِكَ لِمَنۡ خَشِيَ

پاکدامن خواتین کی نسبت آدھی سزا ہوگی ۹، یہ ان لوگوں کے لیے ہے، جنہیں بدی کا اندیشہ ہو

ٱلۡعَنَتَ مِنكُمۡۚ وَأَن تَصۡبِرُواْ خَيۡرٌ لَّكُمۡۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٥﴾

تم میں سے اگر تم صبر کرو تو بہتر ہے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے

ہے یہاں قرآن پاک نے لونڈی کا لفظ چھوڑ کر فرمایا! **"من فتیٰتکم المؤمنت"** ان مومن جوان خواتین سے شادی کرلو۔ جو تمہارے قبضے میں آگئی ہیں، لونڈی کا لفظ چھوڑ دیا قرآن پاک نے، اب ان لوگوں کا ایک نظریہ تھا، کہ ایسی خواتین اگر گھروں میں آجائیں تو ان کے معاشرتی اقدار لاشعوری طور پر ہمارے معاشرے پر اثر انداز ہوں گے، اور ہمارا ایمان کم ہو جائے گا، قرآن پاک نے اس بات کی بھی تردید فرمائی۔ **"واللہ اعلم بایمانکم"** اللہ تعالیٰ کو تمہارے ایمانوں کا علم ہے، ان باتوں سے ایمان کم نہیں ہوتا، لیکن اگلے لفظ نے تو انتہا ہی کردی کہ۔ **"بعضکم من بعض"** کہ وہ اور تم ایک دوسرے سے ہی ہو، تم آدمؑ وحواؑ کی اولاد ہو، میں چیلنج کرتا ہوں کہ اس قسم کا فقرہ تورات وانجیل، ژند، پاژند، اوستا، چاروں ویدوں میں سے دکھایا جائے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ غلاموں کو اپنی نسل سے کسی نے نہیں مانا تھا، انہیں انسان نہیں سمجھا جارہا تھا، قرآن پاک نے پابندی لگادی، کہ تم ایک دوسرے سے ہو، اس کا تعلق ایمان سے نہیں بلکہ ان کے تحفظ سے ہے، تو وہ لوگ جو میدان جنگ میں شکست خوردہ ہوکر تمہارے قبضے میں آگئے ہیں، ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک مت کرو، انہیں کیمپوں میں جلنے کے لیے مت چھوڑو، آپ اندازہ فرمائیں کہ مسلمان قوم کا ایک حصہ جنہیں آپ فلسطینی کہتے ہیں، وہ کیمپوں میں جس انداز سے زندگی گزارتے رہے اور جو اخلاقی برائیاں ان کیمپوں میں پیدا ہوتی رہی ہیں، کیا وہ بات بہتر ہے، یا اس طریقے سے انہیں تحفظ دے کر باعزت مقام پر پہنچا کر مستقبل میں اس بات کا خیال رکھنا کہ شاید ان کافر قوموں کو کسی وقت ہوش آجائے اور جنگی قیدیوں کا تبادلہ شروع ہو جائے، میں سمجھتا ہوں ڈائریکٹ نہیں بلکہ ان ڈائریکٹ صدیوں کے بعد پھر غیر مسلم اقوام اس بات کی طرف آگئیں کہ جنگی قیدیوں کا تبادلہ کیا جائے، اور مسلمانوں کی جنگیں جب رومیوں سے ہوئیں تو انہوں نے یہ بات مان لی، لیکن کیا ان جنگی قیدیوں کو دیکھنے کی بھی اجازت ہوگی؟ تو یہ بات ان لوگوں نے نہیں مانی چونکہ وہ اپنے گھروں میں انہیں احترام سے نہیں رکھ رہے تھے، اس کا فائدہ یہ ہوا ہمارے مخالفین نے یہ دیکھا کہ اس طریقے سے جو قیدی انہوں نے اسلامی معاشرے میں پھیلا دیے ہیں اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ کہ جب یہ آزاد ہوکر واپس اپنے گھروں میں گئے تو انہوں نے کہا کہ جن لوگوں کو تم دنیا کے ڈاکو کہتے ہو، تم بداخلاق بدکردار، بداعمال کہتے ہو ان کے گھر تو جنت ہیں، وہ ایسے لوگ نہیں ہیں وہ تو دیانتدار ہیں، انہوں نے ہمیں وہی کھانا دیا جو خود کھاتے تھے، اور اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلایا، اور اگر کوئی کام کسی دن کہہ دیتے تھے، تو ابھی آدھا کام ہوتا تھا تو وہ مدد کے لیے آجاتے، اور بھائی کے لفظ سے خطاب کرتے، ہمیں روٹی دیتے ہوئے ان کی خواتین کے ماتھے پر کبھی بل نہیں دیکھے گئے، تمہارے اپنے لوگوں کے مذہب سے تو ان لوگوں کا مذہب ہزار درجے بہتر ہے، جنہیں تم ظالم قرار دیتے ہو کیا کوئی صاحب تحقیق کرسکتا ہے کہ جو لوگ اس طرح غلام رہ کر واپس کافروں کے معاشرے میں پہنچے تھے انہوں نے کتنے ہی کافروں کو مسلمان کیا تھا، کیونکہ وہ مسلمان معاشرے میں رہ کر گئے تھے، اگر آپ قدیم تاریخ کا یا دورِ حاضر سے پیچھے نکل کر اس تاریخ کا مطالعہ کریں گے، جس تاریخ

Marfat.com

میں ہمارا عروج تھا تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بے شمار برادریاں اس لیے مسلمان ہوگئیں کہ مسلمانوں کے گھر سے ایک غلام آزاد ہوکر گیا تھا، اس نے وہاں کی تاریخ وثقافت کو بدل کررکھ دیا، اب غیروں کی یہ خواہش ہے کہ انہیں بدنام کیا جائے، کہ یہ غلامی کے داعی ہیں، ہم اس دور کی پیداوار ہیں کہ جب غلامی انتہا سے آگے بڑھ چکی تھی، اسلام آیا تو اس نے اسے مٹانے کی کوشش کی، یہ اس کا فیض اور برکت ہے کہ یورپ میں قیدیوں کا تبادلہ شروع ہوا، اور انہیں دیکھنے کی بین الاقوامی ریڈکراس کو اجازت ملی، یہ تمام باتیں لاشعوری طور پر اسلامی تعلیمات کا نتیجہ ہیں، انہوں نے ڈائریکٹ نہیں بلکہ ان ڈائریکٹ مانا ہے، تو اب آپ فرمائیں کہ کیا ہم مسلمان اس غلامی کے ذمہ دار ہیں یا عیسائی، یا ہندو دھرم یا یہودیت ذمہ دار ہے؟ میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس قسم کا اعلان باقی تمام مذاہب نہیں دکھا سکتے، جس طرح اسلام نے کیا۔

ایک تاریخی واقعہ

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط میں لکھا، اصل بات یہ تھی کہ آٹھ گھنٹے جو مزدوری کا ٹائم تھا، دس یا بارہ گھنٹے مکمل ہونے کی صورت میں دو چار گھنٹے اوور ٹائم لگایا جائے، اور انہیں فالتو مزدوری دی جائے، مدینہ طیبہ میں مصر کے مزدوروں کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا گیا کہ ہم سے فالتو ٹائم لیا جاتا ہے، اس کا معاوضہ دیا جاتا ہے لیکن ہم نہیں لینا چاہتے، ہم آٹھ گھنٹے کے بعد کام ختم کرنا چاہتے ہیں، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تاریخ ساز فقرہ جواباً عمرو بن العاص کو لکھا کہ ان لوگوں کو جب ان کی ماؤں نے جنا تھا تو یہ آزاد تھے تم لوگوں نے کب سے انہیں غلام بنالیا ہے، یعنی دو چار گھنٹے اوور ٹائم پر یہ شدید ترین فقرہ تھا۔

۸۔ اب قرآن پاک نے فرمایا کہ انہیں مہر لازماً دیا جائے، خواہ وہ باہر کے معاشرے سے آئیں یا اپنے معاشرے سے آئیں اور وہ ایک ایسے معاشرے سے آئی ہیں جہاں بے حیائی کا طوفان چلا ہوا ہے، انہیں اسلام خفیہ دوستیاں رکھنے کی اجازت نہیں دے گا، تاکہ اس اسلامی معاشرے میں خرابی پیدا نہ ہو دوسری بات یہ ہے نکاح ان کے لیے قلعے کا کام دے گا، جس طرح مسلمان خواتین کے لیے وہ قلعے کا کام دے رہا ہے۔

۹۔ یہاں ایک اور خاص بات سمجھیں کہ ان کی سزا نصف ہوگی، اور یاد رکھیں کہ یہ مراعات اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں نہیں ہیں، دراصل قرآن پاک میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں کہ ان کی گہرائی کا یہ مفہوم ہوتا ہے، اصول کی زبان میں اسے دلالت النص کہا جاتا ہے، کہ اس عبارت کا یہ مفہوم اس کے اندر سے اخذ ہوتا ہے، اس نے ادھر اشارہ کردیا ہے، یا اس قانون کا تقاضا یہ ہے کہ دلالت النص یہ ہے کہ وہ لوگ جن کے پاس وہ کیفیت نہیں ہے، جو عام معاشرے کی کیفیت ہوتی ہے، تو ان کی سزا کم کردی جائے، مثلاً ایک کنوارا لڑکا اور کنواری لڑکی اخلاقی انداز سے ہٹ جاتے ہیں، غلط حرکت کردیتے ہیں، تو انہیں نصف سزا ملے گی،

اس لیے کہ وہ ابھی زندگی کے عملی میدان سے گزرے نہیں ہیں، کہ وہ اپنے آپ کو بچاسکیں، اسی طرح جو اس معاشرے سے آپ کے پاس آئے ہیں، ان کی بھی نصف سزا ہے، اب اس خاتون کو بھی باقی معاملات میں نصف سزا ہوگی، اور اس نصف کیفیت کو اسلام نے رعایت کے طور پر محمول کیا ہے، پھر ساتھ یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم اپنے معاشرے میں شادی کرنے پر قادر نہیں ہو، مثلاً یہاں کا مہر بہت اونچا ہے، ایسی خاتون سے رشتہ کیا ہے جو ادھر سے آئی ہے، تو ہم قانونی طور پر تمہیں مجبور نہیں کرتے کہ ایسا کرو، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ اگر معاشرے میں شادی نہیں ہوسکتی اور تم اپنے آپ کو برائی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو ان سے شادی کرلو، لیکن اگر شادی نہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ ٱلَّذِينَ

اللہ تو اس بات کو چاہتا ہے کہ تمہارے سامنے حقائق کو کھول کھول کر بیان فرمائے اور تمہیں راستہ بتائے

مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾

ان لوگوں کے طریقوں کا بھی جو تم سے پہلے تھے، اور تمہاری طرف رجوع فرمائے اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے

وَٱللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ

اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے اور خواہشات کی پیروی

ٱلشَّهَوَٰتِ أَن تَمِيلُوا۟ مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُخَفِّفَ

کرنے والے لوگ چاہتے ہیں کہ تمہیں بالکل ہی راہ حق سے پھیر دیں۱۱ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے آسانی کرے تم پر

عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ ٱلْإِنسَٰنُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ

اور انسان کو تو کمزور پیدا کیا گیا ہے!! اے ایمان والو!

ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن

آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق نہ کھا جایا کرو۱۲ مگر یہ کہ

تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۚ

تجارت کرو باہم رضامندی سے اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کر ڈالو ۱۳

إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَٰنًا

بے شک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے، اور جو کوئی کرے گا ایسا اقدام سرکشی

وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًاؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

ظلم سے تو ہم اسے آگ میں ڈال دیں گے، اور اللہ پر یہ بات

يَسِيرًا ﴿۳۰﴾

بڑی آسان ہے

۱۰ وہ تو اس بات کو چاہتا ہے کہ تمہارے سامنے حقائق کو کھول کھول کر بیان فرمائے اور تمہیں راستہ بتائے ان لوگوں کے طریقوں کا بھی جو تم سے پہلے تھے، اور تمہاری طرف رجوع فرمائے اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ سابقہ قومیں بھی قانون کے دائرے میں رہتی تھیں، تو قانون کے دائرے میں رہنا انسان کی قدیم صفت ہے، لہٰذا ایسا معاشرہ جہاں قانون نہ ہو ایسا معاشرہ جہاں آئین نہ ہو، وہ معاشرہ انسانوں کا نہیں ہوتا بلکہ جانوروں کا بن جاتا ہے، یہ خاص طور پر اس لیے فرمایا کہ عرب میں ٹرائب ازم تھا اب جو ایک معاشرہ معرض وجود میں آیا تو یہ ضروری ہے کہ وہ قوانین کی حدود کے اندر رہے اور یہ آپ کو ماننا ہوگا، اور اسلام نے قانون شکنی کو بہت ہی معیوب قرار دیا، وہ مہذب قوم نہیں ہوتی، جو قانون قرآن وسنت کی روشنی میں بناتی ہے، اور پھر اسے توڑ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تمہاری طرف توجہ فرمائے اور وہ لوگ جو خواہشات کے تابع ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ان کی طرف پورے انداز سے جھک جاؤ، ان الفاظ پر بار بار غور فرمائیں کہ اس دور کا کافر معاشرہ مسلمانوں کو اپنی طرف جھکانا چاہتا تھا، آج کا مغربی معاشرہ کہتا ہے، کہ انہیں تھوڑا سا بولڈ Bold ہو جانا چاہیے، کیونکہ یہ تو بنیاد پرست ہیں، اس کو انہیں چھوڑ دینا چاہیے، یعنی وہ عیسائیت کو چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں، آپ اسلام کو چھوڑ دیں، تا کہ اعتدال پیدا ہو جائے، اصل بات یہ ہے کہ صاحب قوت جب بات کرتا ہے اس سے جس کے پاس قوت نہیں ہوتی ہے تو اس کا یہی استدلال ہوتا ہے،

۱۱ اللہ تعالیٰ تو تخفیف فرمانا چاہتے ہیں اور اس تخفیف کے کئی رنگ ہیں، مثلاً کسی نے قتل کر دیا ہے، تو اس کے وارثوں کو حق ہے کہ اسے معاف کر دیں یا اس سے دیت لیں، قتل کو لازماً جوابی طور پر قتل کی صورت نہ دی جائے، اور یہ بھی رعایت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ آزاد معاشرے میں اگر کوئی باہر کے لوگ آئے ہیں انہیں سزا دینے لگے ہو تو اپنے معاشرے کی نسبت انہیں آدھی سزا دو۔ فرمایا کہ انسان بنیادی طور پر ضعیف ہے، دیکھیں کہ آپ بنیادی طور پر زندگی کے مختلف مراحل سے

Marfat.com

گزر رہے ہیں، بیرونی قوتوں کے سامنے آپ بسا اوقات کتنے بے دست و پا ہو جاتے ہیں، اپنے معاشرے میں اوپر والا ایک افسر ہے نیچے والے لوگ اس کے سامنے کتنے بے دست و پا ہو جاتے ہیں، ان کی کتنی مجبوریاں ہوتی ہیں، تو انسان بنیادی طور پر ایسی طاقتور مخلوق نہیں ہے کہ ہر قسم کے حالات کا وہ مقابلہ کرے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ اسے مراعات دی جائیں۔

۱۲ اب ایک معاشرہ تو قائم ہو گیا، خواتین و مرد، بچے، عدلیہ و انتظامیہ بھی آ گئی، تو ارشاد فرمایا کہ تمہاری معیشت کا دار و مدار اس رزق پر ہے، جو تمہارے پاس ہے اسے غلط انداز سے کھانے اور کھلانے کی کوشش نہ کرو، ایماندارو! اپنے مالوں کو باطل طریقے سے مت کھاؤ، ہاں اگر باہمی تجارت ہے تو اس میں جو منافع ہے وہ تمہارے لیے جائز ہے،

۱۳ اپنے آپ کو قتل نہیں کرنا ہے یہاں فرمایا! "**لاتقتلوا انفسکم**" اپنی جانوں کو نہ مارو، اسلامی معاشرے کی جانوں کو قرآن پاک نے آپ کی اپنی جان قرار دیا ہے یہ آپ کی اپنی جان ہے، وہ ایک آدمی مر جائے گا اس کی بیوی بیوہ، بچے یتیم ہو جائیں گے، اس کی والدہ زندگی بھر اسے روتی رہے گی، معاشرے میں ایک ناسور جنم لے گا، لہذا یہ ضروری ہے کہ وہ وہ نہیں ہے بلکہ وہ تم ہی ہو، کتنی نفیس بات کہی ہے، کہ اپنے آپ کو مارو نہیں، اب اس میں تین باتیں آ گئیں ایک یہ کہ معاشرے میں کسی کو ناحق قتل نہ کرو، دوسری بات یہ کہ خودکشی نہ کرو، تیسری بات کی طرف علامہ بیضاوی نے بڑے ہی بلیغ انداز سے اشارہ فرمایا کہ انسان کے پاس عظیم چیز اس کی جان ہے، اسے گناہوں کی دلدل میں گرا کر اپنی آخرت کی زندگی کو ختم نہ کرو یہ [illegible]ت ہے، لہذا ان تینوں باتوں سے بچنا اشد ضروری ہے، اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے تو تم معاشرے میں رحم کو پھیلانے کی کوشش کرو، ان ہدایات کے بعد اگر کوئی بندہ زیادتی یا ظلم کی بات کرتا ہے، تو ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے، اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بات کوئی مشکل نہیں ہے، انسان معصوم نہیں ہے، معاشرہ اپنے دباؤ سے بڑے گناہوں سے روک دیتا ہے، لیکن چھوٹے چھوٹے گناہ معاشرے میں چلتے رہتے ہیں، ان سے روکنے کی کوشش کی جائے، لیکن جبر سے نہیں حسن اخلاق سے ایسے پیارے انداز سے قانون سازی کی جائے کہ انسان گناہوں سے بچ جائے، لیکن اگر نہیں بچ سکتا تو چشم پوشی کی جائے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر معاشرے میں شدت پیدا نہ کی جائے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

إِن تَجْتَنِبُوا۟ كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ

اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تمھیں روکا گیا بچو گے تو ہم دور کردیں (مٹادیں گے)

عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾

تم سے تمھاری برائیاں اور داخل کریں گے عزت والی جگہ میں ۱۴۱

وَلَا تَتَمَنَّوْا۟ مَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بِهِۦ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ لِّلرِّجَالِ

اور تم آرزو نہ کرو، جس چیز میں کچھ لوگوں کو کچھ پر اللہ تعالیٰ نے برتری دیدی ہے۔

نَصِيبٌ مِّمَّا ٱكْتَسَبُوا۟ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا ٱكْتَسَبْنَ ۚ

مردوں کو جو وہ کمائیں گے اس کا حصہ ملے گا، اور عورتیں جو کمائیں گی، اس کا حصہ ملے گا،

وَسْـَٔلُوا۟ ٱللَّهَ مِن فَضْلِهِۦٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَىْءٍ

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ

عَلِيمًا ﴿٣٢﴾

ہر چیز کو جانتا ہے، ۱۵۰

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَٰلِىَ مِمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ

ہم نے ہر ایک کے لیے وارث بنائے ہیں، جو کچھ ماں باپ یا

وَٱلْأَقْرَبُونَ ۚ وَٱلَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ فَـَٔاتُوهُمْ

قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، جن کے ساتھ تمہارے معاہدے ہو چکے ہیں، ان کا

نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾

حصہ دے دو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے ۱۶

۱۴ قرآن پاک نے ان الفاظ میں فرمایا کہ بڑی بڑی باتیں جن سے تمہیں روکا جارہا ہے اگر ان سے باز آجاؤ گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف فرمادیں گے، اور ہم تمہیں دنیا و آخرت میں عزت کے مقام پر اتاریں گے، دوسرے مقام پر فرمایا! **"ان الحسنات یذھبن السیئات"** بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں، یعنی چھوٹے گناہ نیکی سے مٹ جاتے ہیں۔

۱۵۔ انسان صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتا ہے، کچھ ان صلاحیتوں کو بھرپور انداز سے استعمال کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو استعمال نہیں کرتے۔ پہلی قسم کے لوگ ان صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے استعمال کرتے ہیں، اور مختلف فیلڈز Fields میں بہت آگے نکل جاتے ہیں، اب جو پیچھے رہ گیا اسے اخلاقی درس دیا جارہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو کوئی برتری عطا فرمادی ہے، تو اس برتری کے خلاف حسد کرنا، اور اس برتری کی وجہ سے اس کے خلاف بغض رکھنا اچھی بات نہیں ہے، قاعدہ کلیہ یہ یاد رکھو کہ مرد جو کچھ عمل کریں گے، یا کمائیں گے، کمانے سے مراد یہاں صرف مال نہیں ہے، اعمال مراد ہیں، مرد جو اعمال کرتے ہیں، ان کا بدلہ انہیں ملتا ہے، چاہے وہ نیکی کے عمل میں ہو یا بدی کے عمل میں ہو، اور خواتین جو اعمال کرتی ہیں، ان کا بدلہ یقیناً انہیں ملے گا، اللہ تعالیٰ ان سب اعمال کو جو معاشرے کا نیچے والا طبقہ کر رہا ہے یا اوپر والا طبقہ کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو جانتا ہے، یہاں جو بات یاد رکھنے کے قابل ہے، وہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کو بحیثیت جنس اسلام نے تقسیم نہیں کیا، اس کا نظریہ زندگی یہ ہے کہ عورت ہو یا مرد ہو مدار اس دنیا میں بھی کامیابی کا اور آخرت میں بھی کامیابی کا بہترین قسم کے اعمال ہیں، جب آپ ان اعمال پر چل پڑیں گے، اس دنیا میں بنی نوع انسان کی بہتری سوچیں گے خود اخلاقی نکتہ نگاہ سے ان راستوں پر چلیں گے جو اسلام نے متعین کیے ہیں، تو یہ یقینی بات ہے کہ معاشرہ آپ کو احترام دے گا، آپ عملاً ان باتوں کو معاشرے میں دیکھ سکتے ہیں، اور اگر اس دنیا میں یہ انداز نہیں ہے، تو معاشرے سے لے کر پولیس تک سارے اس بندے کے پیچھے پڑے رہیں گے۔

تو ارشاد یہ فرمایا کہ جنس کی بنیاد پر تفریق کا تصور باطل ہے، اعمال پر مدار ہے انسان کی فلاح و بہبود کا اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی، وراثت کے متعلق قوانین آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں، یہاں حق ثابت کرنے کے لیے ایک بات کہی ہے جو میں آپ سے عرض کر چکا ہوں، کہ عرب صرف ان بچوں کو وراثت دیتے تھے جو میدان جنگ میں لڑ سکتے ہوں، اور باقی دنیا کے جو ادوار

تھے وہ میں عرض کر چکا ہوں، یہاں اس ساری بات کو قرآن پاک نے توڑ دیا، فرمایا جو بندہ بھی مر جاتا ہے، اس کے پیچھے وارث ہوتے ہیں، خواہ مرنے والے ماں باپ ہوں، یا قریبی رشتہ دار ہوں، لہٰذا کچھ کو وراثت ملے اور کچھ کو نہ ملے یہ تمہارے طریقے ہیں، یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، سب کو وراثت ملے گی جو اس کے مستحق ہیں اسلامی نکتہ نگاہ سے، ان کا ایک طریقہ تھا کہ معاہدہ کرتے تھے، اور 1/6 جن سے معاہدہ ہوتا تھا وراثت کا انہیں دے دیا جاتا تھا، اسلام نے اس حد تک اجازت دیدی، جب تک حصے مقرر نہیں ہوئے تھے، کہ جس سے معاہدہ ہے اسے 1/6 دیا جاسکتا ہے، لیکن آگے چل کے اسلام نے اسے روک دیا، وصیت نیک مقاصد کے کرنے کی اجازت دی، وہ سارا غریبوں کا حصہ تھا معاہدہ کرنے والے لوگوں کا نہیں تھا، معاہدے والی جو جائیداد تھی اسے اسلام نے روک دیا۔

۱۶؎ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے ہر چیز، وہ اس پر گواہ ہے۔، اللہ کا شکر ہے کہ انہوں نے بھی شہید کا معنی یہاں روبرو کر دیا ہے، اس کا معنی گواہ کر دیا ہے، اب اس بات سے ثبوت مل گیا کہ جہاں شہید کا لفظ نبی علیہ السلام کے لیے آئے گا وہاں اس سے بھی وہی مراد ہوگی گواہ، جو روبرو ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ارشاد فرمایا! تفرقہ بازی سے ہٹ جاؤ، ایک اور مثال پیش کرتا ہوں، آپ دعا کریں کہ ہمارے علما چھوٹی چھوٹی باتوں پر کفر اور اسلام کے وسیع فاصلے کو درمیان میں حائل نہ فرمادیا کریں۔

ایک اور حسین مثال

حضرت شافعیؒ کا مسلک یہ ہے، کہ جب آپ نماز پڑھ رہے ہوں امام کے ساتھ تو آپ آمین اونچی آواز سے کہیں، ہاتھ اوپر باندھیں، زیر ناف ہاتھوں کو نہیں باندھنا۔ ایک دفعہ وہ بغداد میں آجاتے ہیں اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ انہیں مغرب کی نماز اعظمیہ میں پڑھنے کا موقع ملتا ہے، جہاں امام اعظمؒ کا مزار ہے انہوں نے ایک تو آمین بلند نہیں کی، اور دوسرے اپنے ہاتھ جو باندھے ہیں وہ سینے پر نہیں بلکہ زیر ناف باندھے ہیں، بعد میں آپ کے ایک شاگرد نے کہا کہ 'حضرت یہ کیا ہوا کہ آپ نے ایک تو ہاتھ زیر ناف باندھ لیے، دوسرا آمین بلند آواز سے نہیں کہی، حضرت شافعیؒ جیسے عظیم مجتہد کا جواب یہ تھا کہ آپ کو پتہ نہیں کہ اس قبر میں کون سو رہا ہے، مجھے ان سے حیا آتی ہے کہ یہاں آ کے میں ان کے خلاف کام کروں'۔ کیا یہ آپ کے اسلاف کا طریقہ نہیں ہے، آپ کس راستے پر چل رہے ہیں۔ اصل میں ایسا ہی ہونا چاہیے۔

اللہ کی نعمت تم یاد کرو، کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، چاہے مکے والے ہوں یا مدینے والے ہوں اور خاص طور پر مدنی حضرات ان میں اوس وخزرج نسل در نسل، ایک سو بیس سال تک ایک دوسرے سے لڑتے رہے، اب جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ خدا جانے وہ کیا بات تھی کیا انداز کرم تھا کہ جو کل کے دشمن تھے وہ آج ایک دوسرے کے دوست بن گئے ہیں اللہ نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی نعمت کی وجہ سے وہ بھائی بھائی بن گئے۔

اب اس بھائی بھائی بننے کا مظاہرہ مدینے میں کئی طریقوں سے ہوتا ہے، ایک تو وہ مواخات ہے جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار میں قائم فرمائی تھی، اور دوسرا قرآن کا وہ حکم تھا کہ "انما المومنون اخوة" مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اب اس معاشرے میں محبت یوں پھیلی کہ یہ ایک دوسرے کے بھائی بن گئے، دشمنی دوستی میں بدل گئی، ایک نئی قوم نے جنم لیا، جو سابقہ قوموں سے نہ اخلاق میں مشابہ تھی، نہ اعمال میں مشابہ تھی، نہ کردار میں مشابہ تھی، نہ سیاست میں مشابہ تھی، نہ معاشرت میں مشابہ تھی، وہ ساری باتیں جو ان کی گھٹی میں پڑی تھیں، جب اللہ نے اپنے محبوب کے ذریعے انہیں تفرقوں سے نکال کے بھائی بھائی بنایا، تو وہ ساری کی ساری باتیں چشم زدن میں ختم ہو کے رہ گئیں، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا، کہ تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے، دیر اتنی ساری ہی تھی، کہ پاؤں پھسلے اور تم جہنم کے کنارے سے جہنم کے اندر گر جاؤ، اب تم سارے کے سارے جہنم سے نکل گئے ہو، "فانقذکم منها" یہاں ایک ضمنی نکتہ عرض کرنا چاہتا ہوں، اردو تفسیروں میں بھی یہ نہیں ملے گا، یہاں خطاب ہے سارے صحابہ کو، ایک حدیث میں نے آپ کو سنائی ہے کچھ لوگوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہوا ہے، اس کو قرآن سے ثابت کرنا

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ

مرد ذریعہ قیام بحالی ہیں عورتوں کے لیے، اللہ تعالیٰ نے کچھ مردوں کو کچھ دوسرے مردوں پر فضیلت دی ہے

عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ

اس لیے کہ وہ راہِ خدا میں مال خرچ کرتے ہیں، بعض عورتیں

قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ

جو قناعت پسند ہیں، وہ حفاظت کرتی ہیں پس پردہ جس کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت کہی ہے ۱۸ وہ خواتین

نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ

جن کی نسبت تمہیں خوف ہے ۱۹، انہیں نصیحت کرو، انہیں بستروں میں الگ چھوڑ دو،

وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ

اور انہیں ہلکی سی سزا دے دو، اگر وہ تمہاری بات مان لیں ۲۰، تو تم نیا راستہ تلاش نہ کرو،

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ

یقیناً اللہ تعالیٰ برتر اور بڑائیوں والا ہے، اگر تمہیں خوف ہے، کہ وہ ایک دوسرے سے پھوٹ چکے ہیں

بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ

تو ایک ثالث مرد کے کنبے سے اور ایک ثالث عورت کے کنبے سے بھیجو ۲۱

يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿٣٥﴾

اگر دونوں اپنی اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دیگا، بے شک اللہ خوب جاننے والا، ہر چیز سے آگاہ ہے

ہے،چونکہ معاشرے میں دونوں مساوی انداز سے چل رہے ہیں خواتین وحضرات ،اب واضح بات ہے کہ کسی کو گھر کا سربراہ بنانا ہے، سربراہ بنانے کے لیے وہی بندہ موزوں ہوسکتا ہے، جو ہر قسم کی محافل میں پہنچ سکتا ہو، اور جو ہر قسم کی محافل میں پہنچ نہ سکے، وہ سربراہی کے قابل اس لیے نہیں ہے، کہ کچھ جگہوں میں وہ پہنچ جائے گا، کچھ جگہوں میں وہ پہنچ نہیں سکے گا، تو قرآن حکیم نے اعمال کی جزا اور سزا کو بالکل مساوی رکھ کے انسانی کوششوں کو جن کے ذریعے انسان زندگی گزارتا ہے، جنہیں آپ کہتے ہیں کہ میرے پاس زندگی کے مواقع کیسے ہیں، ان مواقع میں بھی خواتین وحضرات کو ایک جیسے مواقع مہیا کرنے کے بعد گھر کی سربراہی مرد کے حوالے کی، اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے ہمارے مترجمین نے پیچھے جو آیات گزری ہیں ان کا خیال نہیں کیا، قرآن پاک نے باقی مقامات پر خواتین کے لیے جو باتیں حقوق کے طور پر بیان کی ہیں ان کا بھی خیال نہیں کیا، اور اس کا ترجمہ کرتے ہوئے یہ حضرت صاحب بھی لکھ رہے ہیں، ''مرد حاکم ہیں عورتوں پر'' یہ ترجمہ ٹھیک نہیں ہے، کچھ اور لوگ بولے انہوں نے حاکم کا لفظ کاٹ کے افسر کا لفظ لکھ دیا، افسر کا لفظ بھی ٹھیک نہیں ہے، اصل ہم نے جائزہ اس بات کا لینا ہے کہ **"قوام"** لفظ بنا کس لفظ سے ہے، قوام کی مصدر ہے قیام، اور وہ حاصل مصدر کے معنے میں ہے اس نکتے پر آپ جتنا غور کریں گے بات واضح ہو جائیگی، قوام ہے مصدر لیکن وہ حاصل مصدر کے معنے میں ہے، اور پھر بے حد معذرت کے ساتھ، کہ عربی گرامر دنیا کی وسیع ترین گرامر ہے اور انہوں نے حاصل مصدر کی بحث نہیں لکھی ہے، پوری عربی گرامر میں حاصل مصدر کی بحث نہیں ہے، میں اکثر علماء کو پڑھاتے ہوئے جامی وعبدالرسول میں میں یہ کہتا ہوں کہ یہ گرامر کی سب سے زیادہ ضخیم کتابیں ہیں، لیکن ان میں مجھے بتائیں کہ حاصل مصدر کہاں لکھا ہے، تو حاصل مصدر عربی میں معاملہ چلتا ہے ترجمے میں لیکن انہوں نے اس پر بحث کوئی نہیں کی، ان کی جامع زبان ہوتے ہوئے اس کی گرامر لکھنے والے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہے، تو یہاں قیام مصدر ہے اور حاصل مصدر کے معنے میں ہے، جس کا معنی ہے، **"مایقوم به شیء"** جو کسی اور شے کو قائم رکھنے کا ذریعہ ہو۔ جب آپ شربت بناتے ہیں، تو جب چینی اچھے طریقے سے آگ پر پک جائے کہ ہاتھ سے چپکنے لگے تو آپ کہتے ہیں کہ قوام بن گیا ہے، کہ اب اس سطح پر پہنچ چکا ہے کہ اس میں جو چیز اور ملائی ہے ملا کے ختم کیا جاسکتا ہے، تو جس کے ذریعے کسی شے کا قیام ہو، اب ہم قرآن پاک کی ان آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے یوں کہیں گے کہ ''مرد عورتوں کے قیام کا ذریعہ ہیں''۔ یعنی مردوں کے ذریعے گھر کے معاشرے کا قیام ہوتا ہے۔

مردوں میں دو قسم کے لوگ ہیں، کچھ وہ لوگ ہیں جو بہت آگے نکل گئے ہیں، تو قرآن پاک نے کہا کہ مردوں کو بھی بعض کو بعض پر فضیلت ہے، یہاں ان لوگوں نے ترجمہ کرتے وقت بڑے عجیب انداز سے ترجمہ کیا ہے، ''ھم'' کی ضمیر مذکر کے لیے ہے، کہ مردوں کو ایک دوسرے پر فضیلت ہے، انہوں نے ساتھ خاتون کو بھی یہاں شامل کرلیا ہے، یہ بات نہیں تھی، کہ مردوں کو

ایک دوسرے پر فضیلت ہے، اور فضیلت کی بنیاد کیا ہے، کہ وہ راہِ خدا میں مال خرچ کرتے ہیں، یہاں ایک چھوٹا سا نکتہ ذہن میں آجانا چاہیے، میں پھر ایک مرتبہ معذرت کروں گا کہ آپ لوگ اردو کی تفسیریں دیکھتے رہتے ہیں میں عموماً تحقیقی دنیا میں بے شمار لوگوں کے نظریات سے ہٹ جاتا ہوں، میرے سامنے دو چیزیں ہیں قرآن پاک کی تفسیر قرآن سے اور قرآن پاک کی تفسیر حدیث پاک سے، قرآن پاک کی تفسیر عربی کی فصاحت و بلاغت سے، قرآن پاک کی تفسیر عربی ادب سے، قرآن پاک کی تفسیر عربی گرامر یعنی صرف ونحو سے، یہ بنیادی باتیں ہیں، اب اگر آپ انہیں چھوڑ کے اپنے انداز سے ترجمہ کریں گے تو جگہ جگہ پر ٹھوکریں لگیں گی، لہٰذا میں ابھی کہہ رہا تھا کہ یہ ترجمہ غلط ہے بے شک یہ عظیم عالم ہیں، اب یہاں فضیلت مردوں کی مردوں پر ہے، اور بات یہ کہی کہ وہ مرد دوسرے مردوں کی نسبت مال زیادہ خرچ کرتے ہیں، اب یہاں فضیلت کا معیار کیا ہوا، کیا صرف مال خرچ کرنا معیار ہے، یہ بات نہیں ہے، مال کو کسی ارفع مقصد کے لیے خرچ کرنا یہ معیار ہے، اگر اس مال کے خرچ کرنے میں کوئی ارفع مقصد نہیں ہے، تو پھر وہ دولت کی نمائش ہے، وہ کچھ بھی نہیں ہے، تو اب جو مال راہِ خدا میں خرچ ہوگا وہ کن لوگوں پر لگے گا، یا تو اس سے رفاعِ عامہ کے مقاصد وابستہ ہوں گے، مثلاً وہ کنواں ہے، وہ تالاب ہے، وہ مسجد ہے، وہ مدرسہ ہے وہ سڑک ہے، وہ ہسپتال ہے، وہ سکول ہے، وہ شاندار سی لائبریری ہے، یا تو یہ عوامی مقاصد ہیں، جہاں وہ پیسہ لگا ہے، یا وہ عوامی مقاصد نہیں ہیں اور وہ کسی اور مقصد کے لیے لگا ہے، کسی فرد کی ضرورت کو پورا کر دیا ہے اس کی غذا کے حساب سے، لباس کے حساب سے، اس کی کسی اور ذاتی غرض کے حساب سے، تو جو پیسہ بھی راہِ خدا میں جاتا ہے، اس کے مقاصد انتہائی اعلیٰ ہوتے ہیں، لہٰذا ان مقاصد کے نکتہ نگاہ سے وہ بندہ راہِ خدا میں دولت خرچ کرتا ہے، وہ یقیناً مرتبے میں اس سے اوپر ہے جو اس انداز سے دولت خرچ نہیں کرتا، یہاں پھر توجہ اس بات کی طرف دلاتا ہوں، کہ نماز صرف آپ کی انفرادی زندگی کو سنوارتی ہے، روزہ صرف آپ کی انفرادی زندگی کو سنوارتا ہے، لہٰذا یہاں نہ نماز کا ربّ نے ذکر کیا ہے نہ روزے کا ربّ نے ذکر کیا ہے، جب ایک معاشرے کی تخلیق ہو رہی ہے، اور مرد کو گھر کا ذمہ دار ٹھہرایا جا رہا ہے، تو جو باتیں معاشرے کے لئے بہتر ہیں ان کا ذکر کیا قرآن پاک نے یہاں، تو بنیادی طور پر مال کا ذکر کیا جو راہِ خدا میں صرف ہو اور جس سے یہ مقاصد پورے ہوں، جو میں نے آپ کے سامنے ذکر کیے ہیں، لیکن یہ محدود مقاصد نہیں، آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ان میں اور کون کون سے مقاصد شامل کیے جا سکتے ہیں، قرآن پاک کی عظمت یہی ہے، کہ بڑے بلیغ انداز سے ایک پورے میدان کے دروازے پر لے جا کر دروازہ کھول دیتا ہے، پھر آپ سے کہتا ہے کہ اس میدان کو کس طریقے سے آپ نے استعمال کرنا ہے ہم نے آپ کو صلاحیتیں دے رکھی ہیں، کسی مقام پر بھی تیری سوچیں ہمارے نظریے سے الگ نہیں ہو جانی چاہیں، لیکن اس کھلی فیلڈ میں آپ نے کام کرنا ہے، تو آپ جہاں تک جا سکتے ہیں وہ کام کیا جائے، یہاں مردوں کے لیے دو جملے کہہ کے بات ختم کر دی ہے، پہلا جملہ یہ تھا کہ آپ گھر کے نگران ہیں

Marfat.com

،آپ کے ذریعے گھر کا قیام ہے، دوسرا جملہ یہ تھا کہ آپ نے راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے، اور نتیجتاً آپ کو فضیلت ملتی ہے، یہ دو جملے تھے۔

۱۸۔ اب خواتین کے لیے تین چار لفظ الگ استعمال کیے ہیں، انہیں غلط ملط کرنے سے بے شمار معنوی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں، خواتین کے لیے "**فالصلحت**" کا لفظ استعمال کیا اس کا ایک معنی ہے نیک، دوسرا معنی ہے باصلاحیت۔ قرآن پاک نے جہاں کہیں بھی صالح کا یا صالحات کا لفظ استعمال کیا ہے، میرے نزدیک اس کا معنی باصلاحیت ہے، وہ صلاحیت والی عورتیں، "**قنتت**" وہ نیکی کرنے والی ہیں، وہ اطاعت کیش ہیں، وہ باپ کی بات بھی مانتی ہیں، وہ بھائی کی بات بھی مانتی ہیں، وہ میاں کی بات بھی مانتی ہیں، اور اپنی صلاحیت کی وجہ سے معاشرے میں چار چاند لگا دیتی ہیں، یہ معنی ہے صالحات کا جب وہ قانتات ہوں ، قانتات کا صرف لفظی معنی تابعدار ہونا نہیں ہے، تابعدار لفظ ہی سرے سے غلط ہے، ہم اس معنی میں لیتے ہیں جس سے وہ بات مان لیتا ہے، وہ تابعدار ہیں، اور لفظی معنی اس کا یہ نہیں ہے، لفظی معنی یہ ہے کہ جو کسی کو اپنے تابع رکھتا ہو، تابعدار کا لفظی معنی یہ ہے ہم نے یہاں الٹی گنگا بہائی ہوئی ہے، یہ لفظ اردو ادب میں جس انداز سے ہم استعمال کر رہے ہیں وہ غلط العام میں شامل ہے، قانت وہ ہے کہ گھر میں جو ملتا ہے اس سے زیادہ کا وہ مطالبہ نہ کرے، مطلب یہ کہ میاں کی استطاعت ہے وہ تین چار ہزار روپے تک اخراجات برداشت کر سکتا ہے، تو اسے دس ہزار پر مجبور نہ کیا جائے، وہ قناعت پسندی ہوتی ہے، تو قناعت کا لفظ ہمارے ہاں آتا ہے، قانت اس معنی میں آپ استعمال فرمائیں، وہ اس انداز سے اس معاشرے میں چلتی ہے، کہ جتنی اس کی آمدن ہے، اس آمدن سے آگے نہیں بڑھتی، آگے بڑھے گی تو اس کی دو صورتیں ہیں، گھر کا امن تباہ ہوگا، اور اگر خاوند کسی اہم جگہ پر بیٹھا ہے، تو وہ راشی بن جائے گا، لہذا یہ دو خرابیاں لازم آتی ہیں، لہذا قرآن پاک نے یہ پابندی لگا دی، اور تعریف اس خاتون کی کی ہے، جو باصلاحیت ہے، اور اس صلاحیت سے گھر کو آباد کرتی ہے، اسے بربادی کی طرف بڑھنے نہیں دیتی، اور اس انداز سے چلتی ہے کہ سارا گھر صحیح انداز سے چلے۔ جب خاوند گھر موجود نہیں ہوتا، یہ تیسری خاتون کی صفت بیان فرمائی ہے، اب یہاں خاوند غائب ہے گھر میں موجود نہیں ہے، تو جس شے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہ اس کی حفاظت فرماتی ہیں، یہ تیسری بات تھی جو خواتین کے لیے ارشاد فرمائی۔

آیئے میں آپ کو حضور علیہ السلام کی ایک حدیث پاک کا ترجمہ سنا دوں، تا کہ پتہ چلے کہ یہاں سرکار علیہ السلام نے کس لطافت سے انسانی مفاہیم و مقاصد کا ذکر فرمایا ہے۔

''سب عورتوں سے بہتر وہ عورت ہے جب آپ اس پر نگاہ ڈالیں وہ آپ کو خوش کر دے، جب کوئی بات آپ اس سے کہیں تو وہ اس بات کو مان لے، جب آپ اس کے پاس نہ ہوں، دو چیزوں میں وہ حفاظت کرے ایک اپنی جان کی حفاظت کرے غلط

Marfat.com

راستوں پر جانے سے اور دوسری تیری عدم موجوگی میں تیرے مال کی حفاظت کرے''۔

اب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو خاتون کا معیار قائم فرمایا، اللہ کرے ہمارا معاشرہ اس انداز کو اپنا سکے، تو قرآن حکیم نے انتہائی بلیغ انداز میں فرمایا کہ جب آپ غائب ہوتے ہیں، تو جس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اچھی خاتون اس کی حفاظت کرتی ہے، اب یہاں خواتین کے لیے بھی یہ باتیں آئیں، باصلاحیت خاتون قناعت پسند ہوتی ہے، باصلاحیت خاتون گھر کے معاملات کو چلاتے ہوئے خاوند کی موجودگی میں عدم موجودگی میں مالیاتی انداز وہی اپناتی ہے جو اسے اپنانا چاہیے، اور اپنے آپ کی حفاظت کرتی ہے، لیکن معاشرے میں یہ بات قائم نہ رہ سکے تو پھر کیا کیا جائے، یہ تو اخلاقی درس تھا اب قانونی نکتہ آیا، اس قانونی نکتہ کو ساری دنیا اپنی دساتیر میں چلاتی ہے، میرے پاس وقت ہوتا تو یقیناً میں اس جملے پر 40 یا 45 منٹ ضرور لگاتا، کہ دنیا کے دساتیر خواتین کو کیا حکم دیتے ہیں اور اسلام یہاں کیا بات کہنا چاہتا ہے، لیکن میں دساتیر کی طرف نہیں جاؤں گا، صرف یہی کہوں گا کہ کوئی معاشرہ ایسا نہیں جہاں گھریلو زندگی میں تلخی پیدا نہ ہوتی ہو، اگر ہزار گھر میں پیدا نہیں ہوتی تو دس بیس سے اوپر گھروں میں ضرور ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے، اس کا حل کیا ہوگا، کیا آنکھیں بند کر کے کہا جائے کہ جناب کوئی مذہب اس قسم کی بات کرے گا کہ جو میاں بیوی کے درمیان مداخلت ہو، اس کا مطلب ہے کہ کوئی بھی مذہب یا کوئی بھی آئین مداخلت نہیں کرے گا، تو پھر ان میں سے ایک مارا جائے گا، لہذا آئین مداخلت کرتا ہے، اگر وہ جانوروں کا آئین نہیں ہے تو یقیناً مداخلت کرے گا، خواہ وہ کمیونسٹوں کا آئین ہو وہ بھی مداخلت کرے گا، ہندو کا آئین ہے تو وہ بھی مداخلت کرے گا، عیسائی کا یا یہودی کا آئین ہے تو وہ بھی مداخلت کرے گا، ان جھگڑوں کو کسی طریقے سے نمٹانا ہوتا ہے، لہذا کچھ مفکرین صرف اسلام سے کیوں یہ مطالبہ کرتے ہیں، کہ گھر میں جھگڑا ہو گیا ہے تو اسلام بیٹھ کے تماشہ دیکھتا رہے، اسے کوئی بات کرنے کا حق نہیں ہے، یہ اگر باپ کہے گا تو یہ میاں کی برتری ہے، ماں کہے گی تو یہ بیوی کی برتری ہے، اگر دوسرے قوانین میں یہ برتری اور بہتری ہوتی رہے تو اس کی اجازت ہے، صرف اسلام کو بولنے کا حق نہیں ہے، اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور زندہ انسانوں سے تعلق رکھتا ہے، لہذا اسے ہدایات دینی ہیں، اور ہر حال دینی ہیں۔

۱۹ اب فرمایا اگر تمہیں خوف ہے، کہ ان خواتین کا مزاج اچھا نہیں ہے، وہ ہر معاملے میں ناک چڑھاتی ہیں، اور ہر معاملے میں وہ جھگڑتی ہیں، تو ان پر ابتداء میں بالکل سختی نہیں ہے، ''فعظوھن'' انہیں نصیحت کرو، پاس بٹھاؤ، بٹھا کے بات کہو، کہ معاشرتی انداز سے یعنی کہ ان کے انداز کے مطابق، ملکی قوانین کے مطابق، یہ بات اخلاقیات سے باہر لے جا رہی ہے ہمیں، لہذا ہمیں ان حدود کو توڑنا نہیں چاہیے یہ ہے فعظوھن۔ کہ نصیحت کرو، اگر وہ باز نہیں آتیں، ان کے بستر اپنے کمروں سے دوسرے کمروں میں الگ کر دو، یہ ایک قسم کی سزا ہے، لفظی معنی یہ ہے کہ انہیں چھوڑ دو ان کے اپنے بستروں میں۔ اگر اب بھی معاملہ ٹھیک نہیں ہوا

Marfat.com

،تو انہیں ہلکی سی سزادی جاسکتی ہے،قرطبی فرماتے ہیں جو عربی کے بہت بڑے فاضل ہیں،اس آیت میں جو الفاظ ہیں ان سے مراد بے تحاشہ پیٹنا نہیں ہے،ایسی ضرب جس سے ایک باضمیر انسان کا ضمیر جاگ جائے،اور وہ اپنے خیال سے پیچھے ہٹ جائے،ادب کے لیے ہلکی سی ضرب دو،مگر ہوتا یہ ہے کہ ایک بااصول آدمی چل رہا ہے اور اس سے غلطی ہوگئی ہے،تو پہلے مقام پر وہ نصیحت سے اپنا مقام بدل لیتا ہے،نصیحت سے نہیں بدلا تو دوسری سٹیج پر جب بستر سے الگ کردیئے جائیں یا کمرہ تبدیل کردیا جائے،تو اس سے بہت سی خرابیاں رفع ہوسکتی ہیں،اب بھی اگر معاملہ بگڑا ہوا ہے تو پھر تھوڑی سی سختی کی جاسکتی ہے،یورپ جو ہمیں ادب سکھاتا ہے،وہاں اگر ایک خاتون زیادہ طاقت والی ہے تو وہاں جو مرد کی مرمت ہوتی ہے وہ یورپ والوں کو پتہ ہے،اور اگر مرد زیادہ ہمت والا ہے،تو محترمہ کی جس انداز سے پٹائی ہوتی ہے،اس کا اپنا الگ مقام ہے۔

آپ حضرات نے شائد اخبارات میں پڑھا ہو یہ دو چار سال پہلے کا واقعہ ہے،کہ ایک میاں بیوی امریکہ میں الجھے،اس مرد کا وجود بڑا ہلکا پھلکا تھا،بیوی جسمانی طور پر کافی طاقت ورتھی،بڑی قوت سے نیچے گرایا اور اوپر بیٹھ گئی،اس نے سوچا کہ اگر میں اس کے اوپر سے اٹھی تو یہ پھر لڑے گا اس لیے اس کے اوپر سے میں اٹھتی نہیں ہوں،جب اٹھی تو وہ مرچکا تھا،اب یہ لوگ اگر ہمارے معلم ہیں تو پھر اللہ ہی حافظ ہے اس تعلیم کا اس معاشرے کا،اس قوم کا جوان لوگوں کو اپنا قائد بنارہے ہیں،آئیے یہ وہ ترجمہ ہے جو ہمارے مفسرین نے کیا ہے،لیکن یہاں بھی مجھے تھوڑا سا اختلاف ہے،یہ علمی اختلاف ہے،میں اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ قانونی نکتہ نگاہ سے اس تیسری سطح پر جب نصیحت بھی اثر نہ کرے،جب کمرے میں الگ ہوجانا بھی اثر نہ کرے،تو تیسری سطح پر ہلکی سی سزا جائز ہے شرعی نکتہ نگاہ سے،قانونی نکتہ نگاہ یہ ہے،لیکن اس کے بلیے میں ایک اور بات کہتا ہوں،مرد چونکہ ذریعہ قیام ہے خاندان کا،لہذا اسے فوری طور پر طلاق دینے کا حق نہیں ہے،ہمارے ہاں جو طلاقوں کی کثرت ہوگئی ہے،تو یہ مغرب سے درآمد شدہ تہذیب کا نتیجہ ہے،اسلام کے ہادی علیہ السلام کا ارشاد عالی ہے،ایک شے جو مباح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو بے حد ناپسند ہے،اب اسے سرکار علیہ السلام نے مباح فرمایا،مباح باتوں میں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں معیوب بات ہے وہ طلاق ہے،لہذا طلاق کی فوری طور پر اجازت نہیں ہے،اب اگلے لفظ کو میں ایک اور معنے میں لے جارہا ہوں،یہ تو تحقیق ہے زبان کی،اگر کسی کو معنی نہیں جچتا ہے تو میں یہ نہیں کہتا کہ وہ اسے ضرور مانے،بھائی اگر آپ گھر کے سربراہ ہیں،میں سمجھتا ہوں کہ ضرب کا معنی بار بار چلنا بھی ہوتا ہے،"**واضربوھن**" کا معنی ہوگا کہ انہیں سیدھے راستے پر لانے کے لیے بار باران کے پاس جاؤ،تاکہ اگر اس کے مزاج میں زیادہ کرختگی آگئی ہے،اسے نرم کرنے کے لیے آپ کا بار بار اس سے گفتگو کرنا بار بار اس کے سامنے اچھی باتیں پیش کرنا،ان کا یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ایک سٹیج پر جاکر وہ آپ کی بات مان لے،اور اطاعت کیش ہوجائے،میرے نزدیک اس کا یہ معنی بھی ہے،اور اس معنی میں ایک اور بات بھی ہوگی،کہ مغرب جو بدمزاجی سے اسلام کے پیچھے پڑا ہوا ہے،اس کی بدمزاجی کو بھی

Marfat.com

راستہ نہیں ملے گا اس معنی پر اس کو اعتراض کرنے کا چونکہ عربی لغت میں یہ بات موجود ہے، لہذا اسے بھی ساتھ شامل کیا جائے، لیکن میں پہلا مترجم ہوں جو یہ ترجمہ کر رہا ہوں، آپ کو قرآن پاک کے کسی ترجمہ میں یہ بات نہیں ملے گی۔

۲۰ **"فان اطعنکم"** اگر اس سٹیج پر پہنچ کر انہوں نے آپ کی بات مان لی ہے۔ **"فلا تبغوا علیھن سبیلا"** ان کے لیے پھر کوئی اور نیا راستہ تلاش نہ کرو، کیا مطلب کہ شدت سے پیٹنے کی کوشش نہ کرو، ایسی سزا دینے کی کوشش نہ کرو، جو سزا تہذیب انسانی کے خلاف ہو، اسلام کی اعلیٰ اقدار کے خلاف ہو، اور یہ یاد رکھو کہ گھر میں اگر تمہاری برتری ہے تو تم اپنے گھر کے قیام کا ذریعہ ہو، تو ایک اور قوت بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں، وہ تم سے بہت اوپر ہے۔ لہذا اگر وہ تمہارے گھر میں کسی ذہن سے لگاؤ نہیں رکھتی، تو اس بنا پر اسے پیٹنے یا مارنے کی کوشش نہ کی جائے، اگر تم اس کو مارو گے تو جوابی طور پر وہ برتر خدا تمہیں بھی سزا دے گا، وہ بہت بڑا ہے، لہذا اس کی عظمتوں کو اور بڑائیوں کو سلام کرتے ہوئے معاشرے میں رواداری، اخلاق اور حسن بکھیرنے کی کوشش کرو، اب معاشرے والوں کی بات آئی، یہ دونوں آیتیں گھر کی چار دیواری تک تھیں۔

۲۱ اب بات یہ ہے کہ کسی طریقے سے بھی نبھاؤ نہیں ہوتا، میاں بیوی دونوں آپس میں نہیں چل سکتے، پھر کیا کیا جائے، اگر تمہیں خوف ہے ان دونوں میں پھوٹ پڑ جانے کا جب یہ نبھاؤ نہیں کرتے ہیں، خاوند نے اپنا راستہ اپنا لیا ہے بیوی نے اپنا راستہ اپنا لیا ہے، تو انہیں عضو معطل بنا کر چھوڑ دینے کی تمہیں اجازت نہیں ہے، اگر یہ بات ہوگی تو معاشرے میں یہ ایک ایسا ناسور پیدا ہو جائے گا جسے سمیٹنا بڑا مشکل ہے، وہ آسمان سے نہیں گرے، دو کنبوں میں پیدا ہوئے تھے دونوں میاں بیوی، لہذا ایک ثالث خاوند کے کنبے سے آئے اور ایک ثالث عورت کے کنبے سے آئے، اگر وہ دونوں اصلاح چاہتے ہیں یہاں مترجمین اور مفسرین نے دو باتیں لی ہیں، وہ دونوں اصلاح چاہتے ہیں یعنی جو ثالث ہیں، یا دونوں میاں بیوی اصلاح چاہتے ہوں، دونوں معنے یہاں مراد لیے گئے ہیں، میاں بیوی اصلاح چاہیں گے تو ثالث اصلاح کرا سکتے ہیں، اگر میاں بیوی اصلاح چاہتے ہی نہیں ہیں تو ثالث کیسے اصلاح کرائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے درمیان توفیق رفیق بنا دے گا، توفیق کا معنی ہے ساتھی بن جائے گی، لہذا معاشرے میں یہ گھر اجڑتا ہوا بس جائے گا پھر سے، وہ دو آدمی ان میں مصالحت کرانے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ جانتا ہے، مصالحت کنندہ کس انداز سے بات کر رہا ہے، لہذا اس کو بڑی سنجیدگی سے بات کرنی چاہیے، وہ خبر رکھتا ہے کہ کس انداز سے وہ زندگی میں ان کے ساتھ تعاون کر رہا ہے، یاد رکھو معاشرتی خرابی میں پڑ کے اللہ تعالیٰ کی طرف تمہاری پشت نہیں ہو جانی چاہیے، یہ بات ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۲۲ اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین

اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ

کے ساتھ نیک سلوک کرو، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور ہمسایہ

ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ

قریبی اور دور کا ہمسایہ اور پہلو نشین

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ

اور مسافر اور جن کے تم مالک ہو۲۳ (غلام کنیزیں) سب کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، بے شک اللہ پسند نہیں فرماتا

كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿٣٦﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ

مغرور اور متکبر لوگوں کو۲۴ جو بخیلی کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں

النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

لوگوں کو بخیلی کرنے کا اور چھپاتے ہیں جو عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٣٧﴾

اپنے فضل و کرم سے، اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے عذاب ذلت کا

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ

اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہیں ایمان لاتے

Marfat.com

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ

اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر، اور جس کا ساتھی شیطان ہو جائے تو (سن لو) وہ تو برا

قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا

ساتھی ہے، اور انہیں کیا (نقصان) ہے اگر یہ ایمان لے آئیں ۲۵ اللہ پر اور آخرت پر اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿٣٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ

اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے، اللہ ان سے خوب آگاہ ہے، بے شک اللہ ظلم نہیں کرتا

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ

ذرہ بھر بھی، اور اگر نیکی ہو تو وہ اسے دوگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ۭبِشَهِيْدٍ

اجر عظیم عطا فرماتا ہے، پھر اس وقت کیا ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ ۲۶ (اس امت کے ساتھ) لائیں گے

وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾ يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ

اور آپ ﷺ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے، اس دن خواہش کریں گے وہ لوگ

كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ

جنہوں نے انکار کیا اور رسول کی نافرمانی ۲۷ کی، کہ کاش زمین ان کے اوپر سے برابر کر دی جائے!

اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾

اور وہ اللہ سے کچھ نہیں چھپا سکتے

Marfat.com

۴۲ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو، احسان کا عام طور پر ترجمہ مترجمین کرتے ہیں کہ نیکی کرو، یہ لفظ واضح نہیں ہے، واضح لفظ یہ ہے کہ حسن سلوک کرو، قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک ہونا چاہیے۔ معاشرے میں یتیم بے سہارا ہوتا ہے، اس کے ساتھ حسن سلوک کرو، مسکین کے ساتھ حسن سلوک ہو، مسکین (سکن یا سکون) یعنی اتنا بے بس ہوگیا ہے کہ ایک جگہ ہی بیٹھ گیا ہے، اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہا، اگر کچھ تھوڑا بہت ہو تو فقیر ہے، بالکل کچھ بھی نہ ہو تو وہ مسکین ہے، اب دیکھیں کس ترتیب سے قرآن پاک نے بات کہی، سب سے پہلے والدین ہیں، اس کے بعد قریبی رشتہ دار ہیں، پھر یتیم ہے، پھر مسکین ہے، پھر پڑوسی ہے جو قریبی رشتہ دار بھی ہے، پھر وہ پڑوسی ہے جو اجنبی ہے، پہلو کا ساتھی ہے، اب پہلو کے ساتھی سے تین معنی مراد ہو سکتے ہیں، آپ مترجمین ایک بات کی طرف گئے ہیں، میں حیران ہوں کہ مودودی صاحب نے بھی یہی بات کہی ہے، یہی بات یہ شیخ الہند فرما رہے ہیں، مولانا محمود الحسن کا ترجمہ میرے سامنے موجود ہے، اور یہی بات پیر جسٹس کرم شاہ صاحب بھی کہہ کر گزر گئے ہیں، اور بالکل سامنے پڑی ہوئی سادہ حقیقت کی طرف اشارہ نہیں فرمایا، ان سب کا خیال یہ ہے کہ ''والصاحب بالجنب''۔ پہلو کا دوست، گہرا دوست، اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، لیکن گہرے دوست سے پہلے **"والصاحب بالجنب"** بیوی کے لیے خاوند ہوتا ہے، اور خاوند کے لیے بیوی ہے، یہ پہلو کے ساتھی ہیں، ان کے بعد اگر کوئی پہلو کا ساتھی بنتا ہے تو اس کا پہلو کا ساتھی ہونا اتنا دور ہے کہ جتنے پہلو کے ساتھی میاں بیوی ہیں ایک دوسرے کے اتنا اور کوئی نہیں ہو سکتا، اور یہ وہ معنی ہے جو کسی اردو والے کو لکھنے کی توفیق نہیں ہوئی، کہ وہ یہاں بیان کر جاتا، کہ **"والصاحب بالجنب"** سے مراد مرد ہے تو اس کی بیوی ہے، بیوی ہے تو اس کا مرد ہے، پھر مرد ہے تو اس کا قریب ترین دوست ہے، یہ تیسرے نمبر پر معنی ہے، اولیت دے دی گئی ہے، اگر کوئی خاتون ہے تو اس کی کوئی گہری سہیلی ہے، تو اب یہاں چار چیزیں بن جائیں گی۔

۱۔ مرد بیوی کے لیے۔ ۲۔ بیوی مرد کے لیے۔ ۳۔ دوست دوست کے لیے۔ ۴۔ سہیلی سہیلی کے لیے۔

وہ اتنے گہرے دوست اور سہیلی ہوں جو ان کے درمیان اردو پنجابی اصطلاح کے مطابق ہوا بھی نہ گزرتی ہو، ان کے ساتھ وہ مسافر جو بے وطن ہے، خواہ اس کے پاس پیسے ہوں تب بھی اس کے ساتھ آپ نے حسن سلوک کرنا ہے

۴۳ اور تمہارے وہ لوگ جو جنگی قیدی تمہارے پاس آ گئے ہیں، جنہیں قرآن پاک **"وما ملکت ایمانکم"** جو تمہارے ہاتھوں میں بطور ملکیت ہیں، اب وہ تمہارے تصرف میں ہیں، جس طرح مال و دولت آپ کے تصرف میں ہے، جنگی قیدی اسی طرح آپ کے تصرف میں ہیں، یہ اسلام کی بات نہیں ہے اس نے تو یہاں بڑی شفقتیں اور رحمتیں فرمائی ہیں، جو میں بار بار عرض کرتا رہتا ہوں، یہاں تو ساری دنیا کہتی ہے کہ جنگی قیدی جیل سے باہر نہیں جا سکتے، جو باہر جاتا ہے اور جو آج ہمیں کہتے ہیں کہ اسلام

Marfat.com

چاہتا ہوں، خطاب ہے سارے صحابہ کو ان میں مہاجرین بھی ہیں انصار بھی ہیں، اہل بیت بھی ہیں، غیر اہل بیت بھی ہیں، صحابہ جنتی بھی قسموں پر مشتمل ہیں، ان سب کے لیے، "وکنتم علی شفاحفرة من النار" (تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے) "فانقذکم منھا" کم جمع کی ضمیر ہے، (تم سب کو اللہ نے وہاں سے نکال دیا) لہذا نتیجہ کیا نکلا کہ کوئی صحابی بھی خواہ وہ مہاجرین میں شامل ہے، خواہ وہ انصار میں شامل ہے، خواہ وہ اہل بیت میں سے ہے خواہ وہ اہل بیت سے باہر ہے، ان میں سے کوئی بندہ بھی جہنم میں نہیں جائے گا، یہ قرآن کی شہادت ہے، اب آئیے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کی طرف، سرکار نے فرمایا! اس آیت کے فقرے کے ساتھ یہ حدیث ملادی جائے تاکہ مفہوم واضح ہو سکے۔

' لن تمس النار مسلما رأنی اویری من رأ نی او کماقال" ٥

ہرگز اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے چشم سر سے مجھے دیکھ لیا ہے یا اس کو دیکھ لیا جس نے مجھے دیکھا

کیا مقام ہے ان لوگوں کا کہ جس نے مجھے دیکھ لیا ہے اسے ہرگز آگ نہیں چھوئے گی، اور یہاں ہی بس نہیں کیا، جو ایمان کی حالت میں انہیں بھی دیکھ لے گا جنہوں نے مجھے دیکھا ہے انہیں بھی آگ نہیں چھوئے گی، تو اب یہ قرآن سے ثابت ہو گیا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو ایمان لائے گا وہ صحابہ میں شامل ہیں وہ سارے کے سارے جنتی ہیں۔

اللہ اسی طرح اپنی آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ ہدایت پر چلتے رہو، ہدایت کے راستے کو چھوڑو نہیں۔ اب اس میں تین باتیں ضروری ہیں، قرآن پر اعتقاد ہو، اس پر عمل بھی ہو، اور اسے آگے پھیلانے کے لیے مسلسل مساعی بھی جاری رہیں۔ لہذا یہ ضروری ہے، کہ اس بات کے لیے مسلمان ہر دور میں جدوجہد کرتے رہیں۔

☆☆☆☆☆☆

غیر مہذب ہے وہ اس پر جس بے دردی سے لاٹھیاں برساتے ہیں وہ ان جنگی قیدیوں سے پوچھیں، دور حاضر میں دوسری جنگ عظیم میں جاپان کے جنگی قیدی تھے، ان میں سے بے شمار لوگوں نے مجھے وہ واقعات بتائے کہ چھوٹی سی غلطی پر درخت کے ساتھ باندھ کے ان کے ننگے جسم پر بے تحاشا لاٹھیاں برساتے رہنا یہ ان کا مشغلہ تھا، یہ وہی مہذب قومیں ہیں جو باقی ساری قوموں کو غیر مہذب کہتی ہیں۔

۲۴۔ اللہ کریم پسند نہیں فرماتے، تکبر کرنے والے کو، اترانے والے شیخی بگھارنے والے، اپنی بڑائی بیان کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سخت ناپسند فرماتے ہیں، ایسے لوگوں کا طریقہ واردات کیا ہوتا ہے۔

ایک ہے عذاب ایک ہے شدید عذاب اور ایک ہے رسوا کن عذاب۔ اب آپ دیکھیں کہ رسوا کن عذاب سے بچانے کے لیے قواعد موجود ہیں، پولیس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی کو بازار میں مارنے لگ جائے، وجہ یہ رسواء کن عذاب ہے، لہذا ایسا ہر عذاب جس سے متعلق آدمی کی رسوائی ہوتی ہو، اس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، پھر کچھ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال لوگوں کے دکھلاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں، لوگوں کو پتہ چلے کہ فلاں صاحب بہت امیر ہیں، لہذا اس انداز سے وہ مال خرچ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر وہ سرے سے ہی ایمان نہیں رکھتے یا ایمان ہے تو دکھلاوے کا ایمان ہے، ارشاد فرمایا کہ ان پر بدی کی قوت غالب آگئی ہے، تو شیطان جس کا ساتھی بن جائے وہ اس کا بدترین ساتھی ہے، وہ معاشرے کی بہتری نہیں چاہے گا، معاشرے میں الجھاؤ پیدا کرے گا، بلکہ وہ کرے گا جن سے ان کا کوئی نقصان ہوتا ہے۔

۲۵۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لے آتے، اور اس ایمان کو سامنے رکھ کے جو اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے اسے خرچ کر دیتے، اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یعنی وہ ان کا ذاتی رزق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کے پاپوں کو جانتا ہے، اور جب جانتا ہے تو یہ پھر کدھر جائیں گے، اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اسے بڑھاتا رہتا ہے، اپنے پاس سے اسے اجر عظیم دیتا ہے، اجر عظیم کی شرح فرماتے ہوئے سرکار علیہ السلام نے اسے بڑے نفیس انداز سے بیان کیا ہے، ارشاد ہوا! کوئی بندہ معمولی سی چیز راہِ خدا میں دیتا ہے، اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں میں پکڑ لیتا ہے، پھر سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سارے ہاتھ دائیں ہی ہوتے ہیں، پھر وہ ہاتھ ہمارے ہاتھوں جیسے ہیں بھی نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ تشبیہات سے پاک ہے، پھر وہ چیز بڑھنے لگ جاتی ہے، جب قیامت کو وہ چیز کسی انسان کو ملے گی، تو پہاڑ جتنی بڑی ہوگی، اور وہ حیرت زدہ ہو کے دیکھ رہا ہوگا، اور کہے گا کہ یہ میرا مال تو ہو ہی نہیں سکتا، میں نے تو اخروٹ جتنا دیا تھا، تو یہ اتنا بڑا پہاڑ کیسے آگیا محبوب انہیں دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیے، ایک بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔

۲۶۔ آپ ان کے گواہ ہیں، اور میں عرض کر چکا ہوں کہ گواہ اسی وقت ہی گواہی دے سکتا ہے جب اسے حقائق کا علم ہو، اگر علم

Marfat.com

نہیں ہے تو وہ گواہی نہیں دے سکتا، دوسرے پارے کی آیت نمبر 2 میں جس پر میں تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں، لہذا اسے دہراتا نہیں ہوں البتہ سرکار کریم کی ایک حدیث آپ کو سنا دیتا ہوں ارشاد فرمایا!

''کوئی دن ایسا نہیں ہے مگر نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کے سامنے صبح اور شام دو دفعہ ان کی امت پیش کی جاتی ہے، حضور علیہ السلام ان کے ماتھوں سے ہی ان کو پہنچان لیتے ہیں، ان کے اعمال کو سرکار علیہ السلام جانتے ہیں، لہذا قیامت کے دن سرکار علیہ السلام گواہی دیں گے''۔

یہ حدیث قرطبیؒ نے نقل کی ہے، بخاری سے لے کر ہر نیچے کی کتاب میں یہ حدیث موجود ہے، چونکہ جب میں گفتگو کر رہا ہوتا ہوں تو اس وقت نہ تو کوئی مسلمان طبقہ میرے ذہن میں ہوتا ہے، اور نہ میرے خیالات ہوتے ہیں، میں قرآن پاک اور حدیث پاک کے پیچھے پیچھے چل رہا ہوتا ہوں، قرآن پاک کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، قرآن پاک کہتا ہے کہ مصطفیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جانتے ہیں، اگر وہ جانتے نہیں تو قیامت کے دن گواہی دے نہیں سکتے، قرآن پاک کہتا ہے کہ وہ گواہ ہیں، وہ روبرو ہیں وہ سامنے دیکھ رہے ہیں اس معاملے کو، پچھلے صفحے پر اس نظریے کے عملاً مطالعہ بہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن عملاً اس نظریے کے خلاف ہیں، لیکن خود پچھلے صفحے پر اس کا ترجمہ یہ کر آئے ہیں کہ اس کا معنی روبرو ہے، جو بندہ روبرو ہوتا ہے اگر اسے نہیں پتا تو پھر کس کو پتا ہوگا؟ تَلاب اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں شرم آنی چاہیے، ایک تو میں جانتا ہوں۔ دوسرا جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو وہ تمہارے حالات جانتا ہے، قیامت کے دن جب ان دو عظیم ہستیوں کے سامنے تم آ جاؤ گے۔ ہر امت میں سے ایک گواہ ہوگا، امت کا نبی بھی ہوگا، اس روز اے محبوب! ساری کائنات کے گواہ بنا کے ہم آپ کو لے آئیں گے، ''**وجئنا بک علی ھؤلآء شھیدا**'' ۔**ھؤلآء** کا ترجمہ بعض مترجمین نے نبی کریم علیہ السلام کی اپنی امت لیا ہے، میرے نزدیک یہ غلط ہے، غلط اس لیے ہے کہ ہر ہر گروہ کا ایک گواہ ہوگا

اور ان سب پر آپ گواہ ہوں گے، ان سب سے مراد صرف نبی علیہ السلام کی امت کیسے ہے، ہر امت کا ایک گواہ آئے گا اور ان سب پر محبوب آپ گواہ ہوں گے، اور ان سب پر حضور علیہ السلام کی گواہی مسلمہ ہے اور حدیث پاک میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے، میں نے ایک کتاب لکھتے ہوئے تقریباً چار سو احادیث اکٹھی کی ہیں، جن احادیث میں نبی رحمت علیہ السلام نے اپنے علم کا اعلان کیا ہے، بھائی چار سو مرتبہ خود نبی فرمائیں اور وہ صحاح ستہ میں حدیثیں آئیں، اور پھر آپ سر کھجلانے شروع کر دیں کہ نبی کے علم کی حد کہاں تک ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ علم کی بات نہیں بلکہ یہ جہالت کی بات ہے، تو ارشاد فرمایا کہ اس دن جو کافر ہیں وہ چاہیں گے اور جنہوں نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی ہے وہ چاہیں گے اب نافرمانی کئی انداز سے ہوتی ہے، سرکار علیہ السلام کے احکام کو نہ ماننا بھی نافرمانی ہے، سرکار علیہ السلام کی شان عظیم بیان ہو رہی ہو اور دل میں یہ خیال آئے کہ ان میں یہ

Marfat.com

خوبیاں نہیں ہو سکتیں تو یہ بھی نافرمانی ہے، لہذا ایسے لوگوں کو کتابیں لکھتے ہوئے رسالے لکھتے ہوئے پانچ سو پچاس دفعہ سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ معاف کر دیتا ہے لیکن اپنے محبوب ؐ کی گستاخی کو کسی صورت میں بھی معاف نہیں کرتا، قرآن وسنت میں اس نے ایسے گستاخوں کی سزا موت رکھی ہے، آخر کیا وجہ ہے کہ محبوب ؐ کے گستاخ کی سزا قرآن وسنت نے موت رکھی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ؐ کی توہین کسی رنگ میں بھی برداشت فرمانے کے لیے تیار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس بدی سے بچائے یہ سب بدیوں سے بڑھ کے بدی ہے۔

۴۷ یہ جو نافرمانان رسول ؐ ہیں، یہ کہیں گے کہ کاش آج زمین ہموار ہو جائے یعنی آج ہم زمین میں دھنس جائیں، زمین سے ہم باہر نظر ہی نہ آئیں زمیں ہمیں نگل لے، اس دن اللہ تعالیٰ سے کوئی بات بھی نہیں چھپائیں گے، یہی تصور تھا حضرت علامہ اقبال ؒ کا، میں برصغیر کے علماء میں سے سب سے زیادہ اولیت علامہ اقبال ؒ کو دیتا ہوں، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ، قیامت کا میدان ہوگا، تو سامنے ہوگا، وہ تو ''علیما خبیرا'' ہے، لیکن یہ بے حد توہین کی بات ہوگی، کہ مخلوق کے سامنے بندہ رسواء ہو جائے، اور یہ بھی واضح بات ہے کہ میں زندگی گزار کے آرہا ہوں تو نے مجھ سے حساب لینا ہے، ذرا قلندر کی سوچ کا انداز ملاحظہ فرمائیں، یعنی اس نے حساب تو لینا ہے، فرمایا!

گر تو می بینی حسابم ناگزیر ۔۔۔ از نگاہِ مصطفیٰ ؐ پنہاں بگیر

اگر تو میرے حساب کو چھوڑ نہیں سکتا، لازماً ہی میرا حساب لینا ہے اللہ تعالیٰ مجھے پکڑ کے وہاں لے جانا جہاں مصطفیٰ علیہ السلام میرے سامنے نہ ہوں، اگر وہ میرے سامنے ہوں گے تو کہیں گے کہ کلمہ میرا پڑھتا تھا میں نے. ساری زندگی نیکی کی تبلیغ کی اور کمبخت تو ان مصیبتوں میں پھنسا رہا ہے، لہذا اقبال ؒ نے یہ بات اللہ تعالیٰ سے بصد التجاء وزاری سے کی۔

☆☆☆☆☆☆

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقْرَبُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ

اے ایمان والو! تم نے نماز کے قریب بھی نہیں جانا ۲۸

وَأَنتُمْ سُكَـٰرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا۟ مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِى

نشے کی حالت میں یہاں تک کہ تمھیں ہوش آجائے کہ کیا بول رہے ہو، اور ناپاکی میں بھی نہیں ۲۹ جانا ہاں اگر راستے سے گزرنے

سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا۟ ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَآءَ

والے (مسافر) ہو (تو حرج نہیں) جب تک غسل نہ کرلو (نماز کے قریب نہیں جانا) اور اگر تم بیمار ہو ۳۰ یا سفر میں ہو یا کوئی آئے

أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ ٱلْغَآئِطِ أَوْ لَـٰمَسْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوا۟ مَآءً

رفع حاجت سے فارغ ۳۱ ہو کر یا تم نے بیویوں کو چھوا ۳۲ (ہمبستری کی) ہو، اور پھر تمھیں پانی نہ میسر آئے

فَتَيَمَّمُوا۟ صَعِيدًا طَيِّبًا فَٱمْسَحُوا۟ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ

تو پاک مٹی سے تیمم کرلو ۳۳ اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرلو، بے شک

ٱللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٤٣﴾

اللہ درگزر کرنے والا ہے معاف کرنے والا ہے

یایها الذین امنو لاتقربو ا الصلوة وانتم سکاری۔۔۔

اے ایماندارو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ، جب تم نشے کی حالت میں ہو، جب تک کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اسے سمجھو نہیں کہ کیا کہہ رہے ہو

۲۸ مختصرا گزارش کررہا ہوں ہے کہ شراب کے لیے جو پہلی بات آئی وہ یہ تھی کہ یہ اچھی شے نہیں ہے، اشارہ کیا صرف اچھی بات یہ ہے کہ تم شراب کو چھوڑ دو، جو روح اسلام کو سمجھنے والے لوگ ہیں، آگے چل کے وہ بات آئی جو میں نے پیچھے عرض کی تھی، کہ کچھ صحابہ "نماز پڑھ رہے تھے چونکہ شراب ابھی حرام نہیں قرار دی گئی تھی نماز کے دوران جو قرآن پاک کی آیات تلاوت ہوئیں وہ

Marfat.com

شراب کے نشے کی وجہ سے کچھ الفاظ چھوڑنے کی وجہ سے وہ تبدیل ہو گئے جس کا ترجمہ یہ ہے'' کافرو جس کی تم عبادت کرتے ہو میں بھی اسی کی عبادت کرتا ہوں'' یعنی بتوں کی تم پوجا کرتے ہو میں بھی بتوں کی پوجا کرتا ہوں، اس مرحلے پر یہ آیت نازل ہوئی، یہ دوسری سٹیج تھی، یاد رکھو کہ نماز سے پہلے شراب بالکل نہ پی جائے، مستی کے عالم میں ایسی باتیں نہ کرو۔

ارشاد فرمایا جب تم پر نیند غالب آرہی ہو اور تمہیں پتہ نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو اس وقت تمہارے لیے بہتر بات یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی اونگھ رہا ہو اور ساتھ نماز بھی پڑھ رہا ہو تو وہ واپس چلا جائے اور جا کر سو جائے جب سو کر اٹھے گا تو نماز پڑھ لے، اور اب اسے پتہ چلے گا کہ اب وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس کی کیفیت کیا ہے، یہ بخاری میں حدیث موجود ہے، اب نماز کے قریب نہیں جانا ہے، شرابی کیفیت میں، لیکن تیسرے سٹیج پر آکے کہا یہ نجس ہے اس کے قریب نہیں جانا ہے، پھر اس کے بعد کسی صحابیؓ نے شراب پی ہو اس کا نہ حدیث میں ثبوت ہے نہ تاریخ میں ثبوت ہے بالکل۔ میں تفصیل سے اس پر گزشتہ آیات میں بحث کر چکا ہوں۔

۲۹ نماز کے قریب نہ جاؤ دوسری کیفیت میں جب کہ تمہارا جسم ناپاک ہو، ناپاک جسم کو عربی میں **جنبا** کہتے ہیں، اور عام اصطلاح میں اسے جنبی بھی کہا جاتا ہے، تو نماز کہاں ہوتی ہے مسجد میں لہذا ارشاد فرمایا اگر مسجد کے اندر تمہاری رہائش تھی کسی حجرے وغیرہ میں، تمہارا جسم پاک نہیں ہے، تم مسجد کے راستے سے گزر سکتے ہو غسل کے لیے باہر جا سکتے ہو، یہ قرآن پاک نے کہا ہے، لیکن رحمت عالم علیہ السلام نے ایک اور بات کی طرف بڑا نفیس اشارہ کیا اور امت نے اسی کو اپنایا اگر پانی تک جانے کے لیے راستہ نہیں ہے تو پہلے تیمم کرو، پھر مسجد سے گزر رو، ایک بات تو یہ تھی، دوسری بات جو مفسرین نے یہاں سے لی ہے، وہ یہ ہے کہ تم سفر میں ہو تو سفر میں ہوتے ہوئے آپ نے راستہ چلنا ہے تو چلو، پانی تک پہنچنے کی کوشش کرو، وہاں جا کے غسل کرو، اب اگلی بات یہ ہے کہ تم بیمار ہو پانی موجود ہے تو غسل کرنا ہے یا وضو کرنا ہے، پانی موجود نہیں ہے تو تیمم کرنا ہے، یہاں تیمم کی اللہ کریم حدود بیان فرما رہے ہیں، میں آپ حضرات کی خدمت میں یہ بات عرض کرنا چاہوں گا کہ تیمم کا لفظی معنی ہی قصد کرنا ہوتا ہے، ارادہ کرنا ہوتا ہے، اب پانی نہیں ہے تو آپ نے ایک اور ارادہ کیا کس بات کا، مٹی پر تیمم کر لیا جائے، مٹی پر قصد کیا کتنا رحیم ہے آپ کا اللہ، جس نے اس دور میں مٹی کو آپ کو پاک کرنے کے لیے ذریعہ بنا دیا پانی کی جگہ پر اگر اس بات کی اجازت نہ ہوتی تو طہارت کتنی مشکل ہو جاتی۔

۳۰ ارشاد فرمایا کہ تم مریض ہو، اور باطن نے یہ بات کہہ دی ہے اور یہ آپ کے تجربے میں بات آگئی ہے کہ پانی استعمال کرنے سے آپ کا مرض اور بڑھ جاتا ہے تو آپ کو تیمم کرنے کی اجازت ہے، ڈاکٹر نے کہا کہ اس مرض میں اور اضافہ ہو جائے گا، لیکن وہ جو آپ کے سینے میں ایک ڈاکٹر رہتا ہے، اس نے تجربہ کیا ہے اور پانی استعمال کرنے

سے مرض آپ کا بڑھ گیا ہے، آپ کو اجازت ہے کہ آپ تیمم کرلیں، یا آپ سفر میں ہیں، آپ کے پاس پانی نہیں ہے، یہ ان دنوں کی عام بات تھی جب آپ لق و دق صحراء میں گھسے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ہی کہیں پانی دے تو دے، مگر صحرا میں سینکڑوں میل پانی نہیں ہوتا، سفر میں ہے اور پانی نہیں ہے، جب ہم مصطفیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ بس دو باتوں کو خیال رکھو اگر ادھر پانی تلاش کرنے نکلو اور ادھر قافلہ جاتا ہے تو پھر صحرا میں پانی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر وہ میل کے اندر موجود نہیں ہے تو پھر بھی پانی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اب میل سے مراد کیا ہے، سامنے ایک میل اور پیچھے ایک میل ہو، آپ سنٹر میں ہیں، چار فرلانگ سامنے چار فرلانگ پیچھے چار دائیں اور چار ہی بائیں، یہ میل ہے۔ جسے آپ مربع میل کہتے ہیں، اگر اتنے رقبے میں پانی نہیں ہے، تو آپ کو تیمم کرنا جائز ہے، اب آگے قرآن پاک نے یہاں فصاحت و بلاغت کا وہ دریا بہایا ہے جو نہ اردو کے پاس ہے نہ یہ استعاراتی زبان انگریزی کے پاس، نہ فارسی کے پاس ہے، یہ تین زبانیں تو میں جانتا ہوں، پنجابی بے چاری تو بہت پیچھے کھڑی ہے۔

۳۱ ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی غائط سے آیا ہے، انہوں نے معنی کیا ہے کہ جائے ضرورت سے آیا ہے، کچھ نے لکھا ہے کہ رفع حاجت سے پلٹا ہے، کچھ نے کہا کہ غسل خانے سے نکلا ہے، کچھ نے کہا کہ لیٹرین سے نکلا ہے، ان میں سے کسی میں وہ لطافت نہیں آتی جو قرآن پاک نے کہا ہے، **"اوجآء احد منکم من الغآئط"** ۔اب آیئے میں لفظ غائط کی تشریح کر دیتا ہوں، اسلام نے ہمیں ایک تعلیم دی ہے، کھلے صحراؤں میں گھروں سے باہر آپ جب بھی رفع حاجت کے لیے بیٹھیں تو دو باتوں کا خیال رکھیں، آپ کسی گڑھے میں بیٹھیں، اگر گڑھا کہیں دور دراز تک نہیں ہے تو کسی اوٹ کے پیچھے بیٹھیں، کپڑے کو بیٹھنے سے پہلے کھولا نہ جائے، یہ اسلامی آداب ہیں، اب ایسی جگہ بیٹھیں جہاں آپ نظر نہ آتے ہوں، اسے غائط کہتے ہیں، گڑھے میں آپ بیٹھ گئے ہیں اور ارد گرد والوں کو آپ کا پتہ نہیں ہے، کسی اوٹ کے پیچھے بیٹھ گئے ہیں اور ارد گرد والوں کو آپ کا پتہ نہیں ہے تو یہ غائط ہے، اب قرآن پاک کے ترجمے کی طرف آیئے میں لفظ غائط ہی استعمال کروں گا، یا تم میں سے کوئی غائط سے واپس پلٹا ہے۔

۳۲ تم نے عورتوں کو چھولیا ہے، اس چھونے میں بے شمار فضیلتیں بھی موجود ہیں، باپ بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیر دیتا ہے، بھائی بہن کے سر پر ہاتھ پھیر دیتا ہے، یہ تو رحمت کی بات ہے، اب **لمستم** کا لفظ بول کے قرآن پاک نے جنسی رابطہ قرار دیا ہے، اور کس لطافت سے بات کو موڑ دیا ہے، مجال ہے کہ بلاغت کے ماتھے پر پسینہ آئے، مجال ہے کہ اخلاقیات کی دنیا میں کوئی ہلچل مچے

۳۳ ارشاد فرمایا یا تم خواتین سے ملاپ کر کے آئے ہو، انہیں چھوا ہے اور تمہیں پانی نہیں ملا تو تم پاکیزہ مٹی سے تیمم کرلو، **صعید** کا عام مترجمین نے معنی پاک زمین کیا ہے، انہوں نے بھی پاک زمین ہی کہا ہے، جسے انگریزی میں سائل Soil کہتے ہیں

آپ، اس سائل کو عربی زبان میں صعید کہا جاتا ہے، جب وہ ص سے لکھا جارہا ہو، اب اس کا مطلب کیا ہوا، کہ دھول سی مٹی جو ہاتھوں سے لگ سکتی ہو اس پر، اب اس کا معنی روئے زمین ہے، جب ہم فقہ کے میدان میں آئے تو صعید کا مطلب پہلے ہے، امام اعظم ؒ اور امام شافعی ؒ نے فرمایا! ''یا مٹی ہو یا دھول ہو'' تو پھر اس سے تیمم کر سکتے ہو، امام ابو یوسف ؒ نے فرمایا کہ مٹی یا ریت ہو تو تیمم کر سکتے ہو، امام اعظم ؒ نے فرمایا کہ جو چیز بھی زمین سے نکلتی ہے وہ جو بھی ہے، ان سب سے بھی تیمم کر سکتے ہو، دیکھو نا وسعت پیدا ہو گئی، اور ہمارے لیے دقتوں میں کمی ہو گئی، اب جب آپ مٹی پر ہاتھ ماریں اور مٹی اتنی زیادہ نہیں ہونی چاہیے کہ آپ چہرے پر ہاتھ پھیریں تو چہرہ مٹی سے بھر جائے، اس کی اسلام نے اجازت نہیں دی، اگر آپ کے ہاتھوں کے ساتھ زیادہ مٹی لگ گئی ہے تو ہاتھوں کو تھوڑا جھاڑ لیں۔

۴۳ ارشاد فرمایا کہ پاکیزہ سطح ارضی کی کوئی شے ہو اور اس پر ہاتھ مارو پھر اپنے مونہوں اور ہاتھوں پر وہ ہاتھ پھیر لو، یہاں ایک اور رعایت ملی وضو کرتے وقت چار اعضا کو دھونا فرض ہے، پورا چہرہ دھونا، کہنیوں سمیت ہاتھ دھونا، چوتھے حصے سر کا مسح کرنا ٹخنوں سمیت پاؤں کا دھونا، چونکہ یہ آگے تفصیل سے آرہا ہے اس لیے میں یہاں صرف اشارہ کروں گا، وضو میں یہ چار فرض تھے، اسے ہاف کر دیا تیمم نے، صرف دو رہ گئے، ایک منہ پر ہاتھ پھیرنا دوسرا بازوں پر ہاتھ پھیرنا، منہ پر جہاں تک پانی پڑتا ہے اتنے منہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے، بازوں پر جہاں تک پانی جاتا ہے، وہاں ہاتھ پھیرنا ضروری ہے، تیمم میں نیت فرض ہے لیکن وضو میں نیت فرض نہیں ہے، کیونکہ پانی جس شے کو لگے گا پاک کر دے گا، اس وقت آپ کے پاس ایک پاک کرنے والی شے موجود ہے، لہذا وضو میں نیت فرض نہیں ہے، یہ امام اعظم ؒ کا مسلک ہے، اور یہی صحیح تر ہے۔ چونکہ تیمم میں مٹی پانی کے قائم مقام ہے لہذا براہ راست مٹی مطہر نہیں ہے، یعنی پاک کنندہ نہیں ہے، پاک کرنے والی نہیں ہے، یہاں آپ کی نیت نے کام کرنا ہے، لہذا یہاں نیت فرض ہوگی، تو تیمم میں تین فرض ہیں۔ ۱۔ ایک نیت کرنا۔ ۲۔ دوسرا منہ پر ہاتھ پھیرنا۔ ۳۔ ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرنا۔ (یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ تیمم میں صرف ایک ایک مرتبہ منہ اور ہاتھ کہنیوں تک کا مسح کیا جاتا ہے) بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ نَصِيبًا مِّنَ

محبوب کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ۳۵ جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے

ٱلْكِتَٰبِ يَشْتَرُونَ ٱلضَّلَٰلَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا۟ ٱلسَّبِيلَ ﴿٤٤﴾

اس کے ذریعے وہ گمراہی کے خریدار ہیں، اور ان کی خواہش یہ ہے کہ مسلمان بھی گمراہ ہو جائیں

وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَآئِكُمْ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ نَصِيرًا ﴿٤٥﴾

اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو جانتا ہے، اللہ بطور ولی کافی ہے، اور بطور مددگار بھی اللہ ہی کافی ہے

مِّنَ ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ وَيَقُولُونَ

یہودیوں میں سے کچھ لوگ کلمات کو اپنی جگہوں سے آگے پیچھے ہٹا دیتے ہیں ۳۶ وہ کہتے ہیں

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَٱسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَٰعِنَا لَيًّۢا بِأَلْسِنَتِهِمْ

کہ ہم نے سن لیا، اور ہم نے نہیں مانا، آپ سنیں اللہ کبھی آپ کو نہ سنائے، راعنا ۳۷ منہ موڑ کے کہتے ہیں،

وَطَعْنًا فِى ٱلدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَٱسْمَعْ وَٱنظُرْنَا

دین میں (طرح طرح کے) الزامات پیش کرتے ہیں، اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی آپ بھی سماعت فرمائیں اور آپ ہم پر نظر کرم کریں ۳۸

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ ٱللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ

یہ ان کے لیے بہتر ہوتا، اور یہ بات زیادہ درست ہوتی، لیکن ان کے کفر کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو گئے ہیں، تو ہرگز ایمان

إِلَّا قَلِيلًا ﴿٤٦﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ ءَامِنُوا۟ بِمَا نَزَّلْنَا

نہ لائیں گے سوائے چند کے، اے اہل کتاب تم ایمان لاؤ، جو قرآن پاک ہم نے اتارا ہے

Marfat.com

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا

یہ اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹادیں ۳۹ اور انہیں

عَلَىٰٓ أَدْبَارِهَآ أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ أَصْحَـٰبَ ٱلسَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ

پشت کی طرف موڑ دیں، یا انہیں رحمت سے دور کردیں، جس طرح ہم نے ہفتہ والے لوگوں کو دور کردیا تھا اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کے

ٱللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٤٧﴾ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ

رہتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر وشرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے معاف فرمادیتا ہے،

ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱفْتَرَىٰٓ إِثْمًا عَظِيمًا

جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر وشرک کیا اس نے بہت بڑا بہتان گھڑا ہے ۴۰

﴿٤٨﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُم ۚ بَلِ ٱللَّهُ يُزَكِّى مَن يَشَآءُ

محبوبؐ آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جو اپنی جانوں کو خود پاکیزہ قرار دیتے ہیں ۴۱، ہاں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پاک کردیتا

وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٤٩﴾ ٱنظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ ۖ

ہے، ان پر تو حل برابر بھی زیادتی نہیں کی جائے گی، محبوبؐ ملاحظہ تو فرمائیں یہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتے ہیں،

وَكَفَىٰ بِهِۦٓ إِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٠﴾

یہ بہت ہی کھلا گناہ ہے

۳۵ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت کے لیے ہوتی ہے، اس آیت مقدسہ میں یہود کو سامنے رکھ کے یہ بات ارشاد فرمائی، کہ انہیں کتاب کا کچھ حصہ تو معلوم ہے یعنی تورات اور انجیل یہ پڑھتے رہتے ہیں، لیکن بجائے اس کے کہ یہ اس کتاب کی وجہ سے راہ ہدایت کے راہی بنتے، انہوں نے گمراہی خرید لی ہے، اور پھر اپنی گمراہی اپنے تک محدود نہیں رکھنا چاہتے، کتنے دل گردے کا کام ہے کہ مسلمانوں کو بھی گمراہ کردینا چاہتے ہیں، ان کی خواہش یہ ہے کہ جس راستے پر وہ چل رہے ہیں، اسی راستے پر صحابہ عالی مقامؓ

Marfat.com

بھی چل پڑیں، یہ تمہارے دشمن ہیں، نظریاتی دشمن ہیں، عقیدے کی دنیا میں مخالف ہیں، ان کی اور تمہاری سیاست الگ الگ ہے، وہ اس سلسلے میں تمہارے دشمن ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو بڑے اچھے طریقے سے جانتا ہے، ان سے مسلمانوں کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ مسلمانوں کا دوست اللہ ہے، اور مسلمانوں کا مددگار بھی اللہ ہے، اشارہ اس بات کی طرف ہوا کہ دوست مشکل وقت میں اپنے دوست کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑتا، تمہیں بھی مشکل وقت میں تمہارا اللہ تمہیں بے یارو مددگار نہیں چھوڑے گا، وہ مدد بھی کرے گا اور حق دوستی بھی ادا فرمائے گا۔

۴۶ آگے پھر یہودیوں کی کچھ اور عادات ہیں جن کا قرآن پاک نے ذکر کیا ہے، اب دونوں اہل کتاب ہیں یہودی بھی اور نصرانی بھی، لیکن قرآن پاک جب شدت سے تنقید فرماتا ہے تو یہودیوں پر زیادہ کرتا ہے، اس لیے کہ اس قوم کا مزاج ہی نرالا ہے، اب یہاں اسی مزاج کی تین چار باتیں ہیں، جو قرآن پاک نے بڑی نفاست سے بیان کر دی ہیں، ارشاد فرمایا کہ یہودیوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو کلمات کو اپنی جگہ سے آگے پیچھے سرکا دیتے ہیں، اب جب کلمہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو مفہوم بدل جاتا ہے، اردو کا چھوٹا سا فقرہ ہے ”آپ کہتے ہیں مارو، مت جانے دو“۔ اب اگر مت سے پہلے آپ وقفہ کر دیں تو اس کا مطلب ہے کہ اسے مار دو اسے جانے نہیں دینا ہے، لیکن اگر آپ مارو کہنے کے بعد مت میں وقفہ کریں تو اس کا مطلب بن جائے گا کہ اسے مارو نہیں اسے اپنے حال پر چھوڑ دو، اب یہ صرف کامہ بدلنے سے معنی بدلا ہے اب اگر الفاظ ہی اپنی جگہ سے سرکا دیئے جائیں۔ اب تو مجھے نہیں پتہ لیکن ہمارے دور میں جب میٹرک کا پرچہ آتا تھا تو انگریزی کے لفظ آگے پیچھے رکھ کے کہا جاتا تھا کہ انہیں ترتیب دے دو، کیا فقرہ بنے گا، تو ان کا یہی انداز تھا، آگے سے لفظ اٹھایا پیچھے رکھ دیا اور اسی طرح پیچھے سے لفظ اٹھایا آگے رکھ دیا، تاکہ فقروں کا معنی بالکل بدل جائے اور وہ مفہوم بن جائے، جس مفہوم کو وہ لوگوں کے ذہن میں ڈالنا چاہتے تھے، اسے تحریف کلمات کہتے ہیں، یعنی لفظ کو اپنے مقام سے ہٹا دینا، ایک اور ان کی عادت یہ تھی کہ کبھی اللہ تعالیٰ نے یا کسی نبی رحیم نے یہ بات کہی نا کہ بھائی غور سے سنو تو جواب یہ ہوتا تھا کہ ”سمعنا“۔ یہ ذرا اونچی آواز سے کہتے تھے، آپ کا ارشاد ہم نے سن لیا ہے، دھیمی آواز سے کہتے تھے ”عصینا“ مانیں گے نہیں نافرمانی ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، یعنی زبان سے اقرار کر لیتے ہیں، اور پھر دھیمی آواز سے یا دل میں کہہ دیتے ہیں کہ ماننے کا ان کا پروگرام کوئی نہیں ہے، یہ ان کی دوسری عادت ہے، سرکار علیہ السلام کی محفل میں ایک اور بات بھی کہتے تھے، یہ سرکار علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے، سرکار علیہ السلام سے کہتے ”اسمع“۔ یارسول اللہؐ ہماری بات سنیں، اور پھر ساتھ ہی یہ کہتے آہستہ یا دل میں کہ ”غیر مسمع“ اللہ کرے آپ کو شنوائی ہی نہ ہو، آپ سن ہی نہ سکیں، مطلب یہ کہ آپ کے کان بے کار ہو جائیں، آپ کی سننے کی قوت ختم ہو جائے، اسے پنجابی میں ٹھیٹھ ترجمہ کرتے ہوئے آدھے دیہاتوں میں عورتیں کہتی ہیں ”سن شالا کدی نہ سنیں“۔ ”اسمع غیر مسمع“ اس کا ٹھیٹھ پنجابی میں

Marfat.com

وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ

تم میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے، جو نیکی کی دعوت دے، معروف کا حکم دے

وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴿۱۰۴﴾

اور منکر سے روکے، یہی لوگ ہیں جو فلاح پائیں گے

وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَٱخۡتَلَفُواْ مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡبَيِّنَٰتُۚ

تم ان لوگوں کی طرح نہ بن جانا، جو بٹ گئے، اور اختلاف کیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشان آچکے تھے

وَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٞ ﴿۱۰۵﴾

ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اے

اے اس آیت میں قرآن نے اسے بڑی وضاحت سے ذکر کردیا ہے، تم میں لازماً ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے، جو خیر کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم دے، بدی سے روک دے، ایسے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں، آپ جب معاشرے پر نگاہ ڈالتے ہیں، معاشرے میں کئی قسم کے لوگ ہیں، معاشرے کی بقا کے لیے صنعت کار کی بھی ضرورت ہے، معاشرے کی بقا کے لیے زمیندار کی بھی ضرورت ہے، معاشرے کی بقا کے لیے فوج کی بھی ضرورت ہے، معاشرے کی بقا کے لیے مدرسین اور اساتذہ کی بھی ضرورت ہے، معاشرے کی بقا کے لیے ججوں کی بھی ضرورت ہے، زندگی کے ہر طبقے کے معاشرے کی بقا کی بھی ضرورت ہے، اب واضح بات ہے کہ یہ معاشرہ ایک نظریے پر قائم ہے، اس نظریے کی بقا کے لیے ایک گروہ کی ضرورت ہے، تاکہ اس نظریے کو وہ پھیلاتے رہیں، اور اس سرچشمے کو خشک نہ ہونے دیں، وہ اس سارے معاشرے کے اجماع کی بنیاد ہے جو سارے معاشرے کو فکری طور پر اکٹھا رکھے ہوئے ہے، جو اس معاشرے کی زندگی کی مختلف راہوں کو گائیڈ لائن Guide line دے سکتا ہے، لہذا یہ ضروری ہے، کہ معاشرے کو سنوارنے کے لیے ایسے لوگ موجود رہیں ایسے لوگوں کے وجود کے لیے اسلام نے یہ ضروری قرار دیا، کہ تعلیم آزاد ہو، اس پر سرکاری چھاپ نہ لگے، سرکاری چھاپ کا مطلب یہ ہے، کہ جس قسم کی سیاست سیاسی پارٹیاں چلاتی ہیں، وہ فکری بنیاد قوم کو مہیا نہیں کرسکتیں، اور دور حاضر میں اس لیے نہیں کہ جس شے کو یہ لوگ آگے لے کے بڑھ رہے ہیں، وہ اسلام سے متضاد ہے، اگر جمہوریت کو اس بات کی لگام نہ دی جائے، کہ وہ جو قانون بھی بنائیں گے، قرآن وسنت

Marfat.com

ترجمہ ہوگا، یہ تیسری بات تھی جو مصطفیٰ علیہ السلام کی خدمت میں وہ کہتے تھے۔"راعنا"زبان کو ذرا موڑ دے کر کہتے، عربی زبان میں جب زیر کو تھوڑا کھینچا جائے تو 'ی' بن جاتی ہے، زبر کو کھینچا جائے تو 'الف' بن جاتا ہے، پیش کو کھینچا جائے تو 'و' بن جاتی ہے، لہذا ہم کہتے ہیں کہ 'ی' جو ہے یہ زیر کی بہن ہے، الف جو ہے وہ زبر کی بہن ہے، اور 'و' جو ہے یہ پیش کی بہن ہے، یہ عربی گرامر کا قاعدہ ہے، اب آپ ملاحظہ فرمائیں، انہوں نے 'راعنا' کہا، یہاں انہوں نے زبان تھوڑی سی موڑ دی، اکثر مترجمین نے یہ کہا ہے کہ یونانی میں اس کا کچھ معنی اور تھا، عبرانی یا سریانی میں اس کا معنی کچھ اور تھا، وہ دور افتادہ تاویلات ہیں، ان کی طرف آپ نے نہیں جانا، اصل بات یہ ہے کہ 'ع' کی زیر کو جب تھوڑا سا کھینچیں تو راعی بن جاتا ہے، کفر، کفر نہیں ہوتی، لہذا آپ کے ذہن مبارک میں یہ بات ڈالنی ہے، کہ دشمنان مصطفیٰ علیہ السلام تاریخ انسانی میں کس کس انداز سے بیہودگیاں کرتے رہے ہیں، 'راعنا کے 'ع' کے نیچے زیر ڈال دیں تو یہ راعی بن جاتا ہے، راعی کا معنی چرواہا ہوتا ہے، اب وہ کہتے تھے کہ ہم تو لکھے پڑھے لوگ ہیں، یہ مکہ کے قریش جن میں سے ایک رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یہ تو ان پڑھ لوگ ہیں، اب بجائے ان پڑھ کہنے کے راعی کہہ دیتے تھے یعنی چرواہا۔ ان اونٹ چرانے والے لوگوں کو، بھیڑیں اور بکریاں چرانے والے لوگوں کو تہذیب و تمدن کا کیا پتہ۔ آج تک یورپ کو اعتراضات ہیں اسلام پر اس میں ایک یہ اعتراض بھی ہے، کہ یہ امت ان پڑھ امت ہے۔

ایک دفعہ ہمارے علامہ مشرقی وہاں حساب میں ٹاپ کر گئے تھے، جن کی فوٹو ابھی بھی وہاں یونیورسٹی میں لگی ہوئی ہے، وہاں بھی کسی آدمی نے کہا تھا کہ مسلمانوں کو باقی علم تو آتے ہی نہیں ہیں اور حساب تو بالکل ہی نہیں آتا، مشرقی صاحب نے حساب میں ٹاپ کیا تھا، انہوں نے اس آدمی کو اپنی لگی ہوئی فوٹو کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ کس کی فوٹو ہے، عنائت اللہ لکھا ہوا ہے، کہا کہ پھر یہ مسلمان ہی ہوگا، یہ نہیں کہا کہ یہ میری تصویر ہے، کہا کہ یہ مسلمان ہی ہے جس نے حساب میں ٹاپ کیا ہے، اور آپ سب لوگوں کے سر پر چڑھ کر بیٹھا ہوا ہے، آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان ان پڑھ قوم ہیں، یہ بات نہیں ہے۔

۳۷ میں عرض کر رہا تھا کہ بدفطرتی جوان لوگوں میں تھی، وہ محفل مصطفیٰ علیہ السلام میں بھی یہ انداز اپنائے رکھتے تھے لیکن قرآن پاک نے لفظ راعی نہیں کہا آپ اندازہ لگائیں کہ سرکار علیہ السلام کے ادب کا کتنا سارا خیال ہے اللہ کریم کو، راعی کا لفظ بالکل نقل ہی نہیں کیا، یہ کہا "**راعنا لیا بالسنتهم**" محبوبؐ جب وہ راعنا کو پڑھتے ہیں تو منہ کو تھوڑا سا موڑ دیتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لفظ کو گوارہ نہیں فرماتے، جو سرکار علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا جائے لیکن اس میں ادب کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو، اب لفظ راعی پر تھوڑی سی توجہ دیں، تورات میں یہ موجود ہے، کہ جناب موسیٰؑ نے بھیڑیں اور بکریاں چرائیں، انجیل میں یہ موجود ہے، سیدنا عیسیٰؑ نے بھیڑیں اور بکریاں چرائیں، اب آیئے تورات اور انجیل کی اس عبارت کے ساتھ ایک

Marfat.com

حدیث ملالیں، بخاری میں سرکار علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے!''کہ کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں گزرا جس نے بھیڑیں اور بکریاں نہ چرائی ہوں''۔

یہاں محدثین ایک بڑی پیاری بات کہتے ہیں، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی بکری اِدھر بھاگتی ہے اور کوئی اُدھر بھاگتی ہے اور وہ چرواہا جو تنگ نظر سا ہے جذباتی سا ہے، وہ تیسرے دن اس کام کو چھوڑ کے بھاگ جائے گا، اب ضروری ہے کہ بھیڑیں اور بکریاں وہی چرائے جس میں بردباری ہو، جو ان کی عادات کو قبول کر سکے، تو رب نے پہلے وہاں تربیت کر کے پھر انسانوں کا ان کو چرواہا بنا دیا، اب ان سب انسانوں کا تحفظ آپ کے ذمہ ہے۔

سرکار علیہ السلام ایک محفل میں بیٹھے تھے، پیلو کا ایک درخت ہوتا ہے اس پر پیلو دو رنگ کی لگتی ہے، (یعنی پھل دو رنگ کا ہوتا ہے) ایک سنہری رنگ کی ہوتی ہے، ایک سیاہ رنگ کی ہوتی ہے، ان سنہری رنگ کی پیلو کی قسمیں سرکار علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں، پھر سیاہ رنگ کی پیلو کی قسمیں بھی بیان فرمائیں، حاضرین میں سے ایک صاحب بولے حضور ؐ کیا آپ جنگلوں میں پھرتے رہے ہیں، تو سرکار کریم ؐ نے فرمایا کہ میں بھیڑیں بکریاں جو چراتا رہا ہوں اس لیے مجھے پتہ ہے، کہ پیلو کی کیفیت کیا ہوتی ہے، تو اب انسانوں کے ریوڑ کو لے کے چلنے والا راعیؐ جب انہوں نے اس لفظ کو دوسرے معنے میں لیا تو شدت سے قرآن پاک نے روک دیا، اب مسلمان اس لفظ کو اپنی زبان پر لائیں گے بھی نہیں، دین میں یہ طعنے مارتے رہتے ہیں مثلاً ایک طعنہ یہ تھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خدا بھی عجیب ہے جو مکھیوں کی مثالیں دیتا ہے، جو مچھروں کی مثالیں دیتا ہے، تو یہ دین کے اندر طعنے تھے جو ان کی زبانوں پر آتے رہتے تھے، تو یہ ساری فہرست قرآن پاک نے بیان کر دی، کہ کتابوں کو تحریف کرنا نبیوں کی محفلوں میں نبیوں کے ساتھ توہین آمیز سلوک کرنا، زبان موڑ کے بات کرنا وغیرہ۔

ایک بندہ آیا حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا اس حدیث کی راوی ہیں، بخاری میں یہ حدیث موجود ہے، اس نے سرکار علیہ السلام کو آ کے السلام علیکم نہیں کہا، لام کو درمیان سے کاٹ دیا، زبان کو مروڑا اور لام کو درمیان سے کاٹا، اور کہا اسام علیکم۔ سام کا معنی ہوتا ہے ہلاکت اور موت۔ تمہیں موت آئے، رحمت رحمت ہوتی ہے، سرکار علیہ السلام نے جواب میں وعلیکم السام نہیں کہا، صرف فرمایا وعلیکم۔ جب وہ اٹھ گیا تو مائی صاحبہ نے عرض کیا حضور اُس نے یہ لفظ کہے تھے، آپ نے یہ لفظ سنے تھے، فرمایا میں نے سنے تھے، پھر آپ نے اس طرح جواب کیوں نہیں دیا، وعلیکم السام کیوں نہیں کہا؟ فرمایا کہ علیکم میں تو بات پوری ہو گئی تھی، اب آگے بدی کا لفظ کیوں استعمال کرنا تھا، اشارہ کس بات کی طرف ہو گیا کہ اگر وہ زحمت ہے تو ہم اس کی نقل کرتے ہوئے اپنے رحمت للعالمینی کا انداز کیوں چھوڑ دیں، گفتگو میں ہم اس انداز کو چھوڑ نہیں سکتے۔

۴۸ اب قرآن پاک نے تبلیغ کے طور پر کہا، اگر وہ صرف یہ کہتے کہ ہم نے سن لیا، نافرمانی کی یہ لفظ چھوڑ دیتے، یا نہیں مانتے یہ

چھوڑ دیتے، اگر صرف کہہ دیتے کہ ہم نے اطاعت کرلی ہے، محبوب ؐ آپ توجہ فرمائیں سنیں ۔اور ہم پر نگاہ کرم کریں ، یہ الفاظ آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا، ہمیں یہ ادب سکھایا جارہا ہے، کہ دربار رسالت کے کچھ آداب ہوتے ہیں ، جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوں تو صدیق اکبرؓ بننے کی کوشش کرو، فاروق اعظمؓ بننے کی کوشش کرو، ان لوگوں کا انداز مت نقل کرو جن لوگوں کو راندۂ درگاہ قرار دیا ہے رب کریم کے ہاں یہ بات بہتر بھی ہوتی ، زیادہ درست اور قائم رہنے والی بھی ہوتی لیکن ان کے کفر کی وجہ سے اللہ کریم نے انہیں اپنی رحمت سے دور کردیا ہے، جب لعنت کا لفظ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے آئے تو اس کا معنی رحمت سے دور کرنا ہوتا ہے، اب ان میں سے کم ہی لوگ ہیں جو ایمان لائیں گے، لہٰذا وہ وہاں سے جلاوطن تو ہوں گئے، اور آج تک اسرائیلی اپنے نقشے میں خیبر کو اسرائیل کا ایک حصہ دکھاتے رہتے ہیں ، مدینہ کو بھی اسرائیل کا ایک حصہ دکھاتے رہتے ہیں ، وہ ایمان نہیں لائے قلیل ہی ہوں گے جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہوں گے ۔

۴۷ اب انہیں ایک اور انداز سے بات بتائی ، دیکھیں کہ آپ کے پاس پہلے ایک کتاب ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، پھر بعد میں ہم نے ایک اور کتاب نازل کی ہے، لیکن قرآن پاک کا خاصہ یہ ہے کہ یہ ہر اس کتاب کی تصدیق فرماتا ہے، جو اللہ کریم کی طرف سے انسانوں کے پاس آئی ہیں ، تو اہل کتاب تم ایسا کرو کہ جب ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب مان لی ہے تو اسی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی دوسری کتاب کو کیوں نہیں مانتے ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے چہرے مسخ کردیئے جائیں ، یہاں لفظ قرآن نے ''طمس '' استعمال کیا ہے، عربی کا محاورہ ہے ''اس نے اپنے چہرے کو مسخ کردیا ہے'' یعنی اس پر سیاہی پھیر دی ہے، یا کوئی اور چیز اپنے چہرے پر لگادی کہ وہ پہچانا نہیں جاسکتا، تو اسے 'طمسنا' وجہ کہتے ہیں ، یہاں قرآن پاک کی اس سے مراد کیا ہے، کیا ان کے چہرے حقیقتاً بدل دیئے گئے تھے، محدثین عالی مقام عموماً علامہ قرطبیؒ اور بیضاویؒ خصوصاً اس کی شرح کرتے ہوئے لکھ گئے ہیں کہ ''آنکھیں عبرت حاصل کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوں گویا نابینا ہوگئی ہیں ''۔ ''طبعی طور پر حق کی طرف کان جھک جائیں یہ بات بھی نہیں ہوتی ''۔ ''اور ہدایت چھوڑ کے گمراہی کی طرف پلٹ جائے تو یہ طمس وجہ ہے'' ۔یعنی ان کا چہرہ بدل گیا ہے، اب کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب باطن بدلتا ہے تو اس کے آثار چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں ، یہی وجہ ہے کہ غصے کی وجہ سے انسان کی کیفیت وہ نہیں ہوتی ہے جو عام حالات میں ہوتی ہے، رضامندی کے وقت وہ حالت نہیں ہوتی جو عام حالات میں ہوتی ہے، خوف کے وقت وہ کیفیت نہیں ہوتی جو عام حالات میں ہوتی ہے، کیفیت بدل جاتی ہے، تو جب باطن بدلتا ہے تو چہرہ شناس کہہ دیتے ہیں کہ اندر سے خراب ہے، لہٰذا اس کا چہرہ مسلمانوں والا نہیں رہا، تو یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے باطن میں جو خباثت ہے اس کے اثرات ان کے چہروں سے ٹپک رہے ہیں ، لیکن اگر آپ عربی زبان کی طرف آئیں تو اس کا ایک اور معنی بھی ہم کرسکتے ہیں ، ہمارے عربی مفسرین میں سے کسی ایک نے یہ لکھا ہے کہ ''وجوہ'' کا معنی سردار بھی ہے، تو اس کا مطلب پھر یہ ہوگا کہ جو ان کے

Marfat.com

قائدین ہیں وہ ایسے فاسق اور فاجران پر آجائیں گے کہ انہیں واپس پلٹ کر قرآن پاک کی طرف نہیں آنے دیں گے، اب مصیبت یہ ہے کہ پہلے دور میں تو یہودیوں سے یہ کہا گیا تھا کہ تمہارے اندر ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو آگے چل کر آپ کو اسلام کی طرف نہیں آنے دیں گے، اب دعا کریں کہ یہ اسلام اسلام کرتے پھر رہے ہیں مراکش سے لے کر انڈونیشا تک اوران میں سے کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اسلام کے کسی ایک نظام کو تعلیمی نظام کو نافذ کر دیں، سارا اسلام انہیں چبھتا ہے تو جس حد تک گوارہ ہے اس حد تک اسلام نافذ کر لیں، اگر کسی بات کو نافذ کریں گے تو حوالہ مغرب کا آئے گا، یہ بات نہیں ہوگی، کہ یہ غزالی کا نظریہ ہے یہ امام اعظم کا نظریہ ہے، یا برصغیر میں شاہ ولی اللہ کا نظریہ ہے، یا یہ مجدد الف ثانی کا نظریہ ہے، انہیں اس بات کی توفیق نہیں ہوگی، یہ سارے ایک ہی تھالی کے چھٹے بٹے ہیں، یہ لوٹے ہیں صرف پاکستان میں لوٹوں کی پیداوار کثرت سے نہیں ہے، یہ مراکش سے لے کر انڈونیشا تک پھیلا ہوا ایک لوٹوں کا گروہ ہے، اوران کا پیندہ کوئی نہیں ہے، لوٹا کچھ کارآمد ہو۔ مسجد میں جو پڑا ہوا ہوتا ہے وہ سیدھا پڑا رہتا ہے، وہ جو کنویں سے پانی نکالتا ہے راہٹ کے ذریعے اس کا پیندا نہیں ہوتا، جہاں اسے رکھیں گے دوسری طرف گر جائے گا، ہماری قسمت میں پچھلے دواڑھائی سو سال سے بے پیندے کے لوٹے ہم پر مسلط ہیں، جو کسی مقام پر اسلام کو آنے کی اجازت نہیں دیتے، باقی ساری باتوں کے لیے اسلامی دنیا کو انہوں نے چراگاہ بنایا ہوا ہے، یا تجربہ گاہ بنایا ہوا ہے۔

اب جب سردار خراب ہو جائے تو قوم خراب ہو جاتی ہے، یہی منہ پیچھے کو لگ جائیں گے، دیکھیں نا جب آپ کا منہ سامنے ہے تو سامنے دیکھیں گے جب منہ پیچھے کی طرف ہو جائے، تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ چلنا آپ کو مغرب کو ہے، منہ ہو گیا ہے مشرق کو، نہ آپ کو کسی نالے کا پتہ ہے نہ کسی پتھر کا پتہ ہے تو پھر قدم قدم پر آپ کو ٹھوکریں لگیں گی اور آپ گریں گے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن پاک کی طرف سے جس کا رخ مڑ جاتا ہے، پھر اسے قدم قدم پر ٹھوکر لگتی ہے اور پچاس سال سے ہم ٹھوکریں کھا رہے ہیں، ایسے لوگوں کو بھی اسی طرح ہم رحمت سے دور کر دیں گے جس طرح ہفتے والے لوگوں کو دور کر دیا تھا، یہ کئی دفعہ بات آچکی ہے، کہ وہ مچھلیاں پکڑتے تھے وہ ہفتے کو ملتی نہیں تھیں، انہوں نے سبیل یہ سوچی کہ ایک دن پہلے نالہ کھود کے کسی گڑھے میں مچھلیوں کو پیچھے اکٹھا کر لیا اور نالے میں مٹی ڈال دی، جب ہفتہ گزر گیا اور اتوار کے دن سویرے جال لے کے وہاں جا پہنچے اور ارد گرد بہت ناچتے تھے، کہ تم بھی بڑی عقل مند تھیں ہفتے کو ادھر آتی تھیں اور باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں بتاؤ کہ ہم نے تمہیں اکٹھا کر لیا کہ نہیں، یہ بات کرتے تھے اور پھر ایک ایک کر کے پکڑتے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کے رہتا ہے، اب آگے یہ بات ارشاد فرمائی کہ تم بنیادی طور پر (basically) اہل کتاب نہیں رہ گئے ہو، بنیادی طور پر تمہارا رویہ غلط ہو گیا ہے، تم شرک کی وادی میں گر گئے ہو، وہ کس طرح یہودیوں نے کہا کہ ''یہودی بولے عزیر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے بیٹے ہیں عیسائیوں نے کہا نہیں مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں''۔ یہودیوں نے ایک اور بات کی کہ ایک گاؤ سالہ بنا کر اس کی عبادت شروع کردی، یہ واضح شرک ہے، تو یہاں قرآن حکیم نے کہا کہ تم اہل کتاب کس بات کے رد گئے ہو، اللہ تعالیٰ تو تم لوگوں کو بالکل معاف نہیں فرماتا، جو شرک میں مبتلا ہو جائیں، اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے، جس نے شرک کیا ہے، اس نے بہت بڑا بہتان باندھا ہے، کہ اسے پیدا خدا نے کیا، ماحول اس نے دیا، رزق اس نے دیا صحت اس نے دی، تو ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے ایک بت بنا کے کھڑا کر دیا پھر اس کی عبادت شروع کردی، کیا اس سے زیادہ بھی حقوق ربانی کو تلف کرنے کا کوئی اور ذریعہ ہو سکتا ہے، تو ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس راستے پر چل گئے ہو، مسلمانوں میں جو شرک اور توحید پر مختلف بحثیں ہوتی رہتی ہیں، اس سلسلے میں، میں نے حقیقتِ شرک پر ابتداء میں ایک تفصیلی لیکچر دیا تھا، آیئے اس کا خلاصہ جو عظیم محقق اور عظیم مفسر قرطبی ؒ نے تفسیر میں لکھا ہے وہ آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں، میرا ایک نظریہ زندگی ہے، وہ یہ ہے کہ ہمارے ان جھگڑوں کی بنیاد پچاس یا سو سال سے زیادہ نہیں ہے، 150 سال تو امت کی عمر نہیں ہے، امت چودہ سو سال سے چل رہی ہے، لہٰذا اس جھگڑے سے پہلے محققین جو کہا کرتے تھے وہ بات ٹھیک ہے، قرطبیؒ اور بیضاویؒ وغیرہ صدیوں پہلے یہ حضرات آئے تھے۔ آج جو مفسرین ہیں یہ گروہوں کا شکار ہو گئے ہیں اور معتدل انداز انہوں نے چھوڑ دیا ہے، ابھی میں ایک کتاب دیکھ رہا تھا اس میں علامہ عبدالحی لکھنوی نے جو پچھلی صدی میں تھے، اور برصغیر کے عظیم فقیہ ہیں، بڑے اعتدال کے ساتھ انہوں نے مختلف مسائل پر دو اڑھائی سو صفحات کی کتابیں لکھی ہیں، ان کی ایک کتاب کا میں نے گزشتہ عرصے میں ترجمہ کیا ہے، جو ابھی ان دنوں میں چھپ گیا ہے، اب اس دوسری کتاب کے لیے اتنا نفیس کام کیا اور سینکڑوں کتابوں سے، حوالہ جات دیئے، ہمارے موجودہ علماء میں سے 99% لوگ شاہ صاحب کی عربی پڑھ ہی نہ سکے، اور خیر سے کچھ کسی طبقے کے سکول بنے ہوئے ہیں، کچھ کسی طبقے کے سکول بنے ہوئے ہیں وہ تحقیقی دنیا غائب ہو گئی ہے، آیئے علامہ صاحب سے پوچھتے ہیں کہ شرک کی اصلیت کیا ہے، انہوں نے ارشاد فرمایا! شرک کو آسانی کے لیے تین حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر 1۔ اللہ تعالیٰ کی اُلُوہیت میں کسی اور کو شریک کر دینا، یعنی اللہ ایک نہیں ہے، وہ دو ہیں چار ہیں یا چھ ہیں، یہ کہہ دینا، کہتے ہیں کہ یہ شرک اعظم ہے، اور یہی جاہلیت کے دور کا شرک تھا، کہ بہت سارے بتوں کو انہوں نے خدا بنا دیا تھا، تو یہی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو اللہ بنا لینا خدا بنا لینا، یہ سب سے بڑا شرک ہے، اس کے لیے آگے انہوں نے قرآنی آیات پیش کیں جن میں تردید اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمائی، اس کے لیے میں صرف ایک آیت کا آپ کے سامنے ترجمہ کرتا ہوں، "اذا قیل لھم لآ الہ الااللّٰہ یستکبرون" ٥ ''جب انہیں کہا جاتا ہے کہ معبود تو صرف ایک اللہ ہے تو وہ تکبر کرنے لگ جاتے ہیں''۔ "ویقولون أئنا لتارکوا الھتنا لشاعر مجنون" ٥ ''اور کہتے ہیں کیا ہم ان بہت سارے خداؤں کو چھوڑ

دیں اس مجنون شاعر کے کہنے پر"۔ایسانہیں ہوگا، یہ پہلا شرک ہے،اس کے ساتھ ساتھ اگلے مرتبے کا شرک ہے۔"دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں کسی اور کو شریک ٹھہرادینا کوئی بھی موجودات جو بھی ہو،اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ بذات خود کسی کام کو کرسکتی ہے"۔کسی کام سے مراد افعال الٰہیہ ہیں مثلاً ایک بندہ کوئی اور ہے اللہ نہ چاہے تو وہ سورج بنا سکتا ہے،اللہ نہ چاہے تو وہ زمین بنا سکتا ہے یعنی جس طرح کے اللہ تعالیٰ نے کام کیے ہیں،اسی قسم کا کوئی اور کام کردے بذات خود تو یہ شرک نمبر 2 ہے۔جو علامہ صاحب نے ارشاد فرمایا،اور انہوں نے جو شرک نمبر 3 کہا ہے وہ خالص صوفیاء کی اصطلاح ہے،کہتے ہیں کہ سب سے چھوٹا شرک یہ ہے،جو تیسرے نمبر پر آتا ہے،اور وہ ہے ریا عبادت میں،یعنی عبادت کرتے ہوئے یہ خیال کرنا کہ کوئی دیکھے اور سمجھے کہ یہ بہت بڑا نیک آدمی ہے،یہ ہمارے صوفیاء کی اصطلاح ہے،اصل اوپر والی دو قسمیں ہیں،تو چونکہ علامہ صاحب اس دور کے ہیں جب صوفیاء کا بڑا مقام ہوتا تھا لہذا یہ تیسری بات انہوں نے ساتھ لکھ دی،اب کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ایک اور اللہ کو کھڑا کردے،یا کہہ دے کہ اللہ یہ کرتا ہے اور فلاں جو ہے وہ بذات خود اپنی قوت سے یہ کام کردیتا ہے،کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان بنایا ہے تو فلاں نے بھی آسمان بنادیا ہے،اس کے لیے میں قدیم فلسفے سے ایک بات کہتا ہوں کتنا جاہلانہ فلسفہ جو آج بھی لوگ اپنے مدارس میں پڑھا رہے ہیں،وہ کسی بدقسمت وقت میں کسی وجہ سے نصاب میں شامل ہوگیا تھا،اور انہیں اللہ تعالیٰ نے آج تک یہ توفیق نہیں دی کہ اسے نصاب سے خارج کردیں،نظریہ یہ تھا پرانے یونان کا کہ اللہ تعالیٰ نے عقل اول اور ایک آسمان بنایا تھا،عقل اول نے پھر دوسرا اور تیسرا آسمان بنایا،یہ ہے شرک۔کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کیا اسی طرح کسی اور نے بھی کردیا۔اور یہ ایک علمی لطیفہ ہے کہ جب ساتویں عقل کی نوبت آئی،تو اس نے آخری آسمان یعنی آسمان دنیا بنایا اور ایک اور عقل پیدا کی،یہ آخری عقل جو آٹھویں نمبر پر آئی تھی،اس سے آسمان نہیں بن سکا اور نہ کوئی ایک اور عقل بن سکی اور زمین بنادی،یہ قدیم فلسفہ ہے یونان کا،جو آج کل آپ کی مسجدوں اور مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے،اور ایسی کتابیں مجھے مجبوراً پڑھانی پڑتی ہیں اور پھر میں ایسی درگت بناتا ہوں ان کے مصنفین کی۔کہ قبر میں بھی انہیں سرور آتا ہوگا،کہ ہماری لغویات کے پرخچے اڑ رہے ہیں،یہ انداز تھا،تو ان کا اشارہ اس بات کی طرف ہے،کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عقل پیدا کرکے ایک عرش پیدا کردیا اور عقل اول نے خیر سے ایک اور عقل پیدا کی جس نے ساتواں آسمان بنادیا،یہ سلسلہ آگے چلتا رہا،تو یہ شرک ہے۔

اب امت کے علماء سے یہ درخواست ہے کہ امت کتنی ہی ان پڑھ کیوں نہ ہو،کیا وہ کسی بندے کے بارے میں یہ تصور کرسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں تھی لیکن فلاں نے یہ بات کردی،یہ وہ بات ہے جو جاہلانہ انداز ہے،اور اس بنیاد پر مسلمانوں کو مشرک کہنا شرعاً بالکل جائز نہیں ہے،اب جب یہ آیت نازل ہوئی تو تم تو مشرک ہوگئے اللہ پناہ دے کہ ہم مسلمانوں کو مشرک

Marfat.com

کہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی تو پھر جواب کیا بنا، لو جی ہم نبیوں کے بیٹے ہیں، نبیوں کی اولاد ہیں، بھلا ہم بھی مشرک ہو سکتے ہیں، ہم نے یہ کیا ہم نے وہ کیا قرآن پاک نے اس کی تردید کر دی۔

اے محبوب ؐ آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے، یہ بذات خود اپنی جانوں کو پاک قرار دے رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے پاک کر دیتا ہے۔ شرک کے بعد یہ ساکت الاعتبار ہو گئے ہیں، یہودی ہوں یا نصرانی۔ ان پر تو تل برابر بھی زیادتی نہیں کی جائے گی، دو لفظ آپ سن لیں، ان پر غور کریں، آپ کبھی کھجور کو کھولیں تو گٹھلی کے اندر جو چیرا سا ہوتا ہے اس کے اندر ایک دھاگہ سا ہوتا ہے، اسے "**فتیل**" کہتے ہیں، یہ بار بار قرآن پاک میں لفظ آئے گا، کہ ان پر اس دھاگے برابر بھی زیادتی نہیں کی جائے گی، اور ابھی ایک اور لفظ آگے آ رہا ہے اس کی شرح اس مقام پر کرنے والا ہوں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ نَصِيبًا

کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جن کو دیا گیا تھا ایک حصہ

مِّنَ ٱلْكِتَـٰبِ يُؤْمِنُونَ بِٱلْجِبْتِ وَٱلطَّـٰغُوتِ وَيَقُولُونَ

کتاب میں سے، وہ ایمان رکھتے ہیں شیطان اور بتوں پر ۴۲ اور کہتے ہیں

لِلَّذِينَ كَفَرُوا۟ هَـٰٓؤُلَآءِ أَهْدَىٰ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ سَبِيلًا ﴿٥١﴾

ان لوگوں کے بارے میں جو کافر ہیں کہ یہ لوگ زیادہ ہدایت کی راہ میں ہیں ۴۳ ایمان والوں کی بہ نسبت

أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ ٱللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُۥ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾

یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، اور جس پر اللہ کی لعنت ۴۴ ہو تو آپ ہرگز اس کا کوئی مددگار نہ پائیں گے

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ ٱلْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ ٱلنَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾ أَمْ

کیا ان کا کوئی حصہ ہے حکومت میں، پھر (اگر ایسا ہوتا) تو یہ کسی کو ذرہ برابر ۴۵ کچھ نہ دیتے، یا

يَحْسُدُونَ ٱلنَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ۖ فَقَدْ ءَاتَيْنَآ

یہ حسد کرتے ہیں لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے، ہم نے تو عطا فرمادی

ءَالَ إِبْرَٰهِيمَ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَءَاتَيْنَـٰهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾

ابراہیمؑ کی آل کو کتاب اور حکمت اور انہیں عطا فرمائی عظیم الشان سلطنت ۴۶

فَمِنْهُم مَّنْ ءَامَنَ بِهِۦ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٥﴾

تو ان میں سے کوئی تو ایمان لائے اس کے ساتھ اور کسی نے منہ پھیر لیا ۴۷ اس سے اور کافی ہے (ان کو جلانے کے لیے) جہنم کی دہکتی آگ

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِـَٔايَٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ

بے شک جنھوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا ہم ڈال دیں گے انھیں آگ میں جب کبھی پک جائیں گی

جُلُودُهُم بَدَّلْنَٰهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُواْ ٱلْعَذَابَ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ

ان کی کھالیں تو بدل کر دے دیں گے ہم انھیں کھالیں تا کہ وہ (مسلسل) عذاب چکھتے رہیں

كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٦﴾ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ

بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۖ

عنقریب ہم داخل کریں گے انھیں باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی ہمیشہ رہیں گے اس میں

لَّهُمْ فِيهَآ أَزْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿٥٧﴾ ۞ إِنَّ

تا ابد، ان کے لیے باغوں میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم داخل کریں گے انھیں گھنے سایہ میں بے شک

ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ ٱلْأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ

اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے تمھیں کہ سپرد کرو امانتوں ۴۸ کو جو ان کے اہل ہیں اور جب بھی فیصلہ کرو لوگوں

ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِٱلْعَدْلِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِۦٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعًا

کے درمیان تو انصاف سے فیصلہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے تمھیں بے شک اللہ خوب سننے والا ہے،

بَصِيرًا ﴿٥٨﴾ دیکھنے والا ہے

Marfat.com

۲۔ اے محبوب آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جنہیں کتاب کا کچھ حصہ مل گیا ہے، یہ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں، یہاں جبت کا معنی شیخ الہند فرما رہے ہیں، بتوں کا اور شیطانوں کا۔ قریباً باقی کے مفسرین نے بھی اس کا اردو میں معنی بت ہی کیا ہے، اس کا معنی بت نہیں ہے، الجبت اُسے کہتے ہیں جس میں بھلائی کی رمق نہ ہو، اب اس معنے میں یہ وہ بات ہے جو قرطبیؒ نے کہی، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبت کی تشریح کرتے ہوئے تین باتیں کہیں "**الطرق و الطيرة والعيافة**" یہ تین چیزیں بھی جبت میں شامل ہیں، اس کا مطلب یہ ہے سرکار علیہ السلام کا ارشاد یہ ہے کہ ان تین چیزوں کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں لیکن یہ تین بھی جبت میں شامل ہیں، اب ان تین کا میں معنی کر کے بتاتا ہوں، ایک تو ہے طَرق یہ طریق کی جمع ہوتا ہے، اس کا معنی ہے راستہ۔ ایک طَرق ہے ان کا ایک طریقہ تھا کہ کنکریاں اتنی پھینکی ہیں اگر تین اِدھر گریں دو اُدھر گریں تو اس کا مطلب ہے کہ سفر کرنا ہے، اس کا الٹ ہو جائے تو سفر نہیں کرنا ہے، کنکریاں پھینک کے سفر کے لیے وہ فال لیتے تھے، اسے طَرق کہتے ہیں، طیرہ اس کا معنی ہے بدشگونی۔ میں جب گھر سے نکلا تو میں نے راستے پر ایک کتا دیکھا لہٰذا یہ اس بات کی فال ہے کہ آج مجھے آگے سفر کے لیے نہیں جانا چاہیے، اسے طیرہ کہتے ہیں، عیافہ پرندوں کے نام ہیں ان کی آوازیں ہیں ان سے فال لی جائے، میں گھر سے باہر نکلا تو کسی نے کوے کا نام لیا، یہ نام منحوس ہے، لہٰذا آج سفر منسوخ ہے۔

پچھلے سال آپ کی وزارت مذہبی امور نے ایک سوال نامہ بھیجا، ان میں ایک سوال یہ بھی تھا، کہ یہ منگل اور بدھ کو گوشت کا ناغہ ہوتا ہے، منگل کے دن ناغہ نہیں ہونا چاہیے، یہ دن بڑا بھاری ہے، اور اس دن میں صدقات ہوں تو بلائیں ٹل جاتی ہیں، لہٰذا آپ اس سلسلے میں فتویٰ دیں، اس کی تحقیق کیا ہے، اب دیکھیں کہ ہندو یہاں منگل کو وزنی سمجھتا تھا تو لاشعوری طور پر بات ہماری طرف آگئی، چونکہ قدیم دور کا جو نجومی ہے، وہ کہتا تھا، کہ اس کا تعلق فلاں ستارے سے ہے اس پر فلاں ستارے کی حکومت ہوتی ہے، لہٰذا اس دن فلاں فلاں کام نہیں کرنا ہے، اقبالؒ مرحوم نے اسے ایک ہی ضرب سے اڑانے کی کوشش کی ہے۔

ستارا کیا تیری تقدیر کی خبر دے گا　　　وہ تو خود پہنائی افلاک میں ہے خوار زبون

وہ خود بھٹکتا پھر رہا ہے، مجھ سے کسی نے کہا آج منگل ہے اور اس پر فلاں ستارے کی حکومت ہے، میں نے کہا کہ فلاں ستارے پر کس کی حکومت ہے، جی اس پر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے، میں نے کہا کہ میں براہ راست اس ستارے سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے ماتحت ہو جاؤں تو بات اچھی نہیں ہے، یہ درمیان میں جو ستارہ پرستی شروع کر رکھی ہے یہ اچھی بات نہیں ہے، ایک اور صاحب میرے پاس آئے، کہنے لگے کہ کیا آپ ستاروں کی تاثیرات کے منکر ہیں، میں نے کہا کہ میں کسی کی بھی تاثیرات کا منکر نہیں ہوں، میں نے کہا کہ اس پانی میں تاثیر ہے یہ پیاس بجھا دیتا ہے، پتھر میں یہ تاثیر ہے کہ جب وہ کسی کو ماریں تو وہ سر پھوڑ دیتا ہے، لیکن ان تاثیروں کے پیچھے خالق ہے جو مؤثر قوت ہے، جب تک اس کی مشیت شامل نہ ہو، وہ کسی کو مارتا نہیں ہے، ایک

کی روشنی میں ہوگا، تو آپ یہ بتائیں کہ اگر کوئی اسمبلی جس میں آپ کے تین سو ممبر ہیں، اور 151 جسے قرآن حرام قرار دیتا ہے، وہ
اسے حلال کہہ دیں، تو جمہوری قانون تو کہے گا کہ یہ حلال ہوگئی ہے، لیکن قرآن کہتا ہے کہ اگر یہ تین سو کے تین سو لّ کے بھی کہہ
دیں تو یہ بات اٹھا کے ان کے منہ پر تھپڑ کی طرح دے مارو، کہ جہاں قرآن کے واضح احکام موجود ہیں، وہاں ایک جاگیردار کو،
ایک سرمایہ دار کو، ایک انگوٹھا پاس ایم این اے کو یہ کس نے حق دیا ہے، کہ قرآن کے نظریے کے سامنے اپنا باطل نظریہ لے
آئے، آپ ایک بات یاد رکھیں اجتہاد وہاں ہوتا ہے، جہاں قرآن اور سنت سے کوئی واضح حکم مل نہ سکے، جہاں واضح حکم موجود ہو
وہاں امام ابوحنیفہ کی جرأت نہیں کہ وہ اجتہاد فرماسکیں، وہاں علیؓ اور صدیق اکبرؓ کی جرأت نہیں کہ وہ اجتہاد فرماسکیں، تو وہ انگوٹھا
پاس جو بدقسمتی سے انگریز کی طرف سے زمین عطیہ میں ملی تھی دادا کی طرف سے ٹکڑا زمین مل گیا، اور آج تک وہ ہمارے معاشرے
کی گردن پر مسلط ہیں، اسے یہ کس نے حق دیا ہے، کہ قرآن وسنت کے مقابلے میں اجتہاد پیش کرے، اور پھر دلیل ساتھ یہ
دے، کہ علامہ اقبال مرحوم ومغفور کہتے تھے کہ اسمبلیوں کو یہ حق دیا جائے، اگر اقبال تم جیسے لوگوں کو اسمبلی میں بیٹھا ہوا دیکھتے تو میرا
خیال ہے کہ وہ ساری زندگی اسمبلی کا نام لینے کا تصور بھی نہ کرتے، جس طرح کے جانور ہماری اسمبلیوں میں اکٹھے ہوئے ہیں، یہ
جانور کا لفظ انتہائی سادہ لفظ ہے جناب ڈاکٹر صاحب جو ایم این ایز پر استعمال کیا جاسکتا ہے، انتہائی سادہ لفظ ہے، تو جس قسم کے
یہ جانور حضرات بیٹھے ہیں کیا آپ کی تقدیر کا مسئلہ ان کے ہاتھ میں دے دیں، کیا قرآن کی ترجمانی کا حق انہیں دے دیں، مصطفیٰ
علیہ السلام کا ترجمان انہیں بنادیں، یہ بات اسلام کے مزاج کے خلاف ہے، یہاں ماہرین آتے ہیں، یہ مفکرین آتے ہیں، یہاں
وہ لوگ آتے ہیں جو قوم کی قیادت کرسکیں، تو اب ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو فکری طور پر قوم کے ذہن کو درست رکھ سکے، اس کی
معیشت کو، اس کی معاشرت کو، اس کی سیاست کو، اس کی تعلیم کو، اس کی اقتصادیات کو پٹڑی سے نہ اترنے دے، اس کے لیے
اسلام نے بنیادی بات یہ کہی، کہ تعلیم آزاد ہوگی، اور ماہرین تعلیم اسے چلائیں گے، اسلام نے ابتداء سے یہی بات کہی، اگلی بات
اس نے یہ کہی کہ وہ طلباء سارے کے سارے مہمانِ رسولؐ ہیں، واہ کیا لطیف نکتہ ہے، کہ وہ رسول علیہ السلام کے مہمان ہیں اور ان
کا دین سیکھنے کے لیے آئے ہیں، لہٰذا ان کے سارے اخراجات مسلمان قبول کریں گے، اگر حکومت نے حصہ دینا ہے، تو وہ ان
رہنماؤں کے حوالے کرے جو انہیں کرنا ہے اس انداز سے کریں، تو یہ وہ طریقہ ہے جو اسلام نے نافذ کیا تھا، اب یہ طریقہ نافذ ہوا
تو آگے دو گروہ ہمارے سامنے آئے، ایک وہ جو علمی قائد تھے، اب آزاد معاشرے نے کن لوگوں کو جنم دیا، یہاں غزالی پیدا
ہوئے، رازی پیدا ہوئے، شاہ ولی اللہ پیدا ہوئے، یہ اس آزاد معاشرے کی برکت تھی، جس نے اتنے اتنے بڑے جوان پیدا
کیے، اور جب ہم خانقاہوں میں پہنچے، تو ہمیں غوث اعظمؒ ملے، رومی ملے، شمس العارفین سیالوی ملے، معین الدین اجمیری ملے، تو
جب قوم کی قیادت ایسے لوگوں کے پاس تھی تو اس وقت تک قوم پٹڑی سے اتر نہیں سکی، جب قوم کی قیادت ایسے ہاتھوں میں

Marfat.com

صاحب کسی سے کہہ رہے تھے اتفاقاً میں نے بات سنی کہ اس بندے کو مارنے کے لیے دسمبر اور جنوری کی سردیوں میں، میں نے سانپ پکڑا اور رات کو جب وہ بندہ سو گیا تو میں نے اس کے بستر میں ڈال دیا، سانپ اسے کاٹے گا تو یہ مر جائے گا اور میں قاتل بھی نہیں بنوں گا، اور میرا دشمن بھی مر جائے گا، لیکن سویرے وہ بستر سے اٹھا اور جب اس نے رضائی پیچھے کی تو نیچے سانپ بیٹھا تھا اس نے سانپ کو مار دیا، اب ساری رات وہ سانپ بستر میں رہا ہے، لیکن وہ کاٹ نہیں سکا، اس کی فطرت کو کس نے بدل دیا ہے، اس قوت نے جس قوت نے ابھی اس کی زندگی کو دس سال باقی رکھنا ہے۔

سرکار کریمؐ نے فرمایا کہ یہ جو باتیں ہیں یہ صرف وہم پرستی ہے، لہذا وہم پرستی اسلامی معاشرے میں داخل نہ ہو، یہ حدیث لکھ لیجئے کہ کوئی جامع الفاظ آ جائیں تاکہ حدیث کے الفاظ بھی اس میں آ جائیں اور جو حدیث سے باہر باتیں رہ گئی ہیں وہ بھی آ جائیں، میں المنار کے شاعر کے عربی حوالہ جات References اس لیے دے رہا ہوں انہیں زبان پر پوری گرفت ہوتی ہے، انہوں نے فرمایا! ''جو جامع معنی ہے جبت کا اس کا مطلب بزدلی ہے، وہم پرستی ہے، اور لغو باتوں پر اعتقاد رکھنا ہے، جب یہ باتیں ملیں تو جبت بنتا ہے، لہذا اس کا معنی صرف بت کرنا اس لفظ کی وسعتوں کو تنگ کر دینا ہے، وہ خواہ کوئی بھی کر رہا ہو، اب آگے لفظ ہے طاغوت۔ اس کے تین معنے امام جوہری نے کیے ہیں، یہ لغت کے بڑے زبردست ماہر ہیں، ہمارے اردو دان طبقے نے اس کا معنی صرف شیطان کیا ہے۔ علامہ جوہری کہتے ہیں ''طاغوت کا معنی کاہل ہے، طاغوت کا معنی شیطان ہے، طاغوت کا معنی گمراہی کا ہر قائد ہے''۔ لہذا اردو نے طاغوت کا بڑا صحیح معنی کیا ہے، مغربی قائدین کا ذکر کر کے یہ کہتے ہیں کہ یہ طاغوتی طاقتیں ہیں، لہذا ہر وہ طاقت جو حق کے مقابلے میں آ جاتی ہے اور اسے مٹانے کی کوشش کرتی ہے وہ طاغوت ہے، ہر وہ بات جو قرآن وسنت سے ہٹا دیتی ہے، اور وہم پرستی کا شکار بنا دیتی ہے، وہ جبت ہے امید ہے کہ ان لفظوں کا تجزیہ ہو گیا ہو گا، وہ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

۴۳ اور کہتے کیا ہیں کافر ایمانداروں کی نسبت زیادہ سیدھے راستے پر چل رہے ہیں، اس آیت کا ایک پس منظر ہے وہ یہ ہے، کہ کعب بن اشرف اور حیی نامی ایک آدمی اس کے باپ کا نام اخطب ہے، یہ دونوں جنگ احد کے بعد مکے میں آئے، کیوں آئے، اس بات کے لیے کہ یار آپ کافیوں کو مار آئے ہیں لیکن کافیوں کو زندہ چھوڑ آئے ہیں، اس وقت وہ بڑے کمزور ہیں اس وقت اگر حملہ ہو جائے تو اسلام کا کانٹا ہمیشہ کے لیے نکل جائے گا، یہ بات انہوں نے کہی، ابوسفیان نے ان سے پوچھا، یار ہم تو ان پڑھ لوگ ہیں، آپ بتائیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ فرما رہے ہیں وہ سچ نہ ہو جائے، تو ہم اس مخالفت سے باز آ جائیں، اس نے کہا کہ مجھے تورات کی قسم مجھے انجیل کی قسم تم حق پر ہو اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطل پر ہیں اب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رب جل جلالہٗ آپ کو اس حال میں چھوڑ سکتے تھے، انہوں نے ارشاد فرمایا، کہ کیا یہ

Marfat.com

تورات وانجیل والے ہیں یا جبت وطاغوت والے ہیں، اور یہ کافروں سے کہتے ہیں، ایمانداروں کی نسبت یہ صحیح راستے پہ چل رہے ہیں، اگر یہ اہل کتاب ہیں تو انہیں حمایت تو قرآن کی کرنی چاہیے تھی، یہ کافروں کی حمایت کرتے ہیں۔

۴۴ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمادی ہے، رحمت سے دور کردیا ہے، جسے رب اپنی رحمت سے دور کردے پھر اسے کہیں مددگار نہیں ملتا، کیا اس حکمرانی میں کائنات میں ان کا بھی کوئی حصہ ہے، یہ بات یہ کریں کہ یہ زیادہ ہدایت والے ہیں اور وہ کم ہدایت والے ہیں، یا یہ جاہل ہیں، ان کا حصہ نہیں ہے، اگر ان کا حصہ ہوتا تو یہ لوگوں کو فتیل بھی نہ دیتے، ابھی میں آپ کو بتارہا تھا کہ کھجور کی گٹھلی کے اندر جو باریک سا دھاگہ ہوتا ہے اسے فتیل کہتے ہیں، فتیل کا عربی لغت میں لفظی معنی ہے بٹی ہوئی چیز، اب کہتے ہیں کہ بٹی ہوئی رسی، خواہ اسے فتیل کہہ دیں یا بٹی ہوئی رسی کہہ دیں، یہاں دوسرا لفظ جو ہے وہ ہے ''نقیر'' انہوں نے اس کا معنی تل برابر کیا ہے، جسٹس پیر کرم شاہ صاحب بھی اس کا معنی تل برابر ہی کررہے ہیں، آیئے اس کا تھوڑا سا تجزیہ کردیں پھر معنی تل برابر ہی ہوتا ہے، کھجور کی گٹھلی کو اچھے طریقے سے پہلے آپ صاف کرلیں، اس کے بعد دیکھیں گے تو ذرا ذرا سیاہ نشان اس پر معلوم ہوگا، وہ بالیقین تل کے چوتھائی برابر ہوتے ہیں، وہ تل کے برابر نہیں ہوتے، تو نقیر اسے کہتے ہیں، اب اگر اسے تل کے رائی کے دانے سے تشبیہ دے دیں تو زیادہ مناسب ہوگا، لیکن ہمارے مترجمین سمجھانے کے لیے چونکہ تل کہہ رہے ہیں اس لیے میں بھی اس کا ترجمہ تل ہی کروں گا، اگر ان کے پاس ڈھیروں آجائے تو یہ تل برابر کسی کو کوئی شے دینے کے لیے تیار نہ ہوں۔

۴۵ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمرانی میں انہیں شریک نہیں بنایا، لہذا یہ بات نہیں ہوسکے گی، سب سے بڑی بات کیا ہے، کہ انہیں حسد ہے، باقی لوگوں پر حسد ہے یہاں الناس پر الف لام جو ہے وہ بات ہے جو ترجمے میں نہیں آسکتی، یہ عہد خارجی ہے، اس کا مطلب یہ ہوگا، کہ وہ مخصوص گروہ، جو رحمت عالم ﷺ کے اردگرد بیٹھا ہے، وہ لوگ جو ہیں ان سے انہیں حسد ہے، کس بات پر حسد ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل کیوں نازل کردیا ہے، اب مفسرین فضل سے مراد قرآن پاک لے رہے ہیں، میں کہتا ہوں کہ ساتھ صاحب قرآن کو بھی لے لو، تاکہ فضل کے لیے وسعتیں پیدا ہوجائیں، کہ اللہ تعالیٰ نے فضل کردیا ہے، خاتم الانبیاء ادھر آگئے ہیں، یہاں میرے ذہن میں علم الاعداد کے بہت سارے مسائل آرہے ہیں، اس پر میں نے ایک مقالہ لکھ دیا ہے، میں چاہوں گا کہ آپ میں سے کوئی ہمت کرے تو اس کے صرف بیس پچیس صفحے ہیں اگر اسے لکھوا کر چھپوادیا جائے تو وہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا، اس میں چونکہ خالص علمی انداز ہے، آپ میں سے اگر کوئی اسے چھپوانے کی ہمت کرے تو میں اسے وہ پیش کردوں گا، اسے چھپوادیا جائے تاکہ سارے لوگ اسے پڑھیں، پتہ لگے کہ اعداد کے حساب سے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک جن کے عدد چھیاسٹھ ہیں، وہ نو میں سما جاتا ہے، مصطفیٰ علیہ السلام کا اسم مبارک جن عدد بانوے ہیں، وہ بھی نو میں سما جاتا ہے، آپ پوچھیں گے کہ وہ کیسے آپ کو بتادوں کہ 66 میں دو چھ ہے، ان دو چھ کو آپس میں ضرب دیں تو 36 بن رہا ہے، 36 میں ایک چھ ہے اور ایک ہندسہ تین کا

Marfat.com

ہے، دونوں کو ملا دیں تو 9 بن جاتا ہے، نبی علیہ السلام کے نام مبارک کے عدد 92 ہیں، 92 میں نو اور دو ہے نو اور دو کو ضرب دیں تو یہ 18 بن جائے گا، 18 میں ایک اور آٹھ ہے ان کو ملائیں تو 9 بن جائے گا، نو کا ہندسہ کائنات میں سب سے بڑا ہندسہ ہے اس سے بڑا ہندسہ کوئی اور نہیں ہے۔ آپ سب یہ سوچیں گے کہ 10 اس سے آگے ہے اور 9 سے بڑا ہے، جب آپ دس میں سے صفر کو ہٹا دیں تو پیچھے ایک رہ جاتا ہے، 17 کے سات اور ایک جو جمع کریں تو آٹھ ہی رہے گا، 18 کے آٹھ اور ایک کو جمع کریں تو وہ 9 بنے گا تو یہ نو کا ہی نمائندہ ہوا، تو وہ آگے تو نہ بڑھا 19 میں نو اور ایک ہے ان کو جمع کیا جائے تو وہ پھر دس بن جائے گا، تو نو کے اوپر بڑا ہندسہ نہیں ہے، اور نو غیر فانی ہندسہ ہے، نو کو دو سے ضرب دیں تو 18 بن جائے گا اسی طرح نو کو تین سے ضرب دیں تو 27 بن جاتا ہے سات اور دو کو جمع کریں تو پھر نو بن جاتا ہے، جہاں تک چاہیں اسے لے جائیں یہ نو ہے تو نو ہی رہے گا، ایک تو یہ سب سے بڑا ہندسہ ہے اور دوسرے ہندسوں سے مل کر فنا نہیں ہوتا۔

لہٰذا جو خالق ہے وہ فانی نہیں ہے، جس نے ہادی بنایا ہے سب سے آخر پر لا کے اور فرمایا کہ اب سارا مستقبل تیرا ہی ہے، جس طرح مجھے ازلی اور ابدی فنا نہیں تجھے تخلیق کے بعد فنا نہیں ہے، لہٰذا نو کا ہندسہ آپ پر سجتا ہے، جناب موسیٰ علیہ السلام کے نام سے کوئی یہودی ایسا نکال کے دکھائے، جناب عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے ایسا نکال کے بتائے، قرآن پاک کا ہندسہ نو ہے تورات سے کوئی مجھے نکال کے دکھائے، اس کے آگے اور پیچھے بڑا حکیمانہ فلسفہ ہے، جو ساتھ ساتھ چل رہا ہے، تو انہیں حسد ہے کہ ادھر کتاب کیوں آگئی ہے، اگر پہلے کسی کے پاس نہ آئی ہوتی تو پھر تم کہہ سکتے تھے، ہم نے آل ابراہیم علیہ السلام کو کتاب بھی دیدی ہے، حکمت بھی دیدی ہے آل ابراہیم علیہ السلام کو یعنی مصطفیٰ علیہ السلام کو، اور ہم نے انہیں ملک عظیم بھی دیا ہے، آپ سوچیں گے جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت ملک عظیم تو کوئی نہیں تھا، اور اگر عرب مل جائے تو وہ ملک عظیم نہیں ہے بے آب و گیاہ صحرا ہے اس میں کیا ملک عظیم والی بات ہے، یہ آج تیل نکل آیا تو عرب امیر ہو گئے، لیکن جو لوگ حج پر جاتے تھے ان کے عطیوں پر عرب لوگوں کا گزارا ہوتا تھا، آج سب کچھ ہے تو یہ دو وجہ سے ہے، ایک تیل ہے اور دوسرا سونے کی کانیں ہیں لیکن اس دور میں یہ بات نہیں تھی۔

۵۴ قرآن پاک نے کہا کہ ہم نے آل ابراہیم علیہ السلام کو تین باتیں دے دی ہیں، قرآن پاک دیدیا ہے، اور قرآن پاک کا شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیدیا ہے، وہ قرآن پاک پر عمل کر کے بتا رہے ہیں اور یہ حکمت ہے، ہم نے انہیں ملک عظیم دیدیا ہے، یہ پیش گوئی ہے، اور پھر وہ ملک عظیم آ گیا، جب صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور حیدر کرارؓ اس دنیا سے تشریف لے گئے خلفائے راشدین نے تو 45 یا 46 لاکھ مربع میل پر "لا الہ الا اللہ" کا جھنڈا گاڑ دیا، یہ وہ ملک عظیم ہے جس کی کہیں اور مثال نہیں ہے۔

Marfat.com

۵۶ کچھ تو قرآن پاک پر ایمان لے آئے اہل کتاب کچھ اس سے رک گئے، جو رک گئے ہیں انہیں مطلع رہنا چاہیے، کہ دہکتی آگ ان کے لیے کافی ہے، جنہوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا ہے، انہیں ہم آگ میں پھینک دیں گے، اور اس سزا کو لمبا کرنے کا طریقہ کیا ہوگا، جب ان کے چمڑے پک جائیں گے، اور چمڑے تبدیل کر دیئے جائیں گے، فنا نہیں ہے چمڑا بدل دو تا کہ یہ جلتا رہے، تا کہ عذاب کو اچھی طرح سے چکھ لے، اللہ تعالیٰ غالب اور حکمتوں والا ہے اس جلانے میں بھی حکمت ہے، اور یہ ساری قوتیں اللہ تعالیٰ کی قوتوں سے نیچے ہیں، جو ایماندار ہیں یہ قرآن پاک کا انداز بیان ہے، کافر کا ذکر کرے گا تو لازماً ساتھ مسلمان کا ذکر کرے گا، وہ ایمان لائے اور نیک کام کیے، انہیں ایسے باغوں میں بھیجا جائے گا جہاں نہریں رواں دواں ہیں، وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے، اگر کوئی دیر تک رہ جائے تو اسے خالد کہہ سکتے ہیں، لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے، مثلاً آپ کے چولہے کے جو پائے ہوتے ہیں، انہیں کافی دیر تک وہاں رہنا ہوتا ہے انہیں بھی خلود کہہ دیا جاتا ہے، وہ دیر تک وہاں رہیں گے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ سدا ہی رہنا ہے تو خلدین کے ساتھ کوئی اور لفظ تاکید کے لیے لایا جائے، تو قرآن پاک نے کہا! "خلدین فیها ابدًا" وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہاں رہیں گے، ان کے جوڑ ہیں پاکیزہ مردوں کے لیے خواتین اور خواتین کے لیے مرد، ہم انہیں ایسے سائے میں پہنچائیں گے جو بڑا گہرا سایہ ہوگا، وہاں تمازت نہیں ہوگی، لیکن یاد رکھو ایک امتحان کے بعد آپ نے یہاں پہنچنا ہے، اور وہ امتحان کیا ہے، حضرت قرطبی" فرماتے ہیں کہ یہ ایک آیت موجود ہوتی تو ساری شکلیں اس میں آگئیں تھیں، اور میں سوچتا ہوں ان کی بات کو کہ مجھ جیسے قرآن پاک کے طالب علم کو کہ یہ ان پونے تین سطروں پر مشتمل ہے آیت، اللہ گواہ ہے اگر مجھے اس پر تفسیر لکھنی پڑے تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس آیت پر پانچ ہزار صفحات بڑی آسانی سے لکھے جا سکتے ہیں۔

آیت کا ترجمہ یہ ہے! "اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے، کہ امانتیں امانتوں کے حق دار جو لوگ ہیں ان تک پہنچا دو"۔

۵۸ اب دیکھیں کہ امانت کیا ہے، حاکم کے لیے امانت کیا ہے، محکوم کے لیے امانت کیا ہے، آپ کی پوری سوکس اس ایک فقرے میں آگئی ہے، جسے آپ پولیٹکل سائنس کہتے ہیں، وہ ساری کی ساری اس فقرے میں ہے لیکن یہ پولیٹکل سائنس زندگی کے کچھ حصوں کو لیتی ہے، مغربی دنیا میں زندگی محدود ہے، لیکن یہاں کی پولیٹکل سائنس زندگی کے بعد قبر تک ساتھ چلی جاتی ہے، جو امانت کو سنبھال سکتا ہے، اس کے پاس امانت پہنچا دو، اب اگر آپ نے کسی آدمی کو منتخب کرنا ہے، تو آپ نے سوچنا ہے کہ وہ آدمی کیسا ہے، کیا وہ قوم کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، اگر ایسی بات نہیں ہے، اور آپ نے اسے ووٹ دیدیا تو قیامت کے دن آپ سے مواخذہ ہوگا، اور وہ منتخب ہو گیا ہے، اسے کون کونسی خصوصیات چاہئیں کہ جو مال اللہ کریم نے اس ریاست کے بیت المال میں باہم پہنچایا ہے، وہ عوام تک کس کس انداز سے جاتا ہے، کیا اس سے سڑکیں بن رہی ہیں، کیا اس سے ہسپتال تعمیر ہو رہے ہیں، کیا

Marfat.com

اس سے بند باندھے جا رہے ہیں، کیا زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی اکٹھا کیا جا رہا ہے، کیا ملکی دفاع کے لیے جدید ترین اسلحے کے انبار لگائے جا رہے ہیں، کیا اخلاقی تربیت کے لیے بہترین قسم کا علم مہیا کیا جا رہا ہے، کیا بانی ساری قوموں کی مسابقت کے لیے ان علوم کو ان کے پاؤں کے نیچے بکھیرا جا رہا ہے، جو علوم اقبالؒ اور غزالی پیدا کیا کرتے ہیں، جو بوعلی سینا پیدا کرتے ہیں ،کیا آپ یہ کر رہے ہیں، یہ زندگی کا ایک پہلو تھا۔

اب دوسرے پہلو میں آئیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے امین بنایا ہے، کیا اپنے گھر میں آپ امانت داری کے تصور کو پورا کر رہے ہیں، کیا بچوں کی تربیت کے لیے جو آپ امین ہیں اس امانت کو آپ ادا کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ پر عبادت فرض کی ہے کیا آپ امین کے حساب سے وہ عبادت کر رہے ہیں، آپ پہلے انفرادیت کی طرف آئیں، پھر اجتماعیت کی طرف آئیں ،تو سیاست نفس، سیاست مدن، بین الاقوامی سیاست یہ ایک شعبہ ہو جائے گا، فارم ایک اور شعبہ ہو جائے گا، عدلیہ ایک اور شعبہ ہو جائے گی، اصلاح تعلیمی نظام یہ ایک اور شعبہ ہے، اخلاقیات کی تربیت ایک اور شعبہ ہے، مستقبل کے شہریوں کی تربیت ایک اور شعبہ ہے، جو جانے والے ہیں اس دنیا سے ان کا ایک اور شعبہ ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ان امانتوں کو امین کے حساب سے مستحقین تک پہنچا دو، لوگوں کے درمیان تم فیصلہ کرنے بیٹھو، تم جج کے طور پر سامنے آ رہے ہو تو کسی صورت میں بھی انصاف سے روگردانی نہ کرو، یہ اسلام کا پہلا سبق ہے، اس کے بعد اسلام کا دوسرا سبق ہے احسان، پہلے ان دونوں کے ساتھ عدل سے پیش آؤ، پھر ان کا بھرم رکھنے کے لیے اپنی طرف سے کچھ اضافے کر دو، مثلاً جو قاتل ہے اسے آپ نے سزائے موت تو دیدی، مقتول جس خسارے میں مبتلا ہو گیا ہے، احسان یہ ہے کہ جج حکومت کو حکم دیدے، کہ میں نے انہیں جانچ لیا ہے، انہیں ماہانہ تین ہزار روپیہ ادا کیا جائے، تا کہ ان کے بچے زندگی سنوار کے آگے بڑھ سکیں ،یہ عدل نہیں ہے بلکہ یہ احسان ہے، لہٰذا اسلام کہتا ہے کہ جہاں عدل کا اختتام ہوتا ہے وہاں سے احسان کا آغاز ہوتا ہے، اس احسان کو کسی صورت میں چھوڑا نہ جائے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ ۴۹ کی اور حاکموں کی جو تم سے ہوں

الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ

پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لوٹا دو اسے اللہ اور (اپنے) رسولؐ (کے فرمان) کی طرف اگر تم

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾

ایمان رکھتے ہو اللہ اور آخرت پر، یہ بہت بہتر ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

محبوبؐ آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا! جن کا گمان یہ ہے کہ وہ ایمان لائے ہیں، جو آپ کی طرف اتارا گیا ہے

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ

اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اور پھر وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس اپنے فیصلے لے چلیں ۵۰

وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّھُمْ

حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کرو شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں جا ڈالے

ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ

جب انہیں کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ۵۱

اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ

اور سرکار علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضری دو، تو آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ سے پوری شدت سے رک جاتے ہیں

صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا

پھر کیا ہوگا جب انہیں کوئی آفت آلے گی ۵۲ ان کی ان بداعمالیوں کی وجہ سے جو آگے بھیج چکے ہیں

Marfat.com

قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ

پھر وہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں، کہ ہماری مراد تو

إِحْسَٰنًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا

اچھائی اور موافقت تھی یہ وہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو

فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِيٓ

ان کے دلوں میں ہے آپ ان سے منہ موڑ لیں ۵۳ انہیں نصیحت فرمائیں اور ان کے

أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا

جی میں پہنچنے والی بلیغ بات ارشاد فرمادیں ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس بات کے لیے

لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ

کہ اذنِ خدا سے اس کی اطاعت کی جائے، اور اگر جب وہ ظلم کر چکے ہوں اپنی جانوں پر

جَآءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ

آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دیں ۵۴ اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیں اور رسول علیہ السلام بھی ان کے لیے معافی طلب فرمائیں

لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ

تو ضرور اللہ تعالیٰ کو وہ رجوع فرمانے والا مہربان پائیں گے۔ محبوب! انہیں تیرے رب کی قسم یہ مومن نہیں ہو سکتے ۵۵

حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا

یہاں تک کہ وہ آپ کو ہی منصف مانیں جو بھی ان کے درمیان جھگڑے ہوں، پھر

فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

اپنی جانوں میں وہ تنگی محسوس نہ کریں، جو آپ فیصلہ فرمائیں اور وہ ٹھیک انداز سے اسے قبول کر لیں۔

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا۟ مِن

اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے اور حکم دے دیتے کہ اپنے آپ کو مار دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ

دِيَٰرِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا۟ مَا يُوعَظُونَ

ان میں سے بہت ہی کم اس طرح کرتے، اگر وہ کر دیتے، جس بات کی انہیں نصیحت کی جا رہی تھی

بِهِۦ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾ وَإِذًا لَّءَاتَيْنَٰهُم مِّن

تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا ہے، اور ثابت قدمی کے لیے، بہت ہی مضبوط ہوتا اور اگر وہ ایسا کرتے تو ہم اپنے پاس سے انہیں

لَّدُنَّآ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾ وَلَهَدَيْنَٰهُمْ صِرَٰطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٦٨﴾

اجر عظیم دیتے۔ اور ہم انہیں صراط مستقیم کا راستہ دکھا دیتے

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم

جو اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی اطاعت کرتا ہے ۵۶ تو ایسے لوگ ان کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے

مِّنَ النَّبِيِّۦنَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ

وہ نبی ہیں، صدیق ہیں، شہید ہیں، اور نیک لوگ ہیں، ان کی

أُو۟لَٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ

رفاقت بہت ہی اچھی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اللہ تعالیٰ کافی ہے

بِاللَّهِ عَلِيمًا ﴿٧٠﴾

بہت جاننے والا

۵۹ فرمایا کہ تم پر دو اطاعتیں لازم ہیں، پہلی اطاعت اللہ کریم کی ہے، اور دوسری اطاعت رسول کریم علیہ السلام کی ہے، پھر جب تمہاری ایک ریاست قائم ہو جائے، اور وہ تمہاری مرضی سے ہی قائم ہوئی ہے، تو وہ لوگ اولی الامر ہیں، امر کا معنی ہوتا ہے حکومت، اولی کا معنی ہوتا ہے والے، یعنی حکومت والے۔ وہ تمہارے حکمران ہیں جو مسلمان ہیں، ان کی بات ماننی ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول ؐ کی اطاعت کے بعد۔ لیکن اگر کسی معاملے میں تمہارا حکمرانوں کے ساتھ نزاع ہو گیا ہے (تنازعتم، یہ باب تفاعل ہے عربی زبان میں، یعنی دونوں طرف سے گفت وشنید ہو) یعنی تم حاکم سے لڑ رہے ہو اور حاکم تم سے جھگڑ رہے ہیں تو پھر حاکم کی بات سند نہیں ہے، پھر اسے بھی اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی طرف پلٹنا ہے، پتہ چلا کہ حکمران کی اطاعت بھی اسی وقت تک ہے، جب وہ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی اطاعت کر رہا ہو۔ اگر وہ اللہ اور رسول ؐ کی اطاعت چھوڑ دے، تو اس کی اطاعت نہیں ہوتی، تو جب جھگڑا ہو تو اسے اللہ اور رسول ؐ کی طرف واپس موڑ دو، اگر تمہارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے، یہ ضروری ہے، یہ اچھی بات ہوگی، اور اس کا انجام بے حد حسین ہوگا، اب ہم سرکار علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں، کہ ہم نے کس حد تک حکام کی بات کو ماننا ہے، میں صرف دو حدیثوں کا حوالہ دوں گا۔

پہلی حدیث

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کی پہلی حدیث پاک یہ ہے کہ! **"لاطاعة للمخلوق فی معصیة الله"** ٥ "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کسی بھی مخلوق کی اطاعت بالکل نہیں کی جاتی"۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے، ایک حاکم کہتا ہے کہ نماز نہ پڑھو تو اس کی یہ بات ہرگز نہیں مانی جائے گی۔ حاکم کہتا ہے کہ زکوٰۃ نہیں دینی ہے تو آپ نے اس کی بات نہیں ماننی ہے، لوگوں سے حسن سلوک نہیں کرنا ہے تو اس کی یہ بات بھی نہیں ماننی ہے، چونکہ یہ ساری معصیت کی باتیں ہیں۔

دوسری حدیث

"شر ائمتکم الذین تبغضونهم ویبغضونکم وتلعنونهم ویلعنونکم قلنا یارسول الله صلّی الله علیك وسلم افلا ننابذ هم عند ذالك قال لا ماقاموا فیکم الصلوة ولاما اقاموا فیکم الصلوة" ٥

"تمہارے وہ حاکم بدترین ہیں، جن سے تم بغض کرتے ہو اور وہ تم سے بغض کرتے ہیں، (یعنی حاکم ومحکوم میں ایسی دوری آگئی ہے کہ اسے رعایا سے نفرت ہے اور اس کی باتوں کو دیکھ کے رعایا کو اس سے نفرت ہے) تم ان پر لعن وطعن کرتے رہتے ہو اور وہ تم پر لعن وطعن کرتے رہتے ہیں (تو یہ بدترین حاکم ہیں)، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین نے عرض کی یارسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ایسا نہ کریں؟ کہ پھر ہم ان سے جو عہد ہے اٹھا کر ان کے منہ پر دے ماریں؟ فرمایا نہیں (ابھی وہ وقت نہیں آیا) جب تک وہ تمہارے اندر نماز کے قیام کا بندوبست کرتے رہیں اس وقت تک ان سے معاہدہ نہ توڑو، دوبارہ پھر تنبیہ فرمائی''۔

کیونکہ کہ سرکار علیہ السلام کی نگاہ پاک میں یہ بات بالکل واضح تھی کہ اگر قدم قدم پر حکام اور رعایا کو جو دونوں مسلمان ہیں، آپس میں لڑا دیا گیا تو ملکی نظام تہہ و بالا ہو کر رہ جائے گا۔ اب ہمارے صرف دو سیاستدان آپس میں لڑ رہے ہیں، تو ملک کا جو حال بنا ہوا ہے وہ آپ سے مخفی نہیں ہے، تو ارشاد فرمایا کہ ابھی آپ ان سے معاہدہ توڑیں نہیں۔

تیسری حدیث پاک

"ان لا تنازع الامر اهلهٗ" ٥ ''جو کسی کے اہل ہیں ان کے ساتھ اس وقت تک جھگڑا نہ کرو جب تک وہ واضح کفر کی طرف نہ چلے جائیں، اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آجائے کہ حاکم نے تو کفر کا راستہ پکڑ لیا ہے، لہذا اس کا اب تبدیل کرنا ضروری ہے۔

یہ تین احادیث مبارکہ ہیں جنہوں نے ہمیں بتادیا کہ ہم نے کس حد تک حکام کی بات کو ماننا ہے، لیکن جہاں بھی کسی بات کی تشریح یا توضیح پر اختلاف ہوگا تو اس وقت کسی حاکم کی وضاحت قابل قبول نہیں ہے، وہاں وضاحت وہی ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، اب جو لوگ اس بات سے ہٹ جاتے ہیں اگلی آیت میں اس کے بارے میں فرمایا محبوبؐ! یہ لوگ جن کا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ قرآن پاک کو بھی مانتے ہیں، اور اس سے قبل نازل ہونے والی کتابوں کو بھی مانتے ہیں، اور انہیں ماننے کے بعد یہ چاہتے ہیں کہ جب کوئی فیصلہ کرنا ہو تو وہ طاغوت کے پاس فیصلہ جائے، طاغوت، ہر اس قوت کا نام ہے، جو اسلامی معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتی ہے، وہ طاغوت ہے اقتصادیات میں بگاڑ پیدا کرے تعلیم میں بگاڑ پیدا کرے، فوجی نظام میں بگاڑ پیدا کرے، سیاست میں بگاڑ پیدا کرے، تو جو بھی مسلمانوں کو سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے، جامع ترین یہی ہے کہ وہ طاغوت ہے، یہ چاہتے ہیں کہ جب ثالثی کرنی ہو تو طاغوت کے پاس چلے جائیں، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ صراط مستقیم صرف اللہ تعالیٰ اور سرکار علیہ السلام کی تعلیمات ہیں، طاغوت کے پاس نہیں جانا ہے، اب جب وہ طاغوت کی گود میں گر جاتے ہیں تو پھر وہ کیا کرتا ہے شیطان تو چاہتا ہے کہ انہیں اتنا بھٹکا دے کہ پھر سیدھے راستے پر چڑھ نہ سکیں۔

قرآن پاک نے وضاحت سے یہ بات فرمادی کہ جب تم اللہ تعالیٰ اور سرکار علیہ السلام کے ہو گئے ہو تو کسی ثالثی کے لیے کسی فیصلے کے لیے، کسی اور بات کے لیے تم طاغوت کے پاس کیوں جاتے ہو، قرآن پاک نے ایک ایسا جامع لفظ استعمال فرمایا

نہ رہی، تو پھر قرآن نے یہ بات کہی، کہ اس راستے سے ہٹو نہیں، اگر ہٹو گے تو تمہارے لیے بات بگڑ جائے گی اور عذاب الیم کی طرف چلے جاؤ گے، عذاب الیم اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا، کہ آج ہم جس راستے پر چل رہے ہیں، ہمارے اندر غیروں نے بے حسی پیدا کر دی ہے، آپ اپنے معاشرے پر نگاہ ڈال لیں، آپ یقیناً میرے ساتھ اتفاق کریں گے، کہ ہم میں بے حسی آ گئی ہے، اور بین الاقوامی سطح پر ہم بے بس ہو گئے ہیں ہم شور تو ڈالتے ہیں کہ ورلڈ آرڈر World Order نہیں چلنے دیں گے، لیکن وہ چل رہا ہے، اور مسلمانوں کی گردنوں کو باری باری دبوچ رہا ہے، اور ہم ایک بے بس شکار کی طرح خاموشی سے اس کے جال میں (جوان کا ضمیر ہے) پھنستے جا رہے ہیں، تو اب یہ دو باتیں بے حسی کی اور بے بسی کی ہم پر مسلط ہو گئی ہیں، اس بے حسی اور بے بسی سے نکلنا بے حد ضروری ہے، لیکن اقبال بھی مایوس ہو کے کہہ رہا تھا۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے ۔۔۔ وہی آب و گل ایران وہی تبریز ہے ساقی

اللہ کرے، ہم دشمنوں کے چنگل سے نکل جائیں، اور اس راستے کو متعین کریں جو قرآن صراط مستقیم کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے، قرآن نے پھر تاکید کی، ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا، جو پارٹیوں میں بٹ گئے، اور انہوں نے باہم اختلاف کیا اور کب کیا جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے واضح نشانیاں اور آیات آ گئیں، قرآن کا اشارہ یہودیوں اور نصرانیوں کی طرف تھا، جو مختلف قومی طبقات میں بٹ گئے تھے، تو جو قوم طبقات میں بٹ جاتی ہے اس پر عظیم عذاب مسلط ہو جایا کرتا ہے، معاشرے پر بھی نگاہ ڈال لیجئے، معاشرے سے مراد یہ محدود سا معاشرہ نہیں جسے آپ پاکستانی معاشرہ کہتے ہیں، میری جب بھی معاشرے کی بات آئے گی، تو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک جہاں اسلامی دنیا بس رہی ہے وہ میرا معاشرہ ہے، اور اس معاشرے پر عذاب عظیم مسلط ہے، کہ جو بدامنی ہے وہ اسلامی دنیا میں ہے، بم بلاسٹ ہوتے ہیں تو اسلامی دنیا میں، سنی شیعہ کو مار رہا ہے اور شیعہ سنی کو مار رہا ہے تو اسلامی دنیا میں، تو یہ سارے کے سارے عذاب ہم پر مسلط ہیں، بے بسی اور بے حسی اس کا حرف اول ہیں، یہ نتیجہ اس بات کا ہے، کہ ہم قرآن کو چھوڑ کے مختلف گروپوں میں بٹ گئے ہیں، سنت رسول کو چھوڑ کے مختلف گروپوں میں بٹ گئے ہیں

☆☆☆☆☆

Marfat.com

کہ قیامت تک کے ہر مفسد کو اس کے اندر بند کر دیا ہے، کہ جو اسلامی معاشرے و عقیدے کو جس انداز سے بھی بگاڑتا ہے وہ طاغوت ہے لہذا اس کا انکار ضروری ہے، جب میں پچھلے دو تین سو سال اسلامی تاریخ کو سوچتا ہوں تو مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم طاغوت کے پنجوں میں تڑپ اور پھڑک رہے ہیں، اور وہ ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ اسلامی دنیا میں بھی ہم قرآن وسنت کی طرف پلٹ جائیں، جو پلٹنے کی کوشش کرتا ہے طاغوت آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیتا ہے۔

الجزائر کی حالت زار

یہی کچھ ہوا تھا الجزائر میں کہ مغرب کے انداز کی جمہوری روایات کو قائم رکھتے ہوئے وہاں الیکشن تو ہوا، لیکن جب وائٹ ہاؤس White House کو پتہ چلا کہ یہ مشرق کے لوگ وہاں اسلام لانا چاہتے ہیں تو انہوں نے اپنے مہروں کو آگے کر کے وہاں تباہی مچادی، اب ہمارے پڑوس جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، افغان وہ قوم ہے جس نے کبھی غلامی کو قبول نہیں کیا، پچھلی چند صدیوں میں انہوں نے جان ہتھیلی پر رکھی لیکن کسی قوت کے سامنے انہوں نے جھکنے کا نام نہیں لیا، جب تک روس کے مقاصد کو تباہ کرنے کے لیے امریکہ کو ضرورت تھی تو افغان قوم اس کی بڑی چہیتی تھی، پاکستان پر بھی نظر کرم ہوئی لیکن جو نہی روس وہاں سے رخصت ہوا، افغان قوم کو کتنے حصوں میں بانٹ دیا گیا، اور اسے اکٹھا نہیں ہونے دیا جا رہا، ساری دنیا کہہ رہی تھی کہ طالبان کی حمایت امریکہ کر رہا ہے لہذا وہ آگے بڑھ رہے ہیں جو علاقہ انہوں نے لیا اس پر انہوں نے اسلامی آئین کی کچھ شقیں نافذ کیں، نتیجہ یہ نکلا کہ طاغوت نے کہا کہ اچھا! ہمارے ہوتے ہوئے یہ بھی ہو سکتا ہے اب اس نے ان کے خلاف سب سے پہلے ملک میں ایک قوت بنادی، احمد شاہ بھی ایک طرف بھاگ گیا، ربانی بھی اس کے ساتھ مل گیا دوستم بھی مل گیا، اب بھی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو شک ہے کہ شاید طالبان عوام سے اٹھے ہیں تو عوام کے تعاون سے بڑی دیر تک ان سے شکست نہ کھا سکیں گے، اب انہیں شکست دینے کے لیے بھارت کو، ایران کو اور العیاذ باللہ ترکی کو بھی ساتھ شامل کر کے طالبان کے کانٹے کو راستے سے نکالنے کے لیے پوری قوت کے ساتھ طاغوت میدان میں اتر آیا ہے، اور عالم اسلام اتنا بے بس ہے کہ وہ بیٹھا تماشا دیکھ رہا ہے۔

اب فرمان یہ تھا کہ طاغوت کے مقابلے میں آنا ہے لیکن ہماری پچھلی تین صدیوں کی تاریخ اس سلسلے میں بڑی ہی تاریک ہے۔ 1947ء سے حالات پلٹے تھے، طاغوت جنگ عظیم ثانی کے بعد زخم چاٹ رہا تھا حالات بدل گئے تھے، اس سلسلے میں قائد اعظم مرحوم و مغفور موسم بہار کی پہلی بارش کا قطرہ تھے، جنہوں نے مغربی دنیا سے اسلامی دنیا کو آزاد کرانے کے لیے بھرپور کوشش سے کام لیا، آپ 1947ء کے بعد بھی دیکھتے ہیں کہ مسلمان ممالک کافی تعداد میں آزاد ہو گئے، اور جو ایک حد تک نیم آزاد تھے مثلاً شام، ایران، مصر، یمن، عراق پوری طرح آزاد ہو گئے، یہ راستہ جس نے دکھایا اس کا نام قائد اعظم محمد علی جناحؒ تھا اور وہ ہمارے ملک کا قائد تھا، پھر کیا ہوا؟ مغرب جب اپنے زخم چاٹ چکا تو سوچا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہاں پھر کہیں صلاح الدین ایوبی،

Marfat.com

نورالدین زنگی نہ پیدا ہو جائیں، کہیں فاروق اعظمؓ اور حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی صدائے عشق و محبت پھر نہ اجاگر ہو جائے، مغرب نے پھر اپنی ساری ریشہ دوانیاں شروع کیں، جو پچھلے تین سو سال سے سیاست کے نام پر جو بھیڑیے پال کر وہ ہمارے ملک میں چھوڑ گئے، ان سے کہا کہ اس ملک کو چیر و اور پھاڑ و لیکن جب ہم اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی طرف جاتے تھے تو بات ہی کچھ اور تھی۔

۵۰ اگلی آیت کا پس منظر یہ ہے کہ ایک یہودی اور ایک نام نہاد مسلمان جو منافق تھا، ان دونوں کے درمیان باغ کو پانی لگانے پر جھگڑا ہو گیا، دونوں سرکار علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، سرکار علیہ السلام نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا، اس نام نہاد منافق جو لا الہ اللہ حلق سے اوپر اوپر پڑھ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ میں چونکہ کلمہ پڑھتا ہوں تو فیصلہ میرے حق میں ہو گا، لیکن منصف اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا، باہر نکلا کچھ روایات میں آتا ہے، کہ اس نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیصلہ لیتے ہیں، لیکن علامہ قرطبیؒ وغیرہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے فیصلے کا درمیان میں ذکر نہیں کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی فیصلہ من وعن حضورؐ والا فرمایا، اس نے کہا یار نکلے جو ہیں تو حضرت عمرؓ کے پاس بھی چلے چلتے ہیں، وہ بڑے وسیع الخیال انسان ہیں، ان سے فیصلہ لیتے ہیں، دو جگہ فیصلہ پا کے منافق کو اطمینان نہیں ہوا، تو وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، الفاظ یہ ہیں، فاروق اعظمؓ کے سامنے بات کی، اور اس یہودی کے منہ سے یہ کلمہ نکل گیا کہ ہم سرکار علیہ السلام کے پاس بھی گئے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بھی گئے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سن کے کسی تلخی کا اظہار نہیں کیا، صرف یہ فرمایا! جس طرح علامہ قرطبی نے اس حدیث کو لیا ہے، "**رويد كما حتى اخرج اليكما**" ٹھہر جاؤ میں ابھی تمہارے پاس واپس آتا ہوں اور تمہیں فیصلہ سناتا ہوں، اندر چلے گئے، وہاں سے تلوار لی، آتے ہی ایک فقرہ کہا اور منافق کا سر اڑا دیا، فقرہ یہ تھا! "**هكذا اقضى على من لم يرض بقضاء الله وقضاء رسوله**". کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی علیہ السلام کے فیصلے پر راضی نہ ہو میرا فیصلہ یہ ہوتا ہے۔ یہ کہا اور تلوار سے سر اڑا دیا، قرطبی فرماتے ہیں ادھر اس کا سر اڑا ادھر جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے، اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو فرمایا! ''انت الفاروق''۔ تو فاروق ہے یعنی حق اور باطل کو الگ الگ کر دینے والا انسان ہے۔ تو اس آیت کا پس منظر جو ہے وہ یہ ہے۔

۵۱ قرآن پاک فرماتا ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اور رسول علیہ السلام کی طرف آؤ یعنی قرآن پاک اور صاحب قرآن پاک کی طرف آؤ، معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی یہ چاہتا ہے کہ قرآن پاک سمجھنے کے لیے ہدایت محبوب رحیم علیہ السلام سے لینی ہے تم براہ راست قرآن پاک کو نہیں سمجھ سکتے، اس قرآن پاک کے سب سے پہلے کامل

Marfat.com

شارع سرکار علیہ السلام ہیں۔

فرمایا محبوب! آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ سے بڑی شدت کے ساتھ رک جاتے ہیں آپ کی طرف بالکل نہیں آتے، اب واضح بات ہے کہ جو رسول علیہ السلام سے کٹ جائے ہٹ جائے قرآن پاک اسے منافق کہہ رہا ہے۔

۶۲ محبوبؐ! اگر انہیں کوئی مصیبت آجائے (وہ منافق جو اس دورِ اقدس میں تھے) اور مصیبت کیوں آتی ہے؟ اس لیے کہ انہوں نے پہلے ایسے کارنامے کیے ہوتے ہیں جن کا منطقی نتیجہ ہی وہ مصیبت ہوتی ہے پھر آپ ے، پاس آتے ہیں آ کر قسمیں کھانے لگتے ہیں کہ نہیں جی ہمارا مطلب وہ نہیں تھا، ہم تو نیکی چاہ رہے تھے، ہم تو چاہتے ہیں کہ موافقت پیدا ہو جائے، ہمارا مطلب وہ نہیں تھا جو مسلمان سمجھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ منافق فوراً اپنی بات کو موڑ دیتا ہے، اور جب موڑتا ہے تو غلط مفہوم کو صحیح قرار دینے کے لیے وہ بے حد جتن کرتا ہے، آپ اگر دورِ حاضر کے حکمرانوں کو دیکھیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جتنی منافقت یہ کرتے ہیں اتنی کوئی نہیں کرتا، اقبالؒ نے سچ کہا تھا کہ جمہوری نظام آیا اور جمہور نے جس قسم کے انڈے دیے اور جس قسم کے چوزے اس سے نکلے وہ سب گندے تھے۔ اقبالؒ نے کہا کہ شیطان نے کہا کہ اب میں فارغ ہوں اس لیے کہ میری اولاد پھیل گئی ہے، اب مجھے چھٹی ہے بڑی مزے سے لمبیاں تان کر سویا ہوا ہوں یہ اقبالؒ کا تجزیہ تھا، میں بسا اوقات کہا کرتا ہوں کہ جب الیکشن ہو رہا ہوتا ہے ان دو تین مہینے کے عرصے میں جتنے ہمارے سیاستدان جھوٹ بولتے ہیں، جمہوری تاریخ سے پہلے جتنی انسانیت کی تاریخ گزری ہے اس ساری تاریخ میں بحیثیت مجموعی اتنا جھوٹ نہیں بولا گیا ہوگا، جتنا کسی چھوٹے سے ملک میں الیکشن کے دنوں میں ہمارے نمائندگان اور ان کے ساتھی جتنا جھوٹ بولتے ہیں، یہ وہ لعنت ہے جو مغربی اندازِ حکمرانی نے ہمیں عطا کی ہے۔ تو ارشاد ہوا کہ جب مصیبتیں پڑتی ہیں تو پھر قسمیں کھاتے ہیں، میں نام نہیں لیتا یہاں راولپنڈی کا ایک سیاستدان ایک گھر گیا ان سے ووٹ مانگنے کے لیے، انہیں میرے ساتھ حسن ظن تھا وہ فوجی ریٹائرڈ میجر تھے، ان کے اس علاقے میں پندرہ بیس گھر ہیں، انہوں نے اسے جواب دیا کہ ہمارا ووٹ تو شاہ صاحب کا ووٹ ہے وہ جدھر فرمائیں گے ہم ادھر ووٹ دے دیں گے۔ اب لیڈر صاحب کو زندگی میں ایک بار برسرِ راہ دیکھا ہے، اس نے کہا کہ میں دس بارہ سال پہلے شاہ صاحب سے بیعت ہو چکا ہوں اور بڑا قریبی مرید ہوں، میجر صاحب میرے پاس آئے تو میں نے کہا کہ میں نے تو صرف آپ کو بیعت کیا ہے ورنہ میں تو بیعت نہیں لیا کرتا، مجھے خوف آتا ہے بیعت لینے سے۔ *"یہ انہیں کا کام ہے جن کے حوصلے ہیں زیادہ"* یہ میرا کام نہیں ہے، تو پھر جب وہ دوبارہ آپ کے پاس آئے تو اس کو میرے پاس لے آئیں کہ آؤ ہم ذرا شاہ صاحب سے تصدیق کراتے ہیں کہ آپ کس سن میں کس تاریخ کو شاہ صاحب سے بیعت ہوئے تھے، تو یہ جھوٹ گھڑتے ہیں اور موقع پر گھڑتے ہیں۔ کہ ایسا گھڑتے ہیں شیطان بھی اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کے بھاگ جاتا ہے۔

Marfat.com

۵۳ فرمایا محبوبؐ! آپ ان سے رخ انور موڑ لیں، ایمان سے پوچھیں کہ جس سے آپ رخ انور موڑ لیں گے وہ کس جہنم میں گرے گا، یہ انہی لوگوں کو معلوم ہے جو عشق رسول علیہ السلام میں مستغرق ہیں، کہ اگر وہ منہ مبارک موڑ لیں تو پھر ہوتا کیا ہے، ایک صحابی کہتے تھے کہ الٰہی! مجھے بے شک پچاس دفعہ اٹھا کر دوزخ میں پھینک دے لیکن یہ کبھی نہ ہو کہ میں ہوں اور محبوب علیہ السلام اپنا رخ زیبا مجھ سے موڑ لیں۔ یہ بڑا نازک مقام ہے، جو اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو ملتا ہے، آپ ان سے رخ انور موڑ لیں، لیکن آپ نصیحت جاری رکھیں ایسی باتیں فرمائیں جو ان کے دلوں پر اثر پیدا کریں، یہ سرکار علیہ السلام کی تین ڈیوٹیاں ہیں تبلیغ کے میدان میں ہمارا بھی انداز یہی ہونا چاہیے، فرمایا قاعدہ کلیہ یاد رکھو حاکم کی اطاعت وقتی ہے وہ بھی تب جب قرآن وسنت کے مطابق ہو، لیکن جو بھی رسول آیا ہے اس کی اطاعت آپ پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے، جب بھی کوئی رسول آیا ہے، اس کی اطاعت فرض ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت بحیثیت خالق ہونے کے اور رسول علیہ السلام کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے۔ یہ دو باتیں ہیں، یہ تو باقی نبیوں کی بات تھی، اب یہاں محبوب کو ایک خاص انداز سے پھر الگ کر لیا، کیونکہ یہ مقام محبت تھا۔

درِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حاضری

۵۴ فرمایا محبوبؐ! اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں یعنی گناہ کر لیں پھر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دیں، اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیں اور آپ بھی ان کی معافی کے لیے ان کی سفارش فرما دیں تو اللہ آپ ﷺ کی بات قبول بھی کرے گا اور رحیم بھی ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ آیت سرکار علیہ السلام کی ظاہری مبارک زندگی کے ساتھ ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟

جواب مفسرین کا اجتماعی جواب یہ ہے کہ یہ ہمیشہ کے لیے ہے، اس لیے کہ یہ مطلق ہے، اور اس کے ساتھ کوئی قید نہیں آئی، اس کو اس ظاہری زندگی کے ساتھ مقید نہیں کر سکتے، لہذا جب سرکار علیہ السلام اس ظاہری دنیا میں تشریف فرما تھے تب بھی جب آپ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو ان کی خدمتِ اقدس میں حاضری دیں، جب آپ اس ظاہری دنیا سے تشریف لے گئے ہیں تو آپ ان کے روضہء اقدس پر حاضر ہو سکتے ہیں تو وہاں جا کر عرض کریں اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو اقبالؒ سے سبق لیں کہ!

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام ۔۔۔ اس زمین وآسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

میں نے سمجھا کہ زمین وآسمان کا کنارا کہیں نہیں ہے، لیکن جب محبت نے ایک چھلانگ لگائی تو وہ اس سے باہر نکل گئی، مطلب یہ ہوا کہ آپ کے دل میں محبتِ رسول علیہ السلام ہے ذرا دل کے آئینے میں اپنے محبوبؐ کو دیکھ لیں اور یہ وہ مقام ہے

Marfat.com

جہاں مسلمان کا کھڑا ہونا فرض ہے، تو اب حضورؐ ظاہری زندگی میں ہوں یا برزخی زندگی میں ہوں، جب بھی آپ اپنے اوپر کوئی زیادتی کر دیں تو آپ اپنی توجہ سرکار علیہ السلام کی طرف موڑیں، یہ کس کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ حکم دے تو کیا وہ شرک بھی ہوتا ہے، آج تک یہ معمہ مجھے نہیں سمجھ آیا کہ حکم تو اللہ تعالیٰ دے اور پھر رسول علیہ السلام کی طرف توجہ کرنا شرک ہو، اب اس سے یہ بھی بات پتا چلی کہ جب ادھر توجہ کرنی ہے تو پھر خطاب سے ہی کریں گے، یارسول اللہؐ ہی کہیں گے، قرآن پاک نے کہا کہ یارسولؐ اللہ کہہ کے درخواست کرنا ان کے دربار میں جائز ہیں۔ دل کے آئینے میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

یہ بات مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی کہ اللہ تعالیٰ حکم دے کہ میرے محبوب علیہ السلام کے روضہ اقدس پر حاضری دو اور کچھ لوگ کہیں کہ درِ اقدس کی نیت کر کے جانا شرک ہے، معاذ اللہ کیا اللہ تعالیٰ کا حکم بھی شرک ہوسکتا ہے؟ اقبالؒ کے نظریے کے مطابق اگر وہاں حاضر ہونے کی استطاعت نہیں ہے تو دل میں ان کا تصور باندھ کر عرض کریں اور جب یہ بات ہوگی تو پھر یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کہہ کر عرض کریں گے تو گویا آپ کو اس انداز سے پکارنا شرک نہیں بلکہ قرآن پاک کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہیں اس کی مرضی ہے معاف کرے نہ کرے، لیکن محبوبؐ! جب آپ کے دستِ اقدس اٹھ جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی یہ عادت نہیں کہ آپ کے مقدس ہاتھوں کو خالی واپس کردے۔

سرکار ﷺ کے وصال باکمال کے بعد تین دن گزر چکے تھے کہ ایک بدوی آیا (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کے راوی ہیں) اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم جب کسی کا نوکر خدمت کرتے کرتے بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو تو اچھا آقا پھر اس کی خبر گیری کرتا ہے میں گناہوں سے لتھڑا ہوا ہوں، آپ کا کلمہ پڑھ کر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گیا ہوں اور آپ کے رب کریم نے یہ فرمایا ہے کہ جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کرے، آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دے دیں آپ ان کی معافی کے لیے سفارش فرما دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، جب وہ عرض کر چکا تو قبر انور سے آواز آئی:

"فنودی من القبر انہ قد غفر اللہ لہٗ" ۔ کہ اللہ کریم نے اس کے سارے گناہ معاف کر دیے ہیں''۔ یہ گناہ بخشوا کے سرکار کریمؐ کے روضے سے باہر نکلا ہے۔

ایک اور بدوی بھی آتا ہے اس کا واقعہ کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے، یہ کتاب سیرت کی کتب میں اسی طرح معتبر ہے جس طرح حدیث کی کتب میں بخاری معتبر ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس نے آکر عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے رسول سلام اللہ تعالیٰ علیک میں ساری زندگی کسی کا غلام رہا ہوں اب جہنم سے آزادی چاہتا ہوں، اسے سرکار علیہ السلام نے قبر انور سے آواز دی کہ جا تو جہنم کی آگ سے آزاد ہوگیا ہے، وہ یہ مبارک الفاظ سن کر پیچھے ہٹا تو

روضۂ اقدس کے دروازے کے پاس گر الو گرتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

ایک شاعر کا واقعہ

شہیدی ہمارے ملک کا اردو کا بڑا مایہ ناز شاعر ہے اور نعت کے میدان میں بھی بڑا اونچا شاعر شمار ہوتا ہے، اس نے سرکار علیہ السلام کے روضۂ اقدس سے کچھ فاصلے پر لیٹ کر ایک رباعی عرض کی!

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے — قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا
خدا منہ چوم لیتا شہیدی کس محبت سے — زبان پر میری جس دم نام آتا ہے محمد کا

سرکار علیہ السلام کا نام گرامی لیتے وقت پہلے میم پر دونوں ہونٹوں نے بوسہ لے لیا، دوسرے میم پر پھر بوسہ لے لیا، یہ اللہ تعالیٰ بوسہ دلوا رہا ہے، ادھر یہ اشعار عرض کیے ادھر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، یہ وہ باتیں ہیں کہ جن سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔

دوسرا فرمایا **"فلا وربک لا یؤمنون"** ○ "تیرے رب کی قسم ایمان دار نہیں ہو سکتے" یہاں اکثر مترجمین کے نزدیک پہلا لام زائد ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ نہیں زائد نہیں ہے مثلاً آپ کسی کے انکار میں کہہ دیتے ہیں کہ نہیں جی بالکل نہیں اب لفظ نہیں دو مرتبہ آیا ہے یہاں بھی بات یہی ہے اور یہی بات مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی جسٹس پیر کرم شاہ اور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمائی ہے۔

اس فقرے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر محبت کی نظر سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محبوب! میں تو ہر کسی کا رب ہوں لیکن وربک جو مزا تیرے رب ہونے میں ہے وہ کسی اور کے رب ہونے میں نہیں فرمایا، کہ اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک ہر معاملے میں تجھے ثالث نہ مانیں، آج اگر کوئی جج کسی کے خلاف فیصلہ دیدے، اگر تو وہ عدالت میں زبان سے کچھ کہے گا تو یہ توہین عدالت ہوگی، لیکن سرکار علیہ السلام نے اگر کسی کے خلاف فیصلہ فرمادیا اس نے اگر دل میں بھی یہ سوچا کہ ایسا کیوں فرمایا ہے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

اور جو کچھ حضور فرمائیں اس کو آپ مان لیں، دل میں کھٹکا بھی اس کے خلاف نہ جائے، تو آپ دیکھ رہے ہیں ان منافقین کو، کہ اگر ہم انہیں یہ کہہ دیتے ہیں کہ اپنے آپ کو مارو، یا اپنے گھروں کو چھوڑ کے نکل جاؤ، تو ان میں سے بہت ہی کم کوئی آدمی ایسا کرتا ،کوئی بھی نہ کر سکتا، ابن عباس ؓ فرماتے ہیں، کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی، رہی بات صحابہ ؓ کی تو بڑا تاریخ ساز فقرہ ہے جو انہوں نے نقل فرمایا، فرمایا صحابہ نے جب یہ آیت پڑھی تو کہا اگر ہمارا رب کہہ دیتا کہ ایک

Marfat.com

دوسرے کو مار ڈالو تو ہم ایک دوسرے کو مار ڈالتے، کہہ دیتا کہ گھروں سے نکل جاؤ تو ہم گھروں سے نکل جاتے، کیا نکل کے دکھا دیا، مکہ والے سارے مدینہ چلے گئے، یہ گھروں کو چھوڑنا تھا، اگر یہ منافق بھی اس طرح کرتے جس کی نصیحت انہیں کی جا رہی ہے، تو ان کے لیے بہتر بات ہوتی، تو پھر انہیں قدم ثابت رکھنے کی توفیق مل جاتی، اس فقرے میں ایک انتہائی لطافت ہے، لطافت یہ ہے کہ جب آپ کا کسی شے پر پختہ عقیدہ نہ ہو، تو وہاں آپ ڈٹ کے دفاع نہیں کر سکتے، اسی وقت دفاع کریں گے جب آپ کا ایک شے پر پختہ یقین ہو جائے گا، فرمایا کہ اگر ان کا یقین پختہ ہوتا تو پھر ان کے لیے بہتر بات ہوتی، اور اگر یہ ایسا کر گزرتے تو ہم ان لوگوں کو اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرماتے، تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ ''ایمان اہلِ ایمان کے دلوں میں اس سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے، جتنے اونچے اونچے کھڑے ہوئے پہاڑ مضبوط ہوتے ہیں، ایمان اس سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے''۔ کیا ایک دوسرے کو مار دیتے؟ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے، انہوں نے کر دکھایا تھا، قیدی آئے تو ان میں سے ایک کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ نے کہا تھا کہ یہ میرے ماموں ہیں انہیں میرے حوالے کریں، ان کی گردن میں اتارتا ہوں، یہ ابو بکر صدیقؓ کا بیٹا عبدالرحمٰن کافروں کی طرف سے آیا ہوا تھا، یہ ان کے حوالے کریں، یہ عقیل علیؓ کا بھائی ہے، یہ بھی کافروں کی طرف سے آیا ہے، اس کو علیؓ کے حوالے کریں ابھی ہم ان کی گردنیں اتار دیتے ہیں، اب آپ فرمایئے کہ اب اسکے بعد کوئی دریغ کی بات رہ جاتی ہے۔

لیکن آیئے ایک اور روایت لے لیں، حضرت عبدالرحمٰن نے ہی جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور جنگ بدر میں کافروں کی طرف سے آئے تھے، اور صدیق اکبرؓ کے بڑے بیٹے تھے۔ بیٹے نے صدیق اکبرؓ سے کہا کہ آپ دو دفعہ یا تین دفعہ میرے سامنے جنگ کے میدان میں آئے تو میں نے اپنی تلوار آپ پر نہیں اٹھائی، حضرت صدیق اکبرؓ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ بیٹا اگر تو میرے ہتھے چڑھ جاتا تو پھر آج دنیا میں موجود نہ ہوتا، ہم نے ایک کو اپنا بنایا ہے، اور اس کے علاوہ کسی اور کے لیے محبت کا خانہ ہمارے دل میں خالی نہیں ہے، ہم پھر انہیں اجرِ عظیم بھی دیتے ہیں اور صراطِ مستقیم بھی عطا کرتے ہیں۔

۵٦ جو اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، اب یہ انعام والے کتنے لوگ ہیں، آپ سب اس بات پر غور کریں، ہم ہر نماز میں کہتے ہیں۔

انعام یافتہ کون لوگ ہیں

فرمایا جو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور رسول کریم علیہ السلام کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، ہم ہر نماز میں عرض کرتے ہیں کہ ''اھد نا الصراط المستقیم ٥ صراط الذین انعمت ٥'' مولا! ان لوگوں کا راستہ دکھا!

Marfat.com

جن پر تو نے انعام فرمایا ہے، اس آیت نے ان کی وضاحت فرما دی کہ انعام یافتہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، نبی کو تو آپ جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمائندہ بن کر آتا ہے اب ہم نے دیکھنا ہے کہ صدیق کون سا ہے، تو اس سلسلے میں میں عظیم فلسفی اور منطقی مفسر علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حوالہ دوں گا جن کے حوالے میں بہت کم دیئے کرتا ہوں، انہوں نے ارشاد فرمایا کہ صدیق وہ ہوتا ہے! **المبالغ فی الصدق**۔ ''جو سچائی کی انتہاء کو پہنچ گیا ہو''۔ یہ کون لوگ ہوتے ہیں ان کی وضاحت کرتے ہوئے دورِ حاضر کے عظیم مفکر مفتی عبدہٗ مصری نے فرمایا! (جملہ معترضہ کے طور پر عرض کروں کہ دورِ حاضر میں تین آدمی بہت آگے تھے۔ ۱۔ حضرت جمال الدین افغانی ؒ ۔ ۲۔ حضرت علامہ اقبالؒ ۔ ۳۔ اور حضرت مفتی عبدہٗ مصری) تو مفتی صاحب فرماتے ہیں!

صدیق۔ "**ھم اللذین زکت فطرتھم**" ٥ صدیق وہ ہوتا ہے جس کی فطرت کا تزکیہ اور طہارت ہو چکی ہو۔ "**واعتدلت امزجتھم**" ٥ نیکی میں ان کے مزاج میں اعتدال ہو گیا ہو۔ "**وصفت سرائرھم**" ٥ ان کا باطن، بالکل صاف ہو چکا ہو۔ ان تین صفتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ "**حتی انھم یمیزون فی الحق والباطل والخیر والشر**" ٥ وہ فوراً حق اور باطل میں خیر اور شر میں تمیز کر لیتے ہیں۔ جونہی واقعہ پیش آئے تو! "**بمجرد عروضہ**" ٥ "ادھر واقع پیش آیا اُدھر انہوں نے یہ ساری بات دیکھ لی، تو یہ صدیق ہوتا ہے، صدیق اور نبی کے درمیان بالکل ہلکا سا پردہ حائل ہے، مثلاً یہ دروازے تک نبوت ہے تو دروازے سے نکلتے ہی آگے مقامِ صدیق آ جائے گا، یہاں علامہ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی نفیس بات کہی ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ عام صدیق جو ہیں یہ ان کا حال ہے، جو صدیق اکبر ہیں ان کے لیے یہ سمجھیں کہ درمیان میں ایک فرضی سی لکیر ہے، جس نے ان کی حد کو الگ کیا ہے اس فرضی لکیر پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ بحث کروں گا، کہ اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے میں اور سرکار علیہ السلام کے حادث ہونے میں بھی ایک فرضی سی لکیر ہے تو سرکار علیہ السلام کے نبی ہونے میں اور صدیق کے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونے میں بھی ایک عارضی سی لکیر ہے۔

شھداء۔ '' یہ شہید کی جمع ہے آیئے یہاں پھر پلٹتے ہیں، امام فخر الدین رازی کی طرف فرماتے ہیں۔ ''الشھید فعیل بمعنی الفاعل'' ٥ یہ شہید شاہد کے معنی میں ہے، وہ وہ ہوتا ہے جو شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین برحق ہے، اب یہ شہادت کبھی دلیل اور بیان سے دیتا ہے کبھی تلوار اور نیزے سے دیتا ہے یعنی جنگ سے۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن سرکار علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگوں کے اعمال پر بھی شاہد ہوں گے، غور فرمائیں کہ آج کل لوگوں کو سرکار علیہ السلام پر بھی شک ہے کہ وہ سب پر گواہ ہوں گے یا نہیں، ان کا علم کلی ہے یا جزئی، تو رازی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بھی شہادت

Marfat.com

دیں گے چونکہ یہ ذات رسول علیہ السلام میں فنا ہو چکے ہیں۔اور اس فنا ہونے کی وجہ سے انہیں حق شہادت مل چکا ہے، رازی فرماتے ہیں کہ!

صالح ۔صالح وہ ہوتا ہے کہ جس میں دو باتیں ہوں۔ا۔اس کا اعتقاد بھی درست ہو۔۲۔اور اس کا عمل بھی درست ہو۔جس میں یہ دو باتیں نہ ہوں وہ ولایت محمد یہ علیہ السلام سے باہر ہے۔اب ایک بندہ گستاخ رسول علیہ السلام بھی ہو اور پھر لوگوں سے بیعت بھی لے رہا ہو تو یہ شیطان ہے جو انسانی لباس میں ہے، اس کی طرف رومیؒ نے بڑے حسین الفاظ میں طنز کی ہے کہ یہ تو انسانی لباس میں بھیڑیا ہے، سرکار علیہ السلام نے بھی ایک حدیث میں فرمایا کہ!''ذیاب فی ثیاب'' ٥ کپڑے پہنے ہوئے یہ بھیڑیے ہیں۔جو گمراہی کا درس دیتے ہیں، اب قرآن پاک نے تو فرمایا کہ سرکار علیہ السلام کے مبارک فیصلے کے متعلق دل میں ذرا بھر بھی شک کا شائبہ ہوا تو ایمان نہیں ہوگا۔کیا امتی ہے جو کہے کہ سرکار علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔معاذ اللہ۔وہ امتی ہے جو کہے کہ وہ بڑے گناہ تو نہیں کرتے البتہ کبھی کبھی چھوٹے گناہ بھی کر لیتے ہیں۔معاذ اللہ۔یہ وہ زہر ہے۔جس کو لٹریچر کی دنیا سے مٹ جانا چاہیے، اور ہم نہیں چاہتے کہ ایسی خبیث کتابیں پاکستان کی بلکہ عالم اسلام کی پاکیزہ سر زمین میں رہیں۔

۵۷ اور رہا عمل تو عمل ٹھیک ہونے کے لیے سنت معیار ضروری ہے، اور عقیدہ ٹھیک ہونے کا معیار محبت رسول علیہ السلام ہے۔

"وحسن اولٓئک رفیقًا" میں سوال یہ ہے کہ پیچھے چار گروہوں کا ذکر ہے اور **اولٓئک** کا لفظ بھی جمع کا لیکن **رفیقًا** کا لفظ واحد کیوں آیا ہے؟ اس سلسلے میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ پہلی بات یہ ہے کہ یہاں رفیق کا معنی صفت مشبہ کے معنی میں استعمال نہیں ہوا، بلکہ اسم جنس کے معنی میں ہے، اور جب اسم جنس ہو تو واحد کا لفظ استعمال کرتے ہیں، یہ جمع کا معنی دیتا رہتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اصل عبارت یوں تھی۔**"حسن کل واحد منهم رفیقًا"** ۔ان میں سے ہر ایک بہترین دوست ہے، تو اس عبارت کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے موجودہ الفاظ میں ادا فرما دیا۔اور حسن کا معنی یہاں تعجب کے لیے ہے، کہ کتنا حسین ہے یہ گروہ، اور کتنی حسین ہے ان کی دوستی، اور سچ مچ یہ دوستی بڑی حسین ہوتی ہے۔

ایک واقعہ

ایک بندہ سنگترے بیچ رہا تھا، اور زور زور سے آواز لگا رہا تھا کہ'' چنگے سنگترے''۔تو ایک اللہ والا پاس سے گزر رہا تھا وہ آواز سن کر بے ہوش ہو کر گر پڑا، لوگ بڑے حیران ہوئے اور پانی کے چھینٹے منہ پر مارے، ہوش آیا تو بے ہوش ہونے کا سبب پوچھا اس نے فرمایا کہ اس کے نعروں نے مجھے بے ہوش کر دیا میں یہ سمجھا کہ چنگے سنگ ترے۔ترے کو الگ کر دیا کہ چنگی دوستی تیراک بنا دیتی ہے۔وہ نکل جاتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے، تو قرآن پاک نے یہی کہا، چنگے سنگ ترے، یہ بہت ہی اچھے ہیں جو

Marfat.com

دوستی کے حق میں ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک غلط فہمی اور اس کا جواب

مرزا کہتا ہے کہ جب صدیق بھی موجود، شہید بھی اور صالح بھی موجود تو نبی کیوں نہیں آسکتا، اسے شاید اس کا ترجمہ بھی معلوم نہیں تھا، یہاں قرآن پاک نے پانچواں گروہ عوام کا رکھا ہے، کہ اگر عوام یہ انداز اپنالیں تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، اب یہ پانچویں جماعت کی بات ہو رہی ہے، اس نے اپنی امت کو یہاں سے ثابت کیا جو کسی صورت میں بھی ثابت نہیں ہوتی۔ رفیقا سے پانچویں جماعت کی بات ہو رہی ہے، اس نے اپنی نبوت کو یہاں سے ثابت کیا جو کسی انداز سے ثابت نہیں ہو سکتی، ہم قرآن پاک کی کئی آیات میں مرزا صاحب کے کفریہ عقائد کی تردید کریں گے اور بائیسویں پارے میں خاتم النبیین کے لفظ کے تحت پوری تفصیلی بحث ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ

جس دن کچھ چہرے سفید اور روشن ہوں گے، اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے

وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ

،جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، انہیں کہا جائے گا کیا ایمان کے بعد تم نے کفر اختیار کرلیا تھا

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾

آج اس کفر کی وجہ سے عذاب چکھو

وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ

جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے،

وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٧﴾

وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، اس رحمت میں ہمیشہ رہیں گے

تِلْكَ آيَاتُ

یہ اللہ کی آیتیں ہیں

اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ ﴿١٠٨﴾

جو محبوبؐ ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک پڑھ رہے ہیں، اللہ جہاں والوں پر زیادتی فرمانا نہیں چاہتے

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ

اللہ کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، اللہ کی طرف ہی سارے معاملات نے پلٹنا ہے ٧ے

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ خُذُوا۟ حِذْرَكُمْ

اے ایمان والو! احتیاط کو لازم سمجھو

فَٱنفِرُوا۟ ثُبَاتٍ أَوِ ٱنفِرُوا۟ جَمِيعًا ﴿٧١﴾ وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ

پھر نکلو! گروہوں کی شکل میں یا سب مل کر میدان جنگ کی طرف بڑھو ۵۸ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو لازماً نکلنے میں دیر لگاتے ہیں

فَإِنْ أَصَـٰبَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَىَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو (ایسا بندہ) کہتا ہے، مجھ پر تو اللہ تعالیٰ کا انعام تھا کہ میں ان کے ساتھ

شَهِيدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ أَصَـٰبَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ ٱللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن

حاضر نہیں تھا اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کا فضل نوازے تو ایسا بندہ ضرور کہے گا، گویا تمہارے اور اس کے

لَّمْ تَكُنۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُۥ مَوَدَّةٌ يَـٰلَيْتَنِى كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ

درمیان کوئی رابطہ اور دوستی نہیں تھی، کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا، تو مجھے

فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾ ۞ فَلْيُقَـٰتِلْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ

بڑی کامیابی ملتی چاہیے کہ راہ خدا میں وہ لوگ جہاد کریں ۵۹، جنہوں نے

يَشْرُونَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا بِٱلْـَٔاخِرَةِ ۚ وَمَن يُقَـٰتِلْ فِى

اس دنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بیچ دیا ہے، جو بھی راہ خدا میں جنگ لڑتا ہے، اسے مار دیا جاتا ہے

سَبِيلِ ٱللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾

، یا وہ غالب آجاتا ہے، اللہ کریم اسے اجر عظیم عطا فرمائیگا

Marfat.com

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ

تمہیں کیا ہو گیا ہے، کہ راہِ خدا میں جہاد نہیں کرتے ہو۞ حالانکہ ضعیف مرد

وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ ٱلْقَرْيَةِ

ضعیف عورتیں، اور بچے یہ کہہ رہے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بستی سے نکال

ٱلظَّالِمِ أَهْلُهَا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ

جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنے پاس سے ہمارا کوئی ولی بنا اور اپنے پاس سے ہمارا

نَصِيرًا ﴿٧٥﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ يُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟

کوئی مددگار بھیج، ایماندار راہِ خدا میں قتال کرتے ہیں اور جو کافر ہیں

يُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱلطَّٰغُوتِ فَقَٰتِلُوٓا۟ أَوْلِيَآءَ ٱلشَّيْطَٰنِ ۖ إِنَّ كَيْدَ

وہ طاغوت کے راستے میں لڑتے ہیں، تو شیطان کے ساتھیوں کو مار ڈالو یقیناً

ٱلشَّيْطَٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿٧٦﴾

شیطان کی چالیں کمزور ہیں ۞

۵۸ یہاں مسلمانوں کو جنگی قواعد بتائے جا رہے ہیں، کہ میدانِ جنگ میں تمہارا انداز کیسا ہونا چاہیے، فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ جب بھی میدانِ جنگ میں اترو تو بھرپور انداز سے چوکنے رہو، ایسا نہ ہو کہ تمہیں غافل پا کے غیر تہس نہس کر جائے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ پوری احتیاط رکھو جب میدان جنگ میں اترو، اسلحے کی کمی نہ ہو، اپنی نفری کو بڑے عقلمندانہ انداز سے تربیت دے کر میدان جہاد میں اتارو، اگر چھوٹے چھوٹے گروہ اس جنگی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں تو اتنے ہی بندے تم بھیجو جتنی ضرورت ہے اور اگر زیادہ قوت درکار ہے تو نفری زیادہ کر دو، اس لمبی بات کو قرآن پاک نے صرف دو الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ! "فانفروا ثبات او انفروا جمیعا" ٥ "ثبات" ثبت کی جمع ہے یہ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کو کہتے ہیں یہاں پھر منافقین مدینہ کا ذکر ہے کہ جب تم باہر نکلتے ہو تو کچھ لوگ جان بوجھ کر تاخیر کرتے ہیں، اس تاخیر کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ مسلمانوں میں بد دلی پھیل جائے، اور

Marfat.com

یہ سب مل کر کفر کا مقابلہ نہ کر سکیں اب جب جنگ کا نتیجہ سامنے آتا ہے، تو دو ہی باتیں سامنے آتی ہیں، یا تو جنگ کی وجہ سے کوئی مصیبت نازل ہوگئی ہے، کہ بہت سے لوگ شہید ہو گئے ہیں، یا قیدی ہو گئے ہیں، تو وہ پھر گھر میں بیٹھے بغلیں بجاتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، کہ میں ان کے ساتھ موجود نہیں تھا میں بھی اگر میدان جنگ میں ہوتا تو مارا جاتا، اب یہاں شہید کا معنی حاضر ہے، جب سرکار علیہ السلام کے لیے شہید کا لفظ آئے تو وہاں حاضر کا معنی کرنے سے جان بوجھ کر پہلو تہی کی جاتی ہے، اور یہاں سب مفسرین نے شہید کا معنی حاضر کیا ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل (یعنی مال غنیمت ملے) تو کہتا ہے کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ گیا ہوتا، تو مجھے بھی کامیابی ملتی، یہاں کامیابی سے مراد مالی کامیابی ہے، یعنی مسلمانوں کو مال غنیمت ملے گا، میں گھر بیٹھا رہا اگر میں بھی وہاں گیا ہوتا تو مجھے بھی مال غنیمت ملتا، یعنی دونوں صورتوں میں اب پہلی میں اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر انعام ہے، تفسیر ماجدی میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے یہاں ایک نکتہ پیدا کیا ہے، کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور گہرے رابطے کی وجہ سے ایسا نہیں کہا بلکہ یہ ان کا تکیہ کلام تھا، فرمایا مسلمانو! منافقوں پر بھروسہ مت کرو۔

۵۹ تمہارا انداز یہ ہونا چاہیے کہ راہِ خدا میں جہاد کرنے کے لیے وہ لوگ نکلیں، جنہوں نے دنیوی زندگی آخرت کے بدلے میں بیچ دی ہے، انہیں معلوم ہے کہ اصل زندگی اس ظاہری زندگی کے خاتمے کے بعد شروع ہوگی، اب ان کے لیے موت ڈراونی چیز نہیں رہتی، موت کا کھٹکا اس لیے ڈراتا ہے کہ دوسری زندگی نہیں ہے، جب یہ یقین ہو اور حق الیقین ہو کہ اس ظاہری زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے تو پھر موت کا خدشہ نہیں رہتا، اس وقت میدان جہاد میں اترنے والے لوگ اپنی ساری توانائیاں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیتے ہیں، اسی کو قرآن پاک نے یوں کہا! کہ جو بندہ راہِ خدا میں لڑتا ہے وہ شہید ہو جاتا ہے، یا کافروں پر غالب آجاتا ہے تو دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ اسے اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے، زندہ رہنے کی صورت میں اپنی سب توانائیاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیں اور اگر شہید ہو جاتا ہے تو دائمی زندگی کا تاج اس کے سر پر سجا دیا جاتا ہے، تو راہِ خدا میں جانے والوں کے لیے اس قسم کے چکر نہیں ہوتے جس قسم کے چکر اوپر منافق کر رہے تھے۔

۶۰ اگلی آیت میں مسلمانوں کے لیے ایک قاعدہ کلیہ ذکر ہو رہا ہے اگرچہ براہِ راست مخاطب اہل مدینہ ہیں اور مکہ والوں کی نسبت سے مخاطب ہیں، پس منظر یہ تھا کہ مکہ میں بہت سارے لوگ جو غلام تھے غریب تھے، وہ مسلمان تو ہو گئے لیکن اب وہ مدینہ طیبہ کی طرف جا نہیں سکتے تھے، غلام جاتا تو راستے سے پکڑ کر واپس مالک کے پاس بھیج دیا جاتا تھا، غریب وہاں سے جا نہیں سکتا کہ جاگیردار سرمایہ دار وغیرہ کے پنجے میں گرفتار ہے، تو قرآن پاک نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم راہِ خدا میں جنگ کیوں نہیں کرتے، وہ ضعیف لوگ خواہ وہ مرد ہیں، عورتیں ہیں یا بچے ہیں وہ مکہ میں ہیں اور ان کی زبانوں پر یہ فقرہ ہے اے اللہ تعالیٰ ہمیں ظالموں کی اس بستی سے نکال جہاں کے رہنے والے لوگ ظالم ہو گئے ہیں، اور اپنی

Marfat.com

طرف سے کوئی ایسا بندہ عطا کر جو ہمارے لیے ولی ہو، دوست ہو حمایتی ہو، ساتھی ہو، جو ہم بے کسوں بے بسوں کے لیے مددگار ہو۔اب غور کریں کہ یہ وسائل کی دنیا ہے ان حضرات سے بصد ادب درخواست ہے کہ جو کہتے ہیں کہ کوئی ولی نہیں ہے، وہ اس آیت پرغور کریں جس میں اللہ تعالیٰ سے مددگار مانگا جا رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ تو مشرکانہ عقیدہ ہے تم کیا کر رہے ہو؟ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اذن یافتہ بندے مخلوق کی مدد کر سکتے ہیں۔

بہر حال ان لوگوں کی دعا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈانٹ نہیں پلائی، بلکہ مسلمانوں کو فرمایا تمہیں کس مصیبت نے گھیرا ہوا ہے، ان ضعیفوں کے لیے میدانِ جنگ میں کیوں نہیں اترتے ہو، یہ براہِ راست ان کمزور لوگوں کے لیے مسئلہ تھا جو مکہ میں رہ رہے تھے، لیکن قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے یہی قاعدہ ہے، اور اسی کی ایک چھوٹی سی گونج یہ ہے کہ دلی کے اندر جون 1947ء میں قائد اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان پر یوں آئی، جب قائد سے ایک پریس کانفرس میں سوال کیا گیا کہ ملک کا بٹوارا ہو گیا آپ ادھر بیٹھ گئے، پاکستان بنانے والے وہ صوبے ہیں، جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، ہندو ان پر بے پناہ ظلم کریں گے؟ قائد اعظمؒ نے جواب دیا کیا خیال ہے ہم بارڈر سے پار ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں گے؟ جو ہاتھ ہمارے مسلمان بھائیوں کی طرف اٹھے گا ہم اسے توڑ دیں گے، ان کی طرف اٹھنے والی ہر میلی آنکھ کو نکال دیں گے، کاش ہمیں قائد اعظمؒ کے اس فقرے کا لحاظ ہوتا۔ ہندوستان کشمیر، بوسنیا اور دنیا کے باقی خطوں میں مسلمانوں پر جو مظالم ہو رہے ہیں اس کے تدارک کے لیے ہمیں یہ بات کہی گئی تھی کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔

۱۔مستکبرین ۲۔مستضعفین

ایک طرف غرور وتکبر والی جماعت جو حاکم ہوتی ہے دوسری جماعت میں ضعیف اور کمزور لوگ ہیں جو ماتحت ہوتے ہیں اسلام نے کمزوروں سے تعاون کرنے کے لیے بار بار احکام نازل کیے ہیں، اگر اسی انداز سے ہماری سوچیں بدل جائیں تو میرا خیال ہے کہ ایک ارب سے زائد مسلمان مل کر یہ نظریہ قائم کرلیں کہ ہم ظالموں کو دنیا کے کسی خطے میں معاف نہیں کریں گے، تو ظلم کو بڑی آسانی سے روکا جا سکتا ہے۔

ہماری تعداد بھی کم تھی اور اس وقت جنگ تلوار نیزے اور تیر کی تھی تو ہمارا ایک عام سا حاکم جسے معتصم کہتے ہیں، بغداد حکومت کے تخت پر براجمان تھا کہ ایک مسلمان روما سے آیا (اس وقت روما سپر پاور تھی) معتصم نے مسلمان سے پوچھا کہ روما کی کوئی بات سناؤ، اس نے کہا کہ رات تھی میں ایک قصبے سے گزرا، سحری کے وقت ایک گلی سے عورت کی آواز سنی جو چکی چلا رہی تھی ساتھ ساتھ شعر گنگنا رہی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ جو چاہو ظلم مجھ پر توڑ دو، لیکن جب میرے بھائی معتصم کو خبر ہو گی تو وہ چتکبرے گھوڑوں پر سوار ہو کر یہاں آئے گا اور مجھے آزاد کرا کے لے جائے گا جب یہ بات معتصم نے سنی (واضح رہے کہ معتصم ہماری

Marfat.com

تاریخ کا کوئی مثالی حاکم نہیں ہے ایک عام حاکم ہے نہ یہ عمر فاروقؓ ہے نہ نور الدین زنگی، بلکہ عام سا از قسم جانور نہیں ہے جس میں کچھ انسانی رمق باقی ہو) تو سنتے ہی تخت پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا "**لبیک یا اختی لبیک**" میری بہن میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں، پھر یہ کیا کہ فوری طور پر حکم دیا کہ جہاں بھی فوج میں چتکبرے گھوڑے ہیں حاضر کرو، گھوڑے آگئے، کہاں بغداد ہے کہاں اٹلی ہے یہ دن کو آرام کرتے رات کو سفر کرتے، تاکہ انٹیلی جنس ہمارے وہاں جانے سے پہلے انہیں خبر نہ کر سکے۔ اسی جگہ پہنچے دیکھا کہ وہی عورت چکی چلا رہی ہے اور شعر گنگنا رہی ہے معتصم نے فوج کو باہر کھڑا کیا اور خود چھلانگ لگا کر اندر گیا بڑے زور سے کہا کہ میری بہن دروازہ کھول دے، دیکھ تیرا بھائی معتصم چتکبرے گھوڑے لے کر آ گیا ہے، اور اب تجھے اپنے ساتھ لے کر جائے گا، الغرض اس عورت کو ساتھ لیا اور روکنے والوں کو تباہ و برباد کرتا ہوا واپس بغداد میں پہنچ گیا، علاوہ ازیں تاریخ اسلام میں ایسے درجنوں واقعات ہیں کہ حاکم اٹھ کر میدان جہاد کی طرف دوڑے اور مظلوم خواتین کو وہاں سے واپس لائے۔

محمد بن قاسم بھی تو کسی خاتون کی آواز کا جواب تھا جس کے لیے وہ برصغیر کی طرف بڑھا یہاں برصغیر میں کئی دفعہ غزنوی یا غوری آئے تو یہاں کی رعایا نے انہیں خطوط لکھے تھے کہ ہم چیونٹیوں کی طرح ہیں اور یہ ظالم راجے ہمیں پاؤں کے نیچے مسل رہے ہیں، اور جواباً مسلمان جرنیلوں نے اس مصیبت سے انہیں بچانے کے لیے میدانِ جہاد میں قدم رکھا، اور ایسے تمام واقعات تاریخ اسلام کی پیشانی کا جھومر ہیں، فرمایا گروہ، دو ہیں کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور کچھ طاغوت کے راستے میں جنگ لڑتے ہیں، طاغوت کا لفظ قرآن پاک میں بار بار آیا ہے، ہر وہ قوت جو انسانی عظمتوں کے خلاف ہے زندہ رہنے والے نظریات کے خلاف ہے ضعیفوں کے خلاف ہے اسلام کے خلاف ہے ہر وہ قوت جو اسلامی اقدار کے خلاف ہے وہ طاغوت ہے شیطان سے لے کر نیچے تک یہ سب طاغوت کی تشریح میں آئے ہیں فرمایا تم اولیاء الرحمان ہو۔ اور وہ اولیاء الشیطان ہیں۔ لہٰذا ان شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو۔ رہی یہ بات کہ ان کی تعداد زیادہ ہے انہیں اسلحے میں برتری حاصل ہے، تو نظریاتی قومیں ان باتوں کی پرواہ نہیں کیا کرتیں۔

۱۱ قرآن پاک نے بڑے عجیب انداز سے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا! کہ شیطان کی چالیں کمزور ہوا کرتیں ہیں، اور یہ تمہارا اظہار کمزوری شیطانی چالیں ہیں، میدان جنگ میں اترنا تمہارا کام اور فتح دینا میرا کام ہے۔ اور اس رنگ میں رنگے ہوئے مسلمان جب گئے تو اندازہ لگائیں کہ بدر میں مسلمانوں کے پاس سات یا آٹھ تلواریں ہیں باقی خالی ہاتھ تھے۔

دوسرے مقام پر دیکھیں تو خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ رہے تھے کہ ایک طرف سوا لاکھ اور دوسری طرف ساٹھ ہزار فوج ہے وہ سب اکٹھے ہو رہے ہیں مجھے صرف تیس آدمی درکار ہیں (اسلام کی سب سے پہلی گوریلا فوج یہی تھی) اے ابوعبیدہ بن جراحؓ میں غسانی کا سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں رکھ دوں گا ابوعبیدہ نے کہا کہ میں اتنے تھوڑے بندوں کے ساتھ آپ کو

Marfat.com

ہلاکت کے حوالے نہیں کرسکتا، بے حد اصرار کے بعد انہوں نے ساٹھ بندے لینا قبول کیے، اور جنگی تدبیر سے تھوڑی ہی دیر میں دشمن کی صفوں کو چیر کر گئے اور غسانی کا سر کاٹ لیا۔ تو ایمانی قوت شیطانی چالوں کو پگھلا کر رکھ دیا کرتی ہے، اس نظریے کی ہم کتنی آبیاری کر رہے ہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عددی کثرت بھارت کو حاصل ہے اسلحہ کی برتری بھی بھارت کو حاصل ہے اور رہے گی چونکہ اقتصادی طور پر ان کے ذرائع بہت زیادہ ہیں وہ ملک ہم سے چار یا پانچ گنا بڑا ہے، بنگلہ دیش بن جانے کی وجہ سے ہم اور سمٹ گئے ہیں، ان کی تعداد بھی زیادہ ہے اگر آپ فکری طور پر پاکستانی قوم کو سیسہ پلائی دیوار نہیں بنائیں گے تو بات نہیں بنے گی، لیکن اس کے لیے ہم کیا کر رہے ہیں یہاں جو بھی گروپ برسرِ اقتدار آیا اس نے غیروں کے نظریات کو یہاں پھیلایا، بھٹو صاحب کا پہلا دور تھا تو جو جہاز بھی چین سے آتا تھا وہ ریڈ بک سے بھرا ہوا ہوتا تھا وہ ریڈ بک (Red Book) والا اب چین میں کدھر گیا، کیا یہ دریوزہ گری اور یہ گداگری قوم کے سر پر مسلط کرنا اچھی بات ہے؟ ہمارا ایک نظریہ زندگی ہے، اس کے لیے آپ نے پچاس سالوں میں کیا کیا، اگر کچھ نہیں کیا تو یاد رکھیں اگر یہ قوم کسی کفر کے لیے تر نوالہ بن گئی تو قیامت تک اسلام کے نام پر مغربی شاطر اور مشرقی کافر کوئی اسلامی حکومت قائم نہیں ہونے دیں گے، لہذا پاکستان کو بچانا اور آگے بڑھانا بچوں، بوڑھوں، جوانوں، خواتین اور مردوں کا وہ فرض ہے جو ہمیشہ فرض رہے گا، لیکن اس کے ساتھ ایک حدیث ملالیں تاکہ بات واضح ہو جائے کہ!

سرکار علیہ السلام کی محفل نور جمی ہوئی تھی ایک صحابیؓ نے سوال کر دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کائنات میں سب سے افضل مجاہد کون ہیں؟ فرمایا آپ لوگ ہیں، جو میری قیادت میں کفر کے خلاف ہیں کائنات میں آپ سب سے بڑے مجاہد ہیں تمہاری ٹکر کا کوئی مجاہد دنیا میں کبھی پیدا نہیں ہوا، عرض کی آقا! ہم سے بعد کون مجاہد ہے؟ فرمایا دوسرے نمبر پر آخری دور میں میری اولاد سے حضرت مہدی علیہ السلام آئیں گے، ان کا نام وہی ہوگا جو میرا نام ہے، ان کے والدین کا بھی وہی نام ہوگا جو میرے والدین کا ہے، اگر قیامت کے آنے میں ایک دن کی تاخیر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو ضرور بھیجے گا، یہ راہِ خدا میں جہاد کرے گا، جو اس کے ساتھ ہوں گے امت میں دوسرا نمبر ان کا ہے، پھر عرض کی آقا! تیسرا نمبر کس کا ہے؟ فرمایا جو ہندوستان کے خلاف جہاد کریں گے تیسرا نمبر ان کا ہے۔
(ملاحظہ ہو نسائی کتاب الجہاد باب غزوۃ ھند)

آپ اندازہ لگائیں کہ سرکار علیہ السلام نے اس برصغیر میں رہنے والی امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کو کتنا اونچا مقام عطا فرمایا ہے اس حدیث کو بنیاد بنا کر کیا اس قوم کو ایک ایسی دیوار نہیں بنایا جاسکتا کہ جو آندھی اس کے ساتھ ٹکرائے وہ پاش پاش

Marfat.com

ہو جائے، لیکن ہم کسی قائد کو ترس رہے ہیں، ہمارا قائد قیام پاکستان کے بعد فوت ہو گیا اور ہمیں کھلنڈرے سیاستدانوں سے واسطہ پڑا جو اپنے مفادات کے چکروں سے نہ کل نکلے نہ آج نکل سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں قائد دے یہ ملتِ بیضا جو سرکار علیہ السلام کی نام لیوا ہے، اللہ تعالیٰ کرے اسے ایسی قیادت میسر آجائے کہ دنیا ایک دفعہ پھر ماضی کی تاریخ کو دھراتا ہوا دیکھ لے (آمین)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ

محبوبؐ آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا! جنہیں کہا گیا کہ اپنے ہاتھوں کو روکو

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ

اور نماز قائم کرواور زکوٰۃ دو ۶۲۔ جب ان پر جنگ فرض کردی گئی تو ان میں سے ایک گروہ

مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ

بولا جو لوگوں سے اس طرح ڈر رہے تھے جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے، یا اس سے بھی بڑھ کر ڈر رہے تھے اور شکوہ کیا انہوں نے، اے ہمارے پروردگار

كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا

تو نے ہم پر جنگ کیوں فرض کردی ہے، کیوں نہ تو نے اسے ایک قریب کے عرصے تک مؤخر کیا، محبوب فرمادیجئے کہ دنیا کا سامان

قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾ أَيْنَمَا

تھوڑا ہے اور آخرت پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے ۶۳ تم پر تو کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر بھی زیادتی نہیں ہوگی۔ تم جہاں بھی

تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن تُصِبْهُمْ

ہوگے تمہیں موت آلے گی ۶۴ خواہ تم عظیم الشان برجوں والی چونا گچ عمارات میں موجود ہو، اگر انہیں

حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا

دنیا کی اچھائی آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے، لیکن اگر کسی برائی میں وہ مبتلا ہوجائیں تو کہتے ہیں

هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ

یہ آپ کی طرف سے ہے ۶۵، فرمادیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں، ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے، نہیں قریب جاتے

يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٧٨﴾

بات سمجھنے کے (ان لوگوں سے تو بات سمجھنے کی قوت بھی سلب ہوگئی ہے)

Marfat.com

مَآ أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ أَصَابَكَ مِن

جو بھی آپ کو اچھائی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو

سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ وَأَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا ﴿٧٩﴾

برائی ملتی ہے وہ تمہاری اپنی جانوں کی غلط روی کا نتیجہ ہے ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے، اسکا اللہ تعالیٰ خود کافی گواہ ہے ۷۶

مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَن تَوَلّٰى فَمَآ أَرْسَلْنٰكَ

جو رسول کی اطاعت کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جو ان سے مڑا تو ہم نے محبوب آپ کو ان کے لیے

عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ

کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا وہ کہتے ہیں ہم اطاعت کرتے ہیں ۷۷ (یہاں بیٹھے ہوئے تو) لیکن جب اٹھ جاتے ہیں تو

عِندِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ

آپ کے پاس سے رات کو، ان میں سے ایک گروہ ایسی باتیں کرتا ہے جو آپ سے کہہ چکے ہیں اس کے خلاف، اللہ تعالیٰ لکھتا ہے

مَا يُبَيِّتُونَ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾

جو وہ راتوں کو مشورے کرتے ہیں آپ ان سے منہ مبارک موڑ لیں، اللہ تعالیٰ پر توکل فرمائیں اللہ تعالیٰ بہت ہی اچھا کارساز ہے

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا

کیا وہ قرآن پاک پر غور نہیں کرتے ۷۸ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں کسی اور کی طرف سے یہ کتاب ہوتی

فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾

تو اس میں بہت اختلاف (بیان) پاتے

۶۲ محبوب! ان لوگوں کو آپ نہیں دیکھتے؟ انہیں کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو ابھی جہاد کا وقت نہیں ہے تم نماز قائم کرو زکوٰۃ دو، جہاد کا وقت آئے گا تو تمہیں بلایا جائے گا، اصل بات ایک نکتے میں سماعت فرمائیں کہ ابھی اسلام کا ابتدائی دور تھا، یہ سرغنے جو نفاق کا لباس پہن کر مسلمانوں میں مدینے میں مل گئے تھے، یہ سوچتے تھے کہ انہیں کسی طریقے سے ختم کیا جائے، اب وہ مسلمانوں کو کہتے تھے کہ اپنے مذہب کے دفاع کے لیے فوراً میدان میں نکلو، ابھی جہاد مسلمانوں پر فرض نہیں تھا، بہت کم تعداد ہونے کی وجہ سے اور فوجی نکتہ نگاہ سے بالکل خالی ہاتھ ہونے کی وجہ سے ابھی اجازت نہیں تھی، وہ کیوں لڑانا چاہتے تھے؟ اس لیے کہ یہ جو چند افراد ہیں مار دیے جائیں گے تو ہمارے لیے میدان صاف ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا، ابھی ذرا ہاتھوں کو روکو نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو پھر ستر ہویں پارے میں جب جہاد کا حکم آیا تو فرمایا کہ کچھ لوگ لوگوں سے یوں ڈرنے لگ گئے جس طرح اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے، ڈرنے والے کہنے لگے کہ بھئی! ان کے پاس تلواریں زیادہ ہیں پھر ہم سے زیادہ جوان بھی ہیں، ہم تو ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے، وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا ہے؟ یہاں امام قرطبیؒ نے بڑا ہی نفیس نکتہ پیدا کیا فرماتے ہیں کہ کسی صحابیؓ کی زبان سے ایسی بات نکلے یہ ناممکن ہے یہ انہیں منافقین کی بات ہے جن کا اوپر تذکرہ تھا۔

۶۳ تو اللہ کریم نے فرمایا کہ جس دنیوی زندگی کے بارے میں تم کہہ رہے ہو ساری دنیا کا متاعِ زیست بہت ہی قلیل ہے، آخرت بہتر ہے بشرطیکہ پرہیزگاری ہو۔

۶۴ مسلمانوں کو تعلیم یہ دی جا رہی ہے کہ کافر یا منافق تو موت سے ڈرتا ہے لیکن تمہیں دو وجوہات سے موت سے نہیں ڈرنا ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ تم موت کے بعد ایک زندگی پر ایمان رکھتے ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے، برج گنبد نما اونچی عمارت کو کہتے ہیں، تو گنبد چاروں طرف سے بند ہو، اس کے اندر کوئی بندہ ہو تو اس کے اندر ملک الموت کو جانے کا راستہ مل جاتا ہے، یہ عمارات یہ تمہارے تحفظات بالکل نہیں روک سکتے، موت وہاں ضرور آئے گی، جہاں بھی تم موجود ہوگے، ان منافقین کا انداز تو یہ ہے کہا اگر کوئی اچھائی ہے تو اسے محبوب کی طرف منسوب نہیں کریں گے، اور اگر برائی ملے تو فوراً کہیں گے یہ آپ کی طرف سے آئی ہے یہ اندازِ زندگی بدل جانا چاہیے، زندگی میں جو بھی ملتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتی ہے، اور سرکار علیہ السلام کی رضا ہوتی ہے، تبھی سرکار علیہ السلام نے فرمایا! "**انما انا قاسم واللہ یعطی**" ٥ "دیتا اللہ تعالیٰ ہے تقسیم میں کرتا ہوں"۔ ایسی بات جس کی نسبت سرکار علیہ السلام کی طرف ہو جائے جو سرکار علیہ السلام کے لیے مناسب نہیں ہے، تو قاعدہ یہ ہے کہ اس سے مراد سرکار علیہ السلام کی امت ہوتی ہے، مثلاً سرکار علیہ السلام سے کہہ دیا جائے، کہ یہ کام اس لیے نہیں ہو سکتا، کہ آپ میں اس کی طاقت نہیں ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ کام اس لیے نہیں ہو سکتا کہ آپ کی امت میں وہ طاقت نہیں ہے، اس نکتے کو آپ یاد

Marfat.com

۱۰۷ فرمایا کہ یہ دنیا تو تمہاری گزر جائے گی، ایک دن وہ آئے گا کہ تم سارے کے سارے میدان محشر میں رب کریم کے سامنے کھڑے ہوگے، اس دن کچھ چہرے باطنی نور سے چمک رہے ہوں گے، اور کچھ چہرے وہ ہیں جن پر سیاہی طاری ہوگی، یہ سیاہی جہنم کے عذاب سے بھی ہوسکتی ہے، یہ بداعمالی کی سیاہی بھی ہوسکتی ہے، یہ بدکرداری کی سیاہی بھی ہوسکتی ہے، تو جولوگ سیاہ چہروں والے ہوں گے، انہیں کہا جائے گا کہ تم ایمان کے بعد کفر کی طرف چلے گئے تھے، اب عذاب کا ذائقہ چکھو، اپنے کفر اور بد اعمالی کی وجہ سے، جن کے چہرے سرخ اور سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

فرمایا محبوب یہ آیتیں ہیں جو حق کے ساتھ سچ کے ساتھ ٹھیک انداز سے ہم آپ کے سامنے پڑھ رہے ہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ کی قوم کو بھی اسی طرح عبرت حاصل کرنی چاہیے جس طرح عبرت حاصل کرنے کا حق ہے، انہیں تفرقہ بازی میں نہیں پڑنا چاہیے، اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ قدیم عیسائی لٹریچر جو ہے وہاں یہ بات ہمیں ملتی ہے کہ جب مسلمان ترقی کی منازل طے کررہے تھے اور حق کے لیے آگے بڑھ رہے تھے، تو ان کے پادری اس بحث میں مبتلا تھے، کہ جب جناب عیسیٰؑ کو سولی دی جارہی تھی (ان کے عقیدے کے مطابق) تو جو آپ نے آخری کھانا کھایا تھا کیا وہ روٹی خمیری تھی یا فطیری، اس پر بحث ہورہی تھی، تو عملی زندگی سے کسی کو کاٹ دیا جاتا ہے، تو پھر ایسی لغو بحثوں میں قوم پڑ جاتی ہے، جن لغو بحثوں کا زندگی کی حقیقتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، تو جب زندگی ہوتی ہے، تو اس نظریے کو آگے بڑھانے کا سوال ہوتا ہے، اس سوال کو اقبالؒ نے بڑے نفیس انداز سے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں!

آ تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے　　شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

جب وہ قوم اٹھتی ہے تو ایک طوفان کی طرح اٹھتی ہے، اس کے سامنے کوئی ٹک نہیں سکتا، اور جب یہ قوم عیاشیوں کی دلدل میں پھنس جاتی ہے، تو پھر وہ ختم ہوجاتی ہے، رہی بات مادی ذرائع کی تو وہ ایک ذریعہ ہیں لیکن **کل** نہیں ہیں، کل آپ کے پاس وہ تنظیم ہے، وہ اجتہاد ہے وہ اجتماع ہے جو راستے تلاش کرلیا کرتا ہے، تو جب راستے تلاش کرتا ہے تو کیفیت یہ ہوتی ہے!

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی وہ سپاہی ہے جس علاقے میں نکل جاتا ہے، تو اپنے انداز سے انوار کو پھیلاتا چلا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

رکھیں، کوئی بھی ایسی جگہ قرآن پاک میں آجائے، کہ کسی ایسے کام کی نسبت سرکار علیہ السلام کی طرف ہو، جو آپ کے مقام رفیع کے مطابق نہیں ہے، تو اس کی نسبت امت کے افعال کی طرف ہوتی ہے، یہاں بھی وہی بات ہے اس سے مراد اگر عام سامعین ہیں تو پھر بات صاف ہے۔

۶۵ اگلی بات سننے سے قبل ایک قاعدہ یاد رکھیں جو کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں، کہ بسا اوقات خطاب سرکار علیہ السلام سے ہوتا ہے لیکن مراد امت کو خطاب کرنا ہوتا ہے، جہاں ترجمے میں بھی بات سرکار علیہ السلام کے مقام رفیع کے خلاف ہوگی وہاں مراد امت ہوگی، اسی لیے فرمایا کہ اگر کوئی اچھائی ملے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، لیکن اگر خدانخواستہ برائی ملے تو یہ لوگوں کے اپنے اعمالِ بد کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کہ تم نے اس راستے کو چھوڑ دیا جو راہِ خدا تھا، جو راہِ مصطفیٰ تھا۔

۶۶ محبوبؐ! ہم نے تو آپ کو سارے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے، اس بات کا گواہ اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ سرکار علیہ السلام ہیں، قرآن پاک نے کئی مقامات پر فرمایا کہ جو بھی رسول آتا ہے اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے، جب آپ رسول اعظمؐ ہیں تو آپ کی اطاعت فرض عین ہے، لیکن جو آپ کی اطاعت کرتا ہے وہ آپ کی نہیں گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا نمائندہ خاص بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

ایک صحابیؓ کی محفل میں ایک آدمی آیا اور کہا کہ کاش میں سرکار علیہ السلام کے دورِ اقدس میں ہوتا میں یہ کرتا میں وہ کرتا، صحابیؓ نے ساری باتیں سننے کے بعد فرمایا کہ بہت اچھا ہوا کہ آپ اس دور میں نہیں تھے، اس لیے کہ وہاں زبانی باتیں نہیں بلکہ عمل کی باتیں ہوا کرتی تھیں، آیئے میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں اس پر غور کر کے رائے قائم کرنا!

مدینہ طیبہ کو ابوسفیان کی فوجوں نے گھیر رکھا تھا بارش کے ساتھ تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، سرکار علیہ السلام نے بلایا اور فرمایا جا کر پیچھے سے معلوم کرو کہ ابوسفیان کی کتنی فوج ہے، طریقہ یہ اپناؤ کہ فوج کے عقب کی طرف سے جانا ہے، تاکہ ساری فوج پر تمہاری نگاہ پڑے جہاں جہاں انہوں نے آگ جلا رکھی ہے، اور آگ تاپ رہے ہیں، اور سردی ہے اور فوج کھلے میدان میں ہے، ان سب کا جائزہ لے کر مجھے بتاؤ، فرماتے ہیں میں وہاں سے اٹھا اور یہ سارا چکر میں نے کرالنگ کرتے ہوئے پورا کیا اور ہر دو منٹ کے بعد میں پلٹ کے دیکھتا تھا کہ وہ سارے کے سارے آگ کے پاس بیٹھے ہیں، آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں، ساری زمین نظر آرہی ہے، اگر میں نظر آگیا تو میرے جسم کی ایک ایک بوٹی کر دی جائے گی، کہ میں اسلامی فوج کا جاسوس ہوں، میں اسی انداز سے کرالنگ کرتا گیا، ایک دفعہ ابوسفیان نے پشت کو گرم کرنے کے لیے اپنی پشت شعلے کی طرف موڑی تو میں سمجھا کہ اب میں زد میں آیا ہی آیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی، اس کی آنکھوں پر تو پٹی بندھی ہوئی تھی کیونکہ آپ کو مصطفیٰ علیہ السلام نے بھیجا تھا، میں واپس آیا، اور سرکار علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں ساری باتیں عرض کیں، کہ اتنی فوج ہے اور اس

انداز سے اس فوج کو ترتیب دیا گیا ہے، اور اتنے گھوڑے اور اونٹ وغیرہ ہیں، سرکار علیہ السلام نے مجھے جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

جنہیں تو ملا ہے انہیں کیا خبر ہے کہ تجھ سے نہ ملنے کے کتنے ہیں ارماں

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پہلے واقعہ میں صحابی نے آنے والے کو فرمایا کہ اس طرح کی قربانیاں دینا پڑتی تھیں اور وہ امتحان کا دور تھا۔

۷۷ حضور ؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ تو رحمت ہیں جو رحمت سے بھاگتا ہے وہ اپنا نقصان کرتا ہے، منافقین سامنے بیٹھ کے کہتے ہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں، لیکن آپ کے پاس سے اٹھتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو ایسی سکیمیں بناتا ہے کہ یہاں اب کوئی نہیں سن رہا اور سارے لوگ سور ہے ہیں، آئیے مسلمانوں کو مٹانے کے لیے نکلیں، آپس میں کچھ تجاویز پر بحث کریں، تو محبوب ؐ آپ کے سامنے جو بات وہ کہتے ہیں، گھر جا کے اس کے علاوہ کچھ اور باتیں ان کی زبانوں پر ہوتی ہیں۔ اس کا میں سادہ ترجمہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں مترجم نے خلط ملط کر دی ہے بات۔

''جب وہ آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں، تو ان کا گروہ رات کو مشورے کرتا ہے، اس بات کو چھوڑ کے جو اس نے آپ کے سامنے کہی ہے۔ (یہاں انہوں نے ترجمہ کیا ہے، ''بعضے ان میں سے رات کو اس کے خلاف کرتے ہیں جو تجھ سے کہہ چکے ہیں''، یہ بات نہیں ہے،) اللہ تعالیٰ لکھ لیتا ہے جو وہ باتیں رات کو تنہائی میں کرتے ہیں، محبوب آپ ان سے منہ موڑ لیں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے، اپنے جانثار ساتھیوں کو ساتھ لیجئے اللہ تعالیٰ بہترین کارساز ہے، یہ باتیں ختم ہو جائیں گی''۔

۷۸ انہیں دعوت دیجئے کہ قرآن پاک پر غور کریں، اور یہ دعوت قیامت تک پھیلی ہوئی ہے، اور دعوت کی بنیاد کیا ہے، کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور نے لکھا ہوتا تو اس میں بے شمار اختلافات ہوتے۔

سرکار علیہ السلام نے جب سے اعلان نبوت فرمایا اس وقت سے لے کر آخری وحی کے اترنے تک اسلام نے کہیں بھی اسلامی انداز کو چھوڑ کر کفر سے سمجھوتا کیا؟ کتنی آندھیاں اور طوفان اسلام کے خلاف اٹھے، کیا کوئی ایسی بات تھی کہ جو انداز پہلے دن تھا، وہ انداز سرکار علیہ السلام نے بدلا ہو؟ یا جو انداز صحابہ ؓ کا پہلے دن تھا وہ انداز صحابہ نے بدلا ہو؟ زندگی تنوع سے عبارت ہے، آج اگر آپ کے لیے سہولت ہے تو کل دکھ ہے، آج اقتدار ہے کل محرومی ہے یہ وہ باتیں ہیں جو زندگی کا لازمہ ہیں، اور جو کوئی انقلابی پیغام لے کر اٹھتا ہے، اس کے لیے کتنی مشکلات ہوتی ہیں، اگر اس انقلاب کا تعلق ایک ملک سے ہے، ایک برادری سے ہے، مشکلات اتنی زیادہ ہیں کہ انہیں ماپا نہیں جا سکتا، اور جب وہ پیغام قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لیے ہے تو اس کے راستے میں کتنی مشکلات ہوں گی، ان سب مشکلات کا سامنا سرکار علیہ السلام نے اور سرکار علیہ السلام کے غلاموں نے کس خندہ پیشانی سے کیا، قرآن پاک دعوت فکر دیتا ہے، کہ اس ساری تاریخ کو دیکھو کہیں بھی اختلاف آیا ہے؟ اگر اختلاف نہیں آیا تو یہ قرآن پاک بھی اور یہ جماعت بھی حق ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات آتی ہے

أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي

تو اسے وہ پھیلانے لگ جاتے ہیں ۶۹ کاش وہ اسے سرکار علیہ السلام کے سامنے پیش کرتے، یا اپنے

الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ

حکام کے سامنے پیش کرتے تو وہ اس سے نتیجہ اخذ کر لیتے، وہ لوگ جو نتیجہ اخذ کرنا جانتے ہیں اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل

اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾

اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرنے لگ جاتے چند لوگوں کو چھوڑ کر

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ ۚ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ

محبوب آپ راہ خدا میں جہاد فرمائیں ۷۰ یہ تکلیف آپ نے اپنی جان کو ہی دینی ہے، اور مومنوں کو جہاد کے لیے آمادہ کریں اے

عَسَى اللَّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا

وہ وقت دور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی قوت کو روک لے گا، جو کافر ہیں، اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے

وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ﴿٨٤﴾ اور اس کا عذاب بہت شدید ہے

وَلَا تَهِنُوا اور کمزوری نہ دکھاؤ

فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا

دشمن کی تلاش میں اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچا ہے جیسے

Marfat.com

تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾

تمہیں دکھ پہنچتا ہے اور تم امید رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے اس کی جس کی وہ امید نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے

۶۹ یہاں اسلامی ملک میں پروپیگنڈے سے روکا گیا ہے، جو بے بنیاد پروپیگنڈا ہو یا افواہیں ہوں، ارشاد فرمایا کہ منافقوں کا یہ طریقہ ہے، فرمایا جب کوئی امن یا خوف کی بات ان کے کانوں میں پہنچے یہ اسے پھیلانا شروع کر دیں گے، طریقہ یہ ہے کہ جب تک سرکار علیہ السلام اس ظاہری دنیا میں تشریف فرما ہیں تم سارے معاملات ان کے سامنے پیش کرو، جب وہ اس ظاہری دنیا سے پردہ فرما جائیں تو جو تمہارے دیانتدار مسلمان حکام ہیں، خلفاء راشدین پھر ان کے بعد آنے والی قیادتیں ہیں ان کے سامنے بات پیش کرو، اس لیے کہ وہ عوامی قیادت کی وجہ سے ایسی افواہوں کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جس انداز سے تمہارے درمیان یہ افواہیں پھیلتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے کہ تم محفوظ چلے جا رہے ہو، ورنہ یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ تم بھی شیطان کے پیروکار بن جاؤ۔ اور پھر بڑے کم لوگ ہوں گے جو ان افواہوں کی زد سے بچ جائیں گے۔

قیام پاکستان کے وقت افواہوں کی مشین چل رہی تھی، اور یہ افواہیں انگریز، ہندو پنجاب کی حد تک کیمونسٹوں کی طرف سے علماء کی طرف سے اور ان لوگوں کی طرف سے جنہیں انگریزوں نے جاگیریں دے کر پال رکھا تھا، یہ سب لوگ قیام پاکستان کے خلاف افواہوں کی فیکٹریاں بنے ہوئے تھے، اور آخری نکتہ نظر یہ تھا کہ پاکستان بن بھی جائے تو یہ دو (2) چار (4) ماہ سے زیادہ اقتصادی نکتہ نظر سے آگے نہیں چل سکتا، اس لیے کہ پاکستان کے حصے میں صرف خشک پہاڑ آ رہے ہیں، آدھا پنجاب کس کس کو غلہ دے گا، باقی باتیں کیا ہوں گی، اور یہ باتیں ہندو کم کہتا لیکن انگریز کے ٹوڈی زیادہ کہتے تھے۔ اور مسلمانوں کو بددل کرنے کے لیے اس حد تک بھڑکا دیا گیا۔

لیکن وہ قوم کہ جس نے زندگی میں غلامی نہیں چکھی تھی، اور بدقسمتی سے پچھلے دو تین سو سال سے غلامی کے چکر میں پس رہی تھی اس قوم کا عام آدمی جو کھیتوں میں ہل چلا رہا تھا وہ مزدور جو سارا دن اینٹیں اٹھا رہا تھا، اسے لیگ کا لفظ معلوم نہیں تھا، وہ لیگ کو لیک کہتا تھا اور زمین پر لکیر کھینچ کر کہتا تھا کہ یہ لیک ہے ادھر کافر ہے ادھر مسلمان ہے، ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے اور قائد کو جب یہ ساتھی ملے تو پھر تاریخ کا وہ معجزہ ہوا جو کبھی کبھی ہوتا ہے، سینکڑوں سالوں میں نہیں بلکہ ہزاروں سالوں میں ایک دفعہ

کھلتا ہے، اس قوم نے اٹھ کے پاکستان بنا دیا، جو خدا جانے ظلم استبداد کی کتنی چکیوں کے نیچے پسی جا رہی تھی، وہ قوم اٹھی اور اس نے پاکستان بنا دیا، تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس معاملات لے کر جاؤ، جب جاؤ گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جہاں جہاں بھی یہ افواہ سازی ہو رہی ہے، ختم ہو جائے گی، اور اس انداز کو بدل کر رکھ دیں گے جس انداز سے یہ افواہ سازی ہو رہی ہے، پھر

۰ے فرمایا محبوبؐ! ان ساری آزمائشوں کے باوجود ایک بات سماعت فرمالیں کہ آپ نے راہِ خدا میں جہاد کرنا ہے، اس لیے کہ آپ کے سوا کوئی کامل مجاہد فی سبیل اللہ نہیں، اور محبوبؐ یہ تکلیف آپ نے صرف اپنی جان کو دینی ہے، اور سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میری گردن اتار کر سامنے رکھ دی جائے اور مجھے اس بات سے روک دیا جائے، جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے تو یہ کبھی نہیں ہوگا۔

اے محبوبؐ! منافقوں کو ایک طرف کر دیں۔ "حرض المؤمنین" ۔آپ مومنوں کو ابھاریں۔ جو آپ کے غلام ہیں اور مومن تاریخ میں کس انداز سے اٹھے وہ دو ہی نعرے لگاتے تھے، اللہ اکبر جل جلالہٗ۔ اور دوسرا نعرہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم۔ یہ نعرے لگا کر انہوں نے رخ نہیں موڑا۔ یہ باتیں بعد کی ہیں پہلا نکتہ یہ ہے کہ محبوبؐ! یہ تکلیف آپ نے صرف اپنی جان پر برداشت کرنی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا! کہ راہِ خدا میں جتنی تکلیفیں مجھے دی گئی ہیں اتنی کسی کو نہیں دی گئیں، قارئین غور فرمائیں کہ یہ حدیث سرکار علیہ السلام کے علم غیب پر کتنی بڑی دلیل ہے، کہ آپ نے سابقین تمام مجاہدین کی زندگیوں کو ملاحظہ فرمایا، اور پھر ان کی تکالیف کو ایک طرف اور اپنی تکالیف کو دوسری طرف رکھ کر موازنہ فرمایا۔ اور نتیجہ یہ اخذ فرمایا جو کہ حدیث کے مبارک الفاظ ہیں۔ اس آیت میں لفظ باس ہے۔ اس کا ترجمہ جو عام مفسرین نے کیا وہ یہ ہے کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ لڑائی بند کر دے کافروں کی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ لفظ باس کا معنی قوت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی قوت کو اب توڑنے والا ہے، مستقبل قریب میں کافر مسلمانوں کا راستہ نہیں روک سکیں گے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی قوت سب سے بڑی ہے، اور اس کی گرفت سے بچ کر کوئی نہیں جا سکتا، اللہ تعالیٰ ہی ہمیشہ مسلمانوں کا مددگار رہا ہے اور رہے گا۔

☆☆☆☆☆☆

مَن يَشْفَعْ شَفَٰعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُۥ

جو اچھی سفارش کرتا ہے، اسے بھی

نَصِيبٌ مِّنْهَا ۖ وَمَن يَشْفَعْ شَفَٰعَةً سَيِّئَةً يَكُن لَّهُۥ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ

اس سے حصہ ملتا ہے اور جو بری سفارش کرتا ہے، اس کے نصیب میں بھی وہ آتی ہے ۲؎

وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ مُّقِيتًا ﴿٨٥﴾ وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا۟

اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے جب تمہیں کوئی دعا دی جائے، اور سلام کہا جائے تو تم اس سے

بِأَحْسَنَ مِنْهَآ أَوْ رُدُّوهَآ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ حَسِيبًا ﴿٨٦﴾

اچھی دعا جواباً دو، یا وہی تو واپس لوٹا دو ۳؎ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے

ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ

اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ، وہ تمہیں ضرور اکٹھا کرے گا قیامت کے دن، جس میں کوئی شک نہیں

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ ٱللَّهِ حَدِيثًا ﴿٨٧﴾

اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کس کی ہوسکتی ہے

۲؎ اب اسلامی معاشرے میں جب فتوحات ہوں گی یا کچھ اور باتیں ہوں گی تو مختلف لوگ سفارش لے کر آئیں گے، یہاں سفارش کا اسلامی نکتہ نظر بیان ہوا پہلی بات یہ ہے کہ شفاعت حسنہ ہو، یعنی اچھی اور جائز ہو، جس سفارش سے کسی کا حق مارا جا رہا ہو وہ شرعاً جائز نہیں ہے، ایسی سفارش جو اس بندے کے اختیار میں نہ ہو جس سے آپ سفارش چاہتے ہیں یہ بھی جائز نہیں ہے، فرمایا جو اچھی سفارش یا بری کرے دونوں کو اس کا حصہ ملے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لیتا ہے تو سفارش کا بھی حساب لے گا۔

سرکار علیہ السلام نے اپنے لیے تو ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے لوگوں کی سفارشیں کرو، مگر کام مجھ سے وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا کام ہے، کوئی سفارش کر کے مجھے اللہ تعالیٰ کے کام سے روک دے یہ ناممکن ہے، کوئی سفارش کر کے کسی کا حق مروا دے یہ

ناممکن ہے، میں تو معصوم ہوں۔ آج ہمیں احتیاط سے کام لینا چاہیے، کہ سفارش سے کسی کے حق پر زد تو نہیں پڑتی؟ کیا یہ سفارش کسی حرام کو حلال تو نہیں قرار دے رہی؟ کیا اس کے اندر کراہت تو نہیں؟ الغرض ان تمام صورتوں اور علاوہ ازیں ناجائز صورتوں میں سفارش جائز نہیں ہے۔

۳۷ اب آپ باہر نکلے ہیں کسی نے آپ کو دعا دی ہے، حالانکہ آپ کے دل میں اس کے لیے نفرت ہے تو آپ نے اس کا جواب دینا ہے، تحیہ کا لفظی معنی ہوتا ہے۔ حیاک اللہ۔ اللہ تجھے زندگی دے۔ لیکن یہاں اس سے مراد سلام کہنا ہے، اتنا ضرور جواب دو جتنا اس نے کہا ہے، بہتر یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر دو تا کہ تمہاری اخلاقی برتری اس پر ثابت ہو جائے۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے ایک سوال کا جواب دیا کہ اگر تمہیں کوئی کافر سلام کہے تو اس کا اتنا ہی جواب دو جتنا کہ اس نے کہا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ سرکار علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے ایک کافر آیا، تو مائی صاحبہ پردے کے پیچھے چلی گئیں، آنے والے کافر نے کہا۔ السام علیک۔ سام کا معنی ہے ہلاکت۔ سرکار علیہ السلام اس سے الجھے نہیں آپ نے جواباً فرمایا! وعلیک۔ اگر سام کا لفظ فرما دیتے تو بات پوری تھی، جب وہ چلا گیا تو مائی صاحبہ نے عرض کی آقا! وہ کیا کہہ گیا ہے؟ فرمایا کہ جو اس نے کہا میں نے اس کا جواب دیا ہے، اب یہ **"رحمۃ للعالمین"** ہے کہ آپ زبان اقدس پر سام کا لفظ نہیں لانا چاہتے، اس سے ثبوت مل گیا کہ کافر جس انداز کا سلام کہے اسی انداز کا جواب دیں۔

اب ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی نے سلام دیا تو جواب نہیں دیا جاتا کیوں؟ اس لیے کہ یہ دیوبندی، شیعہ اور اہلحدیث وغیرہ ہے میں جواب نہیں دیتا، بوچھاں کلاں میں ایک مولوی عبد الرؤف تھے، انہوں نے کہا کہ یہ سارے مسلمان مشرک ہیں (العیاذ باللہ) اگر یہ سلام کہیں تو جواب نہ دو کیوں کہ مشرک کے سلام کا جواب نہیں ہوتا، حالانکہ قرآن پاک تو بلا امتیاز کہتا ہے کہ جو جس انداز سے سلام کہے اسی انداز کا جواب دو، اگر آپ غیر مسلم کو جواب نہیں دیں گے، تو کیا یہ اخلاق کی بات ہوگی؟؟ پھر آپ اسلام کا پیغام لے کر اس کے قریب کس طرح جائیں گے، لہذا تبلیغی نکتہ نگاہ سے جواب دینا ضروری ہے، سرکار علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں محبت کا طریقہ بتاؤں؟ عرض کی ضرور فرمایا اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہیں ہوگا، جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرو گے، اور اس محبت کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کو پھیلاؤ۔ یہ لفظ سلام وہ ہے جسے دنیا کے ہر سلام پر برتری حاصل ہے، اور یہ سلامتی سدا سلامتی کو چاہتی ہے، اور دوسری قوموں کے سلاموں کے الفاظ تنگ دامانی ہے اور اسلام کے سلام میں بڑی وسعت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِينَ

مسلمانوں تمہیں کیا ہو گیا ہے، کہ منافقوں ۸۴ کے بارے

فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوٓا أَتُرِيدُونَ أَن تَهْدُوا مَنْ

میں دو گروہ بن گئے ہو ۸۵ ے اللہ تعالی نے انہیں الٹا کر دیا ان کی کمائیوں کی وجہ سے، کیا تم چاہتے ہو کہ اسے ہدایت دو جسے

أَضَلَّ اللّٰهُ وَمَن يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوا لَوْ

اللہ تعالی نے گمراہ کر دیا ہے، جسے اللہ تعالی گمراہ کرتا ہے تو اے مخاطب اس کے لیے تو کوئی راستہ نہیں پائے گا، وہ تو چاہتے ہیں

تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَآءَ

کہ کاش تم بھی کافر ہو جاؤ، جیسا کہ وہ کافر ہیں، پھر تم ایک جیسے ہو جاؤ گے، تو تم ان میں سے کسی کو مت دوست بناؤ ۸۶ ے

حَتّٰى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ

جب تک وہ ہجرت نہ کریں راہ خدا میں، اگر وہ پیٹھ پھیر جائیں تو انہیں پکڑو اور انہیں مارو

حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۸۹﴾

جہاں وہ ملیں ان میں سے نہ کسی کو دوست بناؤ اور نہ کسی کو مددگار بناؤ

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَآءُوكُمْ

ہاں جو پہنچ جائیں ایسے لوگوں کے پاس کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے ۸۷ ے یا تمہارے پاس آئیں

حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَـٰتِلُوكُمْ أَوْ يُقَـٰتِلُوا۟ قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَآءَ

ان کے دل تنگ ہو چکے ہوں تمہارے ساتھ لڑنے سے یا اپنی قوم کے ساتھ، تمہارے ساتھ مل کے لڑنے سے،

ٱللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَـٰتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ ٱعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَـٰتِلُوكُمْ

اگر اللہ تعالی چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا، اور وہ تم سے ضرور لڑتے، اگر وہ تم سے الگ ہو جائیں، اور تمہارے ساتھ جنگ نہ لڑیں

وَأَلْقَوْا۟ إِلَيْكُمُ ٱلسَّلَمَ فَمَا جَعَلَ ٱللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿٩٠﴾

تمہارے سامنے صلح کا پیغام بھیجیں، تو پھر اللہ تعالی نے تمہارے لیے ان کے خلاف کوئی راستہ کھلا نہیں چھوڑا

سَتَجِدُونَ ءَاخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا۟ قَوْمَهُمْ كُلَّ

تم پاؤ گے کچھ اور لوگ کہ جو چاہتے ہیں کہ تمہیں بھی امن میں رکھیں اور اپنی قوم سے بھی نہ لڑیں ۸ ے لیکن جب

مَا رُدُّوٓا۟ إِلَى ٱلْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا۟ فِيهَا ۚ فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوٓا۟ إِلَيْكُمُ

انہیں فتنہ کی طرف موڑا جاتا ہے، تو اس کی طرف پلٹ پڑتے ہیں، اگر یہ لوگ تم سے الگ نہ ہوں تمہارے سامنے یہ

ٱلسَّلَمَ وَيَكُفُّوٓا۟ أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَٱقْتُلُوهُمْ حَيْثُ

صلح کا پیغام نہ بھیجیں، اور اپنے ہاتھوں کو تم سے روک کے نہ رکھیں، پھر تمہارا بھی حق ہے کہ انہیں پکڑو اور مارو جہاں

ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُو۟لَـٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَـٰنًا مُّبِينًا ﴿٩١﴾

بھی وہ ملیں ان لوگوں کے لیے ہم نے تمہیں کھلا اختیار دے رکھا

۴۷ے باہر سے کچھ لوگ آتے تھے، مدینہ طیبہ میں، یہاں مختلف مقاصد ہوتے تھے ان کے، کچھ تو اس لیے آتے تھے کہ شائد وہاں رہنے والوں کے لیے انعام واکرام کی بارش برس رہی ہے کہ ہم اس میں سے حصہ دار بن جائیں گے، کچھ اس خیال سے آتے تھے، کہ اپنی برادری کو جا کے یہاں کے حالات بتائیں گے تا کہ مسلمانوں کو مارنا آسان ہو جائے، مختلف نیتیں ہوتی تھیں ،اور جب وہاں پہنچتے تھے اور دیکھتے تھے کہ یہاں کی زندگی تو آزمائش اور امتحان کی زندگی ہے کچھ فوری طور پر آ کر سرکار علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کرتے کہ مدینہ کی آب وہوا ہمارے لیے بڑی ناساز گار ہے، اس لیے ہم واپس جانا چاہتے ہیں، کچھ اردگرد کے لوگوں کو کہتے کہ کیا کریں کہ مدینے کا پانی ہمارے جسموں سے ملتا نہیں ہے، تو مدینہ چھوڑ کے بھاگ جاتے تھے، اس بھاگنے پر مسلمان سوچتے تھے کہ یہ کس گروہ میں شامل ہیں، کیا یہ پکے کافر ہیں یا یہ مسلمان ہیں کسی مجبوری کے تحت واپس جارہے ہیں، ایک نکتہ جو یادرکھنے کے قابل ہے، اس ابتدائی دور میں جہاں کہیں مسلمان باہر ہوتا تھا صرف ایک وجہ ایسی ہوتی کہ وہ اپنے شہر سے نکل کے ہجرت کر نہیں سکتا، معذور ہے، یا وہ لوگ طاقتور ہیں اسے جانے نہیں دیتے ،اس بات کو چھوڑ کے سب مسلمانوں کے لیے اس وقت ہجرت اسی طرح فرض تھی جس طرح زکوۃ یا نماز ہم پر فرض ہے، اس کے پیچھے دو مقاصد تھے، پہلا مقصد یہ تھا کہ جن علاقوں میں وہ رہ رہے ہیں، وہاں کی اذیت ناک زندگی سے ان کی جان چھوٹ جائے، دوسرا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی آبادی میں زیادتی ہوگی، تو کم از کم مدینے والے چھوٹی عقل والے ہر وقت یہ سوچتے رہتے کہ انہیں کس وقت چل دیا جائے، کم از کم آبادی زیادہ ہو جائے تو اس بات سے بھی جان چھوٹ جائے گی، تو اب ان لوگوں کو جو واپس گئے ہیں، انہیں کچھ لوگ کہتے تھے کہ منافق ہیں، کچھ کہتے تھے کہ کافر ہیں، کچھ کہتے تھے کہ شائد مجبوری کی وجہ سے گئے ہوں، تو وہاں زیادہ دو گروہ تھے، ایک گروہ وہ تھا جو انہیں کافر کہتا تھا اور ایک وہ گروہ تھا جو انہیں مسلمان کہتا تھا، اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔

۵ے ارشاد ہوا کہ وہ منافق ہیں، تم کیوں دو گروہ بن گئے ہو، تمہارا اتحاد نہیں ٹوٹنا چاہیے، اور انہوں نے جو بے عملیاں کی ہوئی تھیں، ان کی وجہ سے وہ اوندھے چل رہے ہیں، تم انہیں ہدایت نہیں دے سکتے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے، لہذا انہیں مومن کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کردیتا ہے اس کے لیے راستہ اے مخاطب آپ کو نہیں مل سکے گا، کہ اسے ہدایت کی طرف کیسے لایا جائے، یعنی خطاب مومنوں سے ہے اور امت جو قیامت تک آنے والی ہے اس کی عوام سے ہے، یہاں حاضر کا خطاب حضور ؐ کے لیے نہیں ہے، میں باقاعدہ عرض کر چکا ہوں کہ جو شان رسالت کے مطابق بات نہ ہو، اور صیغہ واحد کا آجائے تو اس سے امت کا ہر فرد مراد ہوتا ہے، ذات رسالت مراد نہیں ہوتی، وہ تو آئے تھے اس خواہش کو لے کے تمہارے

كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ

تم سب قوموں سے بہتر قوم ہو، جنھیں لوگوں کے لیے پیدا فرمایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو

وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَتُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِۗ وَلَوۡ ءَامَنَ

بدی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو ۳ے، اگر اسی طرح ایمان لے آتے

أَهۡلُ ٱلۡكِتَٰبِ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۚ مِّنۡهُمُ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ

اہل کتاب بھی تو ان کے لیے بہتر ہوتا ان میں سے کچھ لوگ تو صاحب ایمان ہیں

وَأَكۡثَرُهُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ ﴿١١٠﴾

لیکن ان کی اکثریت فاسقوں پر مشتمل ہے ۴ے

۳ے ان آیات قدسیہ کا مطلب یہ ہے، کہ مسلمان بحیثیت قوم سب قوموں سے افضل ہیں، اس کی وجہ؟ یہ دلائل اس اشارہ سے ہم نے خود چنے ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ ان کے پاس اللہ کی آخری کتاب ہے، جس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی، لہذا ہدایت کا ابدی پیغام صرف مسلمانوں کے پاس ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ساری دنیا کا واحد قائد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، وہ مسلمانوں کے پاس ہیں، تیسری بات یہ ہے کہ یہ قوم فکری انقلاب کے لیے آئی ہے، اس فقرے پر آپ خصوصاً غور کریں گے، ایک ہوتا ہے قوت کا انقلاب وہ وقتی ہوتا ہے، اور جو فکری انقلاب ہے اگر راستے میں ناکام بھی ہو جائے، تو افکار جب تک زندہ ہوتے ہیں، وہ انقلابات کا ایک نیا راستہ پیدا کرتے رہتے ہیں، آگے چل کے ناکام ہو جائیں، تو انقلاب کے لیے ایک اور سوچ کام کرنے لگ جائے گی، یہ وہ انداز ہے جس کی طرف قرآن پاک نے یہاں اشارہ کیا ہے، یہ بات کہہ کے کہ تم سب قوموں سے بہتر قوم ہو، لیکن تمہاری بہتری کیا ہے، تمہیں تمہارے لیے نہیں دنیا کے لیے بھیجا گیا ہے، "اخرجت للنّاس" تم واحد قوم ہو، جو بھلائی کی ہدایت کرتے ہو، یہاں مترجمین نے ایک اور انداز کا ترجمہ کیا ہے، مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے، لہذا میں ترجمہ یہ کر رہا ہوں، کہ تم کائنات کی سب سے بہتر قوم ہو، "اخرجت للناس" یہ دلیل کے طور پر فقرہ آیا ہے، سب سے بہتر

درمیان غلط باتیں پھیلا کے کفر کی طرف موڑ لیں گے، وہ تو چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں تم بھی کافر ہو جاؤ اور پھر سارے برابر ہو جاؤ۔ ۷۶ یے تمہیں ایک نصیحت کی جارہی ہے، ایسے لوگ جو یہاں آ کے چلے جائیں انہیں اپنا دوست نہیں بنانا، ولی گہرا دوست جو آپ کی نرمی گرمی میں آپ کا شریک کار ہو، اگر یہ بات نہ ہو تو ولائت نہیں ہوتی، انہیں اپنا ولی، دوست یا ساتھی نہیں بنانا، کب دوست بناؤ گے، جب راہِ خدا میں ہجرت کریں گے، وہ بات آ گئی نا، کہ ہجرت فرض ہے، انہوں نے ہجرت نہیں کی، لہذا وہ واپس آئیں گے، فتح مکہ کے وقت سرکار علیہ السلام نے فرمایا، کہ اب ہجرت ختم ہو گئی ہے، جو جہاں ہے وہاں رہ سکتا ہے، اپنے حالات کے تحت اگر وہ ہجرت کرے اسے اجازت ہے، لیکن مدینہ طیبہ پر اب سارے عرب کے لوگ بھیڑ بنا کر رہنے کی کوشش نہ کریں ،اگر وہ نہ مانیں اور اسی طرح یہاں سے بغاوت کر کے چلے گئے ہوں، تو چونکہ وہ اسلامی سٹیٹ کے باغی ہیں اور آج تک باغی کی سزا موت ہے، انہیں پکڑو مارو جہاں تمہیں وہ ملیں، پھر تمہیں تاکید کی جاتی ہے کہ نہ انہیں اپنا ولی بنانا ہے، نہ انہیں اپنا مددگار بنانا ہے، اس ساری آیت کا حاصل کلام یہ ہے کہ جو جماعتیں نظریات پر قائم ہوتی ہیں، وہ اپنے نظریات کا سودہ نہیں کیا کرتیں ،صرف ایک بھیڑ بنانے کے لیے ایسے لوگوں کو ساتھ ملا دیا جائے جو آپ کے نظریات کے خلاف ہیں، تو بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے، ہاں جو یہاں سے گئے ہیں۔

۷۷ پھر ایسے لوگوں کے پاس یا ایسی قوم کے پاس چلے گئے ہیں کہ تمہارا باہمی معاہدہ ہے اب اگر وہ ان کی پناہ میں ہیں تو تم انہیں مار نہیں سکتے ایک بات، یا باہر جا کے پھر واپس آ گئے ہیں، اور کیفیت یہ ہے کہ ان کا دل اور سینہ تنگ ہو گیا ہے، یعنی زمین تو وسیع تھی یہاں سے بھاگنے کے بعد کسی اور زمین نے انہیں پناہ نہیں دی، پلٹ کے پھر یہاں آ گئے ہیں، اور وہ کس سے تنگ ہیں، نہ تو وہ تمہارے ساتھ جنگ لڑ سکتے ہیں، اور نہ تمہارے حامی بن کے اپنی برادری سے جنگ لڑ سکتے ہیں، اس کیفیت میں واپس آئے ہیں ،اب انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر مسلط کیا ہے، کہ باہر انہیں کہیں پناہ نہیں ملی اور واپس تمہارے قدموں میں آ گئے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو پھر لازماً وہ تم سے جنگ لڑتے، لہذا رب نے ان کے تسلط کو روک دیا ہے، وہ عاجز ہو کے تمہارے پاس آ گئے ہیں، تم انہیں اب کچھ نہ کہو، اب جب واپس آ گئے ہیں الگ ہو کے بیٹھے ہیں جنگ نہیں لڑتے یا یہاں سے نکل گئے ہیں اور کسی اور جگہ جا کے بیٹھ گئے ہیں، یہ تیسری صورت بنے گی، یعنی وہ دل سے یہاں سے نہیں گئے واقعی انہیں مدینہ کی فضا راس نہیں آئی، الگ تھلگ ہو کے باہر جا کے بیٹھ گئے ہیں جنگ نہیں لڑی، اور مسلمانوں کو پیغام بھیجا ہے کہ آپ کے ساتھ ہماری صلح ہے، اگر وہ جنگ سے بھی بچ جائیں تو تم پھر بھی ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔

بات یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے دشمن براہِ راست دو قبیلے تھے، یا تو مکہ کے مشرک تھے یا مدینہ کے یہود و نصریٰ تھے، اب اگر چند آدمی آئیں اور صحرا میں جا کے ڈیرا لگا لیں، اور آپ کو پیغام بھیج دیں کہ ہم آپ کے ساتھ جنگ نہیں لڑیں گے، اور آپ ان

Marfat.com

کے خلاف جنگ شروع نہ کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی فوجی قوت اپنے دشمن کے مقابلے میں کمزور کر رہے ہیں، لہٰذا [illegible] یہ بات کہی جائے [illegible] جنگ سے ہاتھ کھینچ چکے ہیں تو ان کا محاصرہ توقف کرنے کی ضرورت نہیں ہے، انہیں کچھ نہ [illegible] لوگ بھی ہوتے [illegible] ایک معاشرہ تھا اور ان کی بنیاد قبائلی انداز پر تھی، اس قبائلی انداز میں چھوٹی چھوٹی [illegible] میں بٹی ہوئی تھی۔

[illegible] بات [illegible] ہیں جو چاہتے ہیں کہ تمہارے ساتھ حالت امن میں رہیں اور اپنی قوم [illegible] امن میں تھی، جنگ نہیں [illegible] ایک چال ہے، جب قوم انہیں فتنے کی طرف دعوت دیتی ہے تو [illegible] فتنے [illegible] ہیں، اگر یہ لوگ [illegible] تمہیں صلح کا پیغام بھی نہ بھیجیں اور اپنے ہاتھوں کو تمہیں [illegible] ہیں انہیں [illegible] دیتے ہیں، تمن باتیں یہاں آئیں، بظاہر طور پر [illegible] فتنے میں شریک ہو گئے [illegible] فتنے سے الگ بنے نہ پیغام صلح دیا، اور نہ ہی جنگ سے اپنے ہاتھ [illegible] اور انہیں قتل کرو، جہاں بھی وہ تمہیں ملیں تاکہ فتنہ ختم ہو سکے، ان لوگوں پر تمہیں تسلط کا [illegible] جب بھی قوم [illegible] جنگ میں ہوتی ہے ایسے سارے ذرائع کا سدباب کرنا ہوتا ہے، جن ذرائع سے اسلامی فوج [illegible] کا احتمال ہو، وہ لوگ جو کھلم کھلا کفر کے ساتھ ہیں، انہیں بھی دشمن ماننا ہوتا ہے، اگر کچھ لوگ ایسے ہیں جو [illegible] ہیں ان کے ساتھ آپ نے پہل نہیں کرنی ہے، اگر وہ پہل کریں تو وہ بھی ایسے ہی دشمن ہیں جیسے دوسرے دشمن تھے، ان بحثوں سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم دور میں ان لوگوں کے سامنے انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، اسلام نے اپنے دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کی [illegible] شقیں بیان کر دی ہیں۔

☆☆☆☆☆

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَن قَتَلَ

کسی مؤمن کا تو یہ حق ہی نہیں ہے، کہ کسی مؤمن کو مار دے، ہاں اگر قتل خطا ہو تو الگ بات ہے ۷۹ اگر کسی

مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ

مومن کو آپ نے خطا سے مار دیا ہے تو اس کی جزاء یہ ہے ۸۰ کہ ایک مومن غلام کو آزاد کیا جائے، اور دیت دی جائے

أَهْلِهِۦٓ إِلَّآ أَن يَصَّدَّقُوا۟ ۚ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ

مقتول کے گھر والوں کو، ہاں اگر وہ دیت کا صدقہ کر دیں تو انہیں حق ہے، اگر آپ نے کسی کو مارا ہے وہ دشمن قوم سے ہے

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِن كَانَ

لیکن وہ خود ایماندار ہے ۸۱ تو پھر بھی ایک مومن گردن آزاد کرنا ہوگی اگر ایسی

مِن قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَـٰقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ

قوم سے ہے جس سے آپ کا کوئی معاہدہ ہے ۸۲، تو پھر دیت بھی دینی ہوگی

إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ

اس کے گھر والوں کو اور ایک گردن کو آزاد بھی کرنا ہوگا، لیکن اگر کوئی گردن نہیں ملی غلام (آزاد) نہیں کر سکتا ۸۳

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَكَانَ

تو لگا تار دو مہینے کے روزے رکھنے ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر لے گا، اور ہے

Marfat.com

اَللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٩٢﴾ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا

اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ۔ جو آدمی کسی مومن آدمی کو

مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ

جان بوجھ کر مار دیتا ہے ۸۴ (قتل خطا نہیں ہے) تو اس کی جزا جہنم ہے، جہاں بڑی دیر تک اسے رہنا ہوگا، اللہ کو اس پر بڑا غضب ہے

اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿٩٣﴾ يَٰٓأَيُّهَا

اللہ کی اس پر پھٹکار ہے، ایسے آدمی کے لیے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، ایماندارو!

اَلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلَا تَقُولُواْ

جب تم راہ خدا میں چل رہے ہو تو تحقیق کر لیا کرو ۸۵ اور نہ کہو (سمجھو)

لِمَنْ أَلْقَىٰٓ إِلَيْكُمُ السَّلَٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ

جو تمہیں سلام پیش کرے کہ یہ تو ایماندار نہیں ہے ۸۶ تم تو چاہتے ہو

عَرَضَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا فَعِندَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ

دنیا کی زندگی کے اسباب ، اللہ تعالیٰ کے پاس بے شمار غنیمتیں ہیں

كَذَٰلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

تم بھی تو اس سے پہلے ایسے ہی تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کر دیا

Marfat.com

فَتَبَيَّنُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٩٤﴾

ذرا غور کر کے تحقیق کرلو، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے

لَّا يَسْتَوِى ٱلْقَٰعِدُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُو۟لِى ٱلضَّرَرِ وَٱلْمُجَٰهِدُونَ

جو مومن عذر کے بغیر گھر بیٹھ جاتے ہیں وہ ان کے مساوی نہیں

فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ ٱللَّهُ ٱلْمُجَٰهِدِينَ بِأَمْوَٰلِهِمْ

جو راہِ خدا میں مالوں اور جانوں سے جہاد کر رہے ہیں ٨٧؎ اللہ تعالیٰ ان مجاہدوں کو جو مالوں

وَأَنفُسِهِمْ عَلَى ٱلْقَٰعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ ٱللَّهُ

اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں گھر بیٹھنے والوں پر عظیم مرتبہ دیا ہے، اور تمام سے اللہ تعالیٰ نے بہت بہتری کا وعدہ کیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ

ٱلْمُجَٰهِدِينَ عَلَى ٱلْقَٰعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجَٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً

نے مجاہدوں کو گھر بیٹھنے والوں پر اجر عظیم عطا کیا ہے، (یہ اجر عظیم) اللہ تعالیٰ کی طرف سے درجے ہیں، مغفرت اور

وَرَحْمَةً ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٩٦﴾

رحمت کے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشش والا بہت رحم کرنے والا ہے

٩٧؎ اب کسی انسان کو قتل کرنا اسلام میں بہت بڑا جرم ہے، اور مومن کو مار دینا تو اور زیادہ جرم ہے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ''کسی مومن کو مار دینا ساری دنیا کی تباہی سے رب کے ہاں سب سے بڑا جرم ہے''۔ لہذا جان لینے سے اسلام نے شدت سے روکا ہے، چونکہ اسلام کا مطلب ہے سلامتی چاہنا، تو سلامتی چاہنے والا مذہب کبھی بھی قتل و غارت نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس کی اجازت دے سکتا ہے، ہاں ایک بات ہے کہ اگر کوئی خطا سے تمہارے ہاتھ سے مر گیا ہے، تو اس کی سزا اور ہے اور اگر جان بوجھ کر مارا ہے تو اس کی سزا اور ہے، قتل خطا کیا ہوتا ہے؟ خطا کا لفظی معنی لغت میں لکھا ہوا ہے۔ ''جب کسی کام کو جان بوجھ کر نہ کیا

Marfat.com

جائے تو وہ خطا ہے"۔ قتل خطا اگر ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ آپ نے سمجھا شکار ہے جھاڑیوں کے پیچھے آپ نے فائر کر دیا، وہاں شکار نہیں تھا کوئی انسان گھاس کاٹ رہا تھا اسے گولی لگ گئی ہے، میدان جنگ ہے آپ نے فائر کیا ہے کافر پر لیکن اچانک ایک مسلمان سامنے آگیا اسے گولی لگ گئی ہے، تو یہ قتل خطا ہے، ہر وہ چیز جس میں کسی کو مارنے کی نیت نہیں تھی لیکن وہ آپ کی کسی حرکت سے مر گیا ہے، تو یہ قتل خطا ہے، اس قتل خطا کے لیے بھی اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرماتے، اس لیے کہ یہ بھی ایک قسم کا اقدام قتل تھا۔

۸۰ اب اس صورت میں کیا کرنا ہوگا، ایک غلام کو آزاد کرنا ہے، لیکن اس جگہ پر ترجیح دی ہے اسلام نے ایسے غلام کو آزاد کرو جو ایمان لا چکا ہے، تا کہ وہ آپ کے معاشرے کا ایک بہترین فرد بن سکے، بہت ساری ایسی جگہیں ہیں جہاں اسلام نے غلام کو مطلقاً آزاد کرنا کہا ہے، تین چار جگہیں ایسی ہیں جہاں مومن کی قید لگائی ہے، تو یہاں مومن کی قید لگائی ہے، جسے آپ نے آزاد کیا ہے وہ مومن ہونا چاہیے اس کی وجہ کیا ہے، اس کی بنیاد یہ ہے کہ جو آپ کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے وہ مومن تھا، تو آپ نے معاشرے میں ایک مومن کی کمی کر دی ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ایک مومن کا اضافہ ہو جائے آپ کی طرف سے اس معاشرے میں، دیت بھی دینی ہوگی جو مر گیا ہے اس کے گھر والوں کو، اگر وہ صدقہ کر دیں اور دیت نہ لیں تو ان کی مرضی ہے، ان دو باتوں میں خصوصی رعائت ہے، وارث دیت نہ لینا چاہیں، اور معاف کر دیں تو یہ صدقہ ہے ان کی طرف سے، دوسری بات یہ ہے کہ قتل کی سزا اگر وہ معاف کر دیں تو اس کا بھی اسلام نے حق دیا ہے، جو انگریزی قانون میں حق نہیں ہے، ہم کہتے ہیں کہ بڑا نرم قانون ہے، اسلام کا قانون تو بڑا سخت ہے، اس نے تو یہ بات کہہ دی کہ مقتول کے لوگ اگر قتل معاف کر دیں تو سزائے موت نہیں ہوگی، ضیاء الحق صاحب نے یہ رعائت دیدی تھی، اور ہمارے ملک میں خدا جانے کتنے لوگ ہیں۔

راولپنڈی کا ایک بندہ اسی رعائت سے فائدہ اٹھا کے سزائے موت سے بچ گیا، اس کی سزا عین آخری مرحلے پر ٹال دی گئی، گھر والوں نے سمجھوتا کر لیا، اسلام نے یہاں دو باتوں کی اجازت دی ہے، دیت بھی معاف کی جا سکتی ہے، قتل خطا ہو یا قتل عمد ہو دونوں معاف کیے جا سکتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ دیت ہے کیا؟ قرطبی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ "کہ مسلمان آدمی کی دیت ہر دور میں ایک سو اونٹ ہوں گے"۔ یہاں ہر دور کی پابندی لگا دی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پیسے میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، اس کی قیمت ایسا انداز بنا لیتی ہے کہ متعین نہیں ہوتی، اور رعیت کے لیے کوئی خصوصی مہربان حکومت آجائے تو چند مہینوں میں خدا جانے پیسوں کا کتنی دفعہ جھٹکا ہو جاتا ہے، تو پھر وہ پیسہ معیار نہ رہا، اس کی قیمت اتر گئی نیچے آ گئی، اونٹ جانور ہے لہٰذا اسلام کا یہ حکیمانہ حکم ہے کہ ہر دور میں اونٹ کی قیمت کو مرکزی انداز سے سامنے رکھا جائے گا، اب ایک اونٹ متوسط کی جو قیمت ہے اسے لے لیں اسے سو سے ضرب دیدیں، یہ دیت ہے۔

اب سرکار علیہ السلام کے دور اقدس میں یہ دس ہزار تھی، فاروق اعظم ؓ کے دور میں پیسہ نسبتاً سستا ہو گیا تھا لہذا آپ نے اپنے دور حکومت میں اس دیت کو بارہ ہزار کر دیا تھا، جن لوگوں کو اس پس منظر پر نگاہ نہیں ہوتی تھی، وہ کہتے دیکھا جی سرکار علیہ السلام کی مقرر شدہ چیز کو فاروق اعظم ؓ نے بدل دیا، اور پھر بھی انہیں مسلمان خلیفہ راشد کہتے پھر رہے ہیں، انہوں نے اس حکمت پر غور نہیں کیا کہ پیسے کی قیمت میں ہر دور میں اتار چڑھاؤ رہتا ہے، آپ اگر کوئی جانور متعین کریں گے تو اس کا ایک انداز ہوگا، مثلاً پیسہ جو پرسوں سو روپیہ تھا آج آپ اسے تبدیل کرنے لگے ہیں، لیکن جب یہ نیچے گرے گا تو اونٹ تو اپنے مقام پر کھڑا ہے، اس میں اسی صورت میں بدحالی پیدا ہو سکتی ہے اور تھوڑا سستا ہو سکتا ہے، جب وہ تعداد میں زیادہ ہو جائے، ورنہ ان کا ایک معیار ہوتا ہے، اس پر وہ رہے گا، اگر وہ پہلے پانچ ہزار کا ہے تھا تو اب وہ سات ہزار کا ملے گا، تو اسلام نے اسے ہر دور کے لیے معیار قرار دیا ہے۔

سعودی حکومت نے جب قتل خطا کی صورت بنائی تو انہوں نے دور حاضر میں اونٹ کی قیمت رکھی ہے، سو اونٹ کی جو قیمت ہے وہ دے دی جائے، تو اب اس دینے والے مال کا انداز کیا ہوگا، یہ کس کو دیا جائے گا، اس کے وارثوں کو، اور یہ اسی طریقے سے تقسیم ہو جائے جس طریقے سے وراثت تقسیم ہوتی ہے، اور دیت دینے والا وہ ایک بندہ نہیں ہوگا، امدادی طور پر اس کے ساتھ ساری برادری ہوگی، اس بات کو یاد رکھیں تاکہ سہولتیں آپ کے ذہن مبارک میں بیٹھ سکیں، اور دیت یک مشت بھی دینا ضروری نہیں ہے، بسا اوقات اس کی دو سالوں میں قسطیں کر دی جائیں گی، اکثر جہاں احادیث میں آتا ہے وہاں دیت کی بہت ساری قسطیں کی گئی ہیں، اور اس دیت کی ادائیگی ان مقرر کردہ قسطوں سے ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بندہ مر گیا ہے، شائد کمانے والا اس گھر کا وہ اکیلا ہی ہو، تو کیا آپ اجازت دیں گے کہ اس کے گھر والے گداگر بن کر بھیک مانگنے نکل پڑیں، یہ بات نہیں ہوگی، اب ان کے لیے سہارا چاہیے، یہ جو پیسے آئیں گے، آپس میں وہ شرعی نکتہ نظر سے الگ الگ حصوں کے وہ مالک ہیں لیکن ان حصوں کو برقرار رکھتے ہوئے اگر شراکت یا مضاربت کے طور پر اس مال کو وہ مارکیٹ میں لے آتے ہیں، تو یہ اصل مال باقی رہے گا، اور جو اس پر منافع آتا رہے گا اس سے اس کے بچوں کی اور اس کی بیوی کی تربیت ہوتی رہے گی، تو یہ ہیں وہ معاشرتی مسائل جنہیں سامنے رکھ کے اسلام نے اس کو لازمی قرار دیدیا، اور ادھر رعایت یہ ہوگئی کہ قتل کے بدلے میں وہ بندہ قتل نہیں ہو سکا، بلکہ وہ بچ گیا۔

۸۱ اب ارشاد فرمایا کہ یہ مومن کی بات تھی اگر وہ بندہ مسلمان معاشرے سے نہیں ہے جو قتل خطا میں مارا گیا، وہ رہتا غیر مسلم معاشرے میں تھا لیکن خود مومن تھا آپ نے اسے مار دیا ہے قتل خطا سے، تو وہاں بھی آپ نے ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے، دیت نہیں دینی ہوگی، وجہ مومن تو وہ ایک تھا، اس کا باقی سارا معاشرہ کافر ہے، آپ کے پیسے لے کر جب آپ پر وہ چڑھ

دوڑیں گے تو وہ اتنی کثیر رقم سے آپ کے خلاف بہت سارے اقدام کرسکتے ہیں، لہذا اگر وہ اس طریقے سے مر گیا ہے، اور وہ مومن تھا تو آپ نے جزا کے طور پر ایک مومن کو آزاد کر دینا ہے۔

۸۲ اگر ایسی قوم ہے کہ ہے وہ غیر مسلم لیکن ان کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہوا ہے تو پھر کیا کرو گے یہ تیسری صورت بن گئی، پہلی صورت مسلمان معاشرہ ہے، دوسری صورت غیر مسلم معاشرہ لیکن بندہ مسلمان ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ غیر مسلم معاشرہ ہے لیکن ان کے ساتھ آپ کا معاہدہ ہے، یہاں پتہ چلے گا کہ اسلام معاہدے کا کتنا خیال رکھتا ہے، فرمایا پھر اس صورت میں بھی اس کے گھر والوں کو دیت بھی دینی ہوگی، اور ساتھ ہی ساتھ ایک غلام کو آزاد بھی کرنا ہوگا، وہاں پھر دو باتیں ہوں گی، اب اس معاشرے میں جس معاشرے کا بندہ آپ نے مارا ہے، میں نے کہا کہ وہ مومن ہو، لہذا یہاں دونوں صورتیں ہیں، جن کے ساتھ آپ کا معاہدہ ہے خواہ ان میں سے اگر آپ کسی کافر کو ماریں خواہ مومن کو ماریں دونوں صورتوں میں دیت بھی دینی پڑے گی اور ساتھ ہی ساتھ ایک مسلمان غلام کو آزاد بھی کرنا پڑے گا۔

یہاں ہمارے مجتہدین نے ایک قیاس فرمایا وہ یہ ہے کہ اگر مسلمان معاشرے کے اندر کوئی غیر مسلم ذمی بن کے رہ رہا تھا ہو اور آپ نے اسے قتل کر دیں، تو اس کی بھی یہی جزا ہے، وہ جو کافر بھی ہے اہل کتاب سے ہے یا بت پرست ہے یا جو بھی ہے، وہاں آپ نے دیت بھی دینی ہوگی اور ایک مومن غلام کو آزاد بھی کرنا ہوگا، اس سلسلے میں یہی مسلک ہے ائمہ کا اور خاص طور پر حضرت امام اعظمؒ کا، البتہ مسلمانوں کے ابتدائی دور میں معتزلہ ایک جماعت تھی وہ کہتے تھے کہ کچھ بھی نہیں دینا ہوگا۔

۸۳ اب صورت یہ ہے کہ غلام آزاد کرنے کے لیے نہیں ہے، اسلام کو پتہ تھا کہ یہ جو غلامی کا انداز ہے یہ ختم ہو جائے گا جو ہم نے تدبیریں کی ہیں ان کی وجہ سے، تو ارشاد فرمایا کہ پھر دو مہینے لگاتار روزے رکھنے ہوں گے، لگاتار روزے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ عذر شرعی نہیں ہے تو آپ نے درمیان وقفہ نہیں کرنا، عام مرد کی بیماریوں کو اسلام نے عذر نہیں مانا ہے لیکن عورت کی شرعی بیماری کو عذر مانا ہے مثلاً نفاس کو اور منتھلی کورس monthly course کو عورتوں کا عذر مانا ہے۔ لیکن مرد کو اگر بخار ہو گیا ہے تو اسے شرعی عذر نہیں مانا ہے، اگر بخار کی وجہ سے روزہ توڑ دیا ہے، تو پھر ابتداء سے روزے رکھنے ہوں گے، رمضان کا روزہ ٹوٹ جائے آپ روزوں کا کفارہ دے رہے ہوں، تو آپ کو دو مہینوں کے روزے لگاتار رکھنے ہوں گے، قتل خطا میں آپ اگر غلام کو آزاد نہیں کر سکے تو مسلسل دو مہینے روزے رکھنے ہوں گے، انسانی جان اللہ تعالیٰ کے نزدیک، قرآن پاک کے نزدیک رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک یعنی ہمارے تین مرکزوں کے نزدیک اتنی اہم ہے وہ جان اور پھر معاہدہ کتنا اہم ہے کہ غیر مسلم کو ان کے علاقے میں مار دیں جن کے ساتھ آپ کا معاہدہ ہوا ہے تو آپ وہی بدلہ دیں جو بدلہ آپ ایک مسلمان کے لیے دے رہے ہیں، اور اگر آپ نے اپنے ملک کے اندر ایک ذمی کو مار دیا ہے، ذمی کا معنی نہ سمجھتے ہوئے مستشرقین نے عجیب وغریب لغویات لکھی

Marfat.com

ہیں اپنی کتابوں میں۔ذ،م اوری کو ملائیں تو ذمی بنتا ہے، یہ ذمہ لفظ کے ساتھ نسبت کی 'ی' لگی ہوئی ہے،اس کا معنی ہے وہ بندہ جس کے امن کی ذمہ داری اسلامی حکومت نے اٹھالی ہے۔اب جب اس کی حفاظت کی ذمہ داری اسلامی حکومت نے اٹھالی ہے تو اس کو مارنا قطعاً جائز نہیں ہوگا،اب مارا ہے تو پھر یہ معاوضہ دینا ہوگا،اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری توبہ کا صرف یہی طریقہ ہے یہاں زبانی توبہ سے بات نہیں بنتی کہ میں نے اس کام سے توبہ کرلی ہے،ایسی توبہ ہوتی بھی رہتی ہیں اور ٹوٹتی بھی رہتی ہیں،جب یہ انداز بنے گا تو آئندہ پھر اس توبہ کو توڑنے کی کسی کو ہمت نہیں پڑے گی،اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے لہذا اس نے جو باتیں کہی ہیں وہ عظیم ہیں۔

۸۴ اب قتل کی بات کرتے ہوئے قتل خطاء کی بات آگئی تھی،اگر کوئی کسی کو جان بوجھ کے ماردیتا ہے،تو جان کے بدلے جان جائے گی اسے ماردیا جائے گا،لیکن کیا اسے معافی مل گئی ہے،کہا کہ اس ایک گناہ کا بدلہ اس ایک بدلے سے ختم ہوگیا،باقی گناہ تو باقی ہیں ان کا جواب دہ ہونا تو ابھی باقی ہے،اور اگر کسی وجہ سے قتل کرکے بھاگ گیا ہے،اور حکومت کے ہتھے نہیں چڑھا تو آخر ایک دن ملک الموت کے ہتھے تو چڑھے گا جب ادھر پہنچے گا تو پھر کیا ہوگا،اس کی جزا جہنم ہے،اب جب کافروں کے لیے آتا ہے وہاں صرف فیھا کا لفظ آتا ہے،اور خالص کافر کا ذکر ہو تو اس کے لئے ابدا کا لفظ آتا ہے۔خلود کا معنی ہوتا ہے کہ کسی کو بہت دیر تک وہاں رکھنا،اب اس زندگی کی بہت دیر چودہ سال ہوتی ہے،کہا جاتا ہے کہ فلاں بندہ کو چودہ سال زندگی کی قید ہوگئی ہے،ضیاء الحق صاحب نے اسے بڑھا کر پچیس سال کیا تھا کہ وہ رات دن شمار کرکے پھر کہیں وہ تیرہ چودہ سال بنیں گے،تو اسلام نے آخرت کی سزا کے لئے خـلـود کا لفظ استعمال کیا ہے،یہاں تو تمہاری ستر اسی سال کی زندگی ہوگی وہاں تو ہمیشہ رہنا ہے،تو جہاں ہمیشہ رہنا ہے دو چار صدیاں وہاں بھی گزار آؤ،تاکہ پتہ چلے کہ کسی کو مارنے کا معاوضہ کیا ہوتا ہے،یہاں خلدین کا معنی ہے کہ وہاں بڑی دیر تک ٹھہرنا ہوگا،اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں پر غضب ہے،جو ایسا کرتے ہیں،اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے،جہنم میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے،یہ وہ احکام ہیں جنہیں بندہ دیکھ کے جسارت نہیں کرتا کہ وہ کسی کو ماردے،لہذا اسلامی دنیا میں سب سے زیادہ محترم انسان کی جان اور اس کی عزت ہے،بشرطیکہ وہ اسلامی حکومت ہو۔

۸۵ اب چونکہ وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا تو آگے پیچھے چھوٹے چھوٹے جتھے جنہیں عربی زبان میں سریہ کہتے ہیں، وہ جاتے تھے جہاد کی خاطر،اور وہ ایسے چھوٹے چھوٹے ڈیروں پر چھاپے مارتے تھے تاکہ اسلامی حکومت پھیلے اور اسلام کا رعب قائم ہو،اور اسلام کے خلاف باہر سے حملہ نہ ہو،یہ حملے دفاعی ضرورت کے لیے ہوتے تھے،اس دور کے جاہل عربوں کو جب بھی موقع ملتا تھا تو وہ شب خون ماردیتے تھے،جب لوگوں کو پتہ ہو کہ شب خون مارنا آسان نہیں ہے،لہذا یہ اجازت ہے کہ تمہارے سریے باہر شان وشکوہ کے لیے جائیں،ایک سریہ ایسا ہی گیا جس کی قیادت حضرت اسامہ ؓ کررہے تھے،بالکل نوخیز لڑکے تھے،اس

Marfat.com

ذریعے سے لوگوں کو کسی ذریعے سے اطلاع ہوگئی اور وہ ڈیرہ چھوڑ کے بھاگ گئے، ایک آدمی ان میں مسلمان تھا وہ پہاڑی پر بکریاں چرا رہا تھا بکریاں چراتے ہوئے (اس کا نام مرداس ہے) نیچے اترا اور تکبیر کا نعرہ بلند کرتا اترا تا، تا کہ انہیں پتہ چل جائے کہ یہ مسلمان ہے، نیچے آیا تو حضرت اسامہؓ کا خیال تھا کہ یہ ڈر کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے لہذا اسے مار دیا گیا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ بات آئی تو آپ کو بے حد ناگوار گزرا، ایسے ایک دو واقعات اور بھی ہوئے تھے ان میں حضرت خالدؓ نے مار دیا تھا، اسے اب پتہ نہیں تھا کہ جب بندہ مسلمان ہو جائے تو سب سے پہلے کیا کہنا ہوتا ہے، تو مسلمانوں کو غیر مسلم صابی کہتے تھے، جنہوں نے مذہب چھوڑ دیا ہے، اس سے اس نے Past Tense نکالا کہنے لگا صبت، صبت یعنی میں صابی ہو گیا میں صابی ہو گیا، حضرت خالدؓ نے اسے مار دیا، چونکہ حضرت خالدؓ نے یہ سمجھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ میں کافر ہو گیا میں کافر ہو گیا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب بات آئی تو سرکار علیہ السلام نے صرف ڈانٹنے پر کفایت نہیں کی، بے حد ناراضگی کا اظہار فرمایا، اور ہم اس ناراضگی کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے، کہ صحابہ کی اندر سے روح نکل جاتی تھی، جب سرکار علیہ السلام ان سے ناراض ہو جاتے تھے، ہم ساری غلطیاں کر کے بھی یہی آس لگائے رہتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام ہمیں تو کچھ نہیں کہیں گے، ہم ان کے ہیں، تو یہ بات نہیں ہے، سرکار علیہ السلام نے منہ موڑ لیا تو سمجھو کہ ساری کائنات نے آپ سے منہ موڑ لیا، اب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خالدؓ سے بھی ناراض ہوئے، ادھر حضرت اسامہؓ سے بھی کہا، اب قرآن پاک کی آیت نازل ہوئی جس میں اس سلسلے کے احکام آگئے، کہ جب تم راہ خدا میں چل رہے ہو تو اچھی طرح سے غور کر لو، غور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے فوری مارنا کوئی ضروری تھا، اسے آپ اپنے پاس رکھ لیتے، ایک دو دنوں کے بعد اصلیت آپ کے سامنے کھل کے آجاتی۔

۸۶ اس نے آپ کے سلام بھی پیش کیا تھا، تو جو تمہیں سلام پیش کرے تو اسے تم یہ کہو کہ تو ایماندار نہیں ہے، تم دنیاوی سامان چاہ رہے ہو، یعنی اسے مارنے کے بعد اس کا سامان تمہارے قبضے میں آگیا، اس بات کی اجازت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ غنیمتیں دینے پر قادر ہے، وہ بے شمار غنیمتیں عطا کرے گا، اس طرف اشارہ تھا، کہ مستقبل میں بڑی حکومتیں تمہارے قدموں میں آنے والی ہیں، یہ اکا دکا آپ کے ہتھے چڑھ جائے تو اس سے آپ کیا لے لیں گے، کل قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کے دروازے تمہارے لیے کھلنے والے ہیں، انہوں نے جو کچھ اکٹھا کیا تھا وہ تمہارے قدموں میں نچھاور ہونے والا ہے، لہذا ایسا نہ کرو، اور پھر جب وہ دور آیا تو پھر ایک عجیب کیفیت تھی، جب کثیر غنیمتیں ڈھیر لگ گئیں مدینہ طیبہ میں، پھر وہ منظر بھی لوگوں کے سامنے آیا کہ کسریٰ کے گھر کا قالین مدینہ طیبہ میں پڑا ہے، اور سیدنا فاروق اعظمؓ نے ممبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر پوچھا کہ اسے کیا کیا جائے، ایک صحابی نے کہا کہ اسے مسجد نبوی میں بچھا دیا جائے، حضرت عمرؓ نے فوراً تردید فرمائی، اس پر بیٹھ کر وہ شرابیں پیتے تھے، کیا یہ مسجد نبوی کے قابل بھی

Marfat.com

ہونے کی دلیل کیا ہے، کہ لوگ اپنے لیے بنے ہیں اور تم لوگوں کے لیے بنے ہو، کتنا نفیس فقرہ ہے، جس نے ملت اسلامیہ کی عظمتوں کو اجاگر کر دیا ہے، آپ باقی ترجمے دیکھ لیں، اور جو میں ترجمہ کر رہا ہوں، اس کا موازنہ کر لینا اگر پسند آئے تو قبول فرمالینا ورنہ مارکیٹ میں بے شمار ترجمے موجود ہیں، میں پھر عرض کر رہا ہوں کہ خیر امت کی دلیل دی ہے قرآن نے "اخرجت للناس" تم سب سے افضل اس لیے ہو، دو دلیلیں اشارتاً میں آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں، قرآن کی تیسری دلیل کیا ہے، کہ تم اپنے لیے نہیں لوگوں کے لیے بنے ہو، تمہاری ڈیوٹی یہ ہے، کہ اس کائنات میں اللہ اور اللہ کے رسول کا تعارف کراؤ، اور بگڑے ہوؤں کو سنوار دو، جو انسانیت کے دائرے سے نکل گئے ہیں، انہیں انسانیت کے دائرے میں واپس لے آؤ!

من کجا نغمہ کجا سازِ سخن بہانہ ایست

اقبال نے بات کہی، کہ یعنی موت کہاں اور شاعری کہاں، یہ جو شاعری کا ساز لے کے بجانے لگ گیا ہوں یہ تو ایک بہانہ ہے، علامہ کس بات کا بہانہ کرتے ہیں، فرماتے ہیں!

سوئے قطار میکشم ناقہ ء بے زمام را

وہ اونٹنی جو مہار تڑوا کر نکل گئی ہو، آپ اس اونٹنی کو پکڑ کے پھر قطار میں لگا لیں۔ یہ انداز بیان شاعرانہ سا ہے تاکہ قرآن کے مفاہیم سمجھے جاسکیں، تم لوگوں کے لیے پیدا کیے گئے ہو، اگر یہ اہل کتاب ایسا ہی ایمان لے آئیں، جیسا ایمان تمہارا ہے، یعنی وہ یہ بات مان لیں، کہ ہم نے کائنات کو سنوارنا ہے، تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا، کہ یہ بات ان کے لیے بہتر ہوگی، ان کی زندگی بھی پھر شمع کی زندگی ہوگی، جو خود جل کے دوسروں کو روشنی پہنچایا کرتی ہے، یہاں ایک لفظ قرآن کا اور بھی ساتھ ملا لیں، قرآن نے کہا ہے۔ **"یاایھا المزمّل"** عام ترجموں میں آپ بات دیکھیں گے کہ وہاں لکھا ہوا ہے، ''اے چادر اوڑھنے والے''۔ ''اے کملی اوڑھنے والے''۔ ٹھیک ہے معنی، آیئے لفظ کی گہرائی میں اتریں اور اس آیت کو اس آیت کے ساتھ ملا لیں، تزمل کا معنی جس سے یہ لفظ بنا ہے، اس کا معنی ہوتا ہے کائنات کو سنوارنا، یہ مرادی معنی ہے، لیکن لغوی معنی تزمل کا یہ ہے۔ آپ میری بہنیں، بچیاں بیٹے اور بھائی بیٹھے ہیں، پرندہ گھونسلا بناتا ہے، اس میں بڑے بڑے تنکے استعمال کرتا ہے، اب اسے نرم کرنے کے لیے تاکہ انڈے ٹوٹیں نہیں، اس کے بچوں کو اذیت نہ ہو، اندر والی تہہ بڑے نرم تنکے، پر اور اس قسم کی چیزیں رکھے گا تاکہ ٹوٹیں نہیں، اس عمل کو جو گھونسلے کے اندر کا ہوتا ہے، اسے تزمل کہتے ہیں، اور مزمل کا اطلاق سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم پر ہوگا، تو اس کا معنی کیا ہے، اے میری کائنات کو سنوار دینے والے، ہم نے کائنات بنا دی، آپ ان انڈوں کو بھی گن لیں اور ان بچوں کو بھی جنہوں نے ابھی تربیت حاصل کرنی ہے، انہیں اذیتوں سے نکال کے ایسے راستے پر چلا دینا ہے، جس راستے پر حسن و نکھار ہو، محبوب اب یہ آپ کا کام ہے، دوسرے لفظوں میں یوں بھی میں کہہ سکتا ہوں

ہے، میں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا، ایک اور صحابی نے کہا کہ اسے آپ اپنے گھر بچھا دیں، اب اگر دور حاضر کا کوئی بندہ ہوتا تو کہتا کہ اس نے میرے دل کی بجھارت بوجھ لی ہے، لیکن فاروق اعظم ؓ نے یہ بات نہیں کہی، انہوں نے کہا کہ اس قالین نے کافروں کو کیا فائدہ دیا ہے کہ میں اسے اپنے نیچے رکھ لوں، میں یہ بات نہیں مانوں گا، حضرت حیدر کرار ؓ پیچھے بیٹھے تھے، وہاں سے اٹھے اور کہا کہ امیر المومنین اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے تمام صحابہ میں تقسیم کر دیا جائے، تاکہ آنے والی نسلیں کمزور ہو جائیں تو یہ ٹکڑے انہیں یاد دلائیں کہ اقتدار کے دور میں قیصر و کسریٰ کے قالین کے ٹکڑے بھی ہم نے صحابہ میں تقسیم کر دیئے تھے، آئندہ نسلوں کے لیے یہ بات یادگار رہ جائے گی، اور ان کی ہمت نہیں ٹوٹے گی، سیدنا فاروق اعظم ؓ نے رائے کو پسند فرمایا اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے صحابہ میں تقسیم کر دیئے گئے، یہ ہے وہ بات جسے قرآن پاک نے یہاں "مغانم کثیرۃ" کے لفظ سے یاد فرمایا ہے، اور ان لوگوں کو جو ان کی بات نہیں مان رہے ہیں بڑے حکیمانہ انداز سے ان کا رخ موڑا، فرمایا کہ تم بھی تو مسلمان نہیں تھے، کفر سے ہی پلٹ کر اسلام کی طرف آئے ہو، جب تم نے کہا تھا اللہ اکبر جب تم نے کہا تھا اسلام علیکم جب تم نے کہا تھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو تمہارا کہا تو اسلام نے مان لیا، تمہیں یہ اتھارٹی کس نے دی ہے کہ ان کا کہا تم نہ مانو، تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے، اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا اور تم اسلام کی گود میں آ گئے، اب اگر کوئی اور کرتا ہے تو تم یہ انداز نہ اپناؤ بلکہ خوب دیکھ بھال کر لو، تاکہ پتہ چلے کہ انسانی جان بے حد محترم ہے، صرف شبہ کی بنیاد پر اسے قتل نہیں کیا جا سکتا، یہاں آپ کے ذہن میں ایک قانونی نکتہ ڈال رہا ہوں، وہ شبہ کی بنیاد پر قیصر بھی مار رہا تھا کسریٰ اور عرب بھی مار رہے تھے، اور اسلام نے پہلی بار آ کے یہ بات کہی کہ جہاں شبہ آ جائے گا وہاں سزا موقوف ہو جائے گی، اسے درءٌ کے لفظ سے عربی نے تعبیر کیا ہے، یعنی جہاں شک آ جائے آپ نے وہاں وہ سزا نہیں دینی ہے، اور جہاں تک ممکن ہو سکے شدید سزاؤں میں شبہ پیدا ہو جائے انہیں ٹالنا ہے، وہ سزا پھر لاگو نہ کی جائے، ذرا سا بھی شبہ ہو تو اس بندے کو سزائے موت نہیں ہوتی، پھر آپ تعزیر کر سکتے ہیں، لہٰذا اس پر غور و غوض کرنا ہے، اس "فتبینوا" نے قانون کے میدان میں خدا جانے کتنی شقیں پیدا کیں، تو میں بار بار عرض کیا کروں تو پھر ایک ایک آیت پر کئی لیکچر ضروری ہو جائیں گے، لہٰذا اشارہ کر کے آگے نکل جاتا ہوں۔

۸۷ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے، اس سے تو کوئی خبر چھپ نہیں سکتی کہ تم نے کسی لالچ کی وجہ سے کسی کو مار دیا ہے، یا کسی لالچ کی وجہ سے اس کی بات نہیں مانی، بلا عذر میدان جنگ سے ہٹ جانا بھی اسلام کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے، اور ساری حکومتیں مشکلات میں جبری بھرتی کی قائل ہیں، اس جبری بھرتی سے بچنے کے لیے لوگ بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اسلام جبری بھرتی نہیں بلکہ رضا کارانہ اپنے پاس رکھتا ہے، لیکن لوگوں میں ایمان کی چمک اس حد تک پہنچ چکی ہوتی ہے، کہ وہ جنگ سے بچنا نہیں چاہتے، وہ آگے بڑھ کے خود میدان جہاد میں پہنچنا چاہتے ہیں، تو یہاں ارشاد فرمایا کہ اگر شرعی کوئی عذر ہے، مثلاً ٹانگ

نہیں ہے، نابینا ہے، ہاتھ ٹوٹا ہوا ہے، تو وہ جنگ کے قابل نہیں ہے، تو پھر اور بات ہے، لیکن اگر شرعی عذر نہیں ہے، تو جنگ سے پیچھے نہ ہٹو، چونکہ جو مال اور جان دونوں دے کے اسلام کے راستے میں جہاد کرتے ہیں ان کے درجے بڑے بلند ہیں، اگر کوئی شرعی عذر کی وجہ سے گھر رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی بہت زیادہ خوبی اور نیکی عطا فرمائے گا، اس بہت زیادہ خوبی اور نیکی کو سرکار علیہ السلام نے اپنے لفظوں میں یوں ارشاد فرمایا! ''آپ جنگ سے واپس آرہے تھے دیکھا سرکار علیہ السلام کی نگاہیں اپنے غلاموں پر کس کس انداز سے تھیں، واضح بات ہے کہ جب یہ جنگ سے واپس جائیں گے تو جو معذور ہیں وہ روئیں گے، کہ کاش ہماری بھی ٹانگیں ٹھیک ہوتیں، ہاتھ ٹھیک ہوتے، نظر ہوتی تو ہم بھی میدان جہاد میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے اور کلمہ حق کو بلند کر رہے ہوتے، ان کی پہلے تعیین فرمادی، صحابی کہتے ہیں کہ پہاڑیوں سے چڑھ اتر رہے تھے، تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ مدینہ میں بہت سارے لوگ ہیں جو ان اترائیوں اور چڑھائیوں میں گزرتے ہوئے ہمارے ساتھ تھے اگرچہ وہ جسمانی طور پر ہمارے ساتھ نہیں ہیں، لیکن وہ ہمارے ساتھ ہیں''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مشن کو آپ نبھا نہیں سکے اپنے کسی عذر کی وجہ سے لیکن آپ کا دل چاہ رہا ہے کہ میں ٹھیک ہوں تو فوراً وہاں میدان جنگ میں پہنچ جاؤ، تو آپ کو میدان جنگ میں نہ شریک ہوئے بھی ثواب ملے گا اسے ''حسنیٰ'' کہا ہے قرآن پاک نے، حسنیٰ احسن کی تانیث ہے، یعنی بہت ہی اچھی، گروہ دو ہیں ایک وہ جو ساتھ گئے ہیں، ایک وہ گروہ جو عذر کی وجہ سے ساتھ نہیں جاسکا، فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کو بہت ہی اچھی جزاء کا وعدہ دے رکھا ہے۔

لیکن بلاوجہ کوئی گھر بیٹھ گیا ہے، تو اس پر اس آدمی کو جو میدان جہاد میں ہے بہت زیادہ اجر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اجر ہے کیا ارشاد فرمایا بے حد اونچے درجے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رحمت ہے، کیونکہ درجات کے درجے ہیں، یعنی مغفرت اور رحمت۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے، اب آپ تھوڑی دیر کے لیے چشم تصور میں مدینے میں جا پہنچیں، سرکار علیہ السلام مدینہ سے نکل رہے ہیں، کچھ ایسے لوگ ہیں جو معذور نہیں ہیں، مدینے کے انتظام کے لیے انہیں وہاں چھوڑنا چاہتے ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چھوڑا تھا حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو چھوڑا تھا اور میں امت کے کچھ لوگوں سے بے حد حیران ہوں کہ حضرت حیدر رضی اللہ عنہ کو چھوڑیں تو انہیں خلیفہ قرار دیدیا جائے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چھوڑیں تو انہیں گردن زدنی قرار دیا جائے، یہ بھی کوئی فیصلے کی بات ہے، چھوڑنے والا ایک ہے، جنہیں چھوڑا ہے وہ دو ہیں، آپ کو کس نے یہ حق دیا ہے، کہ ایک کو آپ واجب القتل قرار دیدیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ تو ہمیں نہیں جچتا، انہیں ہم امیر المومنین مانیں، یہاں آپ کے فیصلے نہیں ہوتے، رب کے فیصلے ہوتے ہیں، تو ارشاد فرمایا کہ جن کی سرکار علیہ السلام نے ڈیوٹی لگائی ہے انہیں بھی اسی طرح معاوضہ ملے گا جس طرح میدان جنگ میں جانے والوں کو ملے گا، لیکن ذرا ان کے دل کو دیکھیں، حضرت حیدر رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے اے اللہ میں سائے میں بیٹھا ہوں اور میرا محبوب تپتے

Marfat.com

ہوئے صحراؤں میں سے گزرتے ہوئے دھوپ میں ہے، وہ غبار میں ہیں، وہ صحراء کا گرم پانی پی رہے ہیں اور میں گھر کا ٹھنڈا پانی پی رہا ہوں، یہ وہ باتیں ہیں جو حدیث کی ساری کتابوں میں آتی ہیں، جسے بھی مدینہ میں چھوڑا ہے اس نے ایک تو یہ بات کہی، دوسری بات یہ کہی کہ کیا میں مدینہ طیبہ کی عورت ہوں کہ آپ مجھے یہاں چھوڑے جا رہے ہیں، یہ متعدد صحابہ کرام کی زبان پاک پر فقرہ آیا تھا، بخاری میں یہ الفاظ موجود ہیں، تو اب وہ جہاد کے لیے میدان میں نکلتے تھے، کہتے تھے کہ نہ ہم عورتیں ہیں اور نہ ہی ہم معذور ہیں، کہ ہم میدان میں نہ نکلیں، تو کیا خواتین پر جہاد نہیں ہے، جی ان پر بھی جہاد فرض ہے لیکن کب جب مردوں کو ان کی ضرورت ہو، البتہ فوج کی خدمت کے لیے بطور ڈاکٹر یا بطور نرس ہر حال میں ساتھ ہوں گی، لیکن اگر وہ میدان جنگ میں اتر سکتی ہیں تو اسلام کہے گا بسم اللہ۔ اور مسلمان خواتین کے نام تاریخ نے درخشاں الفاظ میں محفوظ رکھے ہیں، سیدہ صفیہ ؓ حضور ؐ کی پھوپھی جان، حضرت خولہ ؓ، حضرت عائشہ ؓ، حضرت فاطمہ ؓ، ان کا جو انداز تھا وہ بڑا نرالا تھا، انہوں نے تیر سے بھی جنگ لڑی تلوار سے بھی جنگ لڑی ہے، آج تو جنگ بڑی آسان ہے، کسی بھی اسلحے کے ٹریگر کو دبائیں تو بندہ ختم ہو جاتا ہے، اس میں کسی قسم کی قوت کی ضرورت نہیں ہوتی، اب جنگ میں سہولت پیدا ہوگئی ہے۔

☆☆☆☆☆

إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَفَّىٰهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ

جن لوگوں کو فرشتوں نے موت دی (اس حال میں کہ)

ظَالِمِىٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا۟ فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا۟ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِى ٱلْأَرْضِ

وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، فرشتے سوال کریں گے، تم کس (کام) میں رہے (زندگی بھر)، کہیں گے، ہم بڑے ضعیف لوگ تھے

قَالُوٓا۟ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ ٱللَّهِ وَٰسِعَةً فَتُهَاجِرُوا۟ فِيهَا فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمْ

زمین میں ۸۸ فرشتوں نے (جواباً) کہا، اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ کہیں ہجرت کر جاتے (جہاں تم مذہب کو بچا سکتے تھے) اوران کا ٹھکانہ جہنم ہے

جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا ٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ

وہ بدترین پلٹنے کی جگہ ہے ہاں جو حقیقت میں ضعیف ہیں ۸۹ وہ مرد ہیں

وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾

یا عورتیں یا چھوٹے بچے ہیں ان کے پاس کوئی حیلہ نہیں ہے، نہ وہ کہیں جانے کا راستہ پا سکتے ہیں

فَأُو۟لَٰٓئِكَ عَسَى ٱللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ ٱللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾

تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف بھی فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

۞ وَمَن يُهَاجِرْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ يَجِدْ فِى ٱلْأَرْضِ مُرَٰغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً

جو راہ خدا میں ہجرت کرتا ہے، وہ زمین میں وسیع جائے پناہ بھی پائے گا ۹۰ اور رزق کی وسعت بھی پائے گا

وَمَن يَخْرُجْ مِنۢ بَيْتِهِۦ مُهَاجِرًا إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ثُمَّ يُدْرِكْهُ ٱلْمَوْتُ

جوراہ خدا میں ہجرت کر کے جاتا ہے اللہ تعالٰی اور رسول کی طرف پھر اس کی موت راستے پر ہی آجاتی ہے

فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُۥ عَلَى ٱللَّهِ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٠﴾

تو اس کا اجر اللہ تعالٰی کے ذمے ہے، اللہ تعالٰی بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے

۸۸ اس وقت ہجرت فرض تھی، تو کچھ لوگ ہجرت فرض ہوتے ہوئے بھی ہجرت نہیں کرتے تھے، یہ زیادتی ہے، کہ اللہ تعالٰی کہے کہ ہجرت کرا اور وہ ہجرت نہ کرے، یہ اپنی جان پر ظلم کے برابر قرآن نے تعبیر کیا ہے، فرشتے آئے موت آگئی، انہوں نے پوچھا یہاں کیوں بیٹھے رہے کہنے لگے کہ جی بڑے ضعیف لوگ تھے، فرشتوں کا جواب یہ تھا کہ اللہ تعالٰی کی زمین بڑی وسیع تھی تمہیں نکل جانا چاہئے تھا، اس سے یہ اشارہ ہوا، کہ اللہ تعالٰی کی زمین وسیع تھی، یعنی ہجرت مدینے ہی کی تم پر فرض نہیں تھی، کہیں باہر نکل جاتے کسی اور جگہ پر، پھر تم نے اب جہنم جانا ہے، کہ تم نے اللہ تعالٰی کے فرض کو چھوڑا ہے، جہنم بدترین جگہ ہے۔ جہاں پلٹ کے کوئی جاتا ہے

۸۹ ہاں مسلمانو! ایک بات یاد رکھو، مرد ہوں عورتیں ہوں بچے ہوں ایسے رقبوں میں پھنس گئے ہیں کہ ان کے پاس کوئی حیلہ نہیں ہے، ہجرت کر کے مسلمانوں کو آملنے کا، اور نہ ان کے پاس کوئی ذریعہ ہے، کوئی راستہ نہیں کہ وہ ہجرت کر کے نکل جائیں، مثلاً کسی مقام پر مسلمان تنگ ہو گئے ہیں، تو اب اس وقت ہجرت بے حد مشکل ہے، اس لیے کہ اگلا ملک آپ کو پاسپورٹ کے بغیر آنے نہیں دے گا، اور وہاں سے پاسپورٹ کا حصول بے حد مشکل ہے، چوری چھپے نکلے ہیں تو آپ ان کی فوج کی گولی کا نشانہ بن جائیں گے یا اپنی فوج کی گولی کا نشانہ بن جائیں گے، اگر ایسی کیفیت ہوگئی ہے، اور جہاں آپ رہ گئے ہیں، وہاں آپ کو مذہبی آزادی نہیں ہے، بے حد خرابی ہے، تو پھر اب اگر ایسی بات ہے تو اللہ تعالٰی اس ضعف کی بنیاد پر آپ کو معاف فرمادے گا، یہ اس دور کی بات ہے کہ جب ہجرت فرض تھی، اب چونکہ ہجرت فرض نہیں ہے، لیکن اگر کسی ملک میں ایسے حالات ہوں، تو اب بھی وہاں سے نکل آنا ضروری ہے، اگر حالات ایسے نہ ہوں تو صرف ہجرت برائے ہجرت ضروری نہیں ہے، تم سوچتے ہو کہ ہجرت کریں گے تو آگے بات نہیں بن سکے گی

Marfat.com

۹۰ ارشاد فرمایا کہ ایسی بات نہیں ہے، آگے جب تم جاؤ گے تو بڑی وسیع جگہ ملے گی، ''مراغما'' کا ایک معنی صاحب کشاف نے کیا ہے، آپ کو بتاتا ہوں کہ لغت کے حوالے سے بڑی معتبر تفسیر ہے۔ ''یعنی ہجرت کرتا ہے، اور انداز یہ اپناتا ہے، کہ جس قوم سے نکلا ہے ان کی ناک کو مٹی میں ملا دیا ہے''۔ یعنی وہ کوشش کر رہے تھے کہ یہ جانے نہ پائے، اور یہ وہاں سے نکل گیا ہے، مثلاً سرکار علیہ السلام کی اپنی ہجرت دیکھو، مکہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھا نہیں تھا، وہ سارے کے سارے قتل کے در پے تھے، سرکار علیہ السلام وہاں سے نکل گئے، باقی صحابہؓ اسی انداز سے نکلے، تو جب آپ کسی کو ذلیل کر کے نکل جائیں تو اسے عربی میں ''مراغما'' کہتے ہیں لیکن ہمارے مترجمین نے وسعت معنوی کے پیش نظر یہاں کہہ دیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگے بھی وسعتیں دے گا، وسعت مکانی دے گا، اور وسعت رزق بھی عطا کرے گا، آپ دیکھیں کہ جو لوگ مکہ میں اپنا مال چھوڑ کے گئے تھے، اس ہجرت نے آگے چل کے انہیں کیا کیا دیا، کیا مہاجرین مکہ کے قدموں کے نیچے دنیا کی دولت کے ڈھیر نہیں لگ گئے تھے، یہ تو ان کا استغنا تھا کہ اسے لات ماردی، لیکن سب کچھ ان کے قدموں کے نیچے تھا، تو یہ ''مراغما'' کا معنی ہوتا ہے، تو اصل رغم کا معنی ہوتا ہے کہ ناک کو پکڑ کر مٹی کے ساتھ رگڑ دینا، کہا جاتا ہے کہ مراد ابن حنفی اپنی ناک رگڑتا رہ گیا، اور جانے والے چلے گئے، تو یہاں یہ معنی کر کے اگلے جملے میں بتایا ہے صاحب کشاف نے ''وہ الگ ہو جاتا ہے کہ ناک کو مٹی میں رگڑ کے'' تو اب وہاں وسعت بھی ملے گی رزق کی بھی، صحابہ کہتے کہ فلاں آدمی گھر سے نکلا تھا، اپنی منزل تک نہ پہنچا اور راستے میں ہی بیچارا مر گیا، گھر والے کہتے تھے کہ دیکھا ہم نے کہا تھا کہ وہاں نہ جائے، گھر سے بھی نکلا مدینہ بھی نہیں پہنچا اور راستے میں ہی مر گیا، فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی طرف ہجرت کی ہے یہ شرط ہے، ہجرت کے کوئی مقاصد نہیں تھے، ہجرت خالص اللہ تعالیٰ یا رسول علیہ السلام کے لیے ہے پھر اسے راستے میں موت آ گئی ہے، اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا بھی ہے۔

ایک بندہ سرکار علیہ السلام کے ساتھ حج کرنے کے لیے جا رہا تھا اونٹنی بدکی اس نے احرام باندھا ہوا تھا وہ سر کے بل گرا اور فوت ہو گیا، حدیث کی اکثر کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے، سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے یہ کپڑے اتارنے نہیں ہیں، یہ راہِ خدا میں چل رہا تھا چونکہ حج بھی راہِ خدا ہے، جب یہ قیامت کو اٹھے گا تو تلبیہ کہتا ہوا یعنی لبیک لبیک کہتا ہوا قیامت کو اٹھے گا، کہ ابھی تک اس کی وہ حج والی نیت ٹوٹی نہیں ہے، ابھی تک وہ حج والا ذوق ختم نہیں ہوا، اے اللہ ہمیں بھی ایسے ذوق عطا فرما دے، کہ موت کی تلخیاں ایسے ذوق کو توڑ نہ سکیں، یہ ایمان کی عظمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ غفور ہے اور رحیم ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

۞ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

جب تم راستے میں چلو اور یہ راستہ ہے (جہاد کا یا ویسے راستہ ہے) تو کوئی حرج نہیں کہ

أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَوٰةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا

تم نماز میں قصر کر لو اگر تمہیں خوف ہے کہ کافر تمہیں فتنے میں مبتلا کر دیں گے،

إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿۱۰۱﴾

بے شک کافر تمہارے کھلم کھلا دشمن ہیں

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ

محبوب آپ بھی اگر ان میں ہوں اور آپ انہیں نماز پڑھا رہے ہوں تو ان میں سے ایک گروہ

مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا

آپ کے پیچھے کھڑا ہو جائے، وہ اپنا اسلحہ لے کے کھڑے ہوں، جب سجدہ کریں تو یہ

مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا

پیچھے چلے جائیں اور پیچھے والا گروہ آگے آ جائے، جنہوں نے پہلی رکعت نہیں پڑھی ہے

فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ

وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں، اپنی احتیاط اور اسلحے کو لازمی سمجھا جائے، کیونکہ کافر چاہتے ہیں

كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ

کہ تم اپنے اسلحے اور ساز و سامان سے غافل ہو جاؤ، تو تم پر وہ اکٹھے

عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ

ایک ہی بار پلٹ پڑیں، لیکن اگر تمھیں کوئی تکلیف ہے، بارش ہے یا تم

أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ

بیمار ہو (فوجی کو فوری حملے کا خدشہ نہیں ہے) تو اسلحہ اتار کے رکھ سکتے ہو

وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٠٢﴾

لیکن محتاط رہو۹۳ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ

جب تم نماز پوری کر چکو، تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو میدان جنگ میں کھڑے بیٹھے

جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ

پہلو کے بل لیٹے، اور جب امن کی حالت ہو تو جس طرح روزانہ نماز پڑھتے ہو اسی طرح نماز پڑھا کرو

كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾

بے شک نماز مومنوں پر فرض ہے اپنے اپنے مقررہ وقت پر

۹۱ یہاں نماز قصر کا بیان ہے تو قصر فرضوں میں صرف تین فرضوں میں ہوتی ہے ظہر، عصر اور عشاء۔ یعنی جہاں چار رکعتیں ہوں وہاں دو رکعتیں ہو جائیں گی، کیا یہ اختیاری معاملہ ہے یا لازمی معاملہ ہے، امام اعظمؒ کا ارشاد یہ ہے کہ یہ لازمی بات ہے، لہٰذا بلاوجہ قصر کو چھوڑا نہیں جا سکتا، باقی ائمہ کے نزدیک یہ اختیاری مسئلہ ہے، چاہے تو دو پڑھے یا چاہے تو چار پڑھ لے، اس اختلاف کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک دو پڑھنی تھیں دو پڑھی ہیں اور دوسری کے بعد آپ کھڑے ہو گئے ہیں، تو ائمہ

Marfat.com

کے نزدیک ایک واجب رہ گیا ہے، یعنی دوسری رکعت کا تحیہ، یعنی سجدہ سہوہ کرنے سے نماز ہو جائے گی، امام صاحب کے نزدیک رکعتیں دو تھیں اس لیے یہ فرض تھا فرض رہ گیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگئی، اگر آپ دوسری رکعت کے بعد کھڑے ہوگئے، ہاں اگر "**عبده ورسول**" تک پڑھ کے اٹھے ہیں تو پھر سجدہ سہوہ سے نماز ہو جائے گی، یہ قانونی نکتہ ہے جو اس اختلاف کے نتیجے کے طور پر سامنے آتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ لازمی بات ہے اس طریقے سے نماز پڑھنا، میں ایک بات سے حیران ہوں کہ ہمارے فقہاء صدیوں سے یہ بات کہتے آئے ہیں کہ یہ ہر دور میں ہر فوج کے لیے لازم ہے، یہ بات نہیں ہے، یہ سرکار علیہ السلام کا خاصہ ہے، وجہ یہ ہے کہ سرکار علیہ السلام کے پیچھے ایک نماز پڑھنے سے ہزار ہا بلکہ لکھوک ہا نمازوں کا ثواب ملتا ہے

۱۹۲ اب صحابہ میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں سرکار علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھوں، اس کا حل اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز کر دیا کہ میدان جنگ میں بھی وسعت پیدا کر دی، کہ دو گروہ بن جاؤ، ایک گروہ مصطفیٰ علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھے پھر یہ نماز ٹوٹے گی نہیں بلکہ تم چلے جاؤ اور دوسرا گروہ آ کے اگلی رکعت حضورؐ کے ساتھ پڑھیں پھر اسی ترتیب کے ساتھ وہ پیچھے چلے جائیں اور پہلے والے آ کے اگلی رکعت اپنی پوری کریں پھر دوسرا گروہ آ کے اگلی رکعت اپنی پوری کرے، یہ طریقہ تب ہوتا ہے جب سرکار علیہ السلام امامت فرما رہے ہوں، اب نوعیت یہ ہوگی کہ آپ کو یہ اطمینان ہے کہ یہاں شیلنگ نہیں ہوگی، ہم یہاں نہیں پڑیں گے گولی کی زد میں ہم نہیں جا رہے ہیں، تو دو گروہ بنا لیں ایک گروہ کو ایک امام نماز پڑھا دے اور دوسرے گروہ کو دوسرا امام نماز پڑھا دے، اور اگر یہ بات بھی نہیں ہے اور اجتماعی نماز بھی آپ نہیں پڑھ سکتے، تو اکیلے اکیلے نماز پڑھیں اگر کھڑے ہو کے نہیں پڑھ سکتے تو اشارے سے پڑھ لیں، اشارے سے بھی نہیں پڑھ سکتے تو آپ نماز کو مؤخر کر دیں، اسے قضا کرنا ہوگا، کیا اس کی مثال کہیں ہے، جی خندق کے دن سرکار علیہ السلام کی چار نمازیں قضاء ہوگئی تھیں، بخاری میں یہ حدیث موجود ہے، اسی طرح جنگ کے بے حد دباؤ کی وجہ سے جب رات ہوئی تو حضرت عمرؓ آئے کافروں کو بڑا بُرا بھلا کہہ رہے تھے، کہ میری اتنی نمازیں سرکار قضا ہوگئی ہیں، حضورؐ نے کہا بیٹھو دیکھو تمہاری طرح میری بھی کچھ نمازیں رہ گئی ہیں، ابھی ہم انہیں قضا کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ سے کیوں قضا کروائیں، اللہ تعالیٰ وہاں فرشتوں کو کھڑا کرا کے بھی نماز پڑھا سکتا تھا، امت کو تعلیم دینی تھی، لہذا یہ قضا ہوگئیں، جب قضا ہو جائیں تو طریقہ کار کیا ہے، سرکار علیہ السلام نے ہر نماز کے لیے الگ آذان کہلوائی، ہر نماز کے لیے الگ تکبیر ہوئی، اور اس طریقے سے سرکار علیہ السلام نے نمازوں کو قضا کیا، پھر اسی ترتیب کو قائم رکھا، اب اس کی چار سطحیں ہیں، سرکار علیہ السلام کے ساتھ کھڑے ہو کے نماز پڑھی جائے، اکیلے کھڑے ہو کے نماز پڑھی جائے، بیٹھ کے اشارے سے پڑھی جائے، دوڑتے دوڑتے پڑھی جائے، اگر یہ چار صورتیں نہیں ہو سکتیں تو آخری صورت یہ ہے کہ اسے رہنے دیا جائے بعد میں قضا کر لی جائے،

Marfat.com

۹۳ اب جب بھی میدان جنگ میں ہو اور نماز پڑھ رہے ہو ایک تو اسلحے سے بے خبر نہیں ہونا ہے، ایک احتیاط رکھنی ہے، احتیاط کا مطلب یہ ہے کہ جنگی قوائد کے تحت جو تمہارے نگران ہو سکتے ہیں، انہیں نگرانی کرنی ہوگی، تا کہ تم پر اچانک حملہ نہ ہو سکے، اگلی بات یہ ہے کہ نماز پڑھ چکو میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ کی یاد زیادہ کرو، اور امن کی حالت میں بھی یہی حکم ہے، دوسری آیت میں یہ آتا ہے کہ اللہ کو چلتے پھرتے بھی یاد کرو، یعنی کوئی بھی کیفیت ہے اسی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو سکتا ہے، اور جس طریقے سے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو سکتا ہے اسی طرح درود شریف بھی پڑھا جا سکتا ہے، اگر کوئی کھڑا ہو کے درود پڑھ رہا ہے تو اس کے خلاف کوئی بھی بات نہیں کرنی ہے، جب حالت اطمینان ہو تو نماز قائم کرو، جس طریقے سے روزانہ پڑھتے ہو، اور یاد رکھو کہ نماز میں دو باتیں ہیں ، ایک تو یہ فرض ہیں، دوسری وقت کے اندر ہیں، اب نمازیں پانچ ہیں، انہیں تین وقتوں میں محدود نہیں کیا جا سکتا، کہ دو نمازیں اکٹھی ہو جائیں، اگر اکٹھی کرنی ہیں تو وہاں ہی جہاں سرکار علیہ السلام نے فرمائی ہیں، اور وہ حج کا موقع ہے، اس کے علاوہ نہ کی جائیں، ہمارے ہاں بڑے نام نہاد فقیر ہوتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں، ایک اللہ کا ولی مجھے بھی ملا، اور ایک خاتون سے کہہ رہا تھا کہ بے شک ٹی وی وغیرہ دیکھا کرو پھر سو جایا کرو، بے شک صبح 10 بجے اٹھو، عشاء اور صبح کی نماز اکٹھی پڑھ لیا کرو، میں نے کہا ماشاء اللہ کہ قرآن پاک نے تو کہا کہ نماز اپنے وقت کے اندر ہوتی ہے، اور ہر نماز کو اس کے وقت کے اندر پڑھو، آپ نے تو تین نمازوں کو اکھٹا کر دیا ہے، یہ بات جائز نہیں ہے، قطعاً نا جائز ہے، فقیر کہے تب بھی نا جائز ہے مولوی کہے تب بھی نا جائز ہے، جہاں شریعت اجازت دے گی وہاں جائز ہے، اگر آپ سو گئے ہیں غافل ہو گئے ہیں، اور آپ کی آنکھ نہیں کھلی اور سورج نکل آیا، تو اس وقت سرکار علیہ السلام نے آپ کو اجازت دی ہے، کہ فوراً اٹھ کے نماز پڑھ لیں، آپ کے لیے اسے مزید پیچھے کرنا بہتر نہیں ہوگا یہ تو صرف عذر کی وجہ سے لیٹ ہوئی ہے، اب یہاں جو آیت ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ صرف میدان جنگ میں ہو تو ایسی بات کرنی ہے، کیا مطلق سفر میں بھی یہی بات ہے کہ قصر ہوگی، حضرت عمرؓ نے یہ سوال کیا تھا سرکار علیہ السلام سے کہ اب تو جب بھی ہم سفر کرتے ہیں تو ہمیں کسی طرف سے بھی کسی قسم کا کوئی خدشہ نہیں ہے، سرکار علیہ السلام نے ہنس کے فرمایا کہ عمرؓ جو اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کر دیا ہے اسے قبول کرو، جب اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہے کہ چار کی جگہ دو رکعتیں ہیں تو پھر ٹھیک ہے اب سوال یہ ہے کہ جو سنتیں یا نفل ہیں ان کا کیا ہوگا، علمائے ظاہر نے یہ بات کہی کہ وہ نہیں پڑھنی ہیں، ائمہ اربعہ نے یہ بات کہی کہ آپ کے پاس اگر وقت ہے تو ضرور پڑھیں وقت نہیں ہے تو صرف فرض پڑھ لیں، اگر وقت ہے تو سنتیں اور نفل پڑھ لیں چونکہ یہ اضافی عبادت ہے، اس سے سرکار علیہ السلام نے منع نہیں فرمایا، یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ چار کی جگہ دو پڑھ لو، لیکن سرکار علیہ السلام نے نہیں فرمایا کہ چار سنتوں کی جگہ دو پڑھ لو، تو اکثر ائمہ جو ہیں وہ اس بات کی طرف گئے ہیں، تو جنہیں ذوق عبادت ہے وہ اسی بات کو قبول کرتے ہیں۔

Marfat.com

کہ میں نے مخلوق بنا کے کائنات میں پھیلا دی، یہ بکھر گئے ہیں، ان بکھرے دانوں کو ایک تسبیح کی لڑی میں پرونا محبوب! اب آپ کا کام ہے، اب ان بکھرے ہوئے دانوں کو پرو دیا جائے، تو قرآن نے کیا کہا، کہ تم تو لوگوں کے لیے ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو، اور تم اللہ پر ایمان لاتے ہو،

۴۷ے اہل کتاب بھی یہ ساری باتیں کریں، تو پھر ان کا ایمان بھی کامل ہوگا، ان میں سے کچھ لوگ صاحب ایمان بھی ہیں، لیکن ان میں اکثریت فاسقوں کی ہے، صاحب ایمان وہ تھے جنہوں نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، اور ایمان لے آئے ہیں، اور کہا کہ یہ چہرہ جھوٹے بندے کا ہو ہی نہیں سکتا، ایک آپ کو چھوٹی سے بات بتاتا ہوں، کسی اونچی سی جگہ پر آپ کھڑے ہو جائیں، جہاں سے انسانوں کا جم غفیر گزر رہا ہو، ان کے چہروں پر نگاہ ڈالتے رہیں، چند ہزار چہرے دیکھیں ان کا چہرہ بتا دے گا کہ دل کی دنیا کیسی ہے، آباد ہے یا بنجر ہے، آباد ہے تو نظر آجائے گا، بنجر ہے تو نظر آجائے گا، تو اب ارشاد یہ ہوا کہ ان میں اکثریت تو فاسقوں کی ہے، ان میں ایمان والے کم ہیں، جس طرح عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔

قرآن پاک کی ایک پیش گوئی

اب قرآن نے ایک پیش گوئی کر دی، قرآن کئی مقامات پر پیش گوئیاں فرماتا ہے، ارشاد فرمایا میرے محبوب کی جماعت وہ آپ کے مخالف ہیں، ان کا تسلط تھا مکے پر مدینے پر، لیکن یاد رکھو، اب وہ ضرر ظاہری نہیں پہنچا سکیں گے، یہ یہودی باتوں سے آپ کو ضرور اذیت دیں گے، لیکن میدان میں سامنے آجائیں یہ بات نہیں ہوسکتی، اگر میدان میں سامنے آئیں گے تو پشت پھیر کے بھاگ جائیں گے، آپ مدینے میں دیکھیں بنو قینقاع وغیرہ جتنے قبیلے بھی تھے، ہر سازش میں شریک تھے، لیکن کیا وہ کبھی مصطفیٰ علیہ السلام کے سامنے میدان جنگ میں اترے، اس کا جواب ہے نہیں، پھر تاریخ نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ اپنا سامان باندھ کے وہاں سے جا رہے ہیں، لیکن میدان جنگ میں مقابلے میں نہیں آسکے، آئے پروگرام بنائے لیکن پروگرام ٹوٹ گئے، اگر وہ ایسا کریں گے بھی تو انہیں کہیں سے بھی امداد نہیں ملے گی، ان کے مقدر میں شکست ہے، یہ اسلام کا اعزاز ہے، کہ وہ مقابلے میں نہیں آئے تو اسلام بذات خود ان کی ریشہ دوانیوں کو کچلنے کے لیے خیبر کی طرف بڑھا، تاکہ وہ جو ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں، ان کو ختم کیا جا سکے، یہود کا یہ مزاج ہے، کہ یہودی ہو اور سازش نہ کرے تو وہ یہودی نہیں، ان کا یہ مزاج ہے، ان کی پوری تاریخ میں جو ہمیں معلوم ہے اس میں انہوں نے ہمیشہ سازش ہی کی ہے، کبھی ان پر اللہ نے بخت نصر کو مسلط کیا ہے، کبھی اللہ نے ان پر ہٹلر کو مسلط کیا ہے، کبھی اللہ نے کسی اور کو مسلط کیا ہے، اب وہ ساری دنیا سے ایک مقام پر اکٹھے ہو رہے ہیں تاکہ ان کی سازشوں کو کچلنے والے جب اٹھیں تو ان کے بکھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے وہ سازشی بچ نہ جائیں، لہٰذا جب وہ اکٹھے ہوں گے تو تیسری بات آئے گی، جس کے لیے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا، کہ پتھر بھی پکار اٹھیں گے کہ اے مسلمان میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے اسے کچل دے، یہ آخری مرحلہ ہے جس نے آنا ہے۔

Marfat.com

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ

یقیناً ہم نے آپ پر یہی کتاب نازل کی، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں

ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾

جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو دکھائے ۹۴ اور دغابازوں کی طرف سے آپ دفاع نہ فرمائیں ۹۵

وَٱسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَٰدِلْ

اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب فرمائیے ۹۶ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے آپ دفاع نہ

عَنِ ٱلَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ

کریں ان کا جو اپنی جانوں سے خیانت کرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا

خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾ يَسْتَخْفُونَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ

خیانت کار گنہگار کو وہ لوگوں سے تو چھپاتے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں

مِنَ ٱللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ ٱلْقَوْلِ ۚ وَكَانَ

چھپ سکتے ۹۷ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جب وہ رات کو ایک دوسرے کو ایسی باتیں بتاتے ہیں، جو ناپسندیدہ باتیں ہوتی ہیں

ٱللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾ هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ جَٰدَلْتُمْ

اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو گھیرنے والا ہے ۹۸ سنتے ہو! تم لوگ ان کی طرف سے جھگڑا کر سکتے ہو

Marfat.com

عَنۡهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا فَمَن يُجَٰدِلُ ٱللَّهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ

اس دنیا کی زندگی میں، پھر کون جھگڑے گا ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے ۹۹

ٱلۡقِيَٰمَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ وَكِيلٗا ﴿١٠٩﴾ وَمَن يَعۡمَلۡ

قیامت کے دن یا وہاں ان کا کون کارساز ہوگا اور جو کوئی کرے

سُوٓءًا أَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهُۥ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ ٱللَّهَ يَجِدِ ٱللَّهَ غَفُورٗا

برا عمل یا اپنی جان پر ظلم کرے ۱۰۰ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو مہربان

رَّحِيمٗا ﴿١١٠﴾ وَمَن يَكۡسِبۡ إِثۡمٗا فَإِنَّمَا يَكۡسِبُهُۥ عَلَىٰ نَفۡسِهِۦۚ

اور بخشنے والا پائے گا، جو گناہ کرتا ہے تو اس کے جی کے خلاف ہی گناہ جاتا ہے

وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمٗا ﴿١١١﴾ وَمَن يَكۡسِبۡ خَطِيٓـَٔةً أَوۡ إِثۡمٗا

اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے جو خطا یا گناہ کرے

ثُمَّ يَرۡمِ بِهِۦ بَرِيٓـٔٗا فَقَدِ ٱحۡتَمَلَ بُهۡتَٰنٗا وَإِثۡمٗا مُّبِينٗا ﴿١١٢﴾

پھر ایک بری آدمی کے ذمہ وہ لگا دیتا ہے تو اس نے بہتان بھی باندھا اور واضح گناہ بھی کمایا

۹۴ اللہ کریم نے اپنے محبوب رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات ارشاد فرمائی، کہ ہم نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے، آپ جب فیصلہ فرماتے ہیں کسی بات کا تو وہ اتنا ہی یقینی ہوتا ہے، جتنا کوئی آنکھوں سے دیکھ کے فیصلہ کر رہا ہو، المینار جو بڑی شہرہ آفاق تفسیر ہے، انہوں نے جو عبارت لکھی ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے، کہ ''سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام کے سلسلے میں جو کچھ فرماتے ہیں، وہ گویا دیکھ کے کام کیا جا رہا ہے، وہ اسی طرح یقینی علم ہے، جس طرح کوئی اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھ رہا ہو''۔

مختصر لفظوں میں اس کا ترجمہ یوں بنے گا۔ ''باقی لوگوں کے فیصلے صرف شہادت پر مبنی ہوتے ہیں، اور سرکار علیہ السلام کا

فیصلہ شہادت کے ساتھ ہی ساتھ رویئت (دیکھنے) پر مبنی ہوتا ہے، اگر چہ ظاہر فیصلے سرکار علیہ السلام نے شہادت پر ہی کیے ہوں ، کیونکہ مستقبل کے لوگ اتنی معلومات نہیں رکھتے ہوں گے کہ وہ اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کرسکیں۔

اب سرکار علیہ السلام کے سامنے ایک بدکاری کا کیس آیا جو حدیث کی سب کتابوں میں موجود ہے، کچھ لوگ اس خاتون کی برأت کا اظہار کرتے تھے، کچھ اسے مجرم گردانتے تھے، سرکار کریم نے وہ ساری بات سنی، اور ذاتی علم کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا! اگر وہ بچہ جو اس کے پیٹ میں ہے، اس دنیا میں آئے اور اس کی پنڈلیاں یوں ہوں، اس کا ماتھا یوں ہو، اس کی آنکھیں یوں ہوں نقشہ کھینچ دیا سرکار علیہ السلام نے ابتداء سے انتہا تک، تو پھر وہ شریک بن سحماء کا بیٹا ہے، جس کے لیے اسے الزام دیا جارہا ہے، حدیث کی سب کتابوں میں یہ بات آتی ہے کہ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو خواتین نے سارے محلے میں لوگوں کو بتایا کہ جس طریقے سے سرکار کریم نے ارشاد فرمایا تھا، اس بچے میں تل بھر بھی فرق نہیں ہے، بالکل وہی نقشہ ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرکار علیہ السلام کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہ رویئت اور دیکھنے پر مبنی ہے، باقی لوگوں کے فیصلے شہادت پر مبنی ہیں لیکن سرکار علیہ السلام نے مستقبل کے ججوں کو یہ بات سکھلائی ہے کہ فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جائے، لہذا ان کے لیے شہادتیں لازمی قرار دے دی گئیں ، اور ان کا فیصلہ ان شہادتوں پر ہی مبنی ہوگا۔

۹۵ ارشاد فرمایا کہ جو خیانت کار ہے، اس کی طرف سے تو کوئی دلیل دینے کا فائدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت اس بات کی مانگی جائے، اصل میں یہاں ایک واقعہ ہے جس کی طرف قرآن پاک نے یہاں اشارہ کیا ہے، طعمہ بن اُبیرق نامی ایک انسان تھا، اس کے پڑوس میں حضرت قتادہ بن نعمان رہتے تھے، اس نے ان کے گھر سے آٹے کی ایک بوری چوری کی، وہاں سے اٹھا کے نکلا سوچنے لگا کہ میرا گھر ساتھ ہے، میں ویسے بھی مشکوک سا آدمی ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا نام لے لیا جائے، اس کا ایک دوست تھا زید بن سمین نامی یہودی، اس کے گھر وہ بوری لے کر چلا گیا، اب یہ تقدیر کی بات ہے، کہ بوری کے نیچے ایک سوراخ تھا، جس سے سارے راستے پر تھوڑا تھوڑا آٹا گرتا گیا، اب جب وہ صحابی گھر سے نکلے تو سب سے پہلے اسی پڑوسی کے گھر آئے، اس سے کہا کہ یار میرے گھر سے آٹے کی بوری چوری ہوگئی ہے، اگر آپ کو کچھ پتہ ہو، اس نے قسم اٹھالی کہ مجھے تو کچھ پتہ نہیں ہے، اب جب صحابی اس کے گھر سے نکلے تو گلی میں انہیں آٹے کی ایک باریک سی لکیر کا شبہ ہوا، اس لکیر پر چلتے گئے، وہ لکیر اس دوسرے یہودی کے گھر تک مسلسل چلتی گئی، جب یہودی پر دباؤ پڑا تو اس نے کہا جی میرے گھر تو طعمہ بن ابیرق چھوڑ گیا ہے، اور جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں تو قسم کھا چکا ہوں کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں ہے، اس کی برادری بھی اسے بچانے لگی، اب چونکہ برادری زیادہ تر مسلمان تھی، انہوں نے اس کی صفائی دینا چاہی تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے سامنے ظاہر شہادت موجود تھی لیکن مسئلہ وہی فیصلہ میں رویئت کا آگیا کہ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی طرف سے دلیل

Marfat.com

پیش کرنے یا دلیل سننے کی ضرورت نہیں ہے، یہ جو لوگ اس کا دفاع کر رہے ہیں، یہ غلط کار ہیں، لیکن یہ مسلمان ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے، کہ اللہ تعالیٰ انہیں معافی دیدیں کہ جو اس کے رشتہ دار ہیں، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے، تو جو لوگ اپنی جانوں سے خیانت کریں، ان کی طرف سے جھگڑنا اسلام میں جائز نہیں ہے، یہاں ایک بات یاد رکھنی ہے، کہ جانوں سے خیانت کرنے کے مفسرین نے کئی مطلب لیے ہیں، ایک تو یہ کہ برادری کے کچھ لوگ ہیں جو غلط کار ہیں، آپ ان کا دفاع کرنے لگ گئے ہیں، تو یہ اپنی جانوں سے خیانت ہے، رہی بات سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو یہاں سے ظاہری الفاظ سے کچھ لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے، کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طبعی طور پر ادھر مائل تھے، کہ طعمہ کو بچا لیا جائے، یہ غلط فہمی ہے، اس ملک میں ایک مکتبہءِ فکر کے عظیم قائد مولانا تھانوی تھے انہوں نے بیان القرآن میں یہاں لکھا کہ سرکار علیہ السلام نے نہ پہلے خائنوں کی حمایت کی نہ آئندہ ہوگی، میں مولانا اس لیے حوالہ دے رہا ہوں کہ انہی کے مکتبہءِ فکر کے کچھ لوگوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ سرکار علیہ السلام طعمہ کو بچانے کے لیے مائل ہوگئے تھے۔

۹۶ اب استغفار میں بھی یہاں تین چار وجوہات مفسرین نے لکھی ہیں، میرے نزدیک جو معتبر ہے وہ میں نے ذکر کردی ہے، کچھ نے یہ کہا کہ یہ جو لوگ طعمہ کو بچانا چاہتے تھے، ان کے لیے استغفار ہو اور یہی بات میرے نزدیک ٹھیک ہے، کچھ نے کہا کہ یہودی بے قصور تھا تو مسلمان اسے قصوروار ٹھہروانا چاہتے تھے، اس بات سے مغفرت طلب کی جائے، امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بات پر زیادہ زور دیا ہے کہ جو لوگ طعمہ کا دفاع کر رہے ہیں، اور اس کی برات کا اظہار کر رہے ہیں، انہوں نے مسلمان ہو کے یہ غلطی کی ہے، لہٰذا ان کے لیے آپ مغفرت طلب فرمائیں، امام فخر الدین رازی اس آیت کے حوالے سے لکھ رہے ہیں، یہ لوگ اپنی جانوں سے خیانت کر رہے ہیں، یہاں مولانا مودودی صاحب نے ایک بڑے لطف کی بات لکھی ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں، کہ ''انسان کے اندر جو قوتیں ہیں، ان قوتوں کو دبا دیا جائے، اور وقتی خواہشات کی پیروی کی جائے، تو یہ اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کا مسئلہ ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوتیں عطا فرمائی ہیں راہِ راست پر چلنے کی، آپ ان قوتوں کو دبا دیں اور وہ راستہ اپنا لیں جو ان قوتوں کے خلاف ہے، تو یہ اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کرنے کے مترادف ہے، یہ وہ بات ہے جس کا تعلق روحانیت سے ہے، اور یہ بڑی اچھی بات ہے کہ مولانا مودودی صاحب اس مقام پر روحانی انداز کو اپنانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

۹۷ ارشاد فرمایا! یہ لوگ لوگوں سے تو باتیں چھپاتے ہیں، یہ منافقوں کا انداز تھا، لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ بات نہیں چھپا سکتے، ٹھیٹھ ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ ایسی باتیں کرتے ہوئے لوگوں سے تو شرماتے ہیں لیکن اللہ کریم سے انہیں کبھی شرم نہیں آئی، کہ ایسا نہ کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے، اب اس ساتھ ہونے پر امام فخر الدین رازی نے یہاں ایک نکتہ پیدا کیا

ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ساتھ ہونا جس کا خاصہ ہے، اللہ کریم جسم سے پاک ہے، وہ یہاں مراد نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم، اللہ تعالیٰ کی رویت، اللہ تعالیٰ کا سننا یہ تینوں باتیں ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ موجود ہے۔ وہ اپنی محفلوں میں رات کے وقت ناپسندیدہ باتیں کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ محفل جو تنہا کر کے لگائی جائے اور اس میں انسانیت کے خلاف سازش کی جائے، اس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، وہ یہاں ایسا کچھ ہی کرتے تھے، لہٰذا اپنی محفلوں کو پاک رکھنا ضروری ہے، اور کم از کم مزید بات نہ ہو تو سرکار کریم نے فرمایا! کہ ایک دفعہ ایسی محفل میں زبان پر بلند لفظوں سے اللہ کا لفظ لے آؤ، تاکہ اس محفل کی نحوست ختم ہو جائے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جہاں بھی گھر کی محفل جمی ہے، چند احباب بیٹھے ہیں چند سہیلیاں بیٹھی ہیں، تو زبان پر ارادتاً اللہ جل جلالہٗ یا سرکار کریمؐ پر درود بھیج دیا جائے، تاکہ محفل کا جو انداز ہے وہ پلٹ سکے، اب یہاں سے ہمیں پتہ چلا کہ ایسی ناپسندیدہ باتیں کرنے والے جو لوگ ہیں، ان کی مخالفت ضروری ہے۔ اگر گناہ کی مخالفت شروع ہو جائے، تو میں سمجھتا ہوں کہ معاشرے کو بڑی آسانی سے پاک کیا جا سکتا ہے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا! ''کہ بدی کو قوت سے ختم کر دو، اگر نہیں تو اسے زبان سے ختم کرو، اگر وہ بھی نہیں تو بدی کو دل سے برا سمجھو، یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے''۔

اب اگر بدی کو روکنے کا یہ انداز اپنا لیا جائے، اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ مروجہ قوانین کے اندر رکاوٹ ثابت ہو، کیونکہ قانون بدی کے تحفظ کے لیے تو آمادہ نہیں ہوتا، چاہے وہ جس ملک کا بھی قانون ہو، ہم چھوٹی تنظیمیں قائم کر سکتے ہیں، اور وہ تنظیمیں معاشرے کے اندر سے بے شمار خرابیاں منظم ہو کے ختم کر سکتی ہیں، میں شہر میں ایک مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتا تھا، اور علاقہ جوئے، شراب اور ایسی باقی قباحتوں سے بھرا ہوا تھا، میں نے وہاں 64 افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی، اور انہیں کہا کہ اس قسم کا کوئی کام نہیں ہونے دینا ہے، اور وہ نوجوان لڑکے تھے، اور مختلف جگہ اپنے جاسوس بھیج دیتے کہ کہاں ایسی باتیں ہو رہی ہیں، اور پھر وہ پچاس یا ساٹھ آدمی دفعتاً وہاں جا پہنچتے اور انہیں منع کرتے، اگر باز نہ آتے تو دوسری ملاقات میں ان کے گھر کا سارا سامان توڑ دیتے، نتیجہ یہ ہوا کہ جو کرایہ دار قسم کے لوگ تھے اور ایسی حرکتیں کرتے تھے، وہ محلہ چھوڑ کے بھاگ گئے، ایک صاحب کا آگے پیچھے کچھ اثر تھا وہ ڈی ایس پی سٹی کے پاس بھاگا بھاگا گیا ان کا نام مہر محمد نواز تھا، وہ مجھے ذاتی طور پر جانتے تھے، بھائی ہوا کیا ہے، جی ہوا یہ ہے کہ میرا اپنا گھر ہے میں لوگوں کو افیون دیتا ہوں، اس میں کوئی شک نہیں ہے پڑی بھی، پلاتا ہوں، لیکن کسی کو کیا حق ہے کہ میری چاردیواری سے اندر آ جائے، انہوں نے کیا کیا ہے؟ جی انہوں نے میرے گھر کی چارپائیاں توڑ دی ہیں برتن سارے توڑ دیئے ہیں باقی سامان توڑ دیا ہے، ڈی ایس پی صاحب نے کہا کہ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ جو کام مجھے کرانا تھا وہ شاہ صاحب نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، اگر بندہ بن کے رہنا ہے تو یہاں رہ جاؤ ورنہ جہاں تجھ جیسے بندے رہتے ہیں وہاں چلا جا۔ تو

Marfat.com

معاشرے میں اگر اس انداز سے تنظیمیں قائم ہو جائیں، اور وہ بدی کا راستہ روک لیں تو پولیس بالیقین ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی، اگر ایسی تنظیمیں قائم ہو جائیں تو پولیس کو بھی شعور آ جائے گا کہ ہمارا کام یہ کر رہے ہیں تو ہم ان کے ساتھ کیوں الجھیں، اور اگر پولیس الجھے تو اسے بھی اس طریقے سے سلجھایا جا سکتا ہے، یہ اہل علم سے کوئی مخفی بات تو نہیں ہے، انہیں سلجھانے کے طریقے بھی ہیں اور ان طریقوں کے مطابق ساری باتیں ہو سکتی ہیں۔

۹۸ آگے ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے، مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی ایسا کام نہیں جو وہ کرتے ہوں اور رب کریم کے علم میں نہ ہو، اس سے کلیات اور جزیات کا علم اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہوتا ہے۔ اور منطقی انداز سے بات کریں تو بات یہ ہے کہ خالق کو ہی اپنی مخلوق کی کسی ادا کا علم نہ ہو تو مخلوق قائم نہیں رہ سکتی، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مخلوق کی ہر حرکت ہر سکون اور دل و دماغ میں آنے والی ہر بات کا اللہ تعالیٰ کو علم ہو، اور یہ اب سے علم نہ ہو یہ ازلی علم ہے اللہ تعالیٰ کا۔

۹۹ تم یہ سن رہے ہو کہ ان کی طرف سے اس دنیاوی زندگی میں جھگڑ رہے ہو، لیکن قیامت کے دن ان کی طرف سے کون جھگڑے گا، اب یہاں قرآن پاک نے طعمہ کا نام نہیں لیا لیکن یہ بات ہمیں حدیث پاک سے معلوم ہوئی، قرآن پاک جو واقعات بیان کرتا ہے وہ ساری انسانیت پر منطبق ہوتے چلے جاتے ہیں، اب اگر ایک طعمہ کا نام ہو تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ اس واقعہ کا تعلق تو طعمہ سے ہے، ہمارے ساتھ نہیں ہے، قرآن پاک نے جہاں بھی ذکر کیا ہے، اس بیماری کا ذکر کر کے علاج کا ذکر کر دیا ہے، لیکن افراد کا ذکر نہیں کیا، اور قانون کی وضع کا طریقہ ہی یہ ہوتا ہے، کہ اسے اس طریقے سے وضع کیا جائے کہ جہاں آپ اسے منطبق کرنا چاہتے ہیں اس جرم پر اس کا انطباق ہو سکے، آج تو ان کا تم دفاع کرتے ہو کل قیامت کے دن کون ان کی وکالت کرے گا، ان کا قیامت کے دن کارساز کون ہوگا۔

۱۰۰ بات سن لو! جس نے اپنی جان پر ظلم کیا، اس کا سیدھا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے، اللہ تعالیٰ بخشے گا رحم فرمائے گا، اور اگر اللہ تعالیٰ سے مغفرت نہیں مانگتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کریم کا سرکش ہے، لیکن جو بھی گناہ کماتا ہے، وہ اپنی جان کے لیے گناہ کو کما رہا ہے، اللہ تعالیٰ جانتا بھی ہے، اور اس کا حکیمانہ انداز ہے، یعنی طیش میں جس طرح انسان آتا ہے، اس طرح فوراً طیش میں آ کے گرفت کر لے یہ بات نہیں ہوتی، اس کی گرفت کے لیے بڑا وقت درکار ہوتا ہے، جو گناہ کرتا ہے، یا کوئی خطا کرتا ہے، پھر بجائے اس کے کہ معافی مانگے یا معاشرے میں اس کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جائے وہ اپنے اوپر سے اٹھا کے کسی اور پر لگا دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے تو یہ بات نہیں کی، یہ بات فلاں نے کی ہے، فرمایا اس میں دو خرابیاں ہوئی ہیں، ایک تو کھلم کھلا گناہ کا ارتکاب کیا اس کی سزا ہوگی، دوسری بات یہ ہے کہ اس نے بہتان باندھا ہے، اور اس بہتان کی سزا الگ ہوگی۔

Marfat.com

وَلَوْلَا

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ

اور اگر اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل اور رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو بہکانے کا ارادہ کر لیا تھا

يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ

حالانکہ وہ صرف اپنے آپ کو ہی بہکا رہے ہیں اور وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور

شَيْءٍ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ

اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب بھی اتاری اور حکمت بھی اور آپ کو وہ کچھ سکھایا

مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ

ان کی سرگوشیوں میں کوئی بھی بہتری کی بات نہیں سوائے بہتری کی بات کرنے والے کے، جو کہ صدقہ کا حکم دے

اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

نیکی کا حکم دے یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرانے کی کوشش کرے اور جو ایسا کرے

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ

اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لیے کرتا ہے اسے ہم اجر عظیم دیں گے، اور جو

Marfat.com

يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ

رسول علیہ السلام کی مخالفت کرتا ہے ہدایت کے واضح ہونے کے بعد اور (پیچھے) چلتا ہے

سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ

مومنوں کا راستہ چھوڑ کے کسی اور طرف، تو جدھر وہ جاتا ہے ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں کہ چلا جائے، ہم اسے جہنم میں داخل کر دیتے ہیں

مَصِيرًا ﴿۱۱۵﴾ وہ بدترین پلٹنے کی جگہ ہے

۱۰۱ اب وہ تو یہ بات چاہ رہے تھے کہ سرکار علیہ السلام ہماری حمایت کر کے طعمہ کو چھوڑ دیں، لیکن سرکار کریم نے اس بات کو قبول نہیں فرمایا، کیوں قبول نہیں فرمایا، اللہ کریم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل بھی آپ پر تھا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی آپ کی شامل حال تھی، بھلا وہ کس طرح اللہ کے محبوب کو غلطی میں ڈال سکتے تھے، وہ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے یہ مستقبل کی پیش گوئی بھی ہوگئی یعنی ان کی جو بھی سازشیں ہوں گی، چونکہ اللہ کریم آپ کو علم عطا فرما دے گا تو وہ سازشیں ناکام ہو جائیں گی، اس کی طرف یہاں

۲۰۱ آگے اللہ تعالیٰ نے اشارہ بھی فرما دیا، کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب بھی اتاری ہے، اس نے حکمت بھی اتاری ہے، جو کچھ آپ نہیں بھی جانتے تھے وہ بتا بھی دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا آپ پر عظیم فضل ہے، یہاں ابن جریر طبری نے، یہ تفاسیر میں شہرا آفاق اور مقدم ترین تفسیر شمار ہوتی ہے، اس نے یہاں جو عبارت لکھی ہے، وہ یہ ہے! ''محبوبؐ اللہ تعالیٰ کا جو آپ پر فضل ہے، باقی ساری نعمتوں کے باوجود جو پہلے ہو چکی ہیں، وہ ایک فضل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب یعنی قرآن پاک اتارا ہے، جس میں ہر شے کا بیان بھی ہے، یہ ہدایت بھی ہے، یہ نصیحت بھی ہے''۔

تو باقی نعمتوں کے ساتھ ایک نعمت قرآن پاک بھی ہے، یعنی قرآن پاک نعمت کلیہ نہیں، یہ ایک جز ہے ان نعمتوں کا جو نعمتیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں، اور جب میں اس بات پر غور کرتا ہوں کہ اگر کوئی اور نعمت نہ ہوتی اور صرف قرآن پاک کا نزول ہوتا، جو قیامت تک کے لیے ہدایت بھی ہے نصیحت بھی ہے، اور انسان کو راہ راست پر لے کر چلنے والا

Marfat.com

قانون اور دستور بھی ہے، تو پھر میں کہتا کہ کائنات میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے عظیم ہیں، لیکن ابن جریر طبری فرماتے ہیں، قرآن پاک کی تفسیر کرتے ہوئے، کہ بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ قرآن پاک ہے، یہ کل نہیں ہے، اور اس کے ساتھ ایک اور نعمت ہے حکمت۔ اب حکمت سے مراد کیا ہے، میں آپ سے اکثر کہا کرتا ہوں مختصر لفظوں میں کہ حکمت سے مراد قرآن پاک پر عمل کرنے کا جو انداز سرکار علیہ السلام نے بتایا ہے وہ حکمت ہے، علامہ ابن جریر طبری اسی بات کو اس انداز میں ذرا تفصیل سے یوں بیان کرتے ہیں!

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے ساتھ حکمت بھی آپ پر نازل فرمائی ہے، حکمت ہے کیا، کہ کتاب میں بے شمار معاملات مجمل ہیں، (مجمل کا معنی ہوتا ہے انتہائی مختصر جس کی وضاحت درکار ہو) مثلاً قرآن پاک نے کہا کہ نماز پڑھیں کیسے پڑھیں یہ قرآن پاک نے کہیں تفصیل نہیں بتائی کہ کیسے پڑھیں، قرآن پاک نے کہا کہ حج کرنا ہے اس حج کی تفصیلات کیا ہیں، قرآن پاک نے ان تفصیلات کا ذکر نہیں کیا، احرام کہاں سے باندھنا ہے قرآن پاک میں کہیں بھی نہیں لکھا ہے، اسی طریقے سے قرآن پاک میں بے شمار مجمل احکام ہیں جن کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے سرکار علیہ السلام کے حوالے کر دی۔ علامہ فرماتے ہیں کہ حرام کون سی ہے اور حلال کونسی ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کیا ہیں اللہ تعالیٰ کی مناہی کیا ہے، اس کا وعدہ کیا اس کی وعید کیا ہے، یہ ساری باتیں تفصیل ہیں، قرآن کے جمال کی، تو جب اجمال کی تفصیل اس طریقے سے آتی ہے، تو قرآن لفظی اور معنوی انداز میں قرآن پاک بنتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا حضرت عائشہؓ کی زبان میں، کہ یہ خاموش قرآن پاک ہے، اور مصطفیٰ علیہ السلام بولنے والے قرآن ہیں، یہ ساری بات ہے جس کا خلاصہ مائی صاحبہ نے ایک جملے میں ارشاد فرما دیا۔

اس کے بعد علامہ آگے والی آیت کی تفسیر لکھتے ہیں، کہ اولین کی خبریں بھی آپ کو دیدیں، آخرین کی خبریں بھی آپ کو دیدیں، جو ہو چکا ہے وہ بھی آپ کو بتا دیا، جو ہونے والا ہے وہ بھی بتا دیا۔ آج ہمارے اندر ایک ایسا گروہ ہے، اگر سرکار علیہ السلام کے لیے یہ لفظ آجائے کہ آپ ماکان اور مایکون کو جانتے ہیں تو ان کا پہلا فتویٰ شرک کا ہوتا ہے، اب یہ بات علامہ ابن جریر طبری نے کہہ دی، لیکن طبری ایک عام سا بندہ نہیں ہے، وہ ہمارے مفسرین میں قدیم ترین مفسر ہے، اور بعد کی تفسیروں کا ماخذ ہے، اور آیئے میں آپ کو حدیث کی طرف لے جاتا ہوں اور اگر یہ الفاظ وہاں بھی موجود ہوں تو کیا آپ صحابہؓ پر بھی شرک کا فتویٰ لگا دیں گے، اگر دل گردہ ہے تو آگے بڑھیئے، مسلم شریف جلد 2 صفحہ نمبر 290 صحاح ستہ اور بخاری سب سے زیادہ مقدم ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ مجھے ابوزید نے یہ حدیث بتائی، ابوزید صحابی ہیں، وہ واقعہ کیا بتاتے ہیں۔ ''سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ہمیں پڑھائی، نماز پڑھا کر ممبر پر چڑھے، آپ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا (تقریر فرمائی) یہ خطبہ چلتا رہا کہ ظہر کا وقت ہو گیا، آپ ممبر سے اترے، آپ نے پھر نماز پڑھائی، ظہر کی نماز پڑھ کے آپ پھر ممبر پر چڑھے حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا،

Marfat.com

آپ پھر ممبر سے اترے، آپ نے پھر نماز پڑھائی، پھر آپ ممبر پر چڑھے، اور پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کیا، حتی کہ سورج غروب ہوگیا، اور آپ نے نماز مغرب پڑھائی، سرکار علیہ السلام نے ہمیں بتلا دیا جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے"۔ صبح کی نماز سے لے کے سوائے نمازوں کے اوقات کے پورا دن آپ نے تقریر فرمائی، اس سے یہ پتہ چلا کہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے اتنی لمبی تقریر کی ہے، تقریر کے میدان میں کوئی خطیب ہے جو کوئی صبح کی نماز سے لے کے مغرب کی نماز تک مسلسل تقریر کرتا رہا ہو، اور علم وحکمت کے دریا بہاتا رہا ہو، اور پھر یہ سارا وقت حاضرین کو داد دیجئے کہ ان میں سے نہ تو کوئی روٹی کھانے کے لیے اٹھا ہے، نہ کسی اور بات کے لیے اٹھا ہے، پورا دن یہ انداز چلتا رہا ہے، اور صحابہ جس انداز سے بیٹھے تھے اسی انداز سے بیٹھے رہے ہیں، یہ ان کا بھی کمال ہے، اور پھر ہوا کیا، کہ یہ وہ ہے جسے آپ ما کان اور ما یکون کہتے ہیں، اور پھر اس پر کفر کے فتوے دیتے ہیں، یہ سارے صحابہ سن رہے ہیں، اور حضورؐ یہ بات کہہ رہے ہیں، اور حدیث امام مسلم روایت فرما رہے ہیں، اب راوی نے بڑے مزے کی بات کہہ دی، فرماتے ہیں! "ہم میں سے سب سے بڑا عالم وہ ہے جسے وہ تقریر سب سے زیادہ یاد ہے"۔ چونکہ اس تقریر میں علم وحکمت کے سارے خزانے اکٹھے ہوگئے تھے۔ 'ما' کا لفظ عام ہے یہ عقل والوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور غیر عقل والوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے یعنی یہ انسانوں کے لیے بھی ہے جنوں اور فرشتوں کے لیے بھی ہے، نباتات کے لیے بھی ہے، جمادات کے لیے بھی ہے، سب کے لیے ہے۔

۱۰۳ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے"۔ یہ حضورؐ کو کیوں بتلا دیا کسی اور کو اتنا نہیں بتلایا، وجہ یہ بتائی کہ اللہ کریم کا آپؐ پر بہت زیادہ فضل عظیم ہے، لیکن ہمارے ان دوستوں کا اپنا علم بہت زیادہ محدود ہے اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ما کان ما یکون صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے، میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس کی ابتداء بھی ہے اور اس کی انتہاء بھی ہے، یہ محدود ہے، اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے، لہذا ما کان ما یکون اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ایک قطرے کے برابر بھی ہے یا اس سے بھی کم ہے، تو یہ سرکار علیہ السلام کو عطا ہو جائے تو آپ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بھی پڑھیں اور ساتھ ہی ساتھ شرک کے فتوے بھی دیں، تو اللہ تعالیٰ کے علم کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء ہے، اگر وہ بھی اس انتہاء میں گر گیا ہے، تو پھر بات ختم ہو جاتی ہے۔

۱۰۴ فرمایا یہ لوگ اپنی محفلوں میں جا کے باتیں وہ کرتے ہیں جو انسانیت کی عظمت کی نہیں ہوتیں، محفلوں کے آداب ہیں قرآن پاک نے ہمیں تین ادب بتائے ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ معاشرے میں بے شمار لوگ غریب ہوتے ہیں، جب آپ محفل جمائیں تو اس محفل میں کچھ لوگ صاحب وسعت ہوں گے، کچھ غریب ہوں گے، ان صاحب وسعت لوگوں کو متوجہ کیجئے زکوٰۃ

Marfat.com

لَن يَضُرُّوكُمْ إِلَّآ أَذًى ۖ

وہ تمہیں کوئی ضرر نہیں دے سکیں گے، سوائے اس کے کہ وہ ستاتے رہیں

وَإِن يُقَٰتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ ٱلْأَدْبَارَ ۖ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ﴿١١١﴾

اگر وہ تمہارے ساتھ جنگ لڑیں، تو پشت پھیر کے بھاگ کھڑے ہوں گے پھر ان کی کسی سمت سے بھی مدد نہیں ہوگی

ضُرِبَتْ

مسلط کر دی گئی ہے ۵ے

عَلَيْهِمُ ٱلذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوٓا۟ إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ ٱلنَّاسِ

ان پر ذلت وہ جہاں بھی ہوں، (اس ذلت سے وہ دو طریقوں سے وقتی طور پر نکل سکتے ہیں،) یا تو اللہ کی رسی کو تھام لیں ٦ے یا وہ لوگوں کی پناہ میں آ جائیں

وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ ٱلْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ

وہ اللہ کے غضب کے نیچے آئے ہوئے ہیں ان پر مسکینی اتار دی گئی ہے

بِأَنَّهُمْ كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقْتُلُونَ ٱلْأَنۢبِيَآءَ بِغَيْرِ

یہ اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے اور نبیوں کو بغیر وجہ مار دیتے تھے

حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا۟ وَّكَانُوا۟ يَعْتَدُونَ ﴿١١٢﴾

یہ اس لیے بھی کہ نافرمانی کرتے تھے، اور حدوں سے آگے بڑھ جایا کرتے تھے ۷ے

ذلت اور مسکنت

۵ے تو ارشاد فرمایا کہ ان پر تو ذلت مسلط کر دی گئی ہے، یہاں دو لفظ آ رہے ہیں اس آیت مقدسہ میں، ایک ذلت ہے ایک مسکنت ہے، ہمارے اردو مترجمین نے اس کا معنی کچھ اس انداز سے کیا ہے کہ نتیجہ غلط نکلا ہے، اور اس غلط نتیجے پر جب

دے کے غریبوں کی پرورش کرنے کی، ان محفلوں سے پہلا کام یہ لیا جائے، دوسرا کام یہ لیا جائے، کہ نیکی کے کام کا حکم دیا جائے، مثلاً ہماری محفلوں میں ایسی تنظیمیں قائم کر کے جیسے میں عرض کر آیا ہوں اگر یہ کہہ دیا جائے کہ حکومت سے ہٹ کے ہم نے بذات خود کون کونسے کام کرنے ہیں اپنے محلے کے، تو بے شمار چھوٹے کام ہیں، جو بذات خود ہم کر سکتے ہیں، اور ہماری بنائی ہوئی تنظیمیں یہ کر سکتی ہیں، اس ملک کو نفاست اور صفائی کا خزانہ بنایا جاسکتا ہے، کاش چودہ یا پندرہ کروڑ انسان جنہیں ہمارے سیاستدان ووٹوں کے لیے تو گنتے ہیں، کاش انہیں کسی کام کے لیے بھی گنا کریں، اور یہ حضرات اگر بذات خود آگے بڑھ کے کام کر رہے ہوں، سرکار علیہ السلام جس کام کا حکم دیتے تھے اسے پہلے خود کرتے تھے، صحابہ کرام ؓ آگے بڑھ کے پروانہ وار کام میں مشغول ہو جاتے تھے، اور کبھی وہ ان سے کام نہ ہوتا تو سرکار علیہ السلام کی خدمت میں جا کے کہتے کہ یہ کام نہیں ہو رہا ہے، آپ خندق کھود رہے تھے صحابہ کرام کے ساتھ ایک جگہ پتھر آیا، صحابہ ؓ نے بڑا زور لگایا کہ یہ پتھر ٹوٹ جائے، اب سرکار علیہ السلام کی خدمت میں آ کے عرض کیا کہ حضورؐ وہ پتھر آ گیا ہے وہ نہیں ٹوٹتا، سرکار علیہ السلام اس پتھر والی جگہ تشریف لے آئے صحابہ ؓ سے وہ کدال لے لیا، دیکھیں نا جس کی انگلی سے آسمان پر چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے، وہ اشارہ فرما کے اس پتھر کو بھی توڑ سکتے تھے لیکن مشکلات میں امت کو تعلیمات دینی تھیں، لہذا کدال لے کر خود اس پتھر کو توڑنا شروع کیا، اور ساتھ ہی اللہ اکبر کی صدا بھی بلند کی، یہ حدیث ہماری ساری کتابوں میں بھی موجود ہے اور شیعہ حضرات کی کتابوں میں بھی من وعن موجود ہے، پتھر سنٹر سے ٹوٹ گیا، جب ٹوٹ گیا تو اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ جب میں نے پہلا ہتھوڑا اس پتھر پر مارا تو میں نے دیکھا کہ قیصر کا تاج میرے غلاموں کے پاؤں کے نیچے آ گیا ہے، کسریٰ کا تخت اوندھا ہو گیا ہے اور میرے غلاموں کے پاؤں کے نیچے آ گیا ہے۔

اور یہی وہ بات تھی کہ جسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک غلام جب اس دنیا سے جا رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ ابوعبیدہ میرا جسم زخمی ہے اور میرے جسم سے خون نکل چکا ہے، میں چند لمحوں کا مہمان ہوں، اگر کوئی پیغام ہے تو وہ میں سرکار علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا سکتا ہوں، بات کی تہہ تک پہنچئے، صحابی کو پتہ ہے کہ میں نے مرنے کے بعد محفل مصطفیٰ علیہ السلام میں چلے جانا ہے، کاش ہم بھی ایسے ہو سکتے، ہمیں بھی یہ یقین ہوتا، کہ ادھر آنکھیں بند ہوئیں ادھر محفل مصطفیٰ علیہ السلام میں حاضری ہو گئی، تو پھر موت ہر لذیز چیز سے زیادہ لذیز ہو جاتی، اللہ تعالیٰ ایسا ہمیں بننے کی توفیق عطا فرمائے، انہوں نے جواباً یہ بات کہی کہ جب سرکار علیہ السلام کی محفل میں جاؤ تو میری طرف سے عرض کرنا کہ جو سرکار علیہ السلام نے وعدے فرمائے تھے، وہ سارے پورے ہو گئے ہیں، وہ پتھر توڑتے ہوئے باتیں کیں تھیں، آج وہ قیصر و کسریٰ کے تخت ہمارے قدموں کے نیچے ہیں۔

۱۰۵ ارشاد فرمایا کہ تیسری بات یہ ہے کہ "لوگوں میں جھگڑے ہیں" ان جھگڑوں میں پڑ کے ان کو نمٹایئے تا کہ تمہارا معاشرہ جنت کی مثال پیش کر سکے، جنت کی مثال کیوں عرض کر رہا ہوں، کہ کوئی بغض اور کینے کے ساتھ جنت میں نہیں جا سکتا، لہذا جو

Marfat.com

مر گیا اور بغض اور کینہ سینے میں رکھا ہوا تھا تو اسے دو چار غوطے کھانے پڑیں گے، تا کہ غوطے کھائے اور یہ کینہ اور بغض جل جائے، اس کے بعد اسے جنت بھیجو، ورنہ اگر وہ اس کینہ اور بغض کے ساتھ جنت جا پہنچا تو اسے بھی جہنم بنا دے گا، لہٰذا یہ ضروری ہے، کہ ان بد خصلت لوگوں کو پہلے جہنم میں غوطے کھانے کے لیے ڈالا جائے تا کہ ان کی بد مزاجیاں ختم ہو جائیں، جنت میں جانے کے لیے ان ساری باتوں سے پاک ہونا ضروری ہے، ارشاد فرمایا کہ اصلاح بین الناس کرنا ضروری ہے، جو ایسی بات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لیے اسے اجر عظیم ملے گا، ہدایت واضح ہو چکی ہے۔

۱۰۶ اب جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھر بھی مخالفت کرتا ہے، اور جو معاشرہ سرکار علیہ السلام نے قائم کیا ہے، اس کی اداؤں کو چھوڑ کے کسی اور ادا کی طرف چلا جاتا ہے، تو ایسے آدمی کے لیے سزا کیا ہے، ارشاد فرمایا کہ ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے، وہ بد ترین جگہ ہے، یہاں بیضاوی نے ایک معنیٰ لکھا، ''جس گمراہی کی طرف وہ مڑ گیا ہے، اسے اس کا والی بنا دیں گے، ہم اس کے اور اس کی اس خرابی کے درمیان سے ایک طرف ہٹ جائیں گے، تا کہ وہ اس خرابی میں جہاں تک جا سکتا ہے چلا جائے، اس لیے کہ پیچھے بھاگیں تو ہمارے ہاتھ میں ہے، ہم اسے اٹھا کے جہنم میں پھینک دیں گے، وہ بد ترین جگہ ہے''۔

امام شافعیؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ چاروں (امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ) یہ کہتے ہو کہ سب سے پہلے قرآن پاک سے پوچھو، قرآن پاک میں نہ ملے تو سنت سے پوچھو، اگر سنت میں نہ ملے تو پھر اجماع امت کو دیکھو، کہ ساری امت نے مل کے کیا بات کہی ہے، سنو! یہ بات یاد رکھو، قرآن و سنت کے بعد ہماری تیسرے دلیل اجماع امت ہے، اس کے بعد چوتھی دلیل اجتہاد ہے، جو لوگ صرف رٹا لگائے رکھتے ہیں، کہ قرآن و سنت میں نہیں ہے، اللہ کے بندے جب آپ کے سامنے قرآن و سنت آجائے تو کیا آپ اس کو ترتیب دینے پر اور اس سے مسائل اخذ کرنے پر قادر ہیں، اگر نہیں ہیں تو فن کے ماہرین کے پاس جائیں گے، اور یہی ماہرین ہی تو مجتہدین ہیں، امام شافعیؒ سے یہ پوچھا کہ اجماع امت کہاں حجت ہے قرآن سے دکھاؤ، امام شافعیؒ نے ایک روایت کے مطابق تین سو بار پڑھ ڈالا، جب تیسری سو کو پورا کرتے ہوئے اس جگہ سے گزرے تو اسے بلایا اور فرمایا ادھر آ ''ویتبع غیر سبیل المؤمنین'' ''جو مومنوں کے راستے کو چھوڑ کے کسی اور راستے پر چلتا ہے''، وہ جہنم میں جاتا ہے، اگر یہ مومنوں کا اجتماعی راستہ حجت نہیں ہے، تو پھر جہنم میں کیوں جاتا ہے، پتہ چلا کہ تیسری دلیل ہے جو قرآن پاک سے ثابت ہے، امام شافعیؒ کے اجتہاد کو سو دفعہ سلام کہ وہ عظیم مجتہد ہیں، امام اعظمؒ نے بھی یہی بات کہی کہ ہمارے پاس چار دلیلیں ہیں، ان لوگوں کو بتا دیا جائے جو منافقت اور کفر کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں،

☆☆☆☆☆

Marfat.com

إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ

اللہ بخشتا نہیں اگر اس کے ساتھ آپ کسی اور کو شریک ٹھہرا دیں لیکن اس کے بغیر جو بھی گناہ ہیں

ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا

وہ بخش دیتا ہے جسے بھی چاہے ۱۰۷ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس نے شریک ٹھہرایا، تو وہ بندہ دور کی گمراہی میں جا پہنچا

﴿١١٦﴾ إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ إِنَٰثًا وَإِن يَدْعُونَ

وہ عبادت نہیں کرتے اللہ کو چھوڑ کے مگر ان بتوں کی جو مؤنث ہیں ۱۰۸ اور وہ عبادت نہیں کرتے

إِلَّا شَيْطَٰنًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ ٱللَّهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ

مگر سرکش شیطان کی ۱۰۹ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے ۱۱۰ اس نے کہا تھا ۱۱۱ کہ میں تیرے بندوں میں سے اپنا

مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ

مقررہ حصہ ضرور لے لوں گا میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا انہیں طرح طرح کی امیدیں دلاؤں گا

وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ ءَاذَانَ ٱلْأَنْعَٰمِ وَلَءَامُرَنَّهُمْ

میں انہیں حکم دوں گا، تو وہ جانوروں کے کان چیر دیا کریں گے، میں انہیں حکم دوں گا

فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ ٱلشَّيْطَٰنَ وَلِيًّا

تو وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کریں گے، جو شیطان کو ولی بناتا ہے

مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے تو کھلا خسارے میں چلا گیا ۱۱۲

Marfat.com

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿۱۲۰﴾

وہ انہیں وعدے بھی دیتا ہے اور امیدیں بھی دلاتا ہے، شیطان تو انہیں صرف دھوکے اور فریب کے وعدے ہی دیتا ہے ۱۱۳

أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿۱۲۱﴾

ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ وہاں سے بھاگنے کی جگہ نہیں پائیں گے

۱۰۷ شرک پر میں شروع میں ایک پوری تقریر کر چکا ہوں، لہٰذا ان تفصیلات کے پیچھے اب نہیں جاتا، اختصار یہ ہے کہ آپ کا خالق اللہ تعالیٰ ہو، آپ کا مالک اللہ تعالیٰ ہو، آپ کا رازق اللہ تعالیٰ ہو، اسے چھوڑ کے کسی اور کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا جائے، یہ انسان کی فطرت سلیمہ کے خلاف ہے، اور اسی لیے سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت باقی سارے گناہ تو کرے گی، لیکن وہ شرک نہیں کرے گی، اس لیے کہ شرک اسلام کی فطرت کے خلاف بات ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شرک کو معاف نہیں فرمایا جاسکتا، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ دور کی گمراہی میں چلا جاتا ہے۔

۱۰۸ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے جن کی وہ عبادت کر رہے ہیں، انہیں مؤنث کیسے کہا گیا، یہاں تین باتیں آپ یاد رکھیں گے، یہ قبیلے اپنے بتوں کو مؤنث کہتے تھے، ایک بات، اس لیے قرآن پاک نے انہیں لفظ انا ثا سے تعبیر کیا ہے، دوسرا ان کے نام عورتوں جیسے تھے، جس نام کے آخر دو ''ت'' آجائے وہ مؤنث ہونے کی نشانی ہوتی ہیں، اب آپ دیکھیں کہ لات منات آخر میں ت آگئی ہے، تیسری بات یہ ہے کہ آخر میں 'ی' ہو، پہلے حرف پر مد آجائے، صغریٰ، کبریٰ، وہ بھی مؤنث ہونے کی نشانی ہے اور عزیٰ میں بھی یہی ہے، لہٰذا ان کے نام مؤنث جیسے تھے، تیسری بات یہ ہے کہ ان میں قوت فعالیت بالکل نہیں تھی، تو پھر یہ مذکر کس انداز سے قرار دیئے جاسکتے ہیں، تو یہاں وہی بات قرآن پاک نے کہہ دی، کہ اچھا جن کو تم پوج رہے ہو، ان کو تم نے خود مؤنث فرض کر رکھا ہے، تو کیا ان کو پوجنا نشان ہے عظمتِ انسانیت کا، یہ عظمت انسانیت کی نشانی نہیں ہے۔

۱۰۹ اور شیطان سرکش کی عبادت تم کر رہے ہو، یہاں پھر وہ بات میں عرض کروں گا کہ اس جگہ یدعون پھر آگے یدعون (ابن جریر ایک، زمخشری دو، بیضاوی تین، قرطبی چار، اور باقی جتنے بھی مایہ ناز قرآن پاک کے مفسر ہیں) سب نے اس کا معنی عبادت کرنا کہا ہے، اب یہی معنی ہے، جو مولانا تھانوی کر رہے ہیں، اس جگہ جو انہوں نے ترجمہ کیا ہے وہ بھی آپ سن لیں ''یہ لوگ

Marfat.com

خداتعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں یعنی ان بتوں کی''۔اب انہوں نے بھی یدعون کا معنی عبادت لکھا ہے،اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں،اب مولانا مودودی فرماتے ہیں''وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں ،ان کے نزدیک بھی یدعون کا معنی عبادت کرنا ہے،اور وہ اس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں''۔اب یہ دو حضرات دو مکتبہ ءفکر کے عظیم مفکر شمار ہوتے ہیں،اب ان مسجد کے مولویوں سے درخواست ہے،جو یدعون کا معنی پکارنا کرتے ہیں،کہ وہ تو بتوں کو پکارتے ہیں،اور شیطان کو پکارتے ہیں،کیا جتنے امت کے مفسرین ہیں انہیں قرآن پاک کی تفسیر کا زیادہ علم تھا یا ایک مخصوص مکتبہ ءفکر کے چند علماء کو پتہ ہے جن کو علماء کہنا بھی علماء لفظ کی توہین ہے؟انہیں پتہ ہے،یہ بات نہیں ہے،یہاں پنجاب میں اس معنی کو سب سے پہلے مولوی حسین علی نے واں بھچراں میں مروج کیا،اور ان سے لے کر یہاں پنڈی والے مولوی غلام اللہ خان نے اس معنی کو پھیلایا،یہ معنی ساری امت کے معنی کے خلاف ہے۔اس لفظ میں یہ قید نہیں ہے کہ کس کو بلانا جائز ہے اور کس کو بلانا جائز نہیں ہے۔باہر آپ کا بیٹا کھڑا ہو،آپ اسے آواز دیں تو یہ شرک ہو جائے گا؟اب یہ سارا تانا بانا کیوں بُنا گیا ہے؟اس لئے کہ لوگ یارسول اللہ ﷺ کہتے ہیں،تو اس بلانے کو روکنے کے لیے انہوں نے قرآن میں معنوی تحریف کردی ہے،یہ معنوی تحریف ہے کم سے کم لفظ اس کے لیے یہ استعمال کیا جا سکتا ہے،میں جب بھی قرآن پاک کی تفسیر کرنے بیٹھتا ہوں تو میرے سامنے دیوبندی،بریلوی،اہلحدیث یا شیعہ سنی نہیں ہوتا،یا قرآن پاک ہوتا ہے یا سنت ہوتی ہے۔میں ان کی عبارتیں بھی پیش نہیں کیا کرتا،یہاں اس لیے پیش کی ہیں کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا خوف کرنا چاہیے،کہ جو چودہ سو سال سے امت معنی سمجھتی آرہی تھی،اور دور حاضر میں دو عظیم علماء نے ایک مولانا اشرف علی تھانویؒ جو دیوبندی طبقے کے صرف عالم ہی نہیں بلکہ روحانی پیر بھی ہیں ،انہوں نے بھی اس کا معنی عبادت کرنا کہا ہے،اور مولانا مودودیؒ نے بھی اس کا معنی عبادت کرنا ہی کہا ہے،لہذا یہ باقی لوگ امت پر رحم کریں وہ معنی نہ کریں کہ جس بات سے آپ بچنا چاہتے ہیں کہ اس میں اس حد تک نیچے گر جائیں۔

ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جس پر غیر اللہ کا نام لگ جائے وہ شے حرام ہو جاتی ہے،میں نے کہا آپ کا نام کیا ہے،اپنا نام بتایا آپ کس کے بیٹے ہیں،میں فلاں کا بیٹا ہوں،میں نے کہا کہ آپ پر آپ کے باپ کا نام لگ گیا ہے تو آپ حرام ہو گئے سب سے پہلے،باقیوں کی بات بعد میں کریں گے،تو اللہ کے بندو!چودہ سو سال سے امت جو سمجھتی آرہی ہے،اس سے ہٹ جاؤ گے تو قدم قدم پر ٹھوکریں کھاؤ گے،گھر سے گاڑی نکلی کس کی گاڑی ہے جی ڈاکٹر کفیل صاحب کی ہے،گھر سے گھوڑا نکلا یہ کس کا گھوڑا ہے جی یہ ملک صاحب کا گھوڑا ہے،اس پر سواری حرام ہو گئی ہے،یہ وہ تنگ نظری کے انداز ہیں جس سے امت کو بچنا چاہیے،اور ان حضرات کو امت کو اس راستے پر نہیں چلانا چاہیے۔

جن کی یہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے وہ تو محض مؤنث نام ہیں چند۔اور یہ شیطان سرکش کی عبادت کر رہے

Marfat.com

ہیں، یہ کہیں سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے شیطان کا نام لے کے عبادت کی ہو، لیکن شیطان کے کہنے پر بتوں کی عبادت کی تھی، لہٰذا نسبت مجازی اس انداز سے ہوگئی، مرید کا لفظی معنی سرکش ہوتا ہے، **"العاتی المتمرد"** بیضاوی لکھتے ہیں، العاتی سرکش، متمرد منہ زور۔ جو پیچھے پلٹے نہیں۔

۱۱۰ اللہ کی اس پر لعنت ہے، اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے اپنا مقررہ حصہ ضرور لے لوں گا، انہیں کیا کروں گا گمراہ کروں گا، انہیں طرح طرح کی آرزوئیں دلاؤں گا، یہاں غور کرنا چاہیئے کہ ہماری آرزوئیں کہیں شریعت کی حدوں کو پھلانگ تو نہیں جاتیں، میں انہیں حکم دوں گا تو وہ جانورں کے کان چیر دیں گے، کان چیرنے کا ان کے نزدیک ایک تصور تھا، جس اونٹنی کے پانچ بچے ہو جاتے تھے، اور پانچواں بچہ نر ہوتا تھا تو اس اونٹنی کے کان چیر کے چھوڑ دیتے تھے، اور اس چرے ہوئے کان والی اونٹنی کو کوئی بندہ بھی ایذا نہیں دیتا تھا، یہ گویا متبرک ہوگئی ہے، وہ یہ کرتے تھے۔

۱۱۱ اس بات کا اس نے اعلان کیا، میں انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرتے رہیں گے، یہاں سے تین معنے مفسرین نے مراد لیے ہیں، سرکار کریم نے بھی ایک حدیث میں پہلے ایک حقیقت بیان کی اور اس سے روکا، مردوں کو آداب میں خواتین کی عادتیں اختیار نہیں کرنی چاہئیں، اور خواتین کو مردوں جیسی عادتیں اختیار نہیں کرنی چاہئیں، یعنی ان کا لباس الگ الگ ہو، ان کا انداز گفتگو الگ الگ ہو، جنس کے انداز والی باتیں الگ الگ ہوں، اب اگر کوئی مرد عورت بننے کی کوشش کرتا ہے تو یہ تخلیق کی تبدیلی ہے، تو کوئی عورت مرد بننے کی کوشش کرتی ہے تو یہ بھی تخلیق کی تبدیلی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے اسے تخلیق کیا اس نے اس مقصد کو چھوڑ دیا، مثلاً سورج آپ کا خادم ہے کہ یہ آپ کو قیامت تک روشنی دیتا رہے، وہ آپ کی خدمت میں پھر رہا ہے، آپ اسے معبود بنالیں تو آپ نے تخلیق جس مقصد کے لیے کی تھی اس مقصد کو آپ نے چھوڑ دیا ہے، پانی پینے کے لیے تھا ہانڈی میں ڈالنے کے لیے تھا اور ایک مٹکا بھر کے آپ نے کہا کہ ہم اس کی عبادت کریں گے، تو یہ آپ نے تخلیق کو بدل دیا ہے، آگ اس لیے تھی کہ آپ اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کریں، وہ آپ کی خادمہ ہے، آپ اس کا بہت بڑا اچ جلا کے اردگرد بیٹھ جائیں اور کہیں کہ ہم اس کی عبادت کریں گے، تو سعدی نے ایران کے حوالے سے ایک بڑی پیاری بات کہی، کہ یہ عجیب معبود ہے کہ ہزار سال اس کی عبادت کرو پھر بھی جب ہاتھ آگے کرو تو یہ جلا دیتی ہے، یہ تو بڑا ظالم قسم کا معبود ہے جو تم نے بنا رکھا ہے۔

تو مسلمانوں نے بڑے بڑے انداز سے بری باتوں سے روکا، یہاں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری نے ایک امتحان دینے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا، تاریخ فرشتہ میں یہ واقعہ موجود ہے، یار ہم آگ جلاتے ہیں اس میں تو داخل ہو جا، مان لیں گے کہ تو سچا ہے اگر تو نہ جلا، آپ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ میرے ساتھ تمہارا بھی ایک آدمی داخل ہو، تا کہ پتہ چلے کہ دونوں میں سے

Marfat.com

کون سچا ہے، آپ نے یہ بات نہیں کہی، آپ نے کہا کہ تم آگ جلاؤ میں جاتا ہوں، اور ہمارے محققین نے یہ بات لکھی، کہ مقام نبوت کے تحفظ کے لیے سچا مسلمان جو کچھ کردے گا وہ نبوت کے معجزے کے نیچے آجاتا ہے، لہذا وہ جو بات کرے گا وہ ہوتی چلی جائے گی، آگ جلی تو آپ اس میں داخل ہو گئے، کچھ بھی نہیں ہوا، اور اس محفل میں 90 ہزار انسان موجود تھے، جب آپ باہر نکلے تو آپ کی طرف لپک رہے تھے اور "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھ رہے تھے، اقبال نے بھی ادھر اشارہ کیا ہے۔

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

تو یہ وہ باتیں جو امت نے آگے بڑھائی ہیں، تو یہ دوسری بات تھی ایک بات کو تبدیل کرنے کی، اور تیسری صورت یہ ہے کہ آپ کو شریعت کی ادائیں پسند نہیں ہیں، آپ بیٹھے ہیں کانٹ چھانٹ کرنے کے لیے اب امت ساری یارسول اللہ ﷺ کہہ رہی تھی، میں اس موضوع پر ایک کتابچہ لکھ چکا ہوں سیدنا صدیق ؓ سے لے کر آج تک کس کس نے یارسول اللہ ﷺ کہا، صحابہ میں سے کس نے کہا آل بیت میں سے کس نے کہا اولیائے امت میں سے کس نے کہا، علماء میں سے کس نے کہا، عوام میں سے کس نے کہا، اب آپ اگر کہتے ہیں کہ شرک ہے تو چودہ سو سال کی امت کو کافر قرار دینا پڑتا ہے، صدیق اکبر ؓ نے جہاں قدم رکھا ہے مجھے اللہ وحدہ لاشریک کی قسم ہے ان کے قدم کے نیچے آنے والی مٹی مجھ جیسے ارب ہا انسانوں سے افضل ہے، تو آپ مجھے بتائیں کہ یہ سارے مشرک تھے، اور آج آپ واحد آدمی پیدا ہوئے ہیں، جن کو توحید کا زیادہ شعور ہے اور 'یا' کے لفظ سے بدکتے رہتے ہیں، انہوں نے جو حاضر کی ضمیریں ہیں وہ بھی استعمال کی ہیں، اصل حاضر وہ ہے، یہاں تو اصل حاضر ہے ہی نہیں، اس کو بھی استعمال کیا، اب ساری امت مشرک ہے اور یہ مٹھی بھر لوگ جنہوں نے کود کود کے زمین کی مٹی اڑا رکھی ہے اور اس مٹی کے غبار میں اپنے چہرے بھی بگاڑ رکھے ہیں، اور امت کے چہرے بھی بگاڑنا چاہتے ہیں، کیا ان لوگوں کو مشرک کہنا آسان ہے یا ساری امت کو مشرک کہنا آسان ہے، تو یہ تین باتیں ہیں۔

۱۱۲ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے شیطان کو اپنا دوست بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں۔ یہاں ایک لطیف نکتہ ہے، کسی بندے کو وہ غوث ہے، قطب ہے، ولی ہے، نبی ہے، پیغمبر ہے، اسے آپ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں لے آئیں، تو یہ کفر ہے، لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ وہ ہے تو بندہ لیکن اس پر جو اللہ تعالیٰ کی عنایات ہیں وہ ہم پر نہیں ہیں، تو یہ ایمان ہے، اور یہی وہ بات ہے جو عقیدہ ہے اہل سنت کا سیدنا صدیق اکبر ؓ سے لے کر آج تک اور اسی طرف آپ بڑھیں، ہم اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں لائیں (العیاذ باللہ) اور ہماری لاکھوں کروڑوں مرتبہ توبہ۔ کہ ہم کسی ولی کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں لے آئیں، اور جب اللہ تعالیٰ کوئی کام کہے تو اسے نہیں مانیں گے اور جب ایک ولی کہے تو اسے مان لیں گے، یہ کفر ہوگا، ہم انہیں اس انداز سے

Marfat.com

مانتے ہیں کہ ہم سے زیادہ وہ شریعت کے واقف ہیں، روحانی علوم کے واقف ہیں، لہٰذا ہم ان سے اسی طرح اکتساب فیض کرتے ہیں جس طرح آج کا ایک آدمی کالج یا سکول میں جا کے ایک استاد سے پڑھتا ہے، وہ باطن کا استاد ہے یہ ظاہر کا استاد ہے، اور مجھے حیرانی ہوتی ہے بسا اوقات کہ ایک بندہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ آٹھ دن نماز تو پڑھی ہے گل بنی کوئی نہیں، کہ ایم اے کرنے کے لیے سولہ سال بندیاں تے ٹاٹاں تے گھسٹدا رہیا ویں، اس ویلے تو اٹھویں سال نہیں آکھیا کہ میں چھوڑنا ماتہ ڈگری دے چھوڑو، وہاں تو یہ بات نہیں ہوتی، اور جب اسلام سیکھنے کی نوبت آتی ہے تو آٹھویں دن کہتا ہے کہ میں نے آٹھ دن نماز پڑھی ہے اور کام نہیں بنا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کوٹھی بن رہی تھی اور سریے کی کمی ہوگئی تھی اور آٹھ دن کی نمازیں سریوں کا کام دے رہی تھیں، یا کسی اور شے کا کام دے رہی تھیں، لہٰذا اس نے اللہ تعالیٰ کا کام پورا کر دیا ہے اس لیے اے اللہ تو اس کا کام پورا کر دے، یہ وہ غلط سوچ ہے جس سے جتنا جلدی بچا جائے اتنا زیادہ بہتر ہوگا۔

۱۱۳ تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے جو شیطان کے پیچھے چلتا ہے وہ کھلم کھلا گمراہی میں جاتا ہے، وہ تم سے وعدے کرتا ہے، تمہیں آرزوئیں دلاتا ہے، اور یہ سارے وعدے اور آرزوئیں دھوکہ، فریب اور فراڈ ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، جس سے وہ بچ نہیں سکتے، اور اب جو ایماندار ہیں، اور جنہوں نے نیک کام کیے ہیں وہ جنتوں میں جائیں گے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہاں ہمیشہ رہنا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچ ہے، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچی بات کرنے والا کوئی نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کہا ہے وہ پورا ہو کے رہے گا، رہی بات یہ کہ تمہاری آرزوئیں ہوں اور وہ پوری ہو جائیں یا اہل کتاب کی آرزوئیں ہیں وہ پوری ہو جائیں، یہ آرزوؤں کی دنیا نہیں ہے، یاد رکھو جو برائی کرے گا، وہ اہل کتاب میں سے ہے یا تم ہو یا کوئی اور ہے، اسے اس کا بدلہ ملے گا، پھر چھڑانے کے لیے کوئی نہیں ہوگا، جو اس کو چھڑا سکے اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی ولی اور مددگار نہیں، وہی ولی اور مددگار ہوگا جسے اللہ اجازت دے گا، اور جو نیک کام کرتا ہے وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ وہ ایماندار ہو، وہ جنت میں جائیں گے، ان پر تل برابر بھی زیادتی نہیں کی جائے گی، یہاں پتہ چلا کہ نیک کام وہی ہے جو اسلام کے ساتھ کیا جائے، اسلام کے ساتھ نہ ہو تو وہ اڑتا غبار ہے، جس کی بنیاد کوئی نہیں ہے، پتہ چلا کہ سارے اعمال کی بنیاد ایمان ہے، اب اس پر ایک چھوٹی سی بات عرض کرتا ہوں!

حضرت جنید بغدادی بہت بڑے ولی ہیں اس امت کے، ایک مقام سے گزر رہے تھے، تو ایک خاتون کو ان کے کپڑے پسند نہ آئے، ڈاڑھی پسند نہ آئی، اس نے سامنے بکرا بیٹھا ہوا تھا اس کی ٹھوڑی کے نیچے بھی بال تھے، بکرے کے ان بالوں کو ہلا بھی رہی تھی اور اس کے ساتھ باتیں بھی کر رہی تھی، پاس سے گزرے تو ترنگ میں آئی تو کہنے لگی کہ بات سن جنید تیری ڈاڑھی اچھی

ہے یا میرے بکرے کی ڈاڑھی اچھی ہے، اب یہ بڑا بے ہودہ سوال تھا، حضرت جنید نے بڑا پیارا جواب دیا، اگر میں دنیا سے ایمان کے ساتھ چلا گیا تو پھر میری ڈاڑھی اچھی ہے لیکن اگر میں دنیا سے ایمان کے ساتھ نہ گیا تو تیرے بکرے کی داڑھی اچھی ہے، اب دیکھا کہ اللہ والے کس انداز سے بات کرتے ہیں، انہیں غصہ نہیں آیا، انہوں نے اٹھا کے پتھر نہیں مارا، بڑی حکیمانہ انداز سے بات سمجھا دی۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ایمان بنیاد ہے، جب ایمان نہ ہو تو اعمال کو بنیاد نہیں ملتی، اور جس عمارت کو بنیاد نہ ملے وہ قائم نہیں رہتی، ایسے لوگ جنت میں جائیں گے، ان پر تل برابر بھی زیادتی نہیں ہوگی۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَتِ سَنُدْخِلُهُمْ

جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے ہم عنقریب انہیں داخل کریں گے

جَنَّتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعْدَ

جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی، وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ کا وعدہ

اللَّهِ حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ﴿١٢٢﴾ لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ

حق (سچا) ہے اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوگی نہ تمھاری آرزوئیں

وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَبِ مَن يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ

اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں سے (کچھ ہوگا) جو بھی برا عمل کرے گا اسے اس کا بدلہ ملے گا

وَلَا يَجِدْ لَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٢٣﴾ وَمَن

اور وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا اور جو کوئی

يَعْمَلْ مِنَ الصَّلِحَتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

عمل کرے نیک مرد ہو یا عورت (بشرطیکہ) مومن ہو

فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ﴿١٢٤﴾ وَمَن

تو وہی ہیں جو داخل ہونگے جنت میں اور ان کے ساتھ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا، اور اس سے

اعتراضات ہوئے ہیں، وہ ادھر ادھر کی مارنے لگ گئے ہیں، آیئے ہم سب سے پہلے اس مسکنت اور ذلت کے لفظ کا تجزیہ کرتے ہیں کہ عربی لغت میں ذلت کہا کسے جاتا ہے، ارشاد ہوا!"و الذلة حالة تعترى الشخص من سلب غيره لحقه"o "ذلت یہ ہے کہ کوئی کسی کا حق چھین لے اور وہ اپنا حق واپس نہ لے سکے، تو اس کے اوپر جو کیفیت طاری ہو جاتی ہے، جسے میں ابھی بے بسی کہہ رہا تھا، اسے ذلت کہتے ہیں"، اب بتایئے مسکنت کیا ہے، انہوں نے فرمایا، "حالة الشخص منشؤها استصغارهٗ لنفسه حتّٰى لايدعى له حقا"o "کسی آدمی پر ایسی حالت طاری ہو جانا کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل سمجھنے لگ جائے اور اپنا حق لینے کے لیے آگے نہ بڑھے، تو اسے مسکنت کہتے ہیں"۔

یہ دونوں کیفیتیں تھیں، جو یہودی قوم پر حضرت موسیٰؑ کے بعد اور دور اول کے بعد طاری رہیں، جہاں کہیں بھی ان کا حق سلب ہو گیا، یہ آگے بڑھ کے لے نہیں سکے، اور مسکنت کا انداز کہ انہوں نے اپنے آپ کو حقیر اور ذلیل سمجھا تاریخ کے مختلف دوروں میں، جو اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھتا وہ میدان میں نکل آتا ہے، جو میدان میں نہیں نکل سکتا وہ سازش کی وادی میں گر جاتا ہے، لہذا انہوں نے یہ دونوں باتیں کیں، اب اس سے یہ ترجمہ کر کے کہ یہ حکمران نہیں بن سکیں گے، یہ قرآن کی ناسمجھی کی دلیل ہے، اس لیے جس ہستی اقدس پر قرآن نازل ہوا ہے، انہوں نے یہ ارشاد فرمایا، کہ یہودی حکومت قائم کریں گے وہ لوگوں پر ظلم کے پہاڑ توڑیں گے، پھر جب زوال آئے گا، تو یہ صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے، لہذا جس پر قرآن نازل ہوا انہوں نے اعلان فرمایا کہ ان کی حکومت قائم ہوگی، لیکن قرآن نے جو بات کہی ہے وہ یہ تھی کہ جب ان کی حکومت قائم ہوگی تو وہ دو ذرائع سے ہوگی، یا پھر سیدھی سی بات ہے یا تو وہ اللہ کے قانون کو مان کے راہ راست پر آ جائیں، تو ان کی حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، دوسری صورت یہ ہے کہ دنیا کی کسی دوسری مقتدر قوم کی پناہ میں چلے جائیں گے، اب میں آپ سے صرف ایک بات پوچھتا ہوں کہ اگر اس وقت یہودیوں کے سر پر امریکہ کا ہاتھ نہ ہو، تو آپ کا کیا خیال ہے کہ یہودی عالم اسلام کے سامنے ایک گھنٹہ بھی ٹھہر سکتا ہے، اب یہ دنیا کی ایک قوت ہے جس کی پناہ میں ہے جس کی قرآن نے پیش گوئی کی۔

۷۶ اب میں اس کے ترجمے کے الفاظ کی وضاحت کرتا ہوں، کہ ان پر تو ذلت مسلط کر دی گئی ہے، یعنی یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا کوئی حق چھین لے تو میدان میں نہیں آئیں، بالکل سازش کرنے پر آمادہ رہتے ہیں، یہ جہاں بھی پائے جائیں گے، دو ہی صورتوں میں ان کا بچاؤ ہے یا تو یہ اللہ کی رسی کو تھام لیں، ابھی میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اللہ کی رسی سے مراد قرآن ہے، یا لوگوں کی رسی کو تھام لیں، یعنی ان کی پناہ میں آ جائیں۔ 135333

۷۷ ان پر اللہ کا غضب ہو چکا ہے، ان پر مسکینی مسلط کر دی گئی ہے، مسکینی کا معنی ابھی آپ کے سامنے کر چکا ہوں، اب ان پر فرد جرم لگائی جا رہی ہے، پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کی آیات کے یہ منکر ہیں، خواہ وہ تورات ہو خواہ وہ انجیل ہو، خواہ وہ قرآن پاک ہو، یہ

Marfat.com

أَحۡسَنُ دِينًا مِّمَّنۡ أَسۡلَمَ وَجۡهَهُۥ لِلَّهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ وَٱتَّبَعَ

بہتر دین ۴۱۱ کس کا ہوگا، جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا، جو نیکی کا متلاشی رہا، اور

مِلَّةَ إِبۡرَٰهِيمَ حَنِيفًاۗ وَٱتَّخَذَ ٱللَّهُ إِبۡرَٰهِيمَ خَلِيلًا ﴿١٢٥﴾ وَلِلَّهِ مَا

ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کی، جو حنیف (باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف مائل) تھے، اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا تھا ۴۱۵ اور اللہ تعالیٰ

فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ

کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنے احاطہ میں رکھنے والا ہے

مُّحِيطًا ﴿١٢٦﴾ وَيَسۡتَفۡتُونَكَ فِي ٱلنِّسَآءِۖ قُلِ ٱللَّهُ يُفۡتِيكُمۡ

احاطہ میں آپ سے خواتین کے بارے میں سوال پوچھتے ہیں ۴۱۶ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ ارشاد فرماتا ہے ان

فِيهِنَّ وَمَا يُتۡلَىٰ عَلَيۡكُمۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ فِي يَتَٰمَى ٱلنِّسَآءِ

کے بارے میں اور جو تم پر کتاب میں پہلے پڑھا جا چکا ہے، یتیم عورتوں کے احکام کے بارے میں

ٱلَّٰتِي لَا تُؤۡتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرۡغَبُونَ أَن تَنكِحُوهُنَّ

جنہیں تم نہیں دیتے جو ان کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اور پھر چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو

وَٱلۡمُسۡتَضۡعَفِينَ مِنَ ٱلۡوِلۡدَٰنِ وَأَن تَقُومُواْ لِلۡيَتَٰمَىٰ

اور (قرآن میں احکام ہیں) کمزور بچوں کے متعلق اور (وہ یہ) کہ یتیموں کے معاملے میں ۴۱۷

بِٱلۡقِسۡطِۚ وَمَا تَفۡعَلُواْ مِنۡ خَيۡرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِهِۦ عَلِيمًا ﴿١٢٧﴾

انصاف سے اپنے آپ کو قائم رکھو جو تم اچھائی کرو گے، اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ

اگر کوئی خاتون اپنے خاوند کی طرف سے بدمزاجی یا منہ موڑنے سے ڈرتی ہو تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں

عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۗ وَأُحْضِرَتِ

کہ وہ آپس میں صلح کرلیں ۱۸۱ صلح بہترین شے ہے اور موجود رکھا گیا ہے

الْأَنْفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

نفسوں میں بخل اور اگر تم احسان کرو اور متقی بنو تو بے شک اللہ تعالیٰ

بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٢٨﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا

جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اچھی طرح باخبر ہے اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ پورا پورا انصاف کرو اپنی بیویوں

بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ

کے درمیان ۱۹۱ اگرچہ تم بڑے خواہشمند بھی ہو تو یہ نہ کرو کہ جھک جاؤ (ایک بیوی کی طرف) بالکل اور چھوڑ دو دوسری کو جیسے

فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ

وہ درمیان میں لٹک رہی ہو، اگر تم درست کرلو (اپنا رویہ) اور پرہیزگار بن جاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ

كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٢٩﴾ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا

غفور رحیم ہے اور اگر دونوں (میاں بیوی) جدا ہو جائیں تو غنی کردے گا اللہ دونوں کو

مِنْ سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿١٣٠﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي

اپنی وسیع بخشش سے اور اللہ تعالیٰ وسیع بخشش والا ہے اور حکمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو ہے

Marfat.com

ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ

آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، بے شک ہم نے نصیحت کی ١٢٠ ان لوگوں کو جنھیں کتاب عطا کی گئی

مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ وَإِن تَكْفُرُوا۟ فَإِنَّ لِلَّهِ

تم سے پہلے اور تمھیں بھی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو ١٢١ اگر تم انکار کردو گے تو (جان لو) کہ اللہ ہی کا ہے

مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ﴿١٣١﴾

جو آسمانوں و زمین میں ہے، اللہ تعالیٰ غنی اور قابل تعریف ہے

وَلِلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلًا ﴿١٣٢﴾

اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے، اللہ تعالیٰ کافی ہے کارساز

إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا ٱلنَّاسُ وَيَأْتِ بِـَٔاخَرِينَ ۚ وَكَانَ

اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمھیں نکال دے اور دوسروں کو (تمہاری جگہ پر) لے آئے

ٱللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَدِيرًا ﴿١٣٣﴾

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

مَّن كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ ٱلدُّنْيَا فَعِندَ

جو چاہتا ہے دنیا کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں

ٱللَّهِ ثَوَابُ ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ سَمِيعًۢا بَصِيرًا ﴿١٣٤﴾

دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب ہے، اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے

۱۱۴ دین کائنات میں مختلف ہیں، اور مختلف دینوں کو ماننے والے اپنے اپنے انداز سے چل رہے ہیں، اللہ کریم نے یہاں ایک بات بتائی ہے، جس سے موازنہ نہ ہوسکتا ہے مختلف دینوں کے اندر، فرمایا سب سے بہتر دین اس انسان کا ہے جو اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کر دیتا ہے، اور اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی میں فنا کر دیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ وہی کچھ کرنا چاہتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا وہ اس سے منہ موڑ لیتا ہے، پھر اس کی عادت یہ ہے کہ وہ محسن ہے، محسن کون ہوتا ہے؟ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ محسن ہے جو''اچھائی کرتا ہے بدی کو چھوڑ دیتا ہے۔'' یہی محسن ہے۔ مفہوم آیت کا یہ ہوا کہ وہ ہر وقت نیکی میں لگا رہتا ہے، اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے باہر نہ نکلے، ابراہیم علیہ السلام کی صفات میں سے ایک خصوصی صفت ہے جس کا قرآن پاک بار بار ذکر کرتا ہے کہ وہ سارے باطل انداز چھوڑ کر حق کی طرف مڑ گئے تھے، تو اب جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں ہے، اس کی بھی یہی خواہش ہوگی، کہ وہ ہر باطل سے رخ موڑ لے، اور سچائی کی طرف مڑ جائے، اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا۔

۱۱۵ خلیل کون ہوتا ہے

"یطلق الخلیل بمعنی الحبیب او المحب" خلیل کے دو معانی ہیں''جو کسی کا حبیب، ہو یا کسی کا محب ہو'' حبیب جس کے ساتھ کوئی محبت کرے محب جو خود کسی کے ساتھ محبت کرے، اور یہ محبت ایسی ہو، جس میں کسی قسم کا شائبہ نہ ملا ہوا ہو، اس دل میں کسی اور کے لیے جگہ خالی نہ رہے، تو اسے خلیل کہتے ہیں، اب جب ابراہیمؑ علیہ السلام خلیل ہیں تو مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتے ہیں، اس انداز سے کہ ان کے دل اقدس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا کسی اور کی محبت نہیں۔ اب محبت کے مراتب بے شمار ہیں، ابراہیم علیہ السلام اور محبوب کریم علیہ السلام کی محبتوں میں بڑا فرق ہے، اور صاحب روح المعانی ایک بڑا نفیس نکتہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام کے سینہء پاک میں جو اللہ تعالیٰ کی محبت ہے وہاں تو جناب ابراہیم علیہ السلام کی آرزوؤں کا پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ یہ اتنا اونچا مقام ہے جہاں کسی اور کی گنجائش نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کا جو مقام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ وسلم کو ملا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کا جو مقام بھی کسی انسان کو ملا ہے، سرکار علیہ السلام دونوں حیثیتوں سے ساری کائنات سے ممتاز ہیں۔ یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کے محب ہیں تو ان جیسی چاہت نہ خلیلؑ کے پاس ہے نہ جبرائیل علیہ السلام کے پاس ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو جتنی محبت اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے اتنی محبت کسی اور سے نہیں فرمائی جاتی، نہ جناب جبریلؑ سے نہ جناب ابراہیم سے، میں کسی اور مقام پر انشاء اللہ العزیز حدیث کو سامنے رکھ کے بتاؤں گا کہ حضرت خلیل علیہ السلام کی خلت اور حضرت محمد علیہ السلام کی محبت کے رنگ کیا کیا ہیں اور ان

کے نتائج جو قرآن پاک نے ہمارے سامنے بیان کیے ہیں، ان کی نوعیت کیا کیا ہوتی ہے، اب جناب ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں، تو بات بنتی ہے، مصطفیٰ علیہ السلام سوال نہیں کرتے تو بات بنتی ہے، یہ ایک انداز ہے۔

۱۶﴿ فرمایا جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اللہ کریم کے احاطہ علمی سے اور احاطہ قدرت سے احاطہ رزاقیت سے احاطہ رحمانیت سے کوئی شے بھی باہر نہیں نکل سکتی، یہاں پھر معاشرتی مسائل کی طرف قرآن پاک نے رخ موڑا، خواتین کے لیے وہ دور بڑا عجیب دور تھا، انہیں معاشرے میں کوئی مقام نہیں دیا جاتا تھا، انہیں اسلام نے معاشرے میں مقام عطا فرمایا۔ جس کا ذکر گزشتہ پاروں میں دو تین جگہ ہو چکا ہے، اسی کو تھوڑا آگے بڑھاتے ہوئے قرآن پاک نے کچھ اور باتیں ارشاد فرمادیں، فرمایا محبوبﷺ! آپ سے عورتوں کے بارے میں سوال پوچھتے ہیں فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جواب دے رہا ہے، کتاب اللہ میں کچھ احکام پہلے بتادیئے گئے ہیں، آج خواتین کے بارے میں ایک نیا حکم دیا جارہا ہے، عام خواتین کے لیے پہلے مصیبت تھی اور خصوصاً یتیم خواتین کے لیے معاشرہ جہنم تھا اس لیے یہاں یتیم خواتین کا ذکر ہے، یتیم خواتین جنہیں تم مہر نہیں دینا چاہتے اور پھر ساتھ یہ رغبت بھی ہے کہ ان سے نکاح بھی ہو۔

۱۷﴿ دور جاہلیت میں نکاح کے انداز

نکاح کے تین انداز تھے۔ ا۔ اگر کوئی خاتون خوش شکل بھی اور مال دار بھی ہے تو اس سے شادی کر لیتے تھے، لیکن شادی کے فوراً بعد حقوق سے دستبردار ہو جاتے تھے، اس کے حقوق ادا نہیں کرتے تھے، تیرے اپنے پاس پیسے ہیں تو انہیں استعمال کر اور خود بھی کھا اور ہمیں بھی کھلا، یہ ساری بات ان پیسوں کے حصول کے لیے ہوتی تھی۔ ۲۔ دوسری بات یہ ہوتی تھی، کہ وہ خوش شکل نہیں ہے لیکن اس کے پاس مال ہے تو کسی اور جگہ اس کی شادی بالکل نہ ہونے دیتے، اور مختلف حیلوں اور بہانوں سے اس سے مال لے لیا کرتے۔ ۳۔ تیسری صورت یہ تھی کہ نہ جمال ہے نہ مال ہے اس کے لیے وہ یہ طریقہ اپناتے تھے کہ کسی نہ کسی آدمی سے اس کی شادی کر دیتے اور اس سے پہلے مہر خود وصول کر لیتے تھے، میں آج دن کو ایک عربی ادب کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا شاعر کے چند شعر آ گئے، وہ چچا کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے، اور کیفیت یہ بنتی ہے کہ باپ سے کہتا ہے اور رشتہ طے ہو جاتا ہے، چچا کہتا ہے کہ اس کا مہر پچاس اونٹ ہوگا، وہ انچاس اونٹ باپ کی طرف سے لے کر آتا ہے، باپ پچاسواں اونٹ نہیں دیتا، چچا پچاسویں اونٹ کے بغیر نکاح کر کے نہیں دیتا، اسی انداز سے وہ لڑکا گھر سے نکل جاتا ہے، وہ شاعر ہے اس نے پھر اس واقعہ پر پندرہ بیس شعر کہے ہیں، تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ اونٹ ایک قسم کا معاشرتی مسئلہ تھا، تھوڑی تھوڑی چیز پر اڑ جانا اور پھر اس بات کو نہ ہونے دینا، تو یہاں بھی وہ یہی کرتے تھے کہ اس کا والی وارث تو میں ہوں اس لیے جو بھی اس کا مہر ہے وہ میرے حوالے کرو، اور اسے لے جاؤ، ان تینوں صورتوں کو اسلام نے آکر روک دیا۔ کہ اب ایسی کوئی بات بھی نہیں ہوگی، تم محض مال یا

Marfat.com

حسن کی وجہ سے اس سے شادی کر کے اسے تنگ کرو، تو اس کی اجازت نہیں ہے، اس کا مال لینے کے لیے اسے تنگ کرو اور اس سے شادی نہ کرو کہ وہ حسن و جمال والی نہیں ہے تو اس کی بھی اجازت نہیں ہے، ایک اور بات یہ فرمائی کہ یتیم کے حقوق پر ڈاکہ نہ ڈالنا کہ ان کی جائیداد پر تسلط نہ جمایا جائے، یتیموں کا مسئلہ جب بھی ہو تو بڑے انصاف سے اسے قائم کرو، خواہ وہ یتیم بچیاں ہوں یا بچے ہوں، اور یاد رکھو کہ جو تم نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

۱۱۷ سرکار علیہ السلام نے یتیموں کے سلسلے میں بے حد تاکید فرمائی کہ **"انا و کافل الیتیم کھاتین یوم القیمة"**۔ دو مبارک انگلیاں سامنے فرما کر ارشاد فرمایا، میں اور جو یتیم کی کفالت کرتا ہے قیامت کے دن دونوں یوں اٹھیں گے، اس امت کے نیک لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اگر اور کوئی صورت نہ ہو کہ آپ کے پاس کچھ نہیں ہے، تو شفقت کے ساتھ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر دو۔

ایک روحانی علاج

اولیاء امت تو مختلف مرضوں کا یہ علاج بتاتے رہے ہیں کہ اگر کوئی مرض نہیں جاتا تو یتیموں سے ملے اور ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر اپنے لیے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس مرض کو دور فرما دے گا، یہ وہ باتیں ہیں جو اسلامی تعلیمات میں آتی ہیں، تو فرمایا کہ یتیموں کے ساتھ بھرپور انداز سے انصاف کرنا ہوگا۔ یاد رکھو جو تم نیکی کی بات کرتے ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور اس کا بدلہ دینے پر وہ قادر ہے۔

۱۱۸ یہاں آگے وہ بات آ رہی ہے جسے خلع کے طور پر قرآن پاک نے پیچھے بھی بیان کیا ہے، میں اس کی تفصیلات وہاں عرض کر چکا ہوں یہاں صرف اشاروں سے کام لوں گا۔ ایک عورت ہے اسے خوف ہے وہ بیمار ہے کمزور ہو گئی ہے، یا اس کی عمر ڈھل گئی ہے اور اسے خوف اس بات کا ہے کہ خاوند کے مزاج میں بھی سختی آ گئی ہے گھریلو معاملات میں وہ بالکل توجہ نہیں دیتا، سب سے افضل بات یہ ہے کہ آپس میں سمجھوتا کر لیں کہ ایک لمبا عرصہ مل کر گزارا ہے یہ صلح بہترین شے ہے، انسانی جانوں کے اندر حرص اور بخل تو ہوتا ہے، وہاں آپ اپنے حقوق و فرائض میں مرد و عورت دونوں سے کوتاہی ہو سکتی ہے، لیکن مردو! ایک بات یاد رکھو کہ حسن سلوک تمہارے لیے زیادہ ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ کا خوف خواتین کی نسبت تمہارے لیے زیادہ ضروری ہے، وجہ یہ ہے کہ جس معاشرے میں یہ آیات نازل ہو رہی تھیں، اس کا انداز یہ تھا کہ ایسی بے بس خواتین کو بیچ دیا کرتے تھے، فرمایا کہ حسن سلوک اور پرہیزگاری تمہارے لیے ضروری ہے، تو آج بھی چونکہ معاشرے میں ہمیشہ کمزور حیثیت خواتین کی رہی ہے، معاشرتی اقدار میں قرآن پاک کو یا سنت کو اپنی جگہ آنے نہیں دیا، اور مختلف اندازوں سے مرد حضرات نے اس سلسلے میں بے شمار کوتاہیاں کی ہیں، تو آج بھی یہ ضروری ہے، کہ اگر ایسی نوعیت ہے کہ ان دونوں نے ایک دوسرے سے الگ ہو جانا ہے تو حسن سلوک کی امید مرد سے

رکھی جائے، اور وہی پرہیز گاری اپنائے کہ اس کا حق مہر کے حساب سے پانچ ہزار ہے تو وہ چھ ہزار دیدے یا سات ہزار دیدے، تمہارے اعمال کی اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے۔

۱۱۹ اب اگر بیوی ایک نہیں زیادہ ہیں تو یہاں ایک قاعدہ بیان فرمایا، اگر اس بات کی استطاعت نہیں رکھتے کہ تم خواتین کے درمیان عدل وانصاف کر سکو، خواہ تمہاری یہ خواہش وحرص ولالچ بھی ہو کہ انصاف قائم رہے تو ایسی بات نہیں کر سکو گے، تو فرمایا کہ ایک طرف جھکاؤ نہ رکھو اور دوسری کو لٹکتا نہ چھوڑو، طلاق بھی نہ دو اور اخراجات بھی نہ دو تو یہ قطعاً جائز نہیں ہے، اسی لیے اسلام نے دوسری شادی پر پابندی لگادی اس صورت میں کہ اگر عدل وانصاف نہ رکھ سکو، مردو! اصلاح تمہاری طرف سے ہونی چاہیے، تم نے زیادتیاں کی ہیں، تو آج توبہ کرلو، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم ایک طرف جھک جاؤ گے، تو قیامت کے دن ایک سمت فالج زدہ ہوگی، اور پھر حشر میں اٹھنا تمہارے لیے بڑا مسئلہ بن جائیگا، اگر وہ دونوں مل کر نہیں رہتے الگ ہو جاتے ہیں تو عورت یہ نہ سوچے کہ میں بے بس ہو کے رہ گئی ہوں، اور اگر عورت کی طرف سے زیادتی کی وجہ سے جدائی ہوگئی ہے تو مرد بھی یہ نہ سوچے کہ معاشرے میں پھر کیسے اپنا گھر بسا سکوں گا، اللہ تعالیٰ دونوں کو وسعتیں عطا فرما کر مستغنی فرمادے گا، اللہ تعالیٰ وسعتوں والا اور حکمت والا ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے، ان باتوں پر اس لیے توجہ دلائی جاتی ہے تاکہ یہ بات سمجھ آسکے، کہ ہم جو کچھ اس کائنات میں اپنے پاس رکھتے ہیں، ہم اس کے امین ہیں، حقیقتاً مالک نہیں ہیں، ان کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمان وزمین میں ہے۔

۱۲۰ اس آیت کو مفسرین نے بے حد اہمیت دی ہے، اور نفیس بات یہ فرمائی کہ یہ آیت قرآن پاک کی چلنے والی دائمی چکی ہے، جس میں ساری چیزیں آگئی ہیں، یاد رکھو ہم نے ان لوگوں کو بھی وصیت کی ہے جنہیں تم سے پہلے کتاب ملی تھی، اور تمہیں بھی اس بات کی وصیت کر رہے ہیں، کہ مذہب کی روح تقویٰ ہے، اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، اور یہ یاد رکھو کہ اگر تم تقویٰ چھوڑ دو گے تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے، اللہ تعالیٰ کو تمہارے تقویٰ سے غنا نہیں ملے گی، وہ تو پہلے ہی غنی ہے وہ پہلے ہی قابل تعریف ہے۔

۱۲۱ تقویٰ کے تین فوائد

فرمایا کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اس کے تین فوائد ہوں گے۔ ۱۔ یہ کہ تمہاری اپنی اصلاح ہو جائے گی۔ ۲۔ یہ کہ معاشرتی اصلاح ہوگی۔ ۳۔ یہ کہ جب یہ نظریہ لے کر اٹھو گے تو ساری دنیا کی اصلاح ہو کر رہ جائے گی۔ لہٰذا تقویٰ اعمال کا مرکز ہے، فرمایا اگر تمہارے پاس مال ودولت آگئی ہے اور تمہارے ذمہ گھر والی کا خرچہ ہے بال بچوں کا خرچہ ہے اور تم نے حقوق

Marfat.com

کو معلق کر کے رکھ دیا ہے، یا معاشرے میں تمہاری کچھ قوت بن گئی ہے اور معاشرے کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے، یا ایک ملک کی باگ ڈور تمہارے ہاتھ میں آ گئی ہے اور اس کی دولت کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کرنے لگ گئے ہو، تو ایک بات یاد رکھو جو ہمیشہ کا قاعدہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہیں لے جائے گا، اور تمہاری جگہ اور آ جائیں گے، آج کل جس انداز سے دنیا میں انقلابات رو پذیر ہوتے ہیں آپ انہیں دیکھیں کہ کون کب تھا اور کب چلا گیا معلوم ہوا کہ انسان کے پاس قدرت نہیں وہ جو عارضی سی پاور ہے، اسے وہ کتنا غلط استعمال کرتا ہے، اور اس عارضی پاور پر وہ کتنا اتراتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو تمہیں لے جاؤں اور تمہاری جگہ اور پیدا فرما دوں، میں اس پر قادر ہوں، انسانو! اگر تم نے بھی انسانیت چھوڑ دی، اور تمہیں اگر صفحۂ ہستی سے مٹا دوں نئی مخلوق لے آؤں تو تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو، آپ دیکھیں کہ یہ حقائق ہیں، کہ یہ دنیا انسانوں سے پہلے جنوں سے آباد تھی، ان کی جگہ انسان آ گئے، اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے اس کائنات کو چلائے اس لیے کہ یہ اس کی ذاتی ملکیت ہے، مثلاً ہم کسی گھر میں مہمان بنیں تو کرسیاں، میز ایک طریقے سے ایک کمرے میں لگے ہیں، اور چند دنوں بعد پھر اسی گھر آئیں تو دیکھیں کہ میز اور کرسیوں کا انداز الگ الگ اور دوسرے کمرے میں ہیں، تو یہ تبدیلی دیکھ کر ہمیں اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں اس لیے کہ یہ چیز اہل خانہ کی ملکیت ہیں وہ جس طرح استعمال کریں، اسی طرح یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے، لہذا اس میں ہر کام اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے، اور جو کام اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے وہ عدل ہے ظلم نہیں ہے۔ لہذا جن لوگوں نے یہ بات کہی اور اسے دین کی بنیاد بنایا ہے کہ عدل کرنا اللہ تعالیٰ پر فرض ہے، شاید وہ اس بات سے غافل ہیں کہ ظلم کا تصور وہاں ہوتا ہے جہاں کسی اور کی ملکیت ہو۔

پہلے کسی اور کی ملکیت ثابت کرو، پھر اللہ تعالیٰ پر عدل کرنا فرض قرار دو، اور یہ بات لغو ہے جسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔

جو دنیا کا بدلہ اور سزا یا جزا چاہتا ہے اسے یاد ہونا چاہیے کہ دنیا محدود سی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ کے طویل عرصے کے سامنے بذات خود محدود ہے لہذا اس پر کفایت نہ کرتے ہوئے آگے بڑھو، تبھی اولیاء اللہ نے فرمایا کہ زندگی اس انداز سے گزارو کہ تمہارا ایک قدم اس دنیا میں اور دوسرا قدم دوسری دنیا میں ہو یعنی آخرت میں۔

☆☆☆☆☆

۞ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ

اے ایماندارو اتم انصاف کو قائم کرنے والے بن جاؤ ۱۲۲ اللہ تعالیٰ کے لیے گواہ بنو

وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا

خواہ وہ گواہی تمھیں اپنی جان پر، اپنے والدین پر، یا قریبی رشتہ داروں پر دینی پڑے اگر وہ آدمی غنی

أَوْ فَقِيرًا فَٱللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُواْ ۚ وَإِن

ہے یا فقیر ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے، خواہشات کی پیروی مت کرو کہ انصاف نہ کرو

تَلْوُۥٓاْ أَوْ تُعْرِضُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٣٥﴾ يَٰٓأَيُّهَا

اگر تم ہیر پھیر کرو گے یا منہ موڑ لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے ایماندارو!

ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ

تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ! اور اس کتاب پر جو اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے

عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ

رسول علیہ السلام پر، اور اس کتاب پر بھی جو اس سے قبل اتری ہے، جو انکار کرتا ہے

بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ فَقَدْ ضَلَّ

اللہ تعالیٰ، فرشتوں، رسولوں، اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور آخرت کا تو وہ بہت دور کی

ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ءَامَنُواْ

گمراہی میں چلا جاتا ہے ۱۲۳ یقیناً جو لوگ ایمان لائے، ایمان کے بعد پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے

ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، اور نہ انہیں سیدھا

سَبِيلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ

راستہ دکھائے گا ۱۲۴ آپ منافقوں کو خوشخبری ۱۲۵ دے دیں کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے وہ جو

يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ

جو کافروں کو دوست بناتے ہیں مومنوں کو چھوڑ کر کیا ان کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں ۱۲۶

عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي

عزت سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب میں یہ بات نازل فرمادی

الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا

ہے، کہ جب تم سنو، کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا جارہا ہے، ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے

تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ

تو ایسے لوگوں کے پاس مت بیٹھو ۱۲۷ جب تک وہ اور باتوں کی طرف نہ چل پڑیں (اگر بیٹھے رہو گے تو) تم بھی انہیں جیسے ہو

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾

اللہ تعالیٰ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ

یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے خلاف حالات کی تاک میں رہتے ہیں، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمادے، تو کہتے ہیں

Marfat.com

نبیوں کو بلا وجہ مارتے رہے ہیں، میں نے آپ کے سامنے یہ بات عرض کر دی تھی، پہلے پارے کے ترجمے میں کہ انہوں نے بارہ انبیاء کو قتل کیا ہے، اور لگ بھگ اٹھارہ بیس انبیاء کو اس قسم کی سزائیں دی ہیں، جس قسم کی سزائیں انتہائی بدکردار لوگوں کو پولیس بھی نہیں دیا کرتی، پرانے دور کی پولیس اب کی پولیس کے متعلق میرا تجزیہ یہ ہے کہ تھانے میں یہ اس کو جوتے مارتے ہیں جس سے انہوں نے پیسے لینے ہوں مدعی جو کہتا رہے بے شک کہتا رہے، یہ کچھ بھی نہیں کہیں گے، جوتے اس وقت ماریں گے جب رات کو وہ تنہا ہوگا، تا کہ یہ پیسے دے سکے، اس کے علاوہ انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، اور جب دوسرا بندہ آئے گا تو کہتے ہیں کہ پرچہ کر دیتے ہیں آپ بھی ہماری کچھ خدمت کریں، اب آپ اندازہ لگائیں کہ جب قوم کے محافظوں کا یہ انداز ہو تو قوم کس انداز سے آگے بڑھے گی، صرف ایک پولیس مسلمان ہو جائے، تو خدا جانے کتنے مسائل ہیں جو حل ہو جاتے ہیں، اور اس کے اسلام کے بعد ہماری عدلیہ مسلمان ہو جائے، آپ اصل واقع بیان کرتے ہیں تو وکیل کہتا ہے کہ اس طریقہ سے مجھ سے سوال نہیں ہو سکتے لہذا یوں واقع بیان کیا جائے، جج کو پتہ ہے کہ یہ ساری بات من گھڑت ہے، لیکن وہ کہتا ہے کہ ہمارے سامنے جو گواہیاں گزر رہی ہیں اس پر فیصلہ کرنا ہے، جتنے تنزل میں ہم اب چلے گئے ہیں انگریزی دور میں بھی نہیں تھے، اور لسان العصر اکبر نے ایک بات کہی تھی!

پیدا ہوئے وکیل تو ابلیس نے کہا　　　　لو آج ہم بھی صاحب اولاد ہوئے

اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ہماری عدلیہ کا دارو مدار جو ہے وہ جھوٹ پر ہے، تو جس کا دارو مدار جھوٹ پر ہوگا اس کی نمائندگی کرنے والے پر کون لوگ یقین کریں گے، عدلیہ کو ہم نے کس حد تک تباہ کیا ہے، ایک دفعہ شاہ حسین گزر رہا تھا لاہور کی ہائی کورٹ کے سامنے سے وہاں ایک ترازو لٹک رہا ہے اور ساتھ ایک آیت لکھی ہوئی ہے، اس نے پوچھا کہ کوئی قاتل بری بھی ہو جاتا ہے، انہوں نے کہا کہ جی ہو جاتے ہیں، پھر آپ کیا کرتے ہیں، جی کیس ختم ہو جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مردہ پھر زندہ ہو جاتا ہے، جسے انہوں نے مار دیا ہے، اگر وہ زندہ نہیں ہو جاتا اور قاتل آپ گرفتار نہیں کرتے پہلے کو بری کر کے، اس ترازو کو یہاں سے اتار دو تو پھر انصاف کس بات کا نام ہے، یا تو مردہ زندہ ہو جائے جس کو مار دیا گیا تھا، اور اگر یہ قاتل نہیں ہے تو اصل قاتل تک پہنچنا کیا قانون کا کام ہے یا کسی اور کا کام ہے؟ اگر قانون وہاں نہیں پہنچ سکتا تو پھر آپ انصاف والے نہیں ہیں۔

تیسری بات یہ کہی کہ یہ نافرمان قوم ہے، چوتھی بات کہی کہ یہ بہت حد سے بڑھنے والے لوگ ہیں، کہ اللہ کے بنائے ہوئے قانون کو توڑنے میں انہیں بڑا مزہ آتا ہے، اور پہلے پارے میں آپ مثالیں سن چکے ہیں، میں ان کا اعادہ نہیں کرتا، قرآن موازنہ قائم رکھتا ہے، مجال ہے کسی پر غلط الزام آجائے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

نَكُن مَّعَكُمْ وَإِن كَانَ لِلْكَٰفِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوٓا۟ أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ

ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے، اور اگر کافروں کا کچھ حصہ بن جائے، تو وہ کہتے ہیں، کیا ہم نے تمہارا تحفظ نہیں کیا تھا ۱۲۸

عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۚ فَٱللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ

اور تمہیں مومنوں سے ہم نے بچایا نہیں تھا، اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا

ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ وَلَن يَجْعَلَ ٱللَّهُ لِلْكَٰفِرِينَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿١٤١﴾

اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنوں پر غلبے کا راستہ نہیں دیا ہے

۱۲۲ انصاف کی اہمیت

تمام آسمانی کتابیں پڑھ لیں، تو انصاف کے متعلق اتنی جامع آیت آپ کو کہیں نہیں ملے گی، پہلی بات یہ ہے کہ تم نے اپنی ذات کو انصاف قائم کرنے کے لیے وقف کر دینا ہے، مطلب یہ ہوا کہ ناانصافی نہ خود کرنی ہے، اور نہ ہی کسی دوسرے کو کرنے دینی ہے۔ یہ ہے انصاف کے ساتھ عدل کو قائم کرنا، دوسری بات یہ ہے کہ تم نے جو بھی شہادت دینی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دینی ہے، اس میں کسی اور تصور کو ذہن میں نہیں آنے دینا، اب یہ شہادت تمہاری اپنی جان کے خلاف چلی جائے، تب بھی دینی ہے اب یہاں دو باتیں ہیں، کہ آدمی تو بڑا مالدار ہے، اگر گواہی دے دوں، تو شاید میرے لیے مشکلات پیدا کر دے، یا یہ بندہ تو بڑا محتاج ہے، مجھے گواہی دیتے ہوئے ایسا انداز اپنانا چاہیے کہ اس کا فائدہ ہو جائے، فرمایا یہاں غنی اور فقیر کا مسئلہ نہیں ہے، شہادت کو بالکل درست درست قائم رکھو، نہ غنی سے ڈرنے کی ضرورت ہے نہ فقیر کی ناجائز رعایت کرنے کی ضرورت [illegible] ان دونوں کا خیر خواہ اللہ تعالیٰ خود کافی ہے تم کون ہوتے ہو ذمہ داری اٹھانے والے انصاف کرتے ہوئے خواہشات کے پیچھے مت جاؤ، تمہاری اپنی مرضی کیا ہے؟ اسے درمیان سے اٹھا کر ایک طرف رکھ دو، اصل واقعہ کی طرف آؤ۔

اب یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی شہادت کے لیے تو چلا گیا لیکن جو اہم بات تھی اسے غیر اہم بنا دیا، اور جو غیر اہم تھی اسے اہم بنا دیا یہ کب ہوتا ہے یہ زبان کا ہیر پھیر ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو تمہاری ان سب باتوں کا علم ہے، لہٰذا عدالت میں شہادت کے سلسلے میں ایسی باتیں مت کرو۔

Marfat.com

سوئے حدیث پاک

اس آیت کا مفہوم حدیثِ پاک سے یوں واضح ہوتا ہے، کہ ایک بندہ بالکل تنہائی میں جرم کرتا ہے، بعد ازاں سیدھا سرکار علیہ السلام کی محفلِ اقدس میں حاضر ہوا اور آکر عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! قد ظلمت علی نفسی" میں تو اپنی جان پر ظلم کر چکا ہوں، (اب یہ اپنے اوپر گواہی دے رہا ہے) تو قرآن پاک کے اس فقرے پر صحابہ نے کس انداز سے عمل فرمایا، اب والدین نے جو غلطی کی ہے بچہ ان کے خلاف گواہی دے گا، اب جس گھر میں اسلام کا نمائندہ موجود بیٹھا ہے اس گھر میں والدین غلط بات کرتے ہوئے پانچ سو پچاس دفعہ دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں گے کہ ہمارے بچے ہمارے خلاف گواہی دیں گے، اور بچے سوچیں گے کہ والدین ہمارے خلاف گواہی دیں گے، اور تاریخ اسلام میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

اس آیت کے بارے میں اکثر مترجمین نے لکھا کہ یہ صرف منافقین کے لیے ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ مسلمان اور منافق دونوں کے لیے آسکتی ہے، جو ایمان کے دعوے دار ہوں، یا سچے مومن ہوں، وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام پر ایمان لائیں، آپ دیکھیں کہ میں زبان سے کہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، دل بھی مان لیتا ہے کہ یہ ایمان کا بالکل ابتدائی مرحلہ ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان کا میدان اتنا وسیع ہے کہ اس ایمان میں حلاوت اور مٹھاس کس کس طریقے سے پیدا ہوتی جائے گی، کیا غیر اللہ کا خوف چلا گیا ہے؟ کیا غیر اللہ کی محبت چلی گئی؟ جب آپ بحرِ توحید میں اترے ہیں تو اس کی رزاقیت، علم، حلم، ستاریت، غفاریت اور صمدیت کو سوچنا ہے؟ آپ کی جوں جوں سوچیں بڑھتی جائیں گی، یہ ایمان کا درخت پھلتا اور پھولتا چلا جائے گا۔

۱۳۳ فرمایا حقیقتاً ایمان لا چکے ہو، اور ابھی کچے ہو تب بھی دونوں صورتوں میں اس کے اندر بڑھو، اور بڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اور محبوب علیہ السلام کو بھی ماننا ہے اس کتاب کو ماننا ہے جو تمہارے رسول علیہ السلام پر اتری ہے، ان کتابوں کو بھی ماننا ہے جو پہلے اتری ہیں، ایمان کے پانچ اجزاء ہیں۔ ا۔ اللہ تعالیٰ کو ماننا۔ ۲۔ فرشتوں کو ماننا۔ ۳۔ کتابوں کو ماننا۔ ۴۔ رسولوں کو ماننا۔ ۵۔ قیامت کو ماننا۔ اور اسلام کے ارکان بھی پانچ ہیں ا۔ کلمہ ۲۔ نماز ۳۔ روزہ ۴۔ حج ۵۔ زکوۃ ان کو مانتا یہ مل کر دس ہو جاتے ہیں۔

علم الاعداد کا ایک نکتہ

کہ جب یہ دس بنے تو ان میں صفر تو اڑ گیا، پیچھے ایک رہ گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے ہوں، رسول، کتابیں، قیامت ہو یہ تمام چیزیں آپ کو موڑ کر ایک اللہ کی طرف لے جا رہی ہیں، اور وہ ایک مرجع ہے جس کی طرف ساری کائنات کا رخ ہے۔

۱۲۴ اب اصل منافقین کا ذکر ہے کہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ صبح آتے تھے سنا کہ فلاں علاقہ بھی فتح ہو گیا ہے تو کہتے کہ ہم ایمان لائے شام کو معلوم ہوا کہ شکست ہو گئی ہے تو پھر دوسری برادری کی طرف چلے جاتے، اگلے دن پھر ایسا ہی کرتے (بالکل اسی طرح دور حاضر میں حکمرانوں کی ایک ڈار ہے جو وزیر اعظم کو چھوڑتی ہے، کہ ایک وقت میں برسر اقتدار حکومت کے ساتھ ہیں، اگلے الیکشن میں شکست کے بعد سیاسی وفاداریاں تبدیل کر کے دوسری جماعت کے ساتھ) فرمایا ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے اسی طرح کفر میں بڑھتے چلے گئے، تو اسلام ایک نظریہ ہے جس پر حکومت قائم ہوتی ہے، حکومت کے باغی کو معاف نہیں کیا جاتا، فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں بخشے گا بھی نہیں، اور انہیں سیدھا راستہ بھی نہیں دکھائے گا۔

۱۲۵ محبوب آپ منافقین کو بشارت دیدیں کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

لفظِ بشارت پر فقیر کی نئی تحقیق

عام مفسرین نے کہا کہ بشارت خوشخبری کو کہا جاتا ہے، تو پھر منافقین کو عذاب کی خوشخبری کا کیا معنی؟ تو انہوں نے کہا کہ ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے بات ٹھیک ہے بیضاویؒ اور رازی نے بھی یہی لکھا ہے، لیکن لغت کے حساب سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ 'بشر' انسانی چمڑے کو کہتے ہیں، اسی لیے انسان کو 'بشر' کہا جاتا ہے، کہ اس کے چمڑے کی ایک خاص شکل ہے، جو باقی جانوروں میں نہیں، انسان کے گوشت کے اوپر والے حصے کی ایک خاص شکل ہے جو باقی جانوروں میں نہیں انسان کو گوشت کے اوپر والے سطحی چمڑے کو 'بشر' کہتے ہیں اسی سے بشارت کا لفظ ہے، اب آپ کو ایک خبر ملتی ہے، جو آپ کے جسم پر اثر ڈالتی ہے، اور جسم میں تغیر پیدا ہوتا ہے، یہ بشارت ہے اچھی خبر ہے، تو اچھا تغیر پیدا ہوگا، بری خبر ہے تو چہرہ مرجھا جائے گا، لیکن دونوں کا تعلق ظاہری چمڑے سے ہے، خواہ اچھی بات ہو یا بری لہذا دونوں کو بشارت کہا جا سکتا ہے، اگر یہ بشارت ہے تو پھر کسی کا مذاق اڑانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، اور معنی درست ہو جائے گا

۱۲۶ فرمایا کہ کافروں کو بشارت دیدیں، کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے، مدینہ کے ماحول میں یہ وہ ہیں جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، اور کہتے یہ ہیں کہ جی وہ خیر سے برادری والا ہے، اثر و رسوخ والا ہے، اس کے پاس بیٹھیں گے تو لوگ محترم جانیں گے، عزت دیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر عزت لینے جاتے ہیں تو محبوبؐ! انہیں فرما دیں کہ عزت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ جسے عزت نہیں دیتا اسے کوئی عزت نہیں دیتا۔

۱۲۷ تمہیں بتایا جاتا ہے کہ جس معاشرے میں تم رہ رہے ہو اس میں انداز یہ ہے کہ یہ لوگ مختلف محفلوں میں مسلمانوں کے خلاف باتیں کرتے ہیں، تو ایک اصول یاد رکھو کہ جب وہ تمہارے دین کا مذاق اڑائیں خبردار تم نے اس محفل میں نہیں بیٹھنا، جب تک کہ وہ کوئی اور بات نہ کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مخلوط سا معاشرہ تھا ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ داریاں تھیں کہیں نہ کہیں تو مل

بیٹھنا ہوتا تھا، کافر اسلامی اقدار کا مذاق اڑاتے، مثلاً کہتے یہ وہ آ گیا ہے جسے ایک کافی ہے ہم نے تو تین سو ساٹھ (360) رکھے ہیں، ایک تھک گیا دوسرا کام کرے گا، دوسرا تھک گیا تو تیسرا کام کرے گا یا یہ کہتے کہ پرسوں تو آپ کے رب کریم نے یہ بات کہی تھی آج کیا پروگرام ہے، تو اللہ تعالیٰ نے روکا کہ جب اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑایا جائے تم وہاں نہ بیٹھو، اگر بیٹھو گے تو تم بھی انہی میں شمار کیے جاؤ گے۔

رہی کافروں اور منافقوں کی بات تو ان کا ٹھکانہ ہم نے بنا رکھا ہے، انہوں نے کہاں جانا ہے، یہ بھیڑیں پلٹ کر اسی باڑے میں چلی جائیں گی، جس کا نام جہنم ہے، کافر کہتے آج تو یہ بچ گئے ہیں کل مارے جائیں گے، پہلے ان کے خلاف صرف قریش مکہ تھے، اب پورا عرب ہے، اگر یہاں سے بھی بچ گئے ہیں تو کسریٰ کے ہاتھ سے کیسے بچیں گے، آج مرے کہ کل مرے، اسے 'تربص' کہتے ہیں، یعنی کسی کی بدی کے لیے انتظار کرتے رہنا، کہ اس پر یہ چکر آئے گا، تو ہم خوب مسکرائیں گے۔

۱۲۸ فرمایا یہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں اگر تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، اگر کافروں کے حصے میں کوئی بات آجائے، **"الم نستحوذ علیکم"** اس کا معنی یہ ہے کہ ہم تم پر قابو پا چکے تھے، لیکن پھر ہم نے تم پر مہربانی کر دی، یہ معنی اعلیٰ حضرت نے کیا ہے، شیخ الہند نے کہا کہ ہم نے تمہیں گھیرے میں لے رکھا تھا، لیکن میرے نزدیک یہ دونوں تراجم اردو میں جامع نہیں ہیں، میں ترجمہ کردوں گا، کہ ہم نے تمہیں تحفظ مہیا کیا تھا، اور مومنوں سے تمہیں بچایا تھا، مطلب یہ ہے کہ جب ہم مومنوں کے ساتھ نہ رہے تو ان کی تعداد کم ہوگئی، جب تعداد کم ہوئی تو یہ تمہاری حفاظت کے لیے بات بہتر ثابت ہوئی، اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کو فیصلہ فرمائے گا، یاد رکھو یہ کافر تم پر تسلط نہیں پا سکیں گے، یہاں مفسرین نے بہت سی تاویلات فرمائی ہیں، ایک یہ کہ یہ پیشن گوئی ہے کہ کبھی بھی کافر مومنوں پر غلبہ نہیں پائیں گے، اور جب کافروں کو غلبہ ہو گیا تو پھر ایک بات کہی گئی کہ اسلام پر پختہ ہونا، آپس میں اتفاق رکھنا، نظریے کے لیے مرمٹنے کی تڑپ رکھنا، یہ شرطیں تھیں جب یہ شرطیں نہ رہیں تو کافر ان پر غالب آگئے، علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بہت اچھی تاویل ہے۔

لیکن اس آیت کا پس منظر ایک مخصوص گروہ کی طرف ہے، اس گروہ سے کہا جا رہا ہے کہ تم کافروں کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہو دین کا مذاق اڑاتے ہو، تم ان مسلمانوں پر کبھی غالب نہیں آسکو گے، اور پھر وہ کبھی غالب نہیں ہوئے، وہ مدینہ میں بدترین انداز سے شکست کھا گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَٰدِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوٓا۟ إِلَى

یقیناً منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس دھوکے کی سزا دینے والا ہے ۱۲۹ جب وہ اٹھتے ہیں

ٱلصَّلَوٰةِ قَامُوا۟ كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا

نماز کے لیے تو بڑی سستی سے اٹھتے ہیں ۱۳۰ لوگوں کے سامنے دکھلاوا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر

قَلِيلًا ﴿۱۴۲﴾ کم کرتے ہیں

مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ

وہ تذبذب میں ہیں درمیان میں ہیں نہ ادھر ہیں نہ اُدھر ہیں

وَمَن يُضْلِلِ ٱللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُۥ سَبِيلًا ﴿۱۴۳﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟

جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کے لیے کوئی راستہ نہیں ہوتا، اے ایمان دارو!

لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلْكَٰفِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ

کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، مومنوں کو چھوڑ کر ۱۳۱ کیا تم بھی چاہتے ہو کہ

أَن تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَٰنًا مُّبِينًا ﴿۱۴۴﴾ إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ

تمہارے خلاف اللہ تعالیٰ کو مضبوط دلیل مل جائے (کہ یہ سچے مسلمان نہیں ہیں)

فِى ٱلدَّرْكِ ٱلْأَسْفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿۱۴۵﴾

یہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں ۱۳۲ ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا

Marfat.com

إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ وَأَصْلَحُواْ وَٱعْتَصَمُواْ بِٱللَّهِ وَأَخْلَصُواْ

ہاں اگر وہ توبہ کریں اصلاح کرلیں، اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلیں، اللہ تعالیٰ کے لیے

دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ ٱللَّهُ

دین کو خالص کرلیں پھر وہ مومن ہیں، عنقریب اللہ کریم

ٱلْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٤٦﴾ مَّا يَفْعَلُ ٱللَّهُ بِعَذَابِكُمْ

مومنوں کو اجر عظیم دے گا
اللہ کریم تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا

إِن شَكَرْتُمْ وَءَامَنتُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿١٤٧﴾

اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ، اللہ قدردان ہے علم والا ہے

۱۲۹ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ ان کا خیال تھا کہ ہماری چالیں اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، تو اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دھوکے کی سزا دے گا، مجھے شیخ الہند کے ترجمے سے اختلاف ہے کہ انہوں نے ترجمہ کیا کہ البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور وہی ان کو دغا دے گا، یاد رکھیں لفظ دغا معائب کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمام عیبوں سے پاک ہے۔

۱۳۰ منافق کی ایک علامت یہ فرمائی کہ نماز میں سستی کرتا ہے دوسرا یہ کہ لوگوں کو دکھلاوا کرتا ہے، تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتا ہے، دورِ حاضر میں بھی دیکھ لیں کہ نماز باجماعت کے ختم ہونے پر بلند آواز سے کلمہ پڑھنے والوں کو برا کہتے ہیں اور منافق کے لیے یہ فقرہ کافی ہے کہ "دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا"۔

۱۳۱ فرمایا مسلمانو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کاش کہ ان حضرات نے اس پر عمل کیا ہوتا، جو قیام پاکستان کے وقت تحریک پاکستان کو چھوڑ کر ہندوؤں کے ساتھ مل گئے تھے، جب قوم کا قبلہ کعبہ تھا اور سرکار علیہ السلام کی ذات اقدس تھی، تو جن

Marfat.com

لوگوں نے ہندو کی مرضی کو اپنا قبلہ بنالیا تھا ان کی سیاہ کاریاں تاریخ میں موجود ہیں دیو بند میں سے صرف علامہ شبیر احمد عثمانی نے کہا تھا کہ یہ بات غلط ہے اس کے نتیجے میں انہیں دیو بند سے نکال دیا گیا تھا، اب آپ اندازہ فرمائیں کہ دیو بند اگر مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تو جتنے ووٹ بھی ان لوگوں نے کانگریس کو دلائے وہ مسلمانوں کو ملتے تو مشرقی پنجاب اس انداز سے آپ کے ہاتھ سے نہیں جاسکتا تھا، اور کشمیر بھی نہ جاتا، یہ عجیب لغو قسم کی سیاست تھی کہ ووٹ دیا کانگریس کو اور جب پاکستان بن گیا تو بستر اٹھا کر پاکستان میں آگئے، اور انہی لوگوں نے جناح" کو بے دین قرار دیا اور خود گاندھی اور نہرو کی گود میں جا گرے، جب بھارت آزاد ہوگیا تو راستے پر دیویوں کی تصویریں لٹک رہی تھیں، تو نہرو مولانا مدنی کو ساتھ لے کر ان کے نیچے سے نہیں گزرا کہ ان کا مذہب اسے مانتا نہیں ہے، میں نے کہا کہ اسے شرم آگئی مگر مولانا کو نہیں آئی۔

۱۳۲ فرمایا کہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے، ایک خاص نکتہ یاد رکھیں کہ درجہ ہو تو اوپر کو چڑھائی ہوتی ہے، اور طبقات ہوں تو اوپر سے نیچے اترنا ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا کہ نچلے طبقے میں منافق ہوں گے، اور ان کے لیے کوئی مددگار نہیں، اسلام کتنا وسیع مذہب ہے کہ جو سچے دل سے توبہ کرے اپنی اصلاح کر لے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے، دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرے، تو پھر اسے مومنوں میں شمار کرلیا جائیگا، یہ وہ وسعت ہے جس کی مثال نہیں، اللہ تعالیٰ مومنوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا، بات اتنی ساری ہے کہ تمہیں عذاب دینے سے ہمیں کوئی فائدہ؟ اگر تم شکر گزار بندے بن جاؤ ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں کیوں عذاب دے گا، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی قدر دانی بھی فرمائی ہے، اور وہ علیم بھی ہے کہ کسی کا کوئی قول یا کوئی فعل اسکے علم سے باہر نہیں پھر اس کے لیے حساب کیا مشکل ہے۔

☆☆☆☆☆

والمحصنت پارہ یہاں اختتام کو پہنچا!

والحمد لله على ذلك

جمعرات ۱۵/جنوری ۲۰۰٤

مفسر القرآن: سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

خادم القرآن: حافظ عرفان علی

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ

اللہ تعالیٰ کسی بری بات کو بلند آواز سے کہنے کو پسند نہیں فرماتا، ہاں جس پر زیادتی ہو رہی ہو، اور ہے

اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ

اللہ تعالیٰ سننے والا علم والا ١٣٣ اگر تم اچھائی کو ظاہر کر دو یا چھپا کر کر دو یا کسی کی بدی کو معاف کر دو

سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿١٤٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ

تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا قدرتوں والا ہے ١٣٤ یقیناً وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا کفر کرتے ہیں ١٣٥

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

اور وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں کے درمیان تفریق کر دیں

وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ کو مانتے ہیں اور کچھ کو نہیں مانتے، اور وہ چاہتے بھی ہیں کہ

اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ﴿١٥٠﴾ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

ایک نیا راستہ درمیان سے نکال لیں، یہی لوگ ہیں جو کافر ہیں

حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٥١﴾

پکے اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے عذاب ذلت والا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰۗىِٕكَ سَوْفَ

اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر اور ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں ڈالی، یہی ہیں بہت جلد

يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٥٢﴾

عطا فرمائے گا انہیں اللہ ان کا اجر، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے ۱۳۵

۱۳۴ اسلام بدی کا قائل نہیں ہے، اور ان ذرائع کا بھی قائل نہیں ہے، جن سے بدی کی ترویج ہوتی ہے یہاں ایسے ذریعے کو بند کرنے کے لیے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ بدی کی بات زبان پر نہ لائی جائے، اس لیے کہ وہ بدی کی ترویج کا ایک ذریعہ بن جاتی ہے، ہاں اگر کسی پر بلاوجہ زیادتی اور ظلم ہوا ہے تو وہ بندہ اس کو بیان کر سکتا ہے، اس آیت کا تعلق جس بات کو روکنے سے ہے، وہ یہ ہے کہ لوگ مختلف محفلیں لگا کر بیٹھ جاتے ہیں کسی شریف آدمی کی پگڑی اچھالنے لگ گئے، کسی کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ بنالیا، اللہ تعالیٰ پناہ دے آج بھی مختلف دفاتر میں ایسی محفلیں سجتی ہیں، فرمایا کہ اونچی اونچی باتیں کر کے کسی کے مصائب جو حقیقتاً نہیں ہیں، انہیں پھیلانے سے باز رہو، اگر تم پر زیادتی ہوئی ہے تو پھر بے شک ساتھیوں کو بتاؤ، اس زیادتی کا بیان کرنا جائز ہے، ایک آدمی نے سرکار علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ آقا! اگر اس آدمی میں یہ بات ہو تو پھر؟ فرمایا اگر اس میں یہ بات ہے اور آپ اس کی عدم موجودگی میں یہ بات کہہ رہے ہیں، تو یہ غیبت ہے۔

اگر اس میں نقص ہے اور اس سے اچھائی کرنا چاہتے ہیں، تو اس کے قریب ہو جائیں بڑے حسین طریقے سے اسے روکنے کی کوشش کریں، اور طریقہ یہ ہے کہ اچھی زبان سے کہیں ڈائریکٹ نہیں بلکہ ان الفاظ میں بیاں کریں، مثلاً یوں کہہ دیں کہ انسانوں میں یہ اور یہ باتیں نہیں ہونی چاہئیں، ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں۔

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ کہیں کہ اتنی دفعہ اور زیادہ جھوٹ بولو کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ یہ سچ بول رہا ہے، یہ بھی یاد رکھیں کہ دوست وہ نہیں جو آپ کی تعریف آپ کے سامنے کرے بلکہ اچھا دوست وہ ہے جو آپ کے سامنے آپ کی خامیوں سے آگاہ کرے۔

ان تبدوا خیرا او تخفوہ او تعفوا عن سوء فان اللہ کان عفوا قدیرا

۱۳۶ نیکی کے تین طریقے

۱۔ نیکی کو آپ سامنے بھی کر سکتے ہیں تاکہ باقی لوگ آپ کی نیکی کو دیکھ کر رشک کرتے ہوئے اس راستے پر چل پڑیں۔

۲۔ آپ دیکھتے ہیں کہ معاشرے میں یہ کام اور بہت سے لوگ بھی کر رہے ہیں، تو آپ بے شک اسے چھپا کر کریں، کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔

Marfat.com

۳۔ کسی نے زیادتی کردی ہے آپ نے اس کی بدی کو معاف کردیا ہے، تو یہ بہت بڑی عظمت کی بات ہے، اس لیے کہ آپ کا واسطہ رب کریم سے ہے، آپ کسی کو معاف کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمادے گا۔

ان الذین یکفرون باللّٰہ و رسلہ-------- و کان اللّٰہ غفورا رحیما

۱۳۵ یہاں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو بڑے نفیس انداز سے ایک تعلیم دی ہے۔ کچھ لوگ وہ تھے جو اللہ تعالیٰ کو تو مانتے تھے مگر رسولوں کو نہیں مانتے تھے یہ گروہ قدیم فلسفیوں کے تھے جو کہتے کہ ہمارے پاس عقل ہے تو کسی نبی کی ضرورت کیا ہے؟ پھر وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور رسولوں کو مانتے ہیں، لیکن کچھ رسولوں کا اقرار اور کچھ کا انکار کرتے ہیں، اب ایسا راستہ جو قرآن وسنت کے خلاف ہے یعنی نیا راستہ قائم کر کے چلنا چاہتے ہیں، تو جب قرآن وسنت اور انبیاء کو چھوڑا تو یہ پکے کافر ہیں، جن کے لیے دردناک عذاب ہے، آپ اگر انسانی مذہبی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو یہ تین ہی گروہ ملیں گے، دوبارہ دہرادیتا ہوں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کو مانتے لیکن انبیاء کا انکار کرتے۔

۲۔ یہ وہ گروہ ہے جو کہتا ہے کہ کچھ نبی جن کی تعلیمات مجھے جچتی ہیں انہیں تو مان لوں گا لیکن جن کی تعلیمات مجھے پسند نہیں انہیں نہیں مانوں گا، مثلاً یہودیوں نے کہا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نہیں مانیں گے، آگے چل کر عیسائیوں اور یہودیوں دونوں نے کہا کہ ہم سرکار علیہ السلام کو نہیں مانیں گے۔

۳۔ یہ وہ گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات کے ساتھ مانتا ہے، رسولوں کو بھی اور ان پر نازل شدہ کتابوں کو بھی ان کے طریقہ حیات کو بھی مانتا ہے، اور یہی مسلمانوں کا گروہ ہے، انہی کو اگلی آیت میں قرآن پاک نے بیان فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسولوں کو مانتے ہیں ان میں تفرقہ نہیں ڈالتے انہیں ہم ان کے اعمال کا بدلہ عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ غفور بھی اور رحیم بھی ہے۔

☆☆☆☆☆

۞ لَيْسُوا سَوَآءً

وہ سارے برابر نہیں ہیں

مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَتْلُونَ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ ءَانَآءَ ٱلَّيْلِ

ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو اپنے انداز پر قائم ہیں، وہ اللہ کی آیات رات کے لمحوں میں پڑھتے ہیں، اور

وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ

وہ سجدے بھی کرتے ہیں وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ

وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں، وہ منکر سے روکتے ہیں

وَيُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْخَيْرَٰتِ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١١٤﴾

نیکیوں میں آگے بڑھتے ہیں یہ باصلاحیت لوگ ہیں

وَمَا يَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَلَن يُكْفَرُوهُ ۗ وَٱللَّهُ

جو بھی وہ اچھا کام کریں گے، اس کی ناقدری نہیں ہوگی

عَلِيمٌۢ بِٱلْمُتَّقِينَ ﴿١١٥﴾

اللہ پرہیزگاروں کو جانتا ہے ۸ے

Marfat.com

يَسْـَٔلُكَ محبوب! اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ
أَهْلُ ٱلْكِتَٰبِ أَن تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَٰبًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ ۚ فَقَدْ سَأَلُوا۟
آپ ان پر ایک کتاب اتار دیں آسمان سے، انہوں نے چاہی
مُوسَىٰٓ أَكْبَرَ مِن ذَٰلِكَ فَقَالُوٓا۟ أَرِنَا ٱللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ
موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑی بات انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیں سامنے دکھاؤ، تو اچانک آلیا
ٱلصَّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ ٱتَّخَذُوا۟ ٱلْعِجْلَ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
انہیں کڑک نے، ان کی زیادتی کی وجہ سے پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا اس کے بعد کہ آچکی تھیں انکے پاس
ٱلْبَيِّنَٰتُ فَعَفَوْنَا عَن ذَٰلِكَ ۚ وَءَاتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطَٰنًا مُّبِينًا ﴿١٥٣﴾
روشن نشانیاں، ہم نے اس بات کو معاف فرمادیا، اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح اور صریح غلبہ عطا فرمایا
وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ ٱلطُّورَ بِمِيثَٰقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْبَابَ سُجَّدًا
اور ہم نے ان پر طور قرار لینے کے لیے اٹھایا اور ہم نے انہیں کہا کہ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو
وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا۟ فِى ٱلسَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَٰقًا غَلِيظًا ﴿١٥٤﴾
اور ہم نے کہا کہ ہفتے کے دن زیادتی مت کرو، اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا تھا ١٣٦

يسئلك اهل الكتاب ان تنزل ---- واخذنا منهم ميثقا غليظا

١٣٦ سرکار علیہ السلام جب اسلام کو لے کر تشریف لائے، تو بے شمار ایسے گروہ تھے، جن سے آپ کی مذہبی گفتگو ہوتی تھی، اہل کتاب میں سے یہودی بھی اور عیسائی بھی تھے، وہ بھی تھے، جو مظاہر پرست تھے، یہ دنیا اتفاق سے بن گئی ہے، اس کا کوئی خالق نہیں دورِ حاضر میں روس نے اسی بات کو آگے بڑھایا۔

یہاں قرآن پاک نے ان کی باتوں کو نقل کیا ہے، ایک گروہ سرکار علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، کعب بن

Marfat.com

اشرف یہود میں بڑا تیز طرار آدمی شمار ہوتا تھا، یہ چند یہودیوں کے ساتھ حاضر ہوا کہنے لگا کہ ہم بیٹھے ہوں آسمان سے کتاب اتر پڑے ہم اسے دیکھیں پڑھیں تو یقیناً آپ کو مان لیں گے، حالانکہ یہ بے معنی سوال تھا، اس لیے کہ قرآن پاک اتر رہا تھا، اور ایک عظیم المرتبت نبی پر اتر رہا تھا، وہ کہتے کہ کتاب بحیثیت مجموعی اترے اور ہم پر اترے، اس میں ضمناً دو چیزیں آئیں ایک یہ کہ ہمیں نبی بنا دیا جائے، اور اس نبوت کے بعد ہم پر کتاب اترے، تو جب کتاب اترے گی تو لازماً وہ نبی پر اترے گی، اب جب ان پر کتاب نہیں اترتی تو ضمناً دوسری یہ بات سامنے آئی کہ پھر سرکار علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوبؐ! انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال اس سے بھی بڑا کیا تھا اس آیت کا ایک ٹکڑا پہلے پارے میں بھی گزر چکا ہے، انہوں نے کہا تھا کہ موسیٰ! ہم اس رب کو کیسے مانیں جو نظر نہیں آتا، ہم تو اسے مانتے ہیں جو نظر آتا ہے، انہیں یاد ہوگا کہ پھر ان پر کیا بیتی تھی، وہ ستر آدمی تھے، موسیٰ علیہ السلام انہیں طور پر لے گئے، وہاں پر آواز آئی انہوں نے کہا کہ ہم آواز کو نہیں جانتے بلکہ اللہ تعالیٰ سامنے آئے، ہم قوم کو کیا جواب دیں گے کہ آواز سنی تھی، اور وہ بھی ایک درخت سے ہوسکتا ہے، آپ نے درخت کے اندر کسی کو چھپا رکھا ہو اور اس کی آواز ہو، اندازہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول پر کتنا کچا ایمان ہے۔

اس کا حل ایک ہی تھا، کہ شدت سے بادل کا کڑکا ہوا، کلیجے پھٹ گئے، اور وہ سب مر گئے، تو ان کے اس مطالبے کو کہ اللہ تعالیٰ سامنے آئے ظلم سے تعبیر کیا ہے، انہیں ان کی زیادتیوں کی وجہ سے کڑکے نے آلیا تو مر گئے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی! اے اللہ تعالیٰ میں واپس کیسے جاسکتا ہوں اب انہیں زندہ کیا جائے، چنانچہ زندہ کیے گئے، بقیہ تفصیل پہلے پارے میں گزر چکی ہے، اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَٰقَهُمْ وَكُفْرِهِم بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَقَتْلِهِمُ ٱلْأَنۢبِيَآءَ

تو اس وجہ سے کہ وہ اپنے عہد توڑتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے، اور اس وجہ سے کہ وہ انبیاء کو مارتے تھے

بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌۢ ۚ بَلْ طَبَعَ ٱللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ

بلاوجہ، اور اس وجہ سے کہ کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگادی ہے

فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥٥﴾ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ

وہ کم ہی ایمان لائیں گے ان کے کفر کی وجہ سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ مریم علیہا السلام پر انہوں نے

بُهْتَٰنًا عَظِيمًا ﴿١٥٦﴾ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ

عظیم بہتان باندھا ١٣٧ اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ کو مار دیا ہے

رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ

جو اللہ تعالیٰ کا رسول تھا حالانکہ انہوں نے نہ اسے مارا نہ اسے صلیب دی، ان کے لیے تو ایک مشابہ صورت بن گئی، وہ لوگ جنہوں نے

ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّ ۚ

اختلاف کیا اس میں بذات خود انہیں شک ہے انہیں کوئی علم نہیں، بس گمان کی پیروی کر رہے ہیں

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ﴿١٥٧﴾ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

انہوں نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو مارا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا ہے، اللہ غالب اور حکمت والا ہے ١٣٨

﴿١٥٨﴾ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ

کوئی بھی اہل کتاب نہیں ہے، مگر ان پر ایمان لائے گا، ان کے وصال سے پہلے اور دن

الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا ﴿١٥٩﴾ قیامت کے عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے ۱۳۹

فبما نقضهم ميثقهم ------ بهتانا عظيما

۱۳۷ اب یہاں آگے قرآن پاک کا ایک اسٹائل ہے اور میں یہ بات دعوے سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ قرآن پاک کے نزول سے پہلے کی انسانی کتابیں اور آسمانی کتابیں بھی دیکھ لیں آپ کو وہ انداز نہیں ملے گا جو قانون کا ہوتا ہے، کہ دفعہ نمبر 1 اور دفعہ نمبر 2 وغیرہ۔ قرآن پاک کی اگلی آیت نے بالکل یہی انداز اپنالیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قانون نفاذ کے لیے جو شقیں دنیا بھر کے دساتیر نے بنائی ہیں، وہ قرآن پاک کی اس آیت سے ماخوذ ہیں، اب قرآن پاک نے ان پر فرد جرم لگائی۔

دفعہ نمبر 1۔ انہوں نے عہد توڑ دیے اس سبب سے۔ دفعہ نمبر 2۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے کے سبب سے۔ دفعہ نمبر 3۔ بلاوجہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کرنے کی وجہ سے۔ دفعہ نمبر 4۔ یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل تو غلافوں میں ہیں۔

یہاں جملہ معترضہ ہے کہ نہیں غلاف وغیرہ کوئی نہیں کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے، ان میں سے کم ہی مومن ہوں گے، مثلاً آپ کہہ دیتے ہیں کہ جناب غالب! ایک عظیم شاعر تھے، پھر دیکھا کہ جناب غالب یہ کہتے ہیں کہ یہ بات ایسے نہیں ایسے ہے، تو یہ فقرہ کہ (ایک عظیم شاعر تھے) جملہ معترضہ ہے یہاں بھی یہ جملہ معترضہ ہے کہ غلاف وغیرہ کوئی نہیں کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگی ہے۔

دفعہ نمبر 5۔ مریمؑ پر بہت بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے واضح رہے کہ جناب مریمؑ کے ہاں جناب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی، یعنی شادی کے بغیر یہودیوں نے آپ پر الزامات کی بوچھاڑ کردی، یہ دیکھنے کے بعد کہ عیسیٰ علیہ السلام چھوٹے سے بچے ہیں، مائی صاحبہ نے ان کی طرف اشارہ فرمادیا اور وہ ساری بات وضاحت سے بیان کردیتے ہیں۔

اس میں تین باتیں ہیں۔ ۱۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ ۲۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے کتاب دی ہے۔ ۳۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا ہے۔

آج اگر آپ انجیل کو دیکھ لیں تو وہاں ایک بات کا اقرار ہے کہ حضرت مریمؑ کی یوسف نامی آدمی سے منگنی ہوگئی تھی، پھر نکاح بھی ہوگیا تھا، رخصتی سے قبل معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے روح القدس ان کے مبارک پیٹ میں ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے یوسف نامی کو نجار لکھا ہے کہ وہ ایک بڑھئی تھا (جہاں تک یہودیوں نے اس داستان کو بڑھایا تھا، دورِ حاضر کے اس یہودیء اعظم نے اس بات کو آگے بڑھایا ہے) وہ کہتا ہے کہ رخصتی

Marfat.com

ہو چکی تھی اور جناب عیسیٰ علیہ السلام نجار کے بیٹے تھے، اب یہ قرآن پاک کی واضح اور صریح آیات کی خلاف ورزی ہے، قرآن پاک نے کسی یوسف نامی کا ذکر نہیں کیا، قرآن پاک ایک ہی بات فرماتا ہے کہ مریمؑ کی کہیں بھی شادی نہیں ہوئی تھی، اور جناب عیسیٰ علیہ السلام بلا باپ پیدا ہوئے تھے، اور حیران ہونے کی ضرورت نہیں کیا آدمؑ والدین کے بغیر پیدا نہیں ہوئے تھے، یہاں ماں تو موجود ہے، صرف باپ نہیں، تو قرآن پاک نے کہا! **"ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم"** اب ہمیں غور کرنا ہوگا کہ مریمؑ کا دامن تورات کے ماننے والوں نے داغ داغ کر دیا۔ انجیل دفاع نہیں کر سکی، کہ ان کے آدھے دعوے کو انجیل نے مان لیا، قرآن پاک کی عظمتوں کو کروڑ ہا سلام کہ اس نے مائی صاحبہ کے دامن کو صاف کر دیا، میں بسا اوقات سوچا کرتا ہوں کہ مائی صاحبہ نے اپنی قبر میں جب اس آواز کو سنا ہوگا کہ **"ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم"** تو مائی صاحبہ قبر میں بھی پکار اٹھی ہوں گی کہ **"وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین"** کہ آپ نے میرا دامن بھی صاف کر دیا۔

مسیح کا معنی ہے ہاتھ پھیرنے والا، کہ ہاتھ پھیرتے تو کوڑھ اور برص کے داغ ٹھیک ہو جاتے۔

وبقولهم ان قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله ـــــ وكا ن الله عزيزا حكيما

۱۳۸ ان کا ایک اور بہتان یہ تھا کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے تو قرآن پاک نے واضح الفاظ میں اس کی تردید کی کہ **"وما قتلوہ"** انہوں نے اسے نہیں قتل کیا۔ **"وما صلبوہ"** انہوں نے اسے صلیب بھی نہیں دی۔ ''ولکن شبہ لھم'' ان کے سامنے ان کے مشابہ ایک آدمی آ گیا، اب ایک طرف یہودی کہہ رہے ہیں کہ ہم نے انہیں صلیب دی ہے دوسری طرف عیسائی کہہ رہے ہیں کہ صلیب دینے میں ذرا بھی شک نہیں لیکن تین دنوں کے بعد وہ زندہ ہو گئے تھے، اور کہیں چلے گئے، ان کے ان دعوؤں کو سرکار علیہ السلام نے رد فرما دیا، اور فرمایا کہ ان کے ایک ہم شکل کو انہوں نے پھانسی دی تھی۔

آپ اگر تورات و انجیل کے مختلف حصے ملاحظہ فرمائیں تو نتیجہ کے طور پر یہ بات سامنے آتی ہے، کہ بے پناہ مجمع تھا، سب بھاگے جا رہے تھے، دفعتاً محسوس ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ہمارے ساتھ کوئی نہیں، کہاں گیا، کہاں گیا، کی آوازیں تھیں، کسی کے متعلق کسی نے کہا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں، سب نے اسے پکڑ لیا اور پھانسی دیدی، عیسائیت و یہودیت کے جتنے بھی جدید محقق ہیں وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب دیا جانا یقینی نہیں رہا، اس لیے کہ اس مجمع میں عجیب کیفیت ہو گئی تھی، یہ سب قرآن پاک کے مخالفین آج کہہ رہے ہیں لیکن قرآن پاک نے صرف ایک فقرے میں ساری بات کو لپیٹ دیا۔ **"وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ"**۔ جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا انہیں خود شک ہے کہ وہ بندہ کون تھا جسے پھانسی دیدی گئی تھی، ایک آیت میں قرآن پاک نے تین دفعہ نفی فرمائی ایک نمبر ان کا بہتان ہے کہ عیسیٰ ابن

Marfat.com

مریمؑ کو مار دیا ہے، دوسرا کہ انہوں نے قتل نہیں کیا۔ تیسرا انہوں نے صلیب نہیں چڑھایا۔ پھر فرمایا! "وما قتلوه" یقیناً یہ یقینی بات ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا۔ پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام کدھر گئے تھے؟

فرمایا! "بل رفعه الله اليه" ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے مار کے اٹھایا؟ اگر مار کے اٹھایا ہے تو جو کچھ یہودی چاہ رہے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے، اگر صلیب دیے گئے ہیں تو جو کچھ عیسائی چاہ رہے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا، تو اس کا جواب قرآن پاک نے چار دفعہ نفی میں فرمایا، معلوم ہوا کہ مار کے نہیں بلکہ اپنی طرف زندہ اٹھالیا ہے، احادیث میں بیسیوں مقاماتؐ میں سرکار علیہ السلام کے ارشادات موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھالیا تھا، اور شب معراج حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سرکار علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر ملے۔ اب کیسے اٹھالیا؟ جواب خود قرآن پاک نے دیا کہ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، کہ حکیمانہ انداز کیا ہے، کیا حکیمانہ انداز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقدس نبی کو جسے قرآن پاک نے روح اللہ اور کلمۃ اللہ فرمایا ہے، اسے غیروں کے ہاتھ میں کھلونا بنا دیا جائے، وہ جس طرح چاہیں اسے مارتے رہیں، اور اس کا خالق جس نے اسے روح اللہ بنا کر بھیجا تھا، وہ تماشا دیکھتا رہے؟ اللہ تعالیٰ اس طرح کرنے کی اجازت نہیں فرمایا کرتے لہٰذا وہ غالب حکمت والا ہے۔

و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته و يوم القيمة يكون عليهم شهيدا

۱۳۹ آگے قرآن پاک نے ایک پیش گوئی فرمائی لیکن اس کی وضاحت سے قبلؑ میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں، کہ دور حاضر میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک نیا دعویٰ یہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے ہجرت کر کے کشمیر آئے اور یہیں آپ فوت ہوئے تھے، اور کشمیر میں ہی ان کی قبر ہے، لیکن مرزا غلام احمد اس قبر کی تعیین نہیں کر سکا، میں کہتا ہوں کہ یہ تاریخ کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔

وہ دور ایسا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اسرائیل کے پاس آئے اور ان کی گم گشتہ بھیڑوں کی تلاش میں نکلے اگر انہوں نے فلسطین سے سفر کیا تھا، پورے صحرائے عرب کو عبور کیا، ایران، افغانستان، موجودہ فرنٹیر اور پنجاب کو عبور کر کے وہ کشمیر کے دور دراز علاقے میں اس وقت پیدل پہنچے تو کیا تاریخ کہیں مرگئی تھی کہ اتنے عظیم انسان کا اتنا طویل سفر ہوا اور تاریخ کو خبر تک نہ ہو۔

مرزا صاحب کا بیان ہے کہ میرے فرشتے کا نام ٹیچی ہے اور ماں کا نام چراغ بی بی تھا، اور اس کا عرف گھسیٹی ہے، اور تو کسی کو معلوم نہیں البتہ ٹیچی یا گھسیٹی ہی جانے کہ کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کس مقام پر ہے۔

۱۔ یہ بھی یاد رہے کہ قادیانی حضرات بڑے عجیب قسم کے شوشے چھوڑتے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

وسلم مدینے میں اپنی قبر انور میں ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر۔ لہذا عیسیٰ علیہ السلام کا رتبہ بلند ہوا، لہذا یہ مسلمانوں کے نبی ؐ کی عظمت کے خلاف ہے، میں نے کہا کہ چوتھے آسمان سے اوپر سدرۃ المنتہی پر حضرتِ جبرائیل علیہ السلام بیٹھے ہیں، تو کیا یہ حضرت عیسیٰ ؑ کی عظمت کے خلاف ہے؟

۲۔ اگر آپ کا بیٹا چھت پر چڑھ جائے اور آپ نیچے ہوں تو کیا آپ کی عظمت بیٹے کے پاؤں کے نیچے مسل جائے گی۔

۳۔ ترازو پر ایک طرف ایک کلو کا پتھر رکھ دیں اور دوسری طرف ایک چھٹانک تو نیچے کلو والی سمت ہوگی یا چھٹانک والی، لہذا ہلکی چیز اوپر اٹھ جائے گی، جس میں وزن ہے وہی نیچے رہے گا۔

۴۔ حباب برلب دریا گہر چوں تہ دریاست

دریا پر جا کر دیکھیں تو بلبلے پانی کے اوپر ہوتے ہیں، اور موتی دریا کی تہہ میں ہوتے ہیں۔

۵۔ سرکار علیہ السلام پیکرِ بشریت (انسانی لباس) میں تشریف لائے اور انسان زمین پر آباد ہیں اور انسان اشرف المخلوقات ہے لہذا پیکرِ بشریت میں رہ کر "**وما ارسلنک الا رحمة للعالمین**" کا ظہور ہوتا تھا۔

قرآن کریم کی پیش گوئی

اہل کتاب کے جو مختلف فرقے ہیں ان کے آپس کے اختلافات کو چھوڑ دو، ان میں سے ہر آدمی جناب عیسیٰ ؑ کے وصال سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔ یہاں مفسرین دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں، یہاں ضمیر ہے۔ 'بہٖ'۔ اور 'موتہٖ' کی اس "بہٖ" کی ضمیر کا مرجع کون ہے؟ کچھ مفسرین جن کی تعداد بہت کم ہے وہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ یہ یہود کی طرف پلٹتی ہے، یعنی کوئی بھی یہودی نہیں مگر اپنے مرنے سے پہلے وہ جناب عیسیٰ ؑ پر ایمان لائے گا۔

لیکن بہت زیادہ مفسرین ایک حدیث کی وجہ سے دوسری طرف گئے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ عیسیٰ ؑ کے وصال سے پہلے اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے تو یہ آیت پڑھ لو۔ اور یہی وہ بات ہے جسے عظیم مفسرین نے تسلیم کیا ہے، ان سب نے یہی بات کہی ہے کہ لوگ جناب عیسیٰ ؑ پر ایمان لائیں گے کب؟ جس طرح حدیث میں موجود ہے کہ دورِ آخرین میں جب جنابِ مہدی علیہ السلام امت کی قیادت کر رہے ہوں گے تو جناب عیسیٰ ؑ بھی تشریف لے آئیں گے، اس وقت کے سب اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے، وہ کس انداز سے آئیں گے؟ سرکار علیہ السلام کے بعد نبی کے انداز سے کوئی نہیں آسکتا۔ اور وہ سرکار علیہ السلام کے ایک امتی کی حیثیت سے آئیں گے، یہاں مرزاجی نے پھر بحث کی ہے، باؤلے کتے کی طرح جدھر منہ آیا ادھر بھونکنے کی کوشش کی، اس نے کہا کہ روحانی طور پر عیسیٰ علیہ السلام نے ضرور آنا ہے۔ اور وہ میں ہی ہوں۔ (معاذ اللہ) مسلمانوں سے کہا کہ میں مثیل مسیح ہوں، ہندوؤں سے کہا کہ

میں کرشن کا مثیل ہوں، بدھوں کو کہا میں گوتم بدھ کا مثیل ہوں، یہ جانور ایک ہے اور خدا جانے کتنے جھل تھڑے اس پر پڑے ہیں۔

ایک ذاتی اہم واقعہ

تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کروں کہ 1974ء میں جب اسمبلی مرزائیت کے خلاف بحث کر رہی تھی تو اسمبلی کے سامنے آٹھ سوفل سکیپ کاغذات پر مرزائیت کو جس بندے نے نکھار کر بیان کیا تھا وہ یہی فقیر بے مایہ (سید محمد ذاکر حسین شاہ) ہی تھا، "**الحمد للّٰہ علیٰ ذالک**"۔ تو میں بڑی دیر تک ہٹ لسٹ پر رہا، لیکن میرا تعلق سرکار علیہ السلام کی ذات اقدس سے ہے، جس کی بنا پر کوئی مائی کا لعل میرا کوئی کچھ بھی نہیں بگاڑ سکا۔ اسی سلسلے میں میں نے حضرت قبلہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اتباع و پیروی کی۔ جن کا یہ ارشاد ہے کہ میں اس "میم" کے ٹنڈ میں چھپ کر بیٹھا ہوں۔ ایک مرزائی مجھے کہنے لگا کہ اس دورِ حاضر کے مجدد اگر مرزا صاحب نہیں ہیں تو پھر اور کون ہو سکتا ہے؟ میں نے جواب میں مذاقاً کہا کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے سیدنا حسن ؓ کی اولاد سے ہونا ہے اور تو حسنی سید نہیں بلکہ مرزائی ہے، اور میں جو آپ کے سامنے بیٹھا ہوں بحمد اللہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوں، اگر کسی مجدد کو ماننے کا ذوق پورا کرنا ہے تو مجھ جیسے فقیر کو ہی مان لو، اور مرزا حسنی سید نہیں ہے، تو پھر کیسے مہدی قرار دیا جا سکتا ہے؟

☆☆☆☆☆

فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا

یہودیوں کی زیادتیوں کی وجہ سے

حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتۡ لَهُمۡ وَبِصَدِّهِمۡ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ

ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو حلال تھیں ان پر اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے کثرت سے روکنے کی وجہ سے

كَثِيۡرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ وَاَكۡلِهِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ

اور اس وجہ سے کہ وہ سود لیتے تھے، حالانکہ انہیں اس سے روکا گیا تھا، لوگوں کا مال

بِالۡبَاطِلِ‌ؕ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿١٦١﴾

باطل اور ناحق طریقے سے وہ کھاتے تھے، ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ۱۴۰

۱۴۰ فرمایا کہ یہودیوں کی عجیب عادتیں تھیں، وہ خود زیادتیاں کرتے تھے، جو چیزیں پاکیزہ تھیں انہوں نے خود انہیں حرام قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ٹھیک ہے حرام ہی سہی مثلاً وہ کہتے تھے، کہ چربی حرام ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیدیا، اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ کو سرکار علیہ السلام کو ماننے سے لوگوں کو روکتے تھے، اگلی بات یہ ہے، کہ یہ سود لیتے ہیں، حالانکہ انہیں سود لینے سے منع کیا گیا، آج ہمارے سامنے جو بات آتی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ اگر سود ہمارے مذہب میں حرام تھا، اور اس بات کے لیے قرآن پاک نے حرمت کا فتویٰ دیا ہے، کہ انہیں منع کیا گیا تھا، کہ تم نے سود نہیں لینا ہے، تو پھر یہ آج انجیل میں موجود کیوں نہیں ہے؟ جواباً عرض یہ ہے کہ آج بھی انجیل میں سود کی حرمت موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا ہے کہ جس بندے کو تم قرض دیتے ہو اس سے قرض اس انداز سے نہ مانگو جس طرح قرض خواہ شدت سے مانگا کرتے ہیں، اور خبردار جس کو قرض دے رہے ہو اس سے سود مت لینا۔

اب یہ کہنا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے تو سود کو حرام نہیں قرار دیا تو قرآن پاک ان کے حوالے سے یہ بات کیوں کہتا ہے؟ میں چیلنج کرتا ہوں کہ آج کی انجیل سے یہ دکھایا جاسکتا ہے جب بھی کوئی عیسائی چاہے، ارشاد فرمایا کہ انہیں سود سے روکا گیا تھا، پھر بھی لیتے ہیں، باطل طریقوں سے لوگوں کا مال بھی کھا جاتے ہیں، باطل طریقے کیا ہیں؟ رشوت سے دھوکہ سے یا چھین لینا یہ سب باطل طریقے ہیں؟ یہ کفر ہے اور ہم نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

Marfat.com

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ

جو ان میں سے علم میں راسخ ہیں اور جو ایمان دار ہیں وہ تو ایمان رکھتے ہیں، اس پر جو محبوب علیہ السلام آپ پر اترا اور جو

اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

آپ سے پہلے اترا، اور (قابل عظمت ہیں) وہ لوگ جو نماز قائم کرتے، زکوۃ دیتے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾

اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، ان لوگوں کو ہم بہت جلد اجر عظیم عطا فرمائیں گے ۱۴۱

۱۴۱ لیکن یہ قرآن پاک کی عظمت ہے کہ جب عیسائیوں اور یہودیوں پر یہ الزام لگایا ہے تو ان میں سے جو خالص لوگ تھے انہیں نتار کے ایک طرف کر دیا ہے، فرمایا یہود و نصریٰ میں لیکن جو علم میں پختہ لوگ ہیں، اور جو ان میں سے ایمان دار ہیں، وہ ایمان لاتے ہیں جو محبوبؐ! آپ کی طرف اترا ہے، اس پر بھی اور جو پہلے اترا ہے اُس پر بھی۔

"والمقیمین الصلوۃ"۔ قابل تعریف ہیں وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں، اور جو زکوۃ دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ و آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، انہیں اجرِ عظیم ملے گا۔ یہاں ایک خاص علمی بات یہ ہے کہ **"مقیمین"** کا عطف مومنون پر ہے۔ **"مومنون"** مرفوع ہے، لہٰذا اس لفظ کو عربی گرائمر کے نکتہ نظر سے **"مقیمون"** ہونا چاہیے تھا، پھر یہاں **"مقیمین"** کیوں ہے؟

مفسرین نے یہاں بے شمار تاویلات پیش کی ہیں، لیکن سب سے عظیم بات علامہ قرطبیؒ نے فرمائی کہ یہ عظمت کے لیے منصوب ہے، اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ لفظ تعظیم لیں، اور اس سے فعل بنائیں، تو فعل و فاعل اکٹھے ذکر کر کے اسے مفعول بنا دیں تو مفعول عربی میں منصوب ہوتا ہے، **"اعظم المقیمین الصلوۃ"** میں عظمت دیتا ہوں، ان کو جو نماز قائم کرتے ہیں، اب یہ مفعول ہو کر منصوب ہو گیا اگلا لفظ مرفوع **"والمؤتون الزکوۃ"**۔

Marfat.com

۷۸ فرمایا بحیثیت قوم سارے لوگ ایسے نہیں ہیں، ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو اللہ کی آیات کو پڑھتے ہیں رات کے لمحات میں، جو سمجھتے ہیں یعنی جو اسلام کی گود میں آگئے ہیں اور اسلام کو قبول کرلیا ہے، ان کا اللہ پر بھی ایمان ہے اور آخرت پر بھی ایمان ہے، جس طرح تم نیکی کا حکم دے رہے ہو اور بدی سے روک رہے ہیں، وہ بھی کررہے ہیں، تم بھلائیوں کی طرف آگے بڑھتے ہو، وہ بھی بڑھ رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن میں صلاحیت کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی، لہذا جوں ہی اسلام آیا تو انہوں اسے قبول کرلیا، ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ جو بھی نیکی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرے گا، یہ ان کی حوصلہ افزائی ہے، اللہ پرہیز گاروں کو جانتا ہے، یہ اللہ سے مخفی نہیں ہے ۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَن تُغْنِىَ عَنْهُمْ أَمْوَٰلُهُمْ وَلَآ أَوْلَٰدُهُم

یقیناً وہ لوگ جو کافر ہیں، انہیں مال اور اولاد اللہ سے بچانے میں کوئی فائدہ بھی نہیں

مِّنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿١١٦﴾

دیں گے وہ جہنمی ہیں جہاں انہیں ہمیشہ رہنا ہے

مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِى هَٰذِهِ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا

اس دنیاوی زندگی میں وہ لوگ جو خرچ کرجاتے ہیں، اسکی مثال ایسی ہے کہ ہوا آئے اس میں شدید ٹھنڈک ہو

صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا

وہ کچھ لوگوں کی کھیتی کے پاس سے گزرے، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کررکھا ہے، اور ان کی کھیتی کو (شدید سردی کی وجہ سے) تباہ کردے

ظَلَمَهُمُ ٱللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾

اللہ نے ان پر زیادتی نہیں کی، وہ اپنی جان پر خود زیادتی کررہے تھے ۷۹

۷۹ لیکن جنہوں نے محبوب کو نہیں مانا قرآن کو نہیں مانا تورات سے پھر گئے ہیں، انجیل کو چھوڑ دیا ہے، تو ان کا مال ان کی اولاد یں انہیں اللہ سے بچالیں یہ ناممکن ہے، یہ جہنمی لوگ ہیں، وہاں انہوں نے ہمیشہ رہنا ہے، اب یہ بات ہے کہ ان میں کچھ لوگ ایسے

Marfat.com

خاص بات یہ عرض کرنی ہے کہ باقیوں کو مرفوع ذکر کر کے اسے منصوب کیوں ذکر کیا؟ یہ قرطبیؒ نے نہیں کہا کیونکہ وہ بڑے فاضل تھے انہیں معلوم تھا جو میری تفسیر پڑھ رہا ہوگا وہ علوم کے دریا عبور کر کے نکلا ہوگا، یہ بات اس کے ذہن پر چھوڑ دی۔ آیئے میں اسی ذہن کو حل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، کہ معمولات میں جتنے بھی احکامِ شرع ہیں، ان میں سے جو مقام نماز کا ہے، وہ کسی اور کا نہیں ہے، اس لیے سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ میری معراج تو لامکان تک جانے میں ہے، تمہاری معراج یہ ہے کہ تم نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ "**الصلوة معراج المؤمنين**" یہاں تعظیم کا لفظ محذوف مانا گیا، کوئی اور فعل محذوف نہیں مانا گیا، کہ نماز کی اتنی زیادہ عظمت ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ عظیم ہیں، میں نے انہیں عظمت کا تاج پہنا دیا ہے، جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ

۔محبوبؐ ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے جس طرح نوحؑ اوران کے بعد کے نبیوں کی طرف وحی کی تھی

وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَـٰعِيلَ وَإِسْحَـٰقَ وَيَعْقُوبَ

ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام ان کی نسلوں کی طرف بھی وحی کی

وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَـٰرُونَ وَسُلَيْمَـٰنَ ۚ

۔عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمان علیہم السلام کی طرف بھی وحی کی

وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَـٰهُمْ عَلَيْكَ

ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا فرمائی تھی، کچھ رسولوں کے قصے ہم آپ کے سامنے بیان کر چکے ہیں

مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ

اس سے پہلے اور کچھ رسولوں کے ابھی بیان نہیں کیے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے

تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ کلام بھی فرمایا ۱۴۲

۱۴۲ آج یہ کہتے ہیں کہ آپ کی طرف وحی آئی ہے، یہ کیسی وحی ہے؟ فرمایا کہ آج پہلی دفعہ وحی نہیں آئی ہے وحی تو پہلے انبیاء پر بھی آتی رہی ہے۔

وحی کے معانی اوراقسام

قرآن پاک نے وحی کا لفظ پانچ معانی میں استعمال فرمایا ہے۔

۱۔ پہلا معنی ہے اشارہ جناب ذکریا علیہ السلام کے بارے میں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ! **"فاوحی الیھم ان سبحوا بکرۃ وعشیا"** حضرت ذکریا علیہ السلام نے اپنی قوم کی طرف اشارہ کیا کہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔

۲۔ دوسرا معنی الہام یعنی دل میں کوئی بات ڈال دینا۔ **"واوحینا الی ام موسیٰ"** ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے

دل میں یہ بات ڈال دی۔

۳۔ تیسرا معنی اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی فطرت میں رہنمائی رکھی ہے، یا قوت غریزی کو استعمال کرنے کی جو طاقت اللہ کریم نے آپ کو عطا فرمائی ہے، اسے بھی قرآن پاک نے وحی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، قرآن حکیم شہد کی مکھی کے بارے میں فرماتا ہے **"واوحی ربک الی النحل"** ۔محبوب! آپ کے رب نے مکھی کی طرف وحی کی۔یعنی اس کی قوتوں کو پورا کرنے کی ہمت عطا کردی ہے۔

۴۔ چوتھا معنی پراسرار طریقے سے کسی کو تعلیم دینا۔ایسی جو واضح نہیں ہے، **"شیطین الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض"** یہ جنوں اور انسانوں کے گروہ ہیں، جو ایک دوسرے کو خفیہ باتیں بتا رہے ہیں۔

۵۔ پانچواں معنی جو وحی اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی طرف آتی ہے، یہ وحی کیا ہے؟ ضروری علم اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں باقیوں کو علم نہیں ہوتا، ان کی روحیں اللہ کریم نے ایسی پیدا کی ہوتی ہیں کہ وہ اس علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہِ راست یا فرشتے کے ذریعے قبول کر لیتے ہیں۔

اب اللہ کریم نے فرمایا کہ جو وحی باقی نبیوں کی طرف آتی ہے یہ اگر محبوب علیہ السلام کی طرف آئے تو کوئی اچھنبے کی بات نہیں، اور سبط جمع اسباط (اولاد) ان اسباط کی طرف بھی وحی آئی ہے، محبوب کچھ رسولوں کا ذکر ہم نے کر دیا ہے، اور کچھ کا نہیں کیا، یہاں کچھ لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سرکار علیہ السلام کچھ رسولوں کو جانتے نہیں ہیں (معاذ اللہ) یہ بات غلط ہے آگے دو جگہ یہ آیات آئیں گی، کہ سرکار علیہ السلام سب رسولوں کو جانتے ہیں۔ماہر مفسرین نے فرمایا کہ کچھ رسولوں کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے لیکن اس سے مستقبل میں ذکر کی نفی نہیں ہوئی، لہٰذا مستقبل میں اور حضرات کا ذکر ہوگا۔اور لطف کی بات یہ ہے کہ جنہوں نے کہا ہے کہ سرکار علیہ السلام کو باقی رسولوں کا پتا نہیں ہے۔

مولوی غلام خان کے استاد مولوی حسین علی صاحب نے قرآن پاک کی تفسیر **"بلغة الحیران"** لکھی ہے، انہوں نے صفحہ نمبر 10 پر لکھا کہ میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی، قیامت میں تمام انبیاء و رسل کو دیکھا۔ **"ینادون باعلٰی صوتهم"** وہ چیخ چیخ کر پکار رہے تھے کہ اللہ ایک ہے۔ میں نے کہا کہ حسین علی صاحب کو سب نظر آجائیں تب تو شرک نہیں، اور سرکار علیہ السلام کو نظر آجائیں تو شرک ہے؟ (معاذ اللہ) یہ کہنا کہ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ اللہ ایک ہے، اس اللہ تعالیٰ کے بندے کو اتنا معلوم نہیں کہ قیامت دار العمل نہیں، تو وہاں درس توحید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات یہ کہ میدان محشر میں اللہ کریم بھی اور سرکار علیہ السلام بھی موجود ہوں گے، کسی کو چیخ کر بات کرنے کی کیا مجال ہے۔ قرآن پاک نے تو یہ فرمایا کہ اگر تم درِ رسول علیہ السلام پر حاضری دو تو بلند آواز سے کلام نہ کرو۔قارئین یاد رکھیں کہ یہ خاص ملائیت ہے جس کا علم سے تعلق نہیں ہے۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ

یہ سارے پیغمبر تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں بھی دیتے تھے، اور ڈراتے بھی تھے، تاکہ

لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾

رسول آنے کے بعد لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی دلیل پیش نہ کر سکیں، اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے

لَّٰكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ ۖ أَنزَلَهُۥ بِعِلْمِهِۦ ۖ

اللہ اس بات کا گواہ ہے جو اس نے آپ پر اتارا ہے اپنے علم کے مطابق اتارا ہے

وَالْمَلَٰٓئِكَةُ يَشْهَدُونَ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿١٦٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ

فرشتے بھی اس بات کے گواہ ہیں اللہ کافی ہے گواہی کے لیے جو لوگ

كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ﴿١٦٧﴾

کافر ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں وہ تو دور کے گناہوں میں پڑے ہیں،

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا

جو کافر ہیں اور ظالم ہیں اللہ کریم انہیں بخشنے والا نہیں اور نہ ہی

لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ

انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا ان کا راستہ ایک ہی ہے جہنم کا وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ

یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے اے لوگو! تمہارے پاس رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگیا

ٱلرَّسُولُ بِٱلْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَـَٔامِنُوا۟ خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَإِن تَكْفُرُوا۟

ہے حق اور سچ لے کر، تو تم ایمان لاؤ، یہ تمہارے لیے بہتر بات ہوگی، اگر تم کفر کرو گے تو

فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ کریم کا ہے، اللہ کریم علم والا حکمت والا ہے ۱۴۳

رسلا مبشرین و منذرین-------و کان اللہ علیما حکیما

۱۴۳ آگے فرمایا کہ یہ رسول اس لیے اس دنیا میں تشریف لائے تھے کہ نیک لوگوں کو بشارتیں سناتے اور گنہگاروں کو اللہ کریم کے عذاب سے ڈراتے تھے۔ تاکہ کل قیامت کو انسان یہ بات نہ کہیں کہ اللہ کریم ہم ہدایت پر ہوتے اگر تو نے ہمارے پاس کوئی رسول بھیجا ہوتا۔ تو ہم نے رسول بھیج دیے ہیں، اب وہاں کوئی شخص بھی حجت بازی نہیں کر سکے گا، اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے، اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ اس نے اپنے علم سے یہ قرآن پاک اتارا، یہ کسی اور کا کلام نہیں ہے، فرشتے بھی اس بات کے گواہ ہیں، کہ قرآن حکیم کی آیات انوار بکھیرتی عالم بالا سے نیچے اتری ہیں، انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا، اللہ تعالیٰ کی گواہی کے بعد کسی اور کی گواہی کی ضرورت نہیں، اگر کوئی اللہ کریم کا ماننے والا ہے، اب اگر یہودی آپ سے کج بحثی کرتے ہیں تو ان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا جواب ہوگا، یہ اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں، یعنی قرآن پاک سے روکتے ہیں، سرکار علیہ السلام کے کعبے کو مرکز بنانے سے روکتے ہیں، یہ دور کی گمراہی میں پڑے ہیں، آگے یہود کو براہِ راست خطاب فرمایا کہ جو تمہیں دین دیا ہے اس میں غلو نہ کرو۔

☆☆☆☆☆☆

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ

اے اہل کتاب! تم دین میں غلو اور زیادتی نہ کرو، اللہ پر وہی بات کہو

عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ إِنَّمَا ٱلۡمَسِيحُ عِيسَى ٱبۡنُ مَرۡيَمَ رَسُولُ

جو سچی ہے، مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں

ٱللَّهِ وَكَلِمَتُهُۥٓ أَلۡقَىٰهَآ إِلَىٰ مَرۡيَمَ وَرُوحٞ مِّنۡهُۖ فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ

اللہ تعالیٰ نے اسے مریمؑ کی طرف بھیجا، یہ روح ربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ

وَرُسُلِهِۦۖ وَلَا تَقُولُواْ ثَلَٰثَةٌۚ ٱنتَهُواْ خَيۡرٗا لَّكُمۡۚ إِنَّمَا ٱللَّهُ إِلَٰهٞ

یہ مت کہو کہ وہ تین ہیں، رک جاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اللہ کریم تو معبود ہے

وَٰحِدٞۖ سُبۡحَٰنَهُۥٓ أَن يَكُونَ لَهُۥ وَلَدٞۘ لَّهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ

ایک ہی، وہ پاک ہے اس بات سے کہ اس کی اولاد ہو، جو آسمانوں

وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِۗ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلٗا ﴿١٧١﴾

اور زمین میں ہے سب اس کا ہے اللہ کریم کافی ہے کارساز ۱۴۴

یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم------------- و کفی باللہ و کیلا

۱۴۴ غلو کا معنی ہوتا ہے زیادتی کرنا۔ آگے بڑھ جانا۔ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ "الغلو۔ التجاوز فی الحد' حد سے آگے نکلنا زیادتی ہے۔

اللہ کریم کے لیے وہی بات کہو جو سچی ہے، مسیح علیہ السلام کے لیے بھی وہی بات کہو جو سچی ہے۔ اب فرمایا کہ مسیح عیسیٰ ابن

Marfat.com

مریمؑ ہیں کیا؟ جواباً تین باتیں فرمائیں۔۱۔اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔۲۔اللہ تعالیٰ کے کلمہ ہیں۔ یہ کلمہ وہ ہے جو حضرت مریمؑ کی طرف اللہ کریم نے بھیج دیا۔۳۔تیسری بات یہ کہ وہ روح اللہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ کیونکر ہیں

کلمہ وہ لفظ ہے جو آپ بولتے ہیں، تخلیق کے دو انداز ہیں، ایک عادی انداز کہ جس طریقے سے دنیا میں انسان پیدا ہوتے ہیں، دوسرا غیر عادی انداز ہے، یعنی جس عام طریقہ پیدائش سے ہٹ کر کوئی پیدا ہو۔ تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو جناب آدم علیہ السلام غیر عادی انداز سے پیدا ہوئے، کہ نہ ان کا باپ نہ ماں آگے چل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی غیر عادی انداز سے پیدا ہوئے کہ ماں تو ہے لیکن باپ نہیں، معلوم ہوا کہ یہ ساری کائنات لفظ کن سے معرض وجود میں آئی ہے، لیکن ایک حقیقت ہے اور ایک مجاز ہے، حقیقت یہ ہے کہ کن پر سے سب بنا ہے، لیکن مجاز یہ ہے کہ اس کی تخلیق میں اللہ کریم نے ذرائع بنا دیئے ہیں، جس طرح والدین بچے کی پیدائش کا ذریعہ ہیں، تو یہ عادی انداز ہے، اور ابتداء میں لفظِ کن فرمایا اور فیکون کے مصداق سب کچھ بن گیا، تو یہ غیر عادی انداز ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمے یعنی کن سے پیدا ہوئے ہیں، آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے کن سے پیدا ہوا ہوں، لیکن بات یہ ہوگی کہ آپ کا انداز مجازی ہے حقیقی نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کیونکر ہیں

عیسائیوں نے جگہ جگہ اپنی کتابوں میں اعتراض کیا کہ وہ خدا ہیں، حالانکہ مسلمان کہتے ہیں کہ وہ خدا نہیں ہیں، ادھر انہیں اللہ کی روح بھی مانتے ہیں، تو پھر وہ خدا ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہوا کہ قرآن پاک نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کہا ہے، یہاں ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ روح ہے کیا؟ روح کا مطلب ہے ''مابہ الحیات'' جس چیز سے زندگی ہو وہ روح ہے، اس روح کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔کیا یہ حسی زندگی کے لیے ہے۔۲۔یا معنوی زندگی کے لیے ہے۔

اب حسی زندگی ہے چلنا پھرنا بیٹھنا کھانا پینا یہ سب حسی زندگی سے متعلق ہیں، اور معنوی زندگی یہ ہے کہ مثلاً آپ کے اندر عمدہ اخلاق ہیں، سخاوت اور حلم ہیں، تو یہ باتیں روح سے متعلق ہیں، وہ دو حیثیتوں کو نبھاتا ہے، ایک مادی اور ایک روحانی زندگی تو جس پر روحانی زندگی غالب آجائے، اصطلاح میں اسے روح انسانی کہا جاتا ہے، جناب عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے اظہار کے لیے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کردی ہے، اگر یہی بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے فرمایا۔ **"ونفخت فیہ من روحی"**۔ ''میں نے اس میں اپنی روح پھونکی''۔ تو کیا آدم علیہ السلام بھی خدا بن جائیں گے؟

لیکن یہاں بات ختم نہیں ہوتی بلکہ! "ثم جعل نسلہ من صللۃ من مآء مھین"۔ "اللہ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنا کر ان کی نسل کو پانی کے ذریعے قائم رکھا"۔ پھر فرمایا۔ "ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ"۔ "ہر انسان کے جسم کو ٹھیک ٹھیک بنا کر اس میں اپنی روح پھونکی"۔ تو کیا سب انسان خدا بن گئے ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ باقی کائنات میں ایسی روحانیت نہیں تھی جیسی حضرت آدم علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ہے۔ باقی مخلوق میں ایسی روحانیت نہیں جو انسانوں میں ہے، تو یہ قرب ربانی کا مظہر ہے، اس بات کا مظہر نہیں جو عیسائی کہہ رہے ہیں۔

آپ ملاحظہ فرمالیں انجیل "متی باب نمبر 1۔ آیت نمبر 18 میں بالکل یہی نظریہ ہے جو قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے۔

فرمایا کہ وہ روح اللہ بھی اور کلمۃ اللہ بھی ہیں، تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ یہ مت کہو کہ ربّ تین ہیں۔ تمہارے لیے بہتر بات یہ ہے۔

ارشاد یہ تھا کہ جناب عیسیٰ ابن مریمؑ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کا کلمہ بھی ہیں، جو انہوں نے حضرت مریمؑ کی طرف بھیجا یا ڈالا۔ اور روح بھی ہیں، کلمہ اور روح کی تشریح میں نے کر دی تھی، اب عیسائیوں کو دعوت دی گئی، کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، یہ ثلاثہ کا لفظ چھوڑ دو، ثلاثہ سے کیا مراد تھی، میں نے یہ بات کہی تھی کہ یہ ثلاثہ کا لفظ جس کا معنی تین ہے، اس دور کی مختلف قوموں پر کس انداز سے چھایا ہوا تھا، اس کی تفصیلات عرض کرنی ہیں، اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قرآن پاک نے لفظ ثلاثہ کہا ہے، اس سے پہلے مبتداء کا ذکر نہیں کیا، کہ وہ ثلاثہ کس کے بارے میں ہے، یہاں ایک بے حد باریک نکتہ ہے، عیسائیوں کے ابتداء میں تین فرقے تھے، ایک نصوریہ تھا، دوسرا ملکانیہ تھا، اور تیسرا یعقوبیہ تھا، جناب عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے بارے میں بھی ان کے تین عقیدے تھے، ہم تو سرے سے انہیں مصلوب مانتے ہی نہیں ہیں، ان کے تین عقیدے تھے، ایک گروپ کا خیال تھا کہ ناسوت جو ہے وہ مصلوب ہوا تھا لیکن لاہوت مصلوب نہیں ہوا تھا، یہ نصوریہ کا عقیدہ تھا، ملکانیہ کا عقیدہ یہ تھا، کہ لاہوت بھی ساتھ ہی ساتھ مصلوب ہو گیا تھا، لیکن لاہوت کے واسطے سے چونکہ ناسوت کے اندر لاہوت تھا وہ بھی ساتھ مصلوب ہو گیا، یعقوبیہ کہتے ہیں کہ لاہوت اور ناسوت دونوں مصلوب ہوئے تھے، آپ سوچیں گے کہ یہ ناسوت اور لاہوت ہے کیا؟ ناسوت ظاہری جسم ہے، اور روح کو وہ لاہوت کہہ رہے ہیں، تو کیا یہ دونوں مصلوب ہیں تو اس بارے میں تین گروہ تھے، اب جب تین گروہ ہیں اور نظریہ الگ ہے، ہم پیچھے مبتداء کو ذکر کر دیتے، وہ گروہ کہتا کہ یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے، لہٰذا یہ بات غلط ٹھہرتی ہے، تو قرآن پاک نے مبتداء کا سرے سے ذکر نہ کر کے بلاغت کی انتہا کر دی، کہ جو بھی اور جس انداز سے وہ تثلیث مانیں گے، وہ تثلیث کے سارے نظریے باطل ٹھہریں گے، ان فرقوں کے بارے میں بڑی لمبی تفصیلات جناب فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں ذکر کی ہیں، مجھے اُدھر جانے کی اس لیے ضرورت نہیں ہے، کہ انہوں نے

تثلیث کو مانا ہے، کہ ایک میں تین اور تین میں ایک یہ ان کا انداز ہے، کہ وہ واحد بھی ہے اور تین بھی ہیں، اصل میں اس دور میں عجیب انداز تھا ساری دنیا کا، انہوں نے اقانیم ثلاثہ مانے ہیں، یہ لفظ قنوم کی جمع ہے، اقنوم کا معنی شخص اور اصل ہے۔ یہ لفظ کہاں سے آیا ہے، تو دور حاضر کا عظیم عربی زبان کا محقق جس نے منجد لکھی ہے، یہ عیسائی ہے، اس نے لکھا کہ "یہ کلمہ وہ ہے جو باہر سے منتقل ہو کے عربی میں آیا ہے اور عربی کا لفظ نہیں ہے"۔ یہ صاحب منجد کی تحقیق ہے۔ اب انہوں نے کہا کہ تین قنوم یہ ہیں۔ وجود علم اور حیات۔ یہ ابتدائی تین قنوم ہیں یا اقانیم ثلاثہ ہیں انہوں نے ان تین کو کس طرح تسلیم کیا، انہوں نے کہا کہ وجود سے مراد باپ ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ اور علم سے مراد بیٹا ہے یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حیات سے مراد روح القدس ہے۔ تو ان تینوں کو باہم ملایا کیسے جائے، یہ اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ کتنا سادہ انداز ہے توحید کا جو اسلام نے پیش کیا ہے، اور کتنی الجھن ہے اس نظریے میں جو اللہ کریم کے لیے عیسائیت نے پیش کیا ہے، انہوں نے اسے پھر ایک ثابت کرنے کے لیے ایک دلیل یہ دی، کچھ نے کہا کہ تینوں اقانیم خدا ہیں، دوسری بات یہ کہی کہ جب جناب عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق ذاتِ ربانی سے ہو تو عیسیٰ خدائے کامل ہیں ، اور جب ان کا تعلق انسان سے ہو تو انسان کامل ہیں، کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ قنوم ثانیہ یعنی علم جسے وہ بیٹا کہہ رہے تھے جب وہ گوشت پوست کی شکل میں آیا تو وہ مسیح بن گیا، اور پھر انہوں نے ایک بڑی لطیف بات کہی کہ اللہ کبھی بھی انسان نہیں بن سکا، لیکن انسان خدا بن جاتا ہے، یعنی عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ وہ خدا بن گئے، اور ان کی کتابوں میں ایک بڑی نفیس مثال ہے، وہ کہتے ہیں کہ آگ کوئلہ نہیں بنتی کوئلہ آگ بن جایا کرتا ہے، یہ ان کی دلیل ہے اس سلسلے میں، تو اب انہوں نے تین قرار دیا، ہم اس دنیا کی ساری تاریخ کی ورق گردانی کر لیتے ہیں، جو جناب عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھی یا فوراً ان کے بعد آئی، تو آپ کو پتہ چلے گا کہ کہاں کہاں تثلیث ہے، یہ خصوصی غور کی چیزیں ہیں، اور یہ بڑی تحقیق اور گہرے مطالعہ کے بعد معلوم ہونے والی چیزیں ہیں، اس لیے خصوصی توجہ دی جائے۔

اب ایک طرف ہم ہندوستان میں آتے ہیں، تو یہ کہتے ہیں کہ تری مورتی اور اس سے مراد کیا لیتے ہیں، برہما، وشنو، اور شیو۔ تو یہ تین مورتیاں یعنی تین تصویریں ہیں۔ ان کی علامت کیا ہے، ایک سے 'الف' اور 'میم' اور دوسرے سے 'واؤ' لے لو تو "اوم" بن جاتا ہے، ہندو جب خط لکھے یا کوئی اور تحریر لکھے تو سب سے پہلے "اوم" لکھتا ہے، ان تین نکتوں کا ایک ایک حرف لیا گیا ہے، آپ اندازہ لگائیں کہ اس قوم نے یہاں بھی ڈنڈی مارنے کا کیا انداز اپنایا ہے، ان کا نام تری مورتی رکھا، ان میں سے ایک ایک حرف لے لیا اب تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب بات اور جیسی ہے، 1947ء سے پہلے ہمارے پرانے پروفیسر حضرات بتایا کرتے تھے کہ ہندو زیادہ استاد ہوتے تھے اور مسلمان کم ہوتے تھے، مسلمان عام طور پر آغاز میں ۷۸۶ لکھتے تھے، یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا عدد ہے، اور ہندو اوم لکھتے تھے تاکہ ہندو پروفیسر پاس کر دیں، یہ اس لیے لکھتے تھے کہ اگر کوئی پرچہ مسلمان پروفیسر

Marfat.com

کے پاس چلا جائے گا وہ کامیاب قرار دیدے گا، یہ اوم لفظ ایک قسم کی تثلیث تھی۔

اب آپ چین کی طرف جائیں تو ان کے پاس ایک لفظ تھا ''تاؤ''۔تاؤ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تین اقانیم سے بنا ہوا ہے، اور جب ان تین اقانیم کو اکٹھا کیا جائے تو خدا بنتا ہے، آپ جو حساب کی مثلث کی شکل بناتے ہیں، اسے بھی وہ بطور استشہاد کے پیش کرتے ہیں، ایک جو وحدت ہے وہ اس مثلث میں آ گئی ہوئی ہے، لہٰذا وحدت تین کے اندر ہے اور تین ایک کے اندر ہیں، اس مثلث شکل کو بطور دلیل جو حساب کی شکل ہے اور اب دور حاضر کے بہت سارے عیسائی مفکرین نے یہ بات کہی۔ایک کو میں نے کہا کہ جو مربع شکل ہوتی ہے، اس کی باہر چار لکیریں ہوتی ہیں، اندر تو پھر بھی ایک ہی ہے، تو کیا وحدت مربع میں نہیں ہوگی، اگر اسے کسی طریقے سے مخمس بنا دیا جائے یا مسدس بنا دیا جائے، اس کے پانچ گوشے ہو جائیں یا چھ ہو جائیں یا آٹھ ہو جائیں تو وہ بھی توحید ہی ہوگی، اس کا مطلب پھر یہ ہوا کہ آپ کی دلیل تثلیث والی باطل ہوگئی، اب آپ اس سے مزید آگے بڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں کہ چین نے بھی تثلیث کو مانا، مصر کے جو اس وقت کے عبادت خانے تھے، انہوں نے بھی تین اقانیم بنا رکھے تھے، اور ان کا نظریہ یہ تھا کہ پہلے قوم نے دوسرے کو بنایا ہے اور دوسرے قوم نے تیسرے کو بنایا ہے، تو یہ تین اقانیم مل کے خدا ہیں، ایک بات جو مجھے عام تفاسیر میں نہیں ملی، کہ قدیم فلسفے میں بھی ایک لغو بات ہے، ان کا نظریہ یہ ہے کہ ایک صرف ایک کو بنا سکتا ہے، انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا تو اس نے ایک ہی بنایا تھا اس کا نام انہوں نے عقل اول رکھا ہے، تو آخری بنانے والا تھا اس سے جوابی طور پر عقل نہ بن سکی اس نے زمین بنا دی، انہوں نے دس عقول ثابت کیے ہیں، وہ تثلیث کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں، اور غضب کی بات یہ ہے کہ یہ آج تک فلسفے میں شامل نصاب کتابیں ہیں درس نظامی میں ان میں وہ عقول عشرہ آج بھی ہمارے سر پر مسلط ہیں، جو سر سے پاؤں تک شرک ہے۔تو اب آپ اندازہ لگائیں کہ مصریوں نے بھی کہا کہ ایک نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو بنایا ہے، ایران میں بھی مثلث الاقانیم خدا مانا جاتا تھا، ان تین اجزاء کے نام یہ تھے، ازمرد، مترات اور اہرمن۔جس طرح عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ دیتے ہیں اسی طرح ایرانی بھی کہتے تھے کہ مترات ابن اللہ ہے، تو ایرانیوں میں بھی عقیدہ تثلیث قدیم دور میں موجود تھا۔

اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے دور میں یونان تشریف لے چلیں، وہ بھی کہتے تھے کہ خدا میں اقانیم ثلاثہ موجود ہیں، اب اس دور کی مہذب دنیا یہی تھی، جو سارے کے سارے تین اقانیم مان رہے تھے، تو اس دور میں قدیم جو رومی تھے وہ کہتے تھے کہ اللہ، کلمہ اور روح۔یہ تین ملیں تو خدا بنتا ہے۔جناب عیسیٰ علیہ السلام کی کیا یہ تعلیم تھی؟ تو اس کا جواب ہے کہ یہ بات بالکل نہیں ہے۔

آیئے میں آپ کو انجیل یوحنا باب نمبر 17 آیت نمبر 3 پڑھ کے سناتا ہوں۔''ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد

Marfat.com

ہیں، جو کافر ہوتے ہوئے ہسپتال بھی بنا دیتے ہیں، کوئی اور نیکی کا کام بھی کر دیتے ہیں، اسے ظاہری نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ یہ نیکی کا کام ہے، کیا یہ ان کی عظمت کی دلیل ہے؟ تو قرآن نے یہاں بڑا اچھوتا انداز اپنایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ وہ جو کچھ دنیاوی زندگی میں کر جاتے ہیں اس کی مثال یوں سمجھیں کہ بہت شدید جھکڑ تھا، اس میں شدید لہر تھی سردی کی، یہ سردیوں کے دنوں میں پنجاب میں بھی ہوتا ہے، سرد علاقوں میں بھی ہوتا ہے، کچھ لوگوں نے کھیتی بوئی تھی، اور کھیتی تیار ہو رہی تھی، وہ شدید پالا پڑا کھیتی پر اور اسے جلا کر رکھ دیا، پنجاب میں اکثر سردیوں میں کچھ دن ہوا چلتی ہے، تو چنوں کی فصل جو گندم کے اندر نہ ہو، صرف اکیلے چنے ہوں تو وہ تباہ ہو جاتے ہیں اس ہوا سے، اسے عام طور پر پنجاب کے گنجان آباد علاقوں میں سرگودہا، جھنگ، فیصل آباد اور لاہور وغیرہ میں پالا بھی کہا جاتا ہے، تو اس پالے سے فصل ختم ہو جاتی ہے، بسا اوقات ہمارے جو پہاڑی علاقے ہیں، چونکہ میں ایک دیہاتی آدمی ہوں اور ان باتوں کو اچھی طرح جانتا ہوں، آپ کے پھگن کے مہینے میں، فروری اور مارچ کے مہینوں میں تیز ہوا چلتی ہے، اور گندم کے خوشوں میں دانے جل جاتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے رہ جاتے ہیں، وہ بڑے نہیں ہوتے، پنجابی میں کہا جاتا ہے کہ گندم مردار ہو گئی ہے، تو یہ اس ہوا کی وجہ سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسے اثرات رکھے ہوتے ہیں، ارشاد فرمایا کہ جب وہ پالا پڑتا ہے تو یہ فصل ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح انہوں نے دنیا کے اندر جو اعمال کیے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب مسلط ہوتا ہے، تو وہ ان اعمال کو ختم فرما دیتا ہے، اللہ نے ان پر زیادتی نہیں کی، راہ راست کو انہوں نے خود چھوڑ دیا تھا۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

اور برحق اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے دنیا میں"۔اب یہاں صرف دو باتیں انہوں نے کہی ہیں، اللہ تعالیٰ برحق ہے اور اللہ تعالیٰ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا ہے۔ یہ موجود ہے انجیل یوحنا میں۔اب سوال یہ ہے کہ کتاب جب توحید حقیقی کا ذکر کرتی ہے، تو اس میں یہ تثلیث کہاں سے آ گئی ہے، اس کا کھوج لگانا ہے تو آیئے یہ کھوج بھی میں نے لگانے کی کوشش کی ہے، قسطنطین رومہ کا بادشاہ تھا، عیسائیت اس کے دور میں یورپ میں پہنچی ہے، اب اس بادشاہ نے عیسائیت کا حلیہ بگاڑ دیا اس کے اندر اقانیم ثلاثہ داخل کر دیے، اور اس کے بعد یہ اس طریقے سے عیسائیت کے پلے پڑی کہ اس وقت سے لے کے آج تک اقانیم ثلاثہ پر دلائل دیئے جا رہے ہیں۔تو اس آیت مقدسہ سے واضح ہو گیا کہ اقانیم ثلاثہ باطل ہیں۔

توحید اللہ تعالیٰ کی ذاتی بھی ہے، صفاتی بھی ہے۔اور افعالی بھی ہے۔اللہ واحد ہے، لاشریک ہے، ذات میں بھی صفات میں بھی اور اپنے افعال میں بھی۔تو قرآن پاک نے یہاں عیسائیت کی بھرپور تردید کی، کہ یہ تین والی بات چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اب عیسائیوں کے مختلف طبقوں کے لیے مبتداء کو حذف کیا، کہ کوئی ایک گروہ یہ نہ کہے کہ میں اس انداز سے نہیں مانتا، کہ وہ اس انداز سے نہیں مانتا تو قرآن پاک کی آیت اس پر لگتی نہیں ہے، لہٰذا مبتداء کو محذوف کر دو ایک تو یہ راز تھا، دوسرا اس میں راز یہ تھا کہ صرف عیسائیت تو تین کو مان نہیں رہی، بلکہ دنیا کے اتنے زیادہ طبقات ہیں جو اس تثلیث کو کسی نہ کسی انداز سے مان رہے ہیں، اس لیے قرآن پاک نے یہ کہا کہ تین والی بات چھوڑ دو، اگر مصری ایک انداز سے کہہ رہا ہے تو وہ اس کو چھوڑ دے، چینی، یونانی یا ہندوستانی ایک انداز سے کہہ رہے ہیں تو وہ چھوڑ دیں، یہاں پھر اس تثلیث میں عیسائیت میں اتنا الجھاؤ ہے کہ بندہ الجھ کے رہ جاتا ہے کہ خدا کو تین بھی مانے اور ایک بھی مانے تو پھر اس کا انداز کیا ہو، یہاں یونان والے دس تک جا پہنچے۔مولانا ظفر علی خان کے ذہن میں غالباً یہی نظریہ تھا کہ

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا　　وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یہ وہ بات تھی جو سرکار علیہ السلام کے سچے اور سچے مذہب اسلام نے ہمارے سامنے واضح کر دی۔اللہ ایک ہی معبود ہے، اس کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں، نہ جناب مسیح۔نہ اقانیم ثلاثہ۔نہ کوئی اور شے۔وہ پاک ہے کہ نہ کوئی اس کا بچہ ہو۔اس لیے کہ اولاد صرف اسی نسل کی ہوتی ہے جس نسل میں وہ پیدا ہوتی ہے، یعنی انسان کا بچہ انسان ہوگا، جن کا بچہ جن ہوگا کسی جانور کا بچہ ہے تو وہ اسی جنس کا ہی ہوگا، اب اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے تو وہ بھی اللہ ہی ہونا چاہیے۔کسی اور کو خدا ماننا یہ توحید کے خلاف ہے۔لہٰذا یہ یاد رکھو کہ اس کی اولاد نہیں ہے، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اس کی ملکیت ہے، تو جناب عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کی مخلوق میں شامل ہیں، اس کی ملکیت میں شامل ہیں، وہ اولاد نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اس کائنات کا۔اسے کسی شریک کی ضرورت نہیں ہے۔

☆☆

Marfat.com

لَّن يَسْتَنكِفَ عار نہیں سمجھیں گے

اَلْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا الْمَلَٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ

عیسیٰ مسیح اس بات کو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہوں، اور نہ ہی مقرب فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے کو عار سمجھتے ہیں

وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِۦ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ

جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کو عار سمجھے اور غرور کرے، تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا

إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿١٧٢﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ

اپنے ہاں، اور جو ایمان لائے اور نیک کام کیے

فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِۦ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ

ان کو ان کے اعمال کے اجر ملیں گے، ان کی فضیلتوں میں اضافہ ہوگا، جنہوں نے

اسْتَنكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا

اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھا تھا اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک عذاب ملے گا

يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧٣﴾

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے وہاں ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہوگا ۱۴۵ء

لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ.......

۱۴۵ء اب یہاں ان آیات مقدسہ میں عیسائیت کی تردید ہے، جہاں بت پرستی کی تردید کی ہے قرآن پاک نے وہاں اس کا ایک بڑا اچھوتا سٹائل ہے، اور جہاں عیسائیت کی تردید کی ہے وہاں بھی قرآن پاک کا اپنا ایک مخصوص انداز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ

Marfat.com

اس دنیا میں ہوں یا محشر میں ہوں عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کا انکار کردیں اور اسے وہ عار سمجھیں یہ بات بالکل نہیں ہے، ملائکہ اور مقربین بھی اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کو عار نہیں سمجھتے، سرکار علیہ السلام کی ایک حدیث پاک ہے کہ جب آپ تشریف لے گئے تھے معراج کی رات۔ اللہ کریم نے ایک جملہ پوچھا تھا سرکار علیہ السلام سے۔ ارشاد ہوا ''محبوب'' آپ یہ فرمائیں میں کس چیز سے آپ کو شرف اور عظمت بخشوں''۔ سرکار علیہ السلام نے جو جوابی طور پر جملہ فرمایا اس پر آپ غور کریں۔ ''اللہ میری جو آپ کے ساتھ عبدیت کی نسبت ہے اس سے مجھے یاد کریں تو یہ میرا اعزاز ہوگا''۔ اب دیکھیں کہ یہاں قرآن پاک نے کہا کہ وہ عبدیت کو عار نہیں سمجھیں گے، تو سرکار علیہ السلام نے لامکان میں یہ لفظ دہرا دیا، کہ میری نسبت جو عبدیت کی ہے مجھے آپ اس نسبت سے خطاب کریں، میں نے مقام عبدیت اور مقام رسالت پر بڑی طویل ریسرچ کی ہے، اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جدھر ہمارے ائمہ نے اشارے کیے تھے کہ سرکار علیہ السلام کا مقام عبدیت مقام رسالت سے اونچا ہے۔ اس فقرے پر خصوصی غور کیا جائے، کہ سرکار علیہ السلام کا مقام رسالت نیچے ہے اور مقام عبدیت اوپر ہے۔ کسی اور محفل میں میں آپ کے سامنے اپنی ریسرچ پیش کروں گا کہ مقام عبدیت ہے کیا جو مقام رسالت سے اونچی ہے۔ دنیا میں رسالت کا مقام سب سے اونچا ہے پھر جہاں مقام رسالت ختم ہوتی ہے وہاں سے ختم رسالت شروع ہوتی ہے، جو مقام عبدیت اس رسالت سے اونچا ہے وہ حقیقت میں کیا ہے؟

تو ربّ کریم نے ارشاد فرمایا کہ عبدیت کو مخلوق میں سے کوئی بھی عار محسوس نہیں کرتا، اگر کوئی عار سمجھے گا تو ان سب کو ایک جگہ اکٹھا کردے گا، ایمان اور عمل صالح والے لوگ انہیں اجر بھی ملے گا اور اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ملے گا، یہاں ایک نکتہ ہے، مزدور مزدوری کر کے فارغ ہوتا ہے تو شام کے وقت آپ اسے سو روپے دے دیں گے، یہ اجر ہے، شام کے وقت جاتے ہوئے اسے کھانا بھی دیدیں اور ساتھ بیس روپے اضافے کے دیدیں تو یہ مہربانی ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ ہم اجر کے ساتھ فضل بھی دیں گے، تو یہ فضل کیا کیا ہوگا؟ اس کی حدود انسان نہیں سمجھ سکتا کہ کہاں کہاں تک پھیلتی ہیں، سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بندہ جنت میں ہوگا تو اللہ کریم فرمائے گا کہ تو اپنے اعمال سے تو یہاں تک آ گیا ہے لیکن اب آگے اور بڑھ، وہ کہے گا کہ اے اللہ کریم میں آگے بڑھنے کا حقدار نہیں ہوں، میں نے دنیا میں جو کچھ کیا تھا اس کا معاوضہ میں نے پالیا ہے۔ ارشاد ہوگا کہ پیچھے تمہارا ایک نیک بیٹا تھا اس نے تجھے ایصال ثواب کیا ہے، تیری طرف سے صدقہ کردیا ہے، تیری طرف سے حج کسی کو کرادیا ہے، تیری طرف سے مسجد تعمیر کردی ہے، اور اس کا ایصال ثواب تجھے ہوگیا ہے، لہذا تیرا مرتبہ جو تیرا تھا وہ وہاں تک تھا اس نیک بندے کی وجہ سے جو تو پیچھے چھوڑ آیا ہے یہ آگے والا مقام تجھے عطا کیا جارہا ہے۔ تو ارشاد فرمایا کہ ایک اجر ہے اور ایک فضل ہے۔ جن لوگوں نے بندگی سے عار کی اور غرور کیا، انہیں اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا، پھر ایسی کوئی صورت نہیں ہوگی، کہ وہاں اسے کوئی اس گرفت سے بچا سکے، یا کوئی مددگار بن سکے۔

Marfat.com

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ اے لوگو!

قَدْ جَآءَكُم بُرْهَـٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے معجزہ آ گیا ہے، اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین نازل کیا ہے،

فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱللَّهِ وَٱعْتَصَمُوا۟ بِهِۦ فَسَيُدْخِلُهُمْ

جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیا، اللہ داخل کرے گا

فِى رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَٰطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾

انہیں اپنی رحمت میں اور فضل میں، اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دے گا ۱۴۶ ۔

۱۴۶ لوگو! ایک بات سن لو، براہِ راست اوپر خطاب ہو رہا تھا عیسائیوں کو، اب سارے لوگوں کو خطاب کر دیا، لیکن خاص طور پر خطاب عیسائیوں کو ہی ہو رہا ہے، ارشاد ہوا کہ آج تمہارے پاس رب کی طرف سے معجزہ آ گیا ہے، اور تمہارے لیے ہم نے کھلا نور نازل کر دیا ہے، معجزے سے مراد نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے، اور نور مبین سے مراد قرآن پاک ہے۔ برہان کا معنی ہوتا ہے معجزہ۔ پہلا لطیف نکتہ تو یہ ہے کہ باقی نبی معجزہ لے کے آئے ہیں، کسی کو دو معجزے ملے ہیں اور کسی کو نو معجزے ملے ہیں، کسی کو اس سے بھی زیادہ معجزے ملے ہیں۔ لیکن سرکار علیہ السلام کے لیے فرمایا کہ آپؐ معجزہ لے کے نہیں آئے بلکہ آپؐ معجزہ بن کے آئے ہیں۔ ان کا وجود باجود معجزہ ہے۔ ظاہری وجود بھی معجزہ ہے۔ باطنی وجود بھی معجزہ ہے۔ ظاہری وجود معجزہ اس طرح ہے کہ سرکار علیہ السلام نگاہ اٹھا دیں تو آسمان اس نگاہ کی اپروچ کو روک نہیں سکتا، کہ وہ کہاں تک دیکھتے ہیں، زمین کی یہ موٹی تہیں اس نگاہ کو روک نہیں سکتیں کہ وہ کہاں تک دیکھتی ہیں، کان معجزہ ہیں، کہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہیں اور ارشاد ہوا کہ جنت کا دروازہ ابھی بند ہوا ہے۔ اس کی میں آواز سن رہا تھا، یہ کان کا معجزہ ہے۔ کہ معراج سے واپس آئے تو فرمایا کہ بلالؓ جب تو تہجد کے لیے اٹھا تھا تو میں تیرے پاؤں کی آہٹ وہاں سن رہا تھا، یہ زبان کا معجزہ ہے کہ رب کہتا ہے کہ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ وحی ہے جو ان کی زبان پر آتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زبان ایک ہے اور بولنے والے دو ہیں، کبھی اس زبان کو خدا استعمال

فرماتے ہیں کبھی اس زبان کو مصطفیٰ علیہ السلام استعمال فرماتے ہیں۔سرکار علیہ السلام کا ہاتھ معجزہ ہے۔کہ صحابہ بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائیں تو رب کہہ دیں کہ "یداللّٰہ فوق ایدیھم"محبوبؐ وہ تیرا ہاتھ نہیں تھا وہ میرا ہاتھ تھا،سرکار علیہ السلام کے پاؤں معجزہ ہیں۔کہ فاروق اعظمؓ کہیں کہ میں بڑا قد آور ہوں لیکن جب وہ چلتے ہیں تو میں ساتھ دوڑ دوڑ کے ہانپنے لگ جاتا ہوں اور وہ تو اپنے محبوبانہ انداز سے چل رہے ہوتے ہیں۔آپ آگے ملاحظہ فرمائیں کہ سرکار علیہ السلام کا تھوک مبارک معجزہ ہے۔کہ حضورؐ کا تھوک صدیق اکبرؓ کے قدموں پر لگے تو سانپ کا زہر ختم ہو جاتا ہے،اور علیؓ کی آنکھوں پر لگے تو آنی ہوئی آنکھیں ٹھیک ہو جاتی ہیں۔پانی میں پڑ جائے تو ہزار ہا بندے پی کے چلے جاتے ہیں اور وہ ختم نہیں ہوتا،جناب موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ وہ ایک پتھر کو مارتے ہیں سوٹی تو اس سے پانی نکلتا ہے۔کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کشمیر میں جو دریا نکل رہے ہیں وہ پہاڑوں سے ہی نکل رہے ہیں،پتھروں سے نکلتے ہیں،اس معجزے کو غیر معجزانہ انداز سے بھی دیکھ رہے ہیں،لیکن ہمارے آقا علیہ السلام پانی میں انگلیاں ڈال دیتے ہیں،اور انگلیوں کا رابطہ خدا جانے سلسبیل سے مل جاتا ہے،یا کوثر سے مل جاتا ہے،کہ انگلیاں پانی کی پانچ نہریں بن جاتی ہیں،اور وہ بالٹیوں کی بالٹیاں بھر جاتی ہیں،انگلیاں معجزہ ہیں،اب آپ اندازہ لگائیں کہ انگلیوں سے پانی کس طریقے سے نکلتا ہے،اور اگر جسم میں جو خون ہے وہ پانی بن جائے تو وہ سارے کا سارا کتنا ہوتا ہے،ان کا خون معجزہ ہے۔کہ جناب عبداللہ ابن زبیر نے آپ کا خون پی لیا،سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے وہاں ڈال آؤ جہاں اس کی بے ادبی نہ ہو۔واپس آ کے کہا کہ ایسی جگہ ڈالا ہے کہ جہاں آپ کے مبارک خون کی بے ادبی نہیں ہوگی،سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو پتہ ہے کہ یہ کیا کہتا ہے،یہ کہتا ہے کہ اس نے پی لیا ہے،پھر سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ اب جو تو نے میرا خون پیا ہے تو تجھے اللہ تعالیٰ نے جرأت و شہادت عطا فرما دی ہے۔ایک صحابی سامنے آتے ہیں کہتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد کا میدان ہے میرے ہاتھ میں دو تین تلواریں تھیں وہ ٹوٹ گئی ہیں۔اب میں لڑوں تو کس ہتھیار سے۔سامنے چھڑی پڑی تھی فرمایا وہ تلوار ہے اٹھا لو،اس صحابی نے اٹھائی تو وہ تلوار بن گئی،اور وہ اسی تلوار کو میدان کارزار میں چلا رہا ہے،صحابی دوڑا دوڑا آتا ہے کہتا ہے کہ ٹانگ ٹوٹ گئی ہے،حضورؐ نے اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ ٹوٹی ہوئی ٹانگ اس طرح ٹھیک ہوئی کہ جیسے یہ کبھی ٹوٹی ہی نہ ہو۔ایک اور صحابی آتے ہیں اس نے اپنی آنکھ ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھی ہوئی ہے اور کہتے ہیں سرکار علیہ السلام تیر لگا ہے اور یہ نکل کر باہر جا پڑی ہے میں اسے اٹھا کر آپ کے پاس لے آیا ہوں،حضورؐ نے اسے اٹھایا اور اس طرح لگائی کہ جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا،اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ واضح بھی اور دور تک دیکھنے لگا۔

اب آپ اندازہ لگائیں کہ حضور پاک کا جسم مبارک ہر لحاظ سے معجزہ ہے۔صحابہ کا عقیدہ کیا ہے۔مثلاً حضرت خالد ابن ولیدؓ میدان جنگ میں ہیں،کپڑے کی ٹوپی جو سر پر پہنی ہوئی تھی وہ سر سے زمین پر گر گئی ہے،گھوڑے سے چھلانگ لگا کر نیچے

اترے اور ٹوپی اٹھا کر اپنے سر پر رکھی، پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے، مخالف نے حضرت خالدؓ سے پوچھا کہ میں تو تجھے دنیا کا عظیم جرنیل سمجھتا تھا یہ ایک ٹکے کی ٹوپی ہے اس کے لیے جس وقت تو نیچے اترا اس وقت میں چاہتا تو میں تیرے ٹکڑے کر دیتا، حضرت خالدؓ نے کہا کہ تجھے کمبخت کیا پتہ کہ سارا راز تو اس ٹوپی میں ہے، اس کے اندر میرے آقا علیہ السلام کا بال مبارک ہے۔ ہم ٹکڑے ٹکڑے تو ہو سکتے ہیں لیکن ہم گھوڑے پر ہوں اور سرکار علیہ السلام کا بال مبارک زمین پر ہو ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ معجزہ کا رنگ ہے جو سرکار علیہ السلام کے ظاہری وجود میں ہے۔

اب اگر باطن کی طرف جائیں تو آپ کا علم معجزہ ہے۔ کہ اولین اور آخرین کے سارے علم اکٹھے کیے جائیں تو سرکار علیہ السلام کے علم والے سمندر کا ایک قطرہ بھی نہیں بنتا، دوسری طرف آئیں تو آپ کا حلم معجزہ ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی بات ہوتی ہے، کہ وہ اپنی فوج کے قائد ہوں، عظیم رہنما اور اپنے دور کے سب سے بڑے سیاسی لیڈر بھی ہوں اور ایک بندہ آپ کے گلے میں موجود چادر کو پکڑ کر کھینچے اور آپ کا گلہ مبارک زخمی ہو جائے، اور ساتھ ہی یہ کہے کہ مجھے اونٹ غلے سے لدوا کے دے اس لیے کہ یہ نہ تیرا ہے نہ یہ تیرے باپ کا ہے، یہ وہ لفظ ہیں جو حدیث میں آتے ہیں، کیا سرکار علیہ السلام کو غصہ آیا؟ کیا اسے تھپڑ مارا؟ بالکل نہیں، فرمایا کہ تو بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ یہ میرا مال نہیں اور نہ ہی میرے باپ کا مال ہے یہ تو خالص اللہ تعالیٰ کا مال ہے صحابہ سے کہتے ہیں کہ اسے ایک اونٹ کی بجائے دو اونٹ غلے سے لدوا دو، پھر آپؐ نے ہنس کے ارشاد فرمایا تو نے جو میرے ساتھ سلوک کیا ہے اللہ تعالیٰ تجھ سے اس کے بارے میں ضرور پوچھے گا تو نے میرے محبوب بندے کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا ہے، اس نے کہا کہ بالکل نہیں پوچھے گا، کیوں نہیں پوچھے گا؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب قرآن پاک میں آپ کے بارے میں فرمایا ہے!"**ومآ ارسلنک الا رحمت للعالمین**"۔ چونکہ آپ عالمین کے لیے رحمت ہیں اور میں عالمین کا ایک ذرہ ہوں، تو اللہ تعالیٰ مجھ ذرے سے نہیں پوچھے گا، یہ میرا اور آپ کا مسئلہ ہے اور رحمت اللعالمین والا آپ کا اور اللہ تعالیٰ کا مسئلہ ہے۔ لہذا مجھے کچھ نہیں ہو گا سرکار علیہ السلام پھر مسکرا دیئے۔ یہ باطن کا معجزہ ہے۔ تو اس طرح آپ کا باطن بھی اور ظاہر بھی سراپا معجزہ ہے۔ یہ میں نے اشارے کر دیئے ہیں، آپ کا پسینہ معجزہ ہے۔ کہ ایک بوڑھی آئی اور آ کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے عرض کیا کہ یہ جو آپ کے گھر خوشبو ہوتی ہے یہ ذرا مجھے بھی دیدیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ خوشبو والے آتے ہیں تو وہ آپ کو خوشبو دیں گے، آپ آ کے لیٹ گئے گرمی تھی پسینہ آیا مائی صاحبہ نے پسینہ مبارک اس شیشی میں ڈال دیا جس میں پہلے خوشبو تھی، اور وہ مائی ساتھ لائی تھی، سرکار علیہ السلام نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ کیا کر رہی ہو، بوڑھی کا جواب ملاحظہ ہو کہنے لگی کہ خوشبو کو خوشبودار کر رہی ہوں، فقرے کی لطافت ملاحظہ ہو، اس سے برکت بھی ہو گی اور بچوں کو اس سے آرام اور سکون بھی ملے گا۔ حضور اکرمؐ نے ایک برتن میں پیشاب فرمایا اور گھر میں ایک طرف رکھ دیا، بعد میں ام ایمن آئیں وہ برتن اٹھایا اور وہ

Marfat.com

اسے پی گئیں، انہیں نہیں پتہ تھا کہ اس برتن میں کیا ہے، حضرت عائشہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا کہ اس برتن کو کس نے خالی کیا، ام ایمن نے جواب دیا میں نے۔ اس کے اندر جو تھا وہ میں نے پی لیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے اندر تو پیشاب تھا جو سرکار علیہ السلام نے فرمایا تھا، سرکار علیہ السلام تک جب یہ بات پہنچی تو فرمایا کہ اب اس کے مرنے تک اس کے پیٹ میں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی، یہ سب احادیث ہیں جن کا ترجمہ میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، اس کی دلیل اگر آپ عقلی چاہتے ہیں تو میرے پاس عقلی دلیل یہ ہے کہ آپ برتن میں پانی ڈال لیتے ہیں چونکہ برتن پاک ہے، پھر اس سے پانی پیالے یا گلاس میں ڈالتے ہیں اسی طرح گلاس اور پیالہ بھی پاک ہے اور پھر اسے پی لیتے ہیں، وہ دو تین برتنوں سے بدل کر آپ تک پہنچا ہے، پہلے سرکاری نل سے برتن میں گیا برتن سے گلاس میں آیا تین سنچیں اس نے آپ کے سامنے بدلی ہیں، وہ پلید نہیں ہوا، اور وہ جسے خدا نے ایسے سانچے میں بنایا تھا اور وہ سانچہ ایک ہی دفعہ بنا اور محمد ﷺ وجود میں آئے، اب آپ بتائیں جو اس مقدس سانچے سے پانی ہو کے گزرے وہ پلید کس مقام سے ہوگا، یہ وہ مقام ہے جو میرے آقا و مولا کا اللہ تعالیٰ کی عطا سے رفیع مقام ہے۔

ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس معجزہ بھی آگیا اور ہم نے تمہاری طرف بیان کرنے والا نور بھی نازل کر دیا، جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس بات کو پھر مضبوطی سے پکڑا، یعنی اللہ تعالیٰ کے ماننے کو مضبوطی سے پکڑا، اس لفظ کو سمجھانے کے لیے میں ایک انداز اپنا رہا ہوں، ایک بندہ اپنا دامن چھڑانا چاہتا ہے آپ اس کے کپڑے کو پکڑ لیتے ہیں، پورن وت سے اور وہ رک جاتا ہے، اور وہ جا نہیں سکتا، اسے **"اعتصام"** کہتے ہیں، یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مانا اور اس پر مضبوطی سے ڈٹ گیا، چونکہ اب اللہ تعالیٰ کا ظاہری دامن تو ہے کوئی نہیں، اس کا جسم نہیں ہے، وجود ہے جسم نہیں ہے، کتنی لطیف بات ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا، صراط مستقیم کی ہدایت دے گا، تین باتیں ہوئیں، رحمت بھی ہوئی فضل بھی ہوگیا اور ہدایت بھی ہوگئی۔

☆☆☆☆☆

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ

آپ ﷺ سے کلالہ کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، انہیں بتائیں کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر ایک آدمی فوت ہو جائے

لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا

اور اسکی اولاد نہ، اور اسکی ایک بہن ہو، تو اس (بہن) کے لیے نصف ترکہ ہوگا (بھائی کے ترکے سے)، اور وہ (بھائی) وارث بنے گا اسکا (بہن کے

إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ

ترکے کا) اگر نہ ہو اس (بہن) کی اولاد، اور اگر دو بہنیں ہوں تو دونوں کے لیے دو تہائی ہوگا جو ترکہ چھوڑے (بھائی)

وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۗ

اور اگر ہوں بھائی اور بہن یعنی مرد اور عورتیں ملے جلے ہوں تو مرد (بھائی) کا حصہ دو عورتوں (بہنوں) کے برابر ہے

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾

اللہ تعالیٰ (یہ احکام) اس لیے واضح بیان فرماتا ہے کہ تم بھٹکتے نہ پھرو، اور اللہ ہر چیز خوب جانتا ہے ١٢٧

١٢٧ محبوب آپ سے پوچھتے ہیں کہ کلالہ کیا ہے؟ اس سورت کے شروع میں کلالہ کی دو نوعیتیں گزر چکی ہیں، میں نے اس وقت کہا تھا کہ ایک تیسری نوعیت ہے وہ بھائی جو صرف باپ کی طرف سے ہیں، وہ بھائی جو صرف ماں کی طرف سے ہیں، وہ بہن بھائی جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہیں، اس کے لیے ارشاد فرمایا! کہ کوئی بندہ مرجاتا ہے اور اس کی اولاد نہیں ہے، اس کی صرف ایک بہن ہے، تو اس کے ترکے میں سے آدھا وہ لے جائے گی، اور باقی آدھا عصبات لیں گے، اور اگر وہ مرگئی ہے تو یہ اس کا سارا ترکہ لے جائے گا، اگر وہ بہنیں دو ہیں انہیں دو تہائیاں ملے گا باقی حصے میں سے جو وارث ہیں، چچازاد ہیں، چچے ہیں، انہیں مل جائے گا اگر یہ لوگ بھی نہیں ہیں وہ حصہ بھی ان دو بہنوں کو مل جائے گا، اگر وہ بہن بھائی مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں، تو مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ ملے گا، مثلاً 150 روپے ہیں تو سو روپے مرد لے جائے گا اور پچاس روپے اس کی بہن کو ملیں گے، اللہ تعالیٰ یہ احکام واضح بیان کر رہا ہے، گمراہی کی طرف نہ جاؤ، اللہ تعالیٰ ہر شے کو جانتا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

تعارف سورت المآئدہ

عربی زبان میں المائدہ دسترخوان کو کہتے ہیں۔جناب عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عیسائیوں نے مائدہ کا لفظ کہہ کے بہت ساری چیزیں مانگی تھیں،اس نسبت سے اس سورت کا نام المائدہ ہے۔اب اس سورت مقدسہ کے نزول کا وقت ہے وہ چھ سنہ ہجری سے شروع ہوتا ہے اور تقریباً سرکار علیہ السلام کی حیات طیبہ کے آخری دنوں تک چلا جاتا ہے،چونکہ اس کی ایک آیت مقدسہ حجۃ الوداع کے دن عرفات کے مقام پر نو ذوالحج کو نازل ہوئی تھی،مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ یہ ایک تقریر ہے جس میں کہیں کہیں کوئی ایسا ٹکڑا آ گیا ہے جو بعد میں یا اس سے پہلے نازل ہو گئی تھی،یہ بات نہیں ہے،تقریر کی صورت میں یہ آیت مقدسہ نازل نہیں ہوئی،کبھی دو آیتیں کبھی چار آیتیں کبھی چھ آیتیں مختلف دوروں میں نازل ہوئی ہیں،کاش مودودی صاحب اس اپنے دعوے کی کوئی دلیل پیش فرماتے،کہ یہ ایک ہی لیکچر تھا جس کی دو چار آیتیں الگ نازل ہوئی ہیں،یہ اچھوتی بات ہے،قرآن پاک سورت کی شکل میں صرف چھوٹی سورتیں نازل ہوئی ہیں،مثلاً سورت کوثر ہے،سورت عصر ہے،سورت اخلاص ہے،سورت والناس ہے،یہ بڑی سورتیں بڑے لیکچر یا تقریر کی صورت میں کوئی بھی نازل نہیں ہوئی،المائدہ کی ساری آیات 120 ہیں۔رکوع 16 ہیں۔حروف 12464 ہیں۔

اب یہ وہ دور ہے جب مسلمانوں کی تحریک اچھی خاصی زور پکڑ چکی تھی،اب وہ ایک قوت تھے،اور لوگوں کا خیال تھا کہ انہیں اب مٹایا نہیں جا سکتا،ان کی حکومت پھیل کے مکہ کے قریب جا پہنچی تھی،اور دوسری سمت میں وہ یمن تک پھیل گئی،تیسری سمت میں وہ پھیل کے شام تک جا پہنچی تھی،چوتھی سمت وہ مصر کے بالکل دہانے تک پہنچی ہوئی تھی،اب یہ ایک عظیم قوت تھی،اس قوت کو سیاسی انداز سے نہ عیسائی مٹا سکتے تھے نہ یہودی مٹا سکتے تھے،نہ مکہ کے مشرکوں کے یہ بس کی بات تھی،اب قوم کو اندرونی حیثیت سے مضبوط کرنا تھا،اسلئے یہاں سب سے پہلی بات یہ کہی گئی،کہ جو بھی تم نے عہد کرنے ہیں،بین الاقوامی سطح پر کرنے ہیں یا ان چھوٹے قبائل کے ساتھ کرنے ہیں،ان عہدوں کی پابندی ضروری ہے،پتہ چلا کہ اب شریفوں کی حکومت آ گئی ہے،عہد لازماً پورے ہوں گے،آپ نے عدل کا اجراء کرنا ہے،کسی انداز سے بھی عدل کا دامن نہ چھوڑا جائے،تیسری بات جس کے لیے سورت میں بے حد تاکید کی گئی ہے،وہ یہ ہے کہ بین الاقوامی تعلقات نیکی کی بنیاد پر قائم کیے جائیں۔وہ فلسفہ نہ ہو جو ہندوستان کا قدیم فلسفہ ہے چانکیا کا،کہ اگر پڑوسی کمزور ہو تو اسے طاقتور نہ بننے دو،اور اسے نگل جاؤ،معاہدے توڑنے کے لیے بنائے جاتے ہیں،یہ چانکیا کے اصول ہیں،جو ہندوؤں کا گروہ ہے فلسفی،کسی معاہدے کو اسی وقت تک معاہدہ سمجھو جب تک اس پر چلنے میں

Marfat.com

تمہارا فائدہ ہے، چلنے میں فائدہ نہ ہوتو معاہدہ فوراً توڑ دو، ویسے بھی طاقتور اور کمزور کے معاہدے کو بین الاقوامی سطح پر معاہدہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ وہ ایک سیاسی چال سمجھا جاتا ہے، اسلام نے اس بات کو رد کر دیا، اس نے کہا کہ بین الاقوامی تعلقات نیکی کی بنیاد پر ہونے چاہئیں اور نیکی میں تعاون ہو۔ پھر یہ بات بتائی کہ سب آسمانی کتابیں ان کا سرچشمہ واحد ذات ربّ کریم کی ہے۔ لہذا ان میں اگر کوئی باتیں مل گئی ہیں تو وہ لوگوں نے ملائی ہیں ورنہ ان انبیاء کی یہ تعلیمات نہیں ہیں، قرآن پاک کو ایک زندہ کتاب کے حساب سے اپنا دستور العمل قرار دے لو، لہذا جب تک قرآن پاک تمہارے پاس ہے اللہ تعالیٰ تمہیں عظمتیں عطا فرمائیں گے، چھٹے اور ساتویں سال میں یہ بات کہی جا رہی تھی، جو آج بھی اتنی سچی ہے جتنی اس وقت سچی تھی، آج بھی اگر ہمارا رخ قرآن پاک کی طرف آ جائے، تو ساری باتیں اب بھی ٹھیک ہو سکتی ہیں، بہت سارے احکام، آداب، حج کے مسائل، شراب اور جوا کی حرمت، بت پرستی کی تردید کے ساتھ یہاں تثلیث کی تردید یہاں آگے بڑی شدت سے آئے گی، جناب عیسیٰ علیہ السلام میدان قیامت میں بھی اس صورت میں ہمیں نظر آتے ہیں کہ وہ وہاں بھی توحید کا اعلان کرتے معلوم ہوتے ہیں، تو اب اس سورت میں وہ صورت بھی ہے جس میں کہا گیا کہ **"الیوم اکملت لکم دینکم"**۔ تمہارا دین مکمل ہو گیا، میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں جب اس کا آغاز ہو رہا تھا مسلمان ہوا نداز سے کچلے جا رہے تھے، حضرت بلالؓ پر کیا بیتی، جناب خبیب کتنی سختی سے گزرے، صدیق و فاروق، عثمان وحیدر کن کن مصیبتوں سے ہو کے گزرے، آج جب یہ بات کہہ دی گئی کہ آج دین کی تکمیل ہو گئی ہے، تو کیا ان پر وجد طاری نہیں ہو گیا ہو گا، خوشی کا کیا عالم ہو گا، کہ جس بات کو ہم لے کے نکلے تھے، وہ حضرات جو اس راستے میں شہید ہو گئے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہو گا، کہ **"الیوم اکملت لکم دینکم"** تو قبروں میں ان کی روحانی کیفیت کیا ہو گی، جو راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کر چکے تھے، ایک سرور ہو گا، ایک نور کی بارش ہو گی، جو فضاؤں میں پھیل گئی ہو گی، اور جب رحمت عالم اعلان کر رہے ہوں گے، کہ آج پھر کائنات نکتہ آغاز پر جا پہنچی ہے، کیا اعتماد کی بات ہے، اور سرکار علیہ السلام نے کیا رنگ بنایا، کہ جب یہ کائنات شروع ہوئی تھی تو یہ کفر و شرک اور بدی سے پاک تھی، آج ہم نے اپنی خداداد کوشش کو صرف کر کے اسے پھر پاک کر دیا ہے، یہ اپنے مرجع کی طرف واپس چلی گئی ہے، تو اس سورت مقدسہ میں یہ مضامین ہیں۔ آیئے ہم اس کا آغاز کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ

ایماندارو! مومنوں کو چھوڑ کے ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ نہیں ہیں، اپنا بھیدی اور راز دار نہ بناؤ، اپنے دلی راز غیروں کے سامنے

لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّواْ مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ ٱلْبَغْضَآءُ مِنْ

پیش نہ کرو، اس لیے کہ وہ تو تمہاری خرابی میں کمی کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، ان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ وہ بات ہو جس سے تم کسی تکلیف میں یا مصیبت میں پڑ جاؤ ان کے مونہوں سے بغض اور عداوت بالکل ظاہر ہوتی ہے

أَفْوَٰهِهِمْ وَمَا تُخْفِى صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ ٱلْءَايَٰتِ

لیکن ان کے سینوں کے اندر جو (تمہارے لیے نفرت وعداوت کی) بات چھپی ہوئی ہے وہ بہت بڑی ہے مسلمانو! ہم نے تمہارے لیے اپنی آیات واضح بیان کر دی ہیں

إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١١٨﴾ هَٰٓأَنتُمْ أُوْلَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ

اگر تم عقل رکھتے ہو (ان کو سمجھ کی) تم تو ایسے (تمہارا طرز عمل) ہو کہ ان سے محبت (رواداری) رکھتے ہو لیکن وہ تم سے محبت (تمہارا لحاظ) نہیں رکھتے

بِٱلْكِتَٰبِ كُلِّهِۦ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓاْ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْاْ عَضُّواْ

ہم کتاب پر کامل ایمان رکھتے ہو، وہ جب تم سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (بھی) اہل ایمان ہیں! لیکن جب خلوت میں ہوتے ہیں تو چباتے ہیں

عَلَيْكُمُ ٱلْأَنَامِلَ مِنَ ٱلْغَيْظِ قُلْ مُوتُواْ بِغَيْظِكُمْ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ

اپنی انگلیاں تم پر غصے سے، آپ فرما دیں کہ تم اسی غصے میں ہی مر جاؤ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے

بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴿١١٩﴾ إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ

دلوں کے بھید اگر تمھیں کوئی اچھائی (فتح وکامرانی) ملتی ہے تو ان کو بہت بری لگتی ہے

وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُواْ بِهَا وَإِن تَصْبِرُواْ وَتَتَّقُواْ

اور اگر تمھیں پہنچتی ہے کوئی برائی (مصیبت یا تکلیف) تو اس سے یہ خوش ہوتے ہیں، (مسلمانو!) اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو

Marfat.com

سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃِ

ترتیبہا ۵ — آیاتہا ۱۲۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ؕ اُحِلَّتْ لَکُمْ بَھِیْمَۃُ

اے ایماندارو! اپنے عہد پورے کرو! تمہارے لیے بے زبان جانور حلال ہیں

الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰہَ

ہاں جن کا ذکر ابھی آگے پڑھا جائے گا (وہ حلال نہیں ہیں)، تم شکار کو حلال نہ سمجھو جب تم نے احرام باندھا ہوا ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ

یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ﴿۱﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ

جو چاہتا ہے وہ حکم فرما دیتا ہے۔ ایماندارو! اللہ تعالیٰ کے شعائر کو بے ادبی سے خراب نہ کرو ۲

وَلَا الشَّھْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْھَدْیَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ

اور حرمت والے مہینوں میں بھی بے حرمتی نہ کرو، اور جو جانور کعبے کے لیے ہے، اور جن کے گلے میں قلادے ڈال دیے

گئے ہیں، اور جو (لوگ) بیت اللہ شریف کا قصد کر کے آ رہے ہیں

الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ

اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا چاہنے کے لیے ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بنو، جب تم احرام کھول دو تو پھر تمہیں اجازت ہے بے شک شکار کر لو

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

تمہیں ہرگز کسی قوم کی دشمنی ۳ اس بات پر نہ ابھارے کہ تم مسجد حرام سے روکتے ہوئے زیادتی کرو

Marfat.com

ٱلْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا۟ ۘ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟

اور نیکی اور پرہیزگاری میں (ایک دوسرے کے ساتھ) تعاون کرو، اور تعاون نہ کرو

عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿٢﴾

گناہ اور زیادتی میں (ایک دوسرے سے)، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ شدید گرفت فرمانے والے ہیں

یاایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود۔۔۔۔۔ان اللہ یحکم ما یرید

پہلی بات یہ ہے کہ تم نے جو عہد بھی کیے ہیں، ان عہدوں کو پورا کرنا ہے، اس میں سب قسم کے عہد شامل ہیں، ایک فرد دوسرے فرد سے کوئی معاملہ کرتا ہے کوئی عہد کرتا ہے اسے پورا کرنا ہے، ایک برادری دوسری برادری سے کوئی عہد کرتی ہے تو اسے پورا کرنا ہے، ایک ملک دوسرے ملک سے کوئی عہد کرتا ہے تو اسے پورا کرنا ہے۔یعنی انفرادی عہدوں سے لے کے اجتماعی عہدوں تک یہ سب پورے کرنے ہیں ایک بات۔دوسری بات یہ ہے کہ آج تمہیں کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں بھی ہدایات دی جارہی ہیں بے زبان جانور **"الانعام"** لفظی معنی اس کا چارپایہ ہوتا ہے، انعام اسے کہہ دیا۔**"بھیمۃ"** کے لوگوں نے تین معنے کیے ہیں۔سب سے پہلا معنی وہ ہے جو امام راغب اصفہانی نے مفردات قرآن میں بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "بھیمہ وہ جانور جو بولتا نہیں ہے"۔بے زبان جانور، کچھ لوگوں نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ "ہر چار ٹانگوں والے جانور کو **بھیمہ** کہتے ہیں"۔کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ "اس سے مراد چرنے والے شکاری جانور ہیں"۔اب یہ حلت تین چیزوں پر پھیل گئی۔وہ چار پائے جو گھروں میں رہتے ہیں، چند جوڑے ہیں جنہیں قرآن پاک نے آٹھویں پارے میں بیان کیا ہے۔اونٹ (نر و مادہ)، گائے اس کے ساتھ بیل اور ان کے ساتھ بھینس شامل ہے، بکری، بھیڑ، یہ چار پانچ انواع ہیں جو **بھیمۃ** اور انعام کے زمرے میں آتے ہیں۔اور ان کی چار ٹانگیں بھی ہوتی ہیں، اس لیے انعام کا لفظ بھی ہوگیا، بے زبان کے لفظ کا اطلاق بھی ان پر آگیا، اب ان میں جو باہر والے جانور ہیں ان میں چرنے والے جانور۔یہ وہ دوسرا معنی ہے جو ذکر کیا گیا ہے، اب وہ شکاری جانور ہیں، شیر چرتا نہیں ہے وہ چیرتا پھاڑتا ہے، اسی طرح چیتا بھی چیرتا پھاڑتا ہے۔اس کی تشریح ہم کہاں سے لیں گے، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لیے بذات خود ارشاد فرمایا! کہ جس کی ڈاڑھیں ہوتی ہیں، وہ جانور چیرتا پھاڑتا ہے لہٰذا وہ حلال نہیں ہے، پرندوں میں سے جو پنجے سے پکڑ کے کھاتا ہے، وہ حلال نہیں ہے، اس سلسلے میں بہت سارے ابہام ہیں، جو عام

لوگوں کو معلوم نہیں ہیں، بہت سارے جانور ایسے ہیں جو حلال ہیں لیکن پتہ نہیں ہے کہ وہ حلال ہیں یا حلال نہیں ہیں، کسی فاضل آدمی نے ان کی بڑی طویل سی فہرست مرتب کی ہے، اگر مجھے وہ کتاب مل گئی تو وہ میں فوٹوسٹیٹ کر کے آپ تک پہنچادوں گا، ایک بات جو آپ ذہن میں ڈالیں کہ اصل ہر شے میں اباحت ہے یہ شریعت کا قانون ہے۔ ہر شے اصل میں مباح ہے۔ جب تک اس کے حرام ہونے کی دلیل نہ مل جائے، حرام ہونے کی دلیل ملے گی تو حرام ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حلال کی کثرت ہے اور حرام کی قلت ہے۔ کہ اصل ہر شے میں اباحت ہے، آگے ہم آپ کے سامنے وہ چیزیں گننے لگے ہیں جو تم پر حرام ہیں، ایک بات یاد رکھو، جب احرام ہو تو تم نے شکار نہیں کرنا، اس میں سرکار علیہ السلام نے تین باتیں منع فرمائی ہیں، شکار خود کرو بھی نہیں۔ کسی کو یہ بھی نہ کہو کہ تو شکار مار کے لے آ اور میں احرام میں کھالوں گا یہ سرکار علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔ شکار جارہا ہے تو اُدھر اشارہ بھی نہ کرو کہ وہ شکار جارہا ہے، تاکہ ایسا بندہ جس نے احرام نہیں باندھا ہو وہ اسے اٹھ کے مار دے یہ بات بھی نہ کرو۔ اگر شکار جارہا ہے اور آپ نے اشارہ تو نہیں کیا لیکن اس کی بات زور سے شروع کر دی ہے، تو شکار کی بات شروع کرنے پر شکاری کی شکار والی رگ پھڑکی ہے اس نے دیکھا تو شکار اس کو نظر آ گیا ہے، دیکھا ان سب باتوں سے احتیاطاً روک دیا گیا ہے، نیل گائے جارہی تھی اور ایک صاحب گھوڑے پر سوار تھے انہوں نے کہا چلو اچھا ہوا کہ یہ جارہی ہے اور یہ لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں میں اسے مار کے ان لوگوں کو کھلاتا ہوں، نیزہ ہاتھ سے گر گیا، صحابہ کو چلا چلا کر اور بار بار کہتا تھا کہ وہ بھاگ جائے گی مجھے جلدی نیزہ پکڑاؤ، کسی نے نیزہ نہیں پکڑایا، پھر بھی وہ اسے مار کے لے آیا لیکن صحابہ نے تقویٰ کے پیش نظر اسے تناول نہیں فرمایا۔ فرمایا کہ جب تک سرکار علیہ السلام سے ملیں گے نہیں اور پوچھیں گے نہیں تب تک ہم اسے کھانے کے لیے تیار نہیں ہیں یہ تقویٰ تھا۔

البتہ آپ سمندر میں ہیں تو آپ مچھلی کو پکڑ سکتے ہیں، سمندری شکار احرام کی صورت میں جائز ہے، صحرائی شکار جائز نہیں ہے، اب یہ ساری باتیں ان کے نزدیک حرام تھیں، ادھر قرآن پاک نے انہیں حلال قرار دیدیا، تو لمبی بحث فلسفیانہ اور منطقیانہ نہیں تھی، ایک چھوٹے سے فقرے میں بات ختم کر دی، کہ وہ خالق ہے اور تم مخلوق ہو جس طرح چاہے گا وہ تمہیں ہدایت دے گا، تمہارا کام صرف ہدایت کو ماننا ہے۔ حیل وحجت کرنا آپ کی ڈیوٹی نہیں ہے۔

یا ایہا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللّٰہ۔۔۔۔۔واذا حللتم فاصطادوا

۲۔ آگے یہ بات ارشاد ہوئی کہ **"شعیرا"** کی جمع ہے شعائر، ہر ایسی بات جس سے پتہ چلے کہ اس بندے کا یہ مذہب ہے۔ اسے اس مذہب کا شعیر یا شعائر کہا جاتا ہے۔ نماز ہمارے شعائر میں شامل ہے، زکوۃ اور لوگوں سے حسن سلوک ہمارے شعائر میں شامل ہے۔ بچوں کو کلمہ پڑھانا تاکہ وہ آگے چل کے اچھے شہری ثابت ہوسکیں اور انہیں اچھی باتیں بتانا یہ ہمارے شعائر میں شامل ہے۔ تو یہاں ارشاد فرمایا کہ جو شعائر اللہ تعالیٰ خود مقرر کر دے، ان کی بے ادبی مت کرو، انہیں خراب کرنے کی کوشش نہ

Marfat.com

کرو، حرمت والے جو مہینے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں، ان میں جنگ نہ چھیڑو، ان مہینوں میں ایسی بات نہ کرو جن سے پہلے ہی روک دیا گیا ہو، تو حرمت والے مہینے چار ہیں، تین تو بالکل اکٹھے ہیں، اور ایک الگ ہے۔ ذیقعد، ذوالحج اور محرم یہ تین اکٹھے ہیں۔ رجب الگ آتا ہے، مسلمانوں نے انہیں دو مقاصد کے لیے وقف کر دیا تھا، یہ تین مہینے حج جیسی عبادت کے لیے ہیں، وہ مہینہ مالیات کے حوالے سے زکوۃ کو اکٹھا کرنے کے لیے تھا، اور پھر سواری اور اسلحہ تیار رکھنا کہ جب بھی ہمیں پکارا جائے میدان جنگ کے لیے تو وقفہ نہ کر سکیں۔

تو فرمایا وہ جانور جو کعبے میں جا کے حلال کیا جائے اس قربانی کو عربی میں ھدی کہتے ہیں، ان کی بھی بے حرمتی نہ کی جائے، ان کا پھر ایک اور طریقہ تھا کہ جو جانور کعبہ کے لیے بھیجتے ہیں ان کے گلے میں پٹہ ڈال دیتے تھے، قلادہ جمع **قلائد** تو یہاں **ذوات القلائد** مانا ہے۔ یعنی وہ جانور جن کے گلے میں قلادہ پڑا ہوا ہے، وہ کعبے میں جا کے ذبح ہونے ہیں، مالکوں پر پابندی لگ گئی ہے کہ وہ خود آگے نہیں جا سکتے، بلکہ جانوروں کو آگے بھیج دیا، تو ان جانوروں کی کعبے میں پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے اور ہر بندے کا فرض ہے کہ انہیں آگے چلانے کی کوشش کرے، تاکہ اس دن تک وہ وہاں پہنچ سکیں، جو لوگ بیت اللہ شریف کا قصد کر کے آرہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا چاہنے کے لیے تو یہ بھی شعائر اللہ میں شامل ہیں، تم ان کا راستہ نہ روکو۔

اس بات کا ایک پس منظر ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل میں ایک آدمی آنا چاہتا تھا سرکار علیہ السلام نے اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے بارے میں بتا دیا کہ اس کا نام حطمہ بن ہند البکری ہے، آپ نے فرمایا کہ ربیعہ کا ایک آدمی آرہا ہے، وہ آئے گا تو کافر ہوگا اور پشت پھیرے گا اور دھوکہ باز پشت ہوگی اس کی، وہ آیا اور بڑی باتیں وغیرہ کرتا رہا اور کہا کہ میں واپس جاؤں گا تو وہاں میں اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور سرداروں سے ملوں گا پھر انہیں ساتھ لے آؤں گا تو پھر ہم مل کے سارے مسلمان ہو جائیں گے، جب واپس نکلا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا ظاہر بھی کفر اور پشت بھی اس کی کفر سے بھری ہوئی ہے۔ باہر نکلا وہ مسلمانوں کی محفل سے بھیڑیں بکریاں ہانک کے ساتھیوں سمیت وہاں سے نکل گیا، آگے حج کے دن آرہے تھے تو اس دور کے کافرانہ انداز سے وہی بھیڑ بکریاں لے کے کعبے کی طرف آرہا تھا کہ یہ وہاں جا کے ذبح کریں گے اور قربانی کریں گے، مسلمانوں نے حملہ کر کے یہ لے لینا چاہئیں، تو فوراً یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کعبے کا ارادہ کر کے آرہا ہے اسے مت روکو، یہ شعائر اللہ میں شامل ہے۔ تو اسے روکنا نہیں ہے، آگے چل کے یہی لوگ اور یہی برادریاں اسلام کی طرف پلٹ آئیں، تو یہاں اس بات سے بھی روک دیا۔

ارشاد ہوا کہ جب احرام کھول دو، پھر تم شکار کر سکتے ہو، یہاں علمائے اصول نے ایک نکتہ نکالا ہے، کہ عربی زبان میں

Marfat.com

قرآن کا لفظ جب امر کے طور پر قرآن استعمال کرے تو کیا وہ امر واجب ہوتا ہے یا فرض ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جہاں بھی امر کا لفظ استعمال ہو وہ فرض اور واجب ہوتا ہے۔ حنفی فقہاء نے یہاں کہا کہ **"حللتم فاصطادوا"** جب تم احرام کھول دو تو پھر شکار کرو، شکار کرو امر کا لفظ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ادھر احرام کھولا اور اُدھر شکار کرنے کے لیے جنگلوں میں بھاگ گئے، یہ بات تو نہیں ہے۔ کسی نے بھی نہیں کہا کہ احرام کھول کے شکار کرنا واجب ہے۔ معلوم ہوا کہ امر کا لفظ کبھی مستحب کے لیے بھی آتا ہے، کبھی مباح کے لیے بھی آتا ہے، یعنی جب احرام میں نہیں ہو تو شکار کرنا تمہارے لیے مباح ہے اس کا یہ مطلب ہے۔

ولا یجرمنکم شنئا ن قوم ان صدو کم عن المسجد الحرام-----ان اللہ شدید العقاب

۳ کسی قوم سے دشمنی ہے، تو دشمنی کا پرانا انداز بدل ڈالو، انہوں نے اگر تمہیں مسجد حرام سے روک دیا تھا جب تم عمرے کے لیے آرہے تھے، تو مکہ کے مشرکوں نے تمہیں راستے میں روک دیا تھا تم نے ایسا نہیں کرنا اسلام ایسے بدلے نہیں لیا کرتا، تمہیں زیادتی کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور بدی میں تعاون آپ نے نہیں کرنا ہے، آپ نے نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کی گرفت بڑی سخت ہے، اگر تم بھی وہی عادات اپنالو جو مکہ کے مشرکوں کی تھیں تو پھر تمہارے اور ان کے مذہب میں فرق کس بات کا رہ جائیگا۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ

تم پر حرام ہے وہ جانور جو ذبح کیے بغیر مر گیا ہے، اور بہتا لہو، اور خنزیر کا گوشت، اور جسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کا نام لیا جائے

بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ

جسے گلا دبا کے مار دیا جائے، جو چوٹ لگنے سے مر جائے، جو اوپر سے گر کے مر جائے، جو سینگ لگنے سے مر جائے، جسے کھا جائے درندہ

السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا

ہاں اگر وہ زندہ ہے اور اسے تم نے ذبح کر لیا ہے، اور جو بتوں کے تھان پر ذبح کیا جائے، اور یہ کہ تم اپنا حصہ لو

بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ

جوئے کے تیروں سے، یہ ساری باتیں گناہ کی ہیں، آج وہ مایوس ہیں جو کافر ہیں تمہارے دین سے

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ

،ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، اور تم پر نعمت کا اتمام کر دیا ہے

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي

اسلام کو تمہارا دین پسند کیا ہے، جو لاچار ہو جائے بھوک کی وجہ سے

مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۳﴾

وہ گناہ کی طرف مائل بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۴

حرمت علیکم المیتۃ والدم---------فان اللہ غفور رحیم

۴ اب یہاں اس بات کی تفصیل آ گئی ہے کہ جو آپ پر حرام قرار دیا گیا تھا، اب آپ ان کی یہاں گنتی کر لیں کہ کتنی چیزیں اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کر دی ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ میتۃ حرام ہے، میتۃ وہ جانور ہے، جسے آپ ذبح نہیں کر سکے اور وہ مر گیا ہے۔ پرانے دور میں یہودی اور سکھ آتے تھے، اور دلیل یہ دیتے تھے کہ جسے ہم ماریں وہ تو حلال ہے اور جسے خدا مارے وہ حلال نہ

Marfat.com

ہو،لہذا جو ویسے ہی مرجائے اسے بھی کھاجاؤ، دورحاضر میں میرے آبائی علاقے میں ایک صاحب تھےان کا تعلق کسی اور مکتبہ فکر سے تھا جس کا کام شریعت میں ایسی تبدیلیاں کرنا تھا جیسے یہودیوں نے تبدیلیاں کی ہیں، میں اس وقت غالباً فورتھ میں پڑھتا تھا کہ پتہ چلا کہ شاہ صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ وہاں ان کی قوم میں بھینس مرگئی ہے، ان کے ملنگ ان سے پوچھنے گئے کہ حضرت وہ بھینس مرگئی ہے تو آگے سے شاہ صاحب کی یہی یہودیوں اور سکھوں والی دلیل تھی کہ جسے تم خود مارو اسے تو تم کھالیتے ہو اور جسے خدا مارے اسے تم مردار قرار دے دیتے ہو، اور اسے کھاتے نہیں ہو، یعنی وہ حرام بھینس شاہ صاحب نے انہیں کھلادی، تو یہ وہ جاہل لوگ ہوتے ہیں کہ جو شریعت کو نہ سمجھتے ہوئے یہودی انداز کو اپنا لیتے ہیں، طبی نکتہ نگاہ سے اصل بات یہ ہے کہ وہ خون جو جانور کے جسم میں ہوتا ہے، اگر وہ جسم کے اندر رہ جائے تو وہ بے شمار بیماریوں کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ لہذا اس خون کا جسم سے نکالنا ضروری ہے۔ اب اس خون کو جانور کے جسم سے نکالنے کا شریعت نے جو طریقہ بتایا ہے اسی طریقے سے اسے نکالنا ضروری ہے، اور اسی طریقے سے وہ حلال ہوگا، اگر شریعت والا طریقہ نہیں ہے تو وہ میتہ ہے مردار ہے۔ مردار حرام ہے، اس کا جو خون نکلا ہے اس خون کو آپ غذا کے طور پر استعمال نہیں کرسکتے کیونکہ یہ حرام ہے۔

خنزیر کا گوشت حرام ہے، یہاں بھی کچھ عقل مند آپڑے اگر گوشت حرام ہے تو ہڈیاں حلال ہوں گی، اس کے بال حلال ہوں گے اس کی کھال حلال ہوگی، یہ بات نہیں ہے، جانور کا اصل مقصد گوشت ہوتا ہے، جب گوشت حرام ہے تو وہ نجس العین ہے، اس کی کوئی شے پاک نہیں ہے، یہ شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے، جس کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کا نام لے لیں تو وہ حرام ہے، اس میں جو علماء نے اختلاف پیدا کیا ہے وہ دورحاضر کی پیداوار ہے، وہ غلط ہے۔ امام ابوبکر جصاصؒ ارشاد فرماتے ہیں، مسلمانوں میں اس پر کوئی اختلاف نہیں اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور نام سے ذبح کیا جائے۔

شاہ ولی اللہؒ نے اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے جو فارسی الفاظ ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ ''جسے ذبح کرتے وقت خدا کے بغیر کسی اور کا نام بلند کیا جائے وہ حرام ہے''۔ اس کے حرام ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔

اب سید انور شاہ صاحب جو دیوبند کے بڑے ہی عالم فاضل اور محدث تھے انہوں نے فیض الباری شرح بخاری لکھی ہے، میرے شیخ حضرت پیر سیالؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بندہ دورحاضر کا بیہقی تھا، لیکن نااہل لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا، انہوں نے فرمایا کہ مسلمان جب کسی علاقے پر قبضہ کریں اور کافروں کے تھانوں پر وہ جانور بندھے ہوئے ہوں جو انہوں نے بتوں کے ناموں سے منسوب کر رکھے ہیں، اور آپ انہیں ذبح کردیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کے تو وہ حلال ہیں، اس لیے کہ مجازی نسبتیں ختم ہوگئیں اور حقیقی نسبتیں اللہ تعالیٰ کے نام پر آئیں گی، لہذا وہ حلال ہیں۔ اب اگر کوئی کہہ دے کہ میں نے ایصال ثواب کے لیے حضرت

غوث اعظمؒ کے لیے یہ بکرا لیا ہے، آپ مجھے بتائیں کہ وہ کس طریقے سے حرام ہوگا جدید دور کے یہ ٹکے ٹکے کے مفتی اسے کس انداز سے حرام کہتے ہیں، جبکہ دیو بند کے یہ اسانید حضرت شاہ ولی اللہؒ اور باقی سارے یہ بزرگ کہہ رہے ہیں کہ ذبح کرتے وقت اگر اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کا بھی نام لیا تو وہ حرام ہو جائے گا۔ شیعہ مکاتب فکر کے کچھ حضرت ایسا کرتے ہیں، "بسم اللہ و بسم علی" یہ قطعاً حرام ہے، اگر کوئی کہہ دے کہ "بسم اللہ و بسم رسول اللہ" تو یہ بھی قطعاً حرام ہے۔ لیکن آپ اسے ذبح کریں اللہ تعالیٰ کے نام پر اور ایصال ثواب کسی کو بھی کر دیں تو اسے حرام کہنا زیادتی ہے، اور شریعتِ مطہرہ کی روح کو نہ سمجھنے کی بات ہے، تو یہ وہ جانور ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا کسی اور کا نام لیا گیا ہے تو یہ بھی حرام ہے، "منخنقۃ" اس کا گلہ دبا کے اسے مار دیا صرف اپنے کھانے کے لیے، اسی طریقے سے کوئی اسے ایسی بھاری چیز مار دی ہے، کہ وہ چھوٹا جانور تھا اور وہ مر گیا ہے، تو وہ بھی حرام ہے، اونچی جگہ سے گرا ہے اور وہ مر گیا ہے تو وہ بھی حرام ہے، ایک جانور نے دوسرے کو سینگ مارا ہے وہ اس کی ضرب نہ سہہ سکا اور مر گیا تو وہ بھی حرام ہے، کوئی درندہ ہے اس نے جانور کو پکڑا اور اسے کھانے بیٹھ گیا آپ گئے تو وہ چھوڑ کے بھاگ گیا اور آپ نے اسے ذبح کر دیا، اگر اس کا کچھ حصہ درندہ کھا گیا ہے، تو ذبح ہونے کی وجہ سے یہ جانور بھی حلال ہے، اب یہ اوپر والے بھی اسی حکم میں ہیں، گلہ دبایا تھا اور ابھی جان باقی تھی کہ آپ نے اسے ذبح کر دیا، گرا تھا ابھی جان باقی تھی آپ نے اسے ذبح کر دیا تو یہ حلال ہوگا، اب جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا، اسے کسی نے ذبح کیا ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر تو وہ حرام تھا، لیکن ایک بات آپ اور سوچیں کہ جب آپ نے ذبح کیا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر تو اللہ تعالیٰ کا نام باقی ناموں پر غالب آ گیا ہے تب تو وہ حلال ہو گیا ہے۔ لیکن جب آپ اللہ تعالیٰ کا نام لے کے بھی اسے حلال قرار نہیں دیتے تو اسے پھر ہمیں دوسری صنفوں سے ملانا پڑے گا، کہ جو مر رہے تھے اسے آپ نے جلدی سے ذبح کر دیا تو وہ اس جنس میں شامل نہیں ہے، لہذا اسے اس حصے میں رہنے دیا جائے، جو تھانوں پر ذبح کر دیئے جائیں تھانوں والوں کے نام سے وہ بھی حرام ہیں، اب یہاں ہم اس کا بھی تجزیہ کر دیتے ہیں کہ تھان سے مراد کیا ہے۔ ابن جریر قرآن پاک کے سب سے قدیم مفسر ارشاد فرماتے ہیں!" اس سے مراد وہ پتھر ہیں جو جاہلیت میں لوگوں نے بت بنا کے رکھے ہوئے تھے اور جانوروں کو ان کے نام پر ذبح کر دیتے تھے، تو یہ بھی حرام ہوگا"۔ ایک ان کا اور طریقہ تھا وہ طریقہ یہ تھا کہ اگر سفر کرتے تھے تو ان کے پاس تیر ہوتے تھے تیروں پر لکھا ہوتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سفر کر رہا ہوں، کیا اجازت ہے کیا اجازت نہیں ہے، تو جو تیر بھی پکڑنے سے نکل آتا تھا اس پر جو کچھ لکھا ہوتا تھا وہ اس پر عمل کرتے تھے، اسلام نے اس بات سے روک دیا، دوسرا طریقہ یہ تھا کہ دس تیر تھے، سات پر مختلف حصے لکھے ہوتے تھے اور تین بالکل خالی تھے، وہ کسی بڑے سارے کپڑے میں ڈال دیتے تھے، اور پھر اس کپڑے کے اندر کوئی ہاتھ ڈال کے ایک تیر نکالتا اور اس پر جو حصہ لکھا ہوا ہوتا تھا وہ اسے دیدیا جاتا تھا، اور دوسرا اس سے وہ لے لیتا تھا، یہ اس دور کے جوئے کی

ایک قسم تھی، ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں باتیں بھی جائز نہیں ہیں، میں بسااوقات سوچتا ہوں کہ قوم کے حقیقی اور ملی جذبے کو اپیل کرنے کی بجائے جب مختلف ضرورتوں کے لیے ہم شو کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور اس شو میں ساری حرکتیں ناجائز ہوتی ہیں، اور اس شو کی ساری رقم اکٹھی کر کے کسی جگہ خرچ کر دی جاتی ہے، تو کیا یہ رقم جائز ہوگی، میں سمجھتا ہوں وہ بھی اسی ازلام وغیرہ میں شامل ہے، قوم کو ضرورت کے وقت اس انداز سے اپیل کی جائے جو ان کی روایات کے مطابق ہو، تو پھر بات سب سے زیادہ ٹھیک ہے، اب یہاں **"استقسام"** لفظ ہے، تقسیم طلب کرنا، تقسیم طلب اس انداز سے کی جائے کہ اگر جوئے کا انداز ہے تو وہ جائز نہیں ہوگی، قرآن پاک نے کہا کہ یہ سارے کام گناہ کے ہیں، آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہیں، ان کافروں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، تم صرف مجھ خدا سے ڈرو، میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اتمام نعمت ہوگئی، تمہارے لیے اسلام کو دین چن لیا ہے، لہذا یہی مذہب تم نے لے کے کائنات میں پھیلنا ہے، ایک یہودی جناب عمرؓ کی خدمت میں آیا کہنے لگا کہ ایسی آیت ہمارے اوپر نازل ہوتی تو ہم وہ دن عید کا قرار دیدیتے، آپ نے فرمایا کہ اس دن ہماری دو عیدیں تھیں، ایک تو حج کا دن تھا دوسرا جمعہ کا دن تھا، ہماری دو عیدیں تھیں، اب اس سے پتہ چلا کہ یہ جو دو عیدیں ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ کوئی اور عید ہو جائے تو اس سے اسلام پر حرج کوئی نہیں ہوتا، اب سرکار علیہ السلام کے لیے میلاد کا دن منایا جائے تو ہمارا ایک طبقہ اسے شرک کہتا ہے، اب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ دو عیدیں موجود تھیں، تو یہ شرک نہیں تھیں، شرک کی بات تب بنتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کیا جائے، کوئی بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے لگا ہے تو اسے منع کرو کہ اس طریقے سے کھانا مکروہ ہو جاتا ہے، بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے تو وہ مشرک ہو گیا ہے تو اللہ کے بندو شرک کی کوئی حد بھی بناؤ، یہ بات نہیں ہے، اب یہاں بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ ایسی حالت میں چلا گیا، کہ لاچار ہو گیا، حرام چیز کے بغیر اور کوئی چیز نہیں ہے، وہ گناہ نہیں کرنا چاہتا لیکن جان نہیں بچ سکتی جب تک اسے استعمال نہ کرے۔ تو ارشاد فرمایا ایسی صورت میں اسے استعمال کرنا جائز ہے، لیکن کتنا؟ جس سے جان بچ جائے، شکم پُری مقصود نہ ہو، بڑی احتیاط سے صرف جان بچانے کے لیے اس کے چند لقمے لیے جا سکتے ہیں، وہ چیز جو حرام تھی، بشرطیکہ جان جانے کا اندیشہ ہو۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُم

آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لیے کون کون سی چیزیں حلال ہیں؟ فرمائیں کہ تمھارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں، اور
جو تمھارے سدھائے ہوئے

مِّنَ ٱلْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ ٱللَّهُ ۖ فَكُلُوا۟ مِمَّآ أَمْسَكْنَ

شکاری جانوروں نے تمھارے لیے (شکار) پکڑا ہو، تم نے انہیں اس طرح سدھایا ہو جس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں (شکار
کرنا) سکھایا ہے، تو جو وہ تمھارے لیے پکڑ رکھیں اسے کھالو!

عَلَيْكُمْ وَٱذْكُرُوا۟ ٱسْمَ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَرِيعُ ٱلْحِسَابِ

اور جانوروں کو شکار پر چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لیا کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے

﴿٤﴾ ٱلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ ۖ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ حِلٌّ

آج تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں ٦ اور ان لوگوں کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے جنہیں کتاب دی گئی ہے،

لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَٱلْمُحْصَنَٰتُ مِنَ ٱلْمُؤْمِنَٰتِ وَٱلْمُحْصَنَٰتُ

اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، (اسی طرح حلال ہیں) پاک دامن مومن عورتیں ہے اور پاک دامن

مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ

ان لوگوں کی عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، جب تم انہیں ان کے مہر ادا کردو

مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَٰفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِىٓ أَخْدَانٍ ۗ وَمَن يَكْفُرْ

تم پاک باز بنو، بدکاری نہ کرو اور نہ ہی چوری چھپے دوستیاں کرو، اور جو ایمان کا انکار کرتا ہے

Marfat.com

لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا

تو ان کی چالیں تمھیں بالکل بھی کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گی،

إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾

بے شک اللہ تعالیٰ نے جو اعمال وہ کرتے ہیں ان کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۸۰

۸۰ کفر سے نکل کر تازہ تازہ اسلام میں آئے تھے، اور سوال یہ تھا کہ اپنی تعلق داریاں اور رشتہ داریاں جس طرح بھی چل رہی تھیں، کیا اسے کسی انداز سے بند کرنا ہے یا نہیں، تو قرآن کریم نے ایک قاعدہ ارشاد فرما دیا، کہ ایماندارو! مومنوں کو چھوڑ کے ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ نہیں ہیں، اپنا بھیدی اور راز دار نہ بناؤ، اپنے دلی راز غیروں کے سامنے پیش نہ کرو، اس لیے کہ وہ تو تمہاری خرابی میں کمی کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، یہاں لفظ خبال استعمال ہوا ہے، عربی میں خبل اور خبال عملی اور جسمانی یا عقلی خرابیوں کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، یعنی تمہاری عقل میں بھی فتور ڈالنے کے لیے یہ تیار ہیں، تمہیں جسمانی اذیتیں دینے کے لیے بھی تیار ہیں، عقلی طور پر بھی تمہیں بے راہ روکرنے کے لیے وہ تیار رہتے ہیں، ان کی تو ہر وقت خواہش ہوتی ہے، کہ کوئی ایسی بات ہو، جس بات کی وجہ سے تم کسی تکلیف یا مصیبت میں پڑ جاؤ، وہ کسی طرح بھی تمھاری بربادی میں کمی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، ان کے مونہوں سے ایسی باتیں نکلتی ہیں جو بغض اور عداوت کی علامت ہیں، وہ قدم قدم پر زبانی انداز سے تمہارے خلاف چلتے رہتے ہیں، ہر دور میں مخالفت کا یہ طریقہ رہا ہے، کہ کھلی جنگ سے پہلے مختلف قومیں ایک دوسرے کے خلاف زبانی پروپیگنڈا شروع کرتی ہیں، تو یہاں بھی وہی انداز ہے جو قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا، کہ ان کے مونہوں سے بغض اور عداوت کی چنگاریاں ہر وقت نکل رہی ہوں گی، لیکن سینوں کے اندر جو بات چھپی ہوئی ہے، وہ بہت بڑی ہے، اب آپ اپنی تاریخ پر نگاہ ڈال لیں، کہ ہندوؤں کے ساتھ اتنا طویل عرصہ مسلمان قوم مل کے رہی ہے، آج بھی ہم ڈیوائیڈ Divide ہیں، پاکستان میں جتنے مسلمان بستے ہیں، اس سے زیادہ بھارت میں ہیں، لیکن ہندو کا جو انداز تھا مسلمانوں کے خلاف بولنے کا اور جب بھی موقع ملے عملی طور پر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا، اس انداز میں آج بھی کوئی فرق نہیں آیا، اور اب ذرا اسرائیل کو دیکھیں! جس انداز سے پروپیگنڈا عربوں کے خلاف خصوصاً اور عالم اسلام کے خلاف عموماً کر رہا ہے، وہ

بِالْإِيمَٰنِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُۥ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٥﴾

اس کا عمل ضائع ہوگیا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا

یسئلونك ماذا احل لهم------

۵ ان میں آیت نمبر 4 پہلی آیت تھی، اس کی مختصری تفسیر یوں ہے، عرب قوم کو عام طور پر عادت تھی شکار کھیلنے کی، شکار کھیلنا ان کا مشغلہ تھا اور شکار پر بڑی زیادتی اور ظلم کرتے تھے، پکڑ لیا ہے اگر کسی جانور کو اور اس کی ایک ٹانگ کاٹ لی اور اسے چھوڑ دیا، اسی طریقے سے اور حرکات تھیں، جن سے اسلام نے روک دیا، ارشاد یہ فرمایا! محبوبؐ آپ سے آ کے وہ پوچھتے ہیں کہ حلال کیا ہے، پہلی بات یہ ہے کہ پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں، ہم نے یہ سوچنا ہے کہ پاکیزہ چیزیں کیا ہیں، ہمارے کچھ مفسرین نے یہ بات کہہ دی ہے، کہ انسان کی فطرت سلیمہ جس بات سے انکار کردے، وہ پاکیزہ نہیں ہوتی، مجھے جو اس تشریح پر اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ ہر انسان کی فطرت سلیمہ کا انداز الگ الگ ہوتا ہے، تو پھر ایک بندہ ایک شے کو حلال سمجھے گا اور دوسرا اسے حلال نہیں سمجھے گا، تو فطرت سلیمہ معیار نہ مانی جائے، اس سلسلے میں دو چیزوں کو معیار مانا جائے، ایک قرآن پاک کو اور دوسرا سنت کو، قرآن وسنت میں جتنی چیزوں کو طیب قرار دیا ہے، وہ طیب ہیں، البتہ مجتہد کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر کسی شے میں وہ شرائط پائی جاتی ہوں جو اس طیب شے میں ہیں، تو اسے بھی حلال سمجھا جائے، لیکن اس اجتہاد کے لیے بہت زیادہ وسعتِ معلومات اور مختلف چیزوں کے بارے میں بہت ساری جانچ پڑتال ضروری ہوگی تاکہ ایک شے کو دوسری شے پر قیاس کیا جا سکے، تو اب پاکیزہ چیزیں وہی ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا امت کے مجتہدین نے مل کے پاکیزہ قرار دے دی ہیں، شکار کے لیے حکم ہوا کہ جن جانوروں کو تم شکار کے پیچھے دوڑاتے ہو اور انہیں تم نے سدھار رکھا ہوتا ہے، اس تعلیم کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہے، اگر وہ شکار کو تمہارے لیے پکڑ لے اور خود نہ کھائے، اور ان جانوروں کو چھوڑتے ہوئے تم نے بسم اللہ بھی پڑھ لی ہو، تو پھر وہ شکار تمہارے لیے حلال ہے، ''جوارح'' جارحہ کی جمع ہے، جارحہ جَرْحٌ' یا جُرْحٌ' سے بنا ہے، اس کا معنی ہوتا ہے زخمی کردینا یا زخمی ہونا، اب مطلب یہ ہوا کہ وہ شکاری جو اس جانور کو مارے اس طریقے سے کہ اسے زخمی کردے ایک تو یہ بات ضروری ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ انہیں آپ نے اچھے طریقے سے سدھایا ہو، اس سے ہمیں چار شرطیں معلوم ہوئیں، وہ جانور مسلمان کا ہو، اور مسلمان نے اسے سدھایا ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسے زخم لگا کے مارے، تیسری بات یہ ہے کہ بسم

Marfat.com

اللہ پڑھ کے اسے چھوڑا گیا ہو، چوتھی بات یہ ہے کہ جب وہ شکار پکڑ کے آپ تک لایا ہے، آپ نے جا کے اسے چھڑایا ہے، اور وہ ابھی زندہ تھا اور پھر اس کے مرنے کا انتظار نہ کیا جائے بلکہ اسے فوراً حلال کیا جائے یعنی ذبح کیا جائے، اگر وہ مرگیا ہے اور زخمی تھا اور اس کا سارا خون نکل چکا ہے، تو پھر وہ حلال ہوگا، یہ چار شرطیں تھیں، ان میں سے اگر کوئی نہیں ہوگی تو حرام ہوگا، اور عام مفسرین ایک بات اور کہتے ہیں کہ اگر شکاری تیر مارے اور تیر اس جانور کو کاٹتا ہوا جسم کے دوسری طرف باہر نکل جائے اور جانور کا سارا خون نکل جائے تو وہ حلال ہوگا، اس سلسلے میں ایک قاعدہ آپ کی خدمت میں عرض کروں گا، وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ شے جو شکار کو چیر کے نکلتی ہے، اس سے شکار حلال ہو جاتا ہے، اور جو شے اسے چیر کے نہیں نکلتی بلکہ توڑ دیتی ہے قوت سے، اس سے شکار حلال نہیں ہوتا ہے، یہ کلیہ قاعدہ ہے اسے یاد رکھنا چاہئیے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اگر وہ جانور حرام ہو گیا ہے تو اسے مت کھاؤ، اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے، تمہارے اعمال اس کے سامنے ہیں۔

الیوم احل لکم الطیبات۔۔۔

٦ قرآن پاک نے پھر تاکید کی، کہ آج مکہ فتح ہو چکا ہے، اب تم معاشی طور پر محکوم نہیں رہے بلکہ حاکم ہو گئے ہو، اور اس سے پہلے اگر آپ کی پاکیزہ چیزوں تک رسائی نہیں تھی، اور آج تو حکومت آپ کے پاس ہے، اور اب آپ کی پاکیزہ چیزوں تک رسائی ہے اور اب تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال ہیں، ان لوگوں کا کھانا جو اہل کتاب ہیں وہ بھی حلال ہے، اہل کتاب سے مراد یہودی اور نصرانی ہیں، چونکہ وہاں بھی حلت اور حرمت اور پاک اور ناپاک کا تصور موجود تھا، اسے بڑی حد تک مٹانے کے باوجود صفائی کی حد تک تو انہوں نے خیال رکھا ہے، لیکن آج وہ حلت اور حرمت کا خیال بہت کم رکھتے ہیں، تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، اب اس کا پس منظر آپ دیکھیں، کہ واقعہ ہے اور یہ آیات حجۃ الوداع کے دن نازل ہوئیں، اس وقت مسلمان حاکم تھے، انہیں تبلیغی مقاصد کے لیے ان لوگوں سے رابطہ کرنا تھا، جو یہودی یا عیسائی تھے، اب اگر ان کے گھر جا کے آپ کھائیں گے نہیں تو وہ کہیں گے کہ جب آپ کو ہم سے اتنی نفرت ہے تو پھر ہم آپ کی بات کیسے سنیں، جب وہ آئیں تو آپ انہیں کھلا سکتے ہیں، اور جب آپ ان کے گھر جائیں تو ان کا کھانا آپ کھا سکتے ہیں، ہاں اس شے سے اجتناب کیا جائے جس کے حرام ہونے میں آپ کو یقین ہے، مثلاً ان کے کھانے میں خنزیر شامل ہے، اور اس کا گوشت آپ کے سامنے آجاتا ہے تو چونکہ وہ قطعاً حرام ہے لہٰذا اسے قطعاً نہ کھایا جائے، اب یہ تقاضا تھا اس تبلیغ کا جو ضروری تھی، اللہ کرے ہم مستقبل میں اس سٹیج تک پہنچ جائیں، اس وقت تو ہم بین الاقوامی سطح پر عیسائیت کے شدید دباؤ میں ہیں، اس وقت تو ضروری ہے کہ اپنی نوخیز نسل کو جہاں تک ہو سکے ان کے نظریات سے بچایا جائے، وہ دور گزر گیا جب ہم نظریاتی طور پر سب پر غالب تھے۔

Marfat.com

والمحصنٰت من المؤمنٰت ...

ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ پاک دامن مسلمان خواتین سے بھی آپ کو شادی کی اجازت ہے، جو تم سے پہلے اہل کتاب تھے، ان کی بھی پاک دامن خواتین سے تمہیں شادی کرنے کی اجازت ہے، لیکن یہ ضروری ہے، کہ تم انہیں مہر ادا کرو، خواہ وہ مسلمان ہوں، خواہ وہ عیسائی یا یہودی خواتین ہوں، مہر ادا کرنا تمہارے لیے ضروری ہے، اور پھر یہ ضروری ہے کہ اس نکاح کی غرض وغایت انہیں اخلاقی قلعے میں لانا ہو، اخلاق باختگی مقصود نہ ہو، اس اخلاق باختگی کو قرآن پاک نے **"ولا متخذی اخدان"** کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، خدن اس آدمی کو کہتے ہیں جس سے خفیہ مراسم ہوں، خفیہ مراسم نہ ہوں بلکہ کھلم کھلا نکاح ہو، اور اس نکاح کی غرض وغایت معاشرے کو بدی سے بچانا اور پاک کرنا ہو، یہ سب سے بڑا مقصد ہے نکاح کا، اگر نکاح اس مقصد میں ناکام ہے تو وہ نکاح نہیں ہے، اب اس جگہ پر ائمہ نے بے شمار مسائل اخذ کیے ہیں، فقہی طور پر بہت ساری ایسی باتیں آئی ہیں جو اسلام نے یہاں بیان کی ہیں، اور ہمارے ائمہ مجتہدین نے بہت سے مسائل اخذ کیے، دور حاضر کے لیے یہ بات کہی گئی، اس وقت ان سے ایسے نکاح سے ان کے ساتھ شادیاں کرنے سے جہاں تک ہو، بچا جائے، اس لیے کہ بحیثیت قوم اب انہیں برتری حاصل ہو گئی ہے، تو وہی برتری ان خواتین کی وجہ سے مسلمان معاشرے میں قائم ہو جاتی ہے، دوسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی کہ ایسے حالات میں یہ بھی ہوتا ہے کہ کچھ شادیاں غیر مسلم مسلمانوں سے ان کے اندرونی حالات معلوم کرنے کے لیے کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ تمہارے راز افشاں ہو جائیں، یہ بات آج کے دور میں نہیں ہے، آج تو غیروں سے یہ پوچھا جائے کہ ہمارے سر پر بال کتنے ہیں، وہ راز افشاں ہونے والا دور گزر گیا، اب راز افشاں کوئی نہیں ہوتے، لیکن اس کی وجہ سے دیگر معاشرتی مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان کو خاص طور پر زیر غور لانا چاہیے۔

جو ایمان کا انکار کر دیتا ہے، ایمان کی پختگی کو ختم کر دیتا ہے، اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا، اب یہاں اوپر والی باتیں دو اندازکی تھیں، کھانے پینے کے مسائل تھے تو کھانا پینا اصل میں بے وضوگی کا ذریعہ ہوتا ہے، پھر نکاح کے مسائل تھے، وہ نہانے کے فرض ہونے کے ذرائع ہوتے ہیں لہذا آگے وضو کے مسائل بھی آگئے اور نہانے کے مسائل قرآن پاک نے تفصیل سے بیان کر دیئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُواْ

اے ایماندارو! جب تم نماز ادا کرنے کے لیے اٹھو تو دھولو ۸

وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى ٱلْمَرَافِقِ وَٱمْسَحُواْ بِرُءُوسِكُمْ

(صرف) پہلے اپنے چہرے اور اپنے بازو کہنیوں سمیت، اور اپنے سروں پر مسح کرو ۹

وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى ٱلْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَٱطَّهَّرُواْ ۚ

اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو، اگر تم ناپاکی کی حالت میں ہو تو اچھی طرح طہارت کرلو

وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ ٱلْغَآئِطِ

اگر تم بیمار ہو ۱۰ یا سفر پر ہو یا تم سے کوئی رفع حاجت کے بعد آیا ہے

أَوْ لَٰمَسْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُواْ مَآءً فَتَيَمَّمُواْ صَعِيدًا طَيِّبًا

یا تم نے عورتوں کو چھوا ہے، تمہیں پاکیزہ پانی نہیں مل سکا، تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلو

فَٱمْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ

اپنے چہرے کا اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرلو۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ

لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

تم پر تنگی کردے؛ وہ تو چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ٦

تم پر اپنی نعمتیں پوری کرے، تاکہ تم شکر گزار بندے بن جاؤ ۱۱

Marfat.com

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم

اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر تھی، اور پختہ عہد کرو جو تم نے اس کے ساتھ عہد کیا تھا

بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ

تم تو کہہ رہے تھے کہ ہم نے سنا ہے، اور اطاعت کی، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے بھید

الصُّدُورِ ﴿٧﴾ سینے کے

یا ایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوة۔۔۔

۸ ارشاد ہوا ایماندارو! جب نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ دھو لیتے ہیں، یہاں میں ایک تحقیق ضروری سمجھتا ہوں، تا کہ بات وضاحت سے سمجھ میں آسکے، وجہ تب ہوتا ہے جب مواجھہ ہوتا ہے، آپ کا رخ ایک دوسرے کی طرف ہو، تو جو حصہ سامنے چہرے کا نظر آتا ہے وہ وجہ ہے، اب وہ کہاں تک نظر آتا ہے، بالوں کے اگنے کی جگہ سے لے کے ٹھوڑی کے نیچے تک، اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک یہ وجہ ہے، لہذا اس کا دھونا وضو میں فرض ہے، اس سے اگر کوئی شے بھی خشک رہ جائے گی، تو وضو نہیں ہوگا، جب وضو نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی، یہ تو فرض تھا، آپ کو ایک نکتہ سمجھانے لگا ہوں پوری توجہ آپ رکھیں گے تو سمجھ میں آئے گا، سرکار علیہ السلام کی سنت پاک کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ فرض کی اپنے مقام پر تکمیل کر دے، اس سے فرض مکمل ہو جائے، اب یہاں دو باتیں آپ کے سامنے آئیں گی، آپ نے منہ جھکایا ہوا ہے تو آپ کے نتھنوں کے اندر سے کچھ نظر نہیں آئے گا، منہ جب تھوڑا سا اوپر اٹھائیں گے تو نتھنوں سے اندر نظر آئے گا، منہ بند ہے تو دانت یا زبان نظر نہیں آرہی لیکن جب آپ منہ کھولیں گے تو پھر زبان یا دانت نظر آجائیں گے، اب جو ایک انداز سے بات نظر نہیں آرہی تھی، اور دوسرے انداز سے بات نظر آرہی ہے، کیا اس کا دھونا فرض ہوگا یا نہیں، تو یہاں سنت نے آکے آپ کا ہاتھ پکڑا، اس نے کہا کہ انہیں بھی دھو لو، تین دفعہ ان پر بھی پانی استعمال کرو، جہاں بھی آپ سنت کو دیکھیں گے تو یہی بات ہوگی، آپ نے بازو دھویا ہے، ایک دفعہ دھونے سے فرض پورا ہو گیا ہے، سنت نے آپ سے کہا ہے کہ اس عمل کو تین دفعہ کرو، تا کہ اس دھونے میں کوئی شے مشتبہ نہ رہ جائے، اب اسی طریقے سے آپ نے سر کا مسح کیا ہے وہ فرض تھا تو سنت نے آکے آپ کی دستگیری کی کان بھی سر میں شامل ہیں

Marfat.com

لہٰذا ان کا مسح بھی ساتھ کیا جائے، گردن بھی سر میں شامل سمجھی جاسکتی ہے لہٰذا اس کا مسح بھی کیا جائے، تو جہاں بھی آپ دیکھیں گے کہ سنت وہی ہوگی جس نے فرض کے مقام کو آگے مکمل کر دیا ہے، پہلی بات یہ بھی قرآن پاک نے وضو کے سلسلے میں، کہ آپ نے سب سے پہلے اپنے چہرے کو دھونا ہے، اور پھر کہہ رہا ہے اپنے ہاتھ دھولو کہنیوں سمیت، عربی کے قاعدے کے مطابق انہیں بڑی لمبی تاویلات کرنا پڑیں، کہ کن کن صورتوں میں وہ غایت میں شامل ہوتی ہے، اور کن صورتوں میں شامل نہیں ہوتی، عظیم فقیہی جنہوں نے کتاب الھدایہ لکھی ہے، یہاں انہوں نے اس آیت پر بڑے مفید نکتے پیدا کیے ہیں، لیکن میں ان سب کو ایک ہی فقرے میں سمیٹ رہا ہوں، کہ الی کا معنی مع کر دیں، ساری بات ہی حل ہو جائے گی۔

اب یہاں ہم حدیث سے پوچھتے ہیں، کہ سرکار کریمؐ نے کبھی ہاتھ مبارک دھوئے ہوں اور آپ نے کہنیاں نہ دھوئی ہوں تو حدیث کی کتابوں میں یہ بات نہیں ملتی، وہاں جو بات ہمارے سامنے آتی ہے، وہ یہی ہے کہ "سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے تو اپنی کہنیوں پر بھی پانی پھیرا کرتے تھے"۔ اس سے پتہ چلا کہ کہنیاں وضو میں دھونا فرض ہیں، اب میں نے ایک بات کہی تھی تیمم کے سلسلے میں تحقیق کرتے ہوئے کہ اگر "**الی المرافق**" کا لفظ نہ ہوتا تو صحابہ کہتے کہ پھر بغلوں تک بازو دھونے پڑتے، اس لیے کہ ید انگلیوں سے شروع ہو کے کہنیوں تک ہوتا ہے، اس لفظ نے آ کے حد بیان کر دی ہے، اگر آپ گہری نظروں سے حدیث کا مطالعہ کریں تو وہاں آپ کو یہ بات بھی ملے گی کہ صحابہ عالی مقام بغلوں تک بھی دھوتے رہتے تھے، کہ بازو کا کوئی حصہ باقی نہ رہے، اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ نے بالکل گھٹنوں کے قریب تک پاؤں دھوئے، تو کسی نے پوچھا کہ حضرت قرآن پاک نے تو یہی کہا تھا کہ ٹخنوں تک دھو دو تو بات بن جاتی ہے، تو آپ اتنا اوپر تک کیوں دھو رہے ہیں، ان کا بڑا نفیس جواب تھا کہ آپ کو پتہ ہے کہ قیامت کے دن جہاں جہاں وضو کا پانی پہنچتا ہے، ان جگہوں کی ایک شان ہوگی، ایک چمک دمک ہوگی، تو اگر وہ چمک ابو ہریرہؓ کے گھٹنوں تک پھیل جائے تو آپ کو کیا اعتراض ہے، دیکھا کتنی میٹھی بات ہے، تو یہاں وہی بات ہے کہ قرآن پاک نے یہ بات کہی کہ ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا ہے، اور اپنے سروں کا مسح کرنا ہے، اب یہاں سے پتہ چلا کہ سارے سر کا مسح ہے، آیئے سرکار علیہ السلام نے یہاں بھی حد بندی فرما دی۔

وامسحوا بروسکم وا رجلکم الی الکعبین...

۹ حدیث پاک میں آتا ہے کہ "سرکار کریمؐ کسی جگہ تشریف لے گئے، آپ نے وضو فرمایا اور جب مسح کی نوبت آئی تو سر کے صرف اگلے حصے کا مسح کیا، یعنی آپ نے سر کے سامنے والے حصے کا صرف مسح کیا جو تقریباً سر کا چوتھائی حصہ بنتا ہے"۔ لہٰذا فقہاء نے کہا کہ سر کے چوتھائی حصے کا مسح فرض ہے، یہ وضاحت ہوگئی اس لفظ کی جو قرآن پاک میں آیا تھا، لیکن سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے، چاہے تو سارے سر پر ہاتھ پھیر لیے جائیں تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دونوں انگوٹھوں اور ان کے ساتھ والی

دونوں انگلیوں کو سر پر نہ لگنے دیا جائے اور ان کے ساتھ کان کا مسح کیا جائے، گردن کے لیے پھر نیا پانی لیا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے، کہ کان سر میں شامل ہیں، حضرت شافعیؒ کا اجتہاد یہ ہے کہ کان کے لیے الگ پانی لیں، اور گردن کا مسح کانوں کے ساتھ ملالیں، امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ سرکار علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ کان سر میں شامل ہیں اس لیے کہ وہ سب کو پتہ ہے کہ کان سر کے اندر ہوتے ہیں، یہ بتانے والی بات نہیں ہے، اصل وضو کا مسئلہ سمجھانا ہے، کہ جب سر کا مسح کرو تو اسی کے ساتھ کان کا بھی مسح کرلو، گردن کے لیے الگ پانی لو، اور گردن کے مسح کے لیے جب بھی پانی لو تو اوپر سے نیچے کی طرف ہاتھ پھیرا جائے، اپنے سروں کا مسح کرنا ہے، اور اپنے پاؤں کو بھی دھونا ہے ٹخنوں سمیت، یہاں پھر اوپر والی بحث آئے گی، یعنی گھٹنوں سے تھوڑا نیچے تک دھولیں، یہاں امت میں ایک لفظی نزاع ہے، عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ جس لفظ پر آپ عطف ڈالتے ہیں وہاں معطوف علیہ اور معطوف کا اعراب ایک ہوتا ہے، میں اس کی تھوڑی اور وضاحت کرتا ہوں، ہم اردو میں کہتے ہیں خالد اور حمید آئے، اور کے لفظ نے خالد اور حمید کے آنے کو اکٹھا کر دیا ہے، یعنی خالد بھی آیا اور حمید بھی آیا، اب یہ جو اور کا لفظ ہے یہ حرف عطف ہے، پہلے خالد ہے پیچھے حمید ہے، اب جو حکم خالد کے لیے ہے وہی حمید کے لیے ہے، یہاں تک اردو نے عربی کا ساتھ دیا، لیکن عربی نے یہاں ایک قاعدہ بنادیا، اس نے کہا کہ جو زیر زبر یا پیش پہلے حرف پر دیتی ہے، وہی پچھلے پر دیتی ہے، پہلا معطوف علیہ اور پیچھے والا معطوف ہے، یہاں "**فاغسلوا**" تم دھو دو، عربی گرائمر میں یہ فعل با فاعل ہے، اس کے بعد مفعول آئے گا، عربی میں فعل اور فاعل کے بعد مفعول آئے گا، لہذا "**وجوهكم**" ہ پر زبر ہے، مضاف ہے کم کی طرف، اس پر زبر آگئی، "**وايديكم**" ی پر پھر زبر ہے، یہ بھی کم کی طرف مضاف ہے، "**وامسحو برء و سكم**" س کے نیچے زیر آگئی ہے وجہ کیا ہے؟ ب عربی میں زیر دیتی ہے، لام بھی عربی میں زیر دیتا ہے، تو یہاں پھر زیر آئی، اب جب یہاں زیر آگئی ہے تو سر کا مسح ہوگا سر کا دھونا نہیں ہوگا، اگلا لفظ آگیا "وارجلکم" یہاں پھر لام پر زبر آگئی، پتہ چلا کہ "**وارجلكم**" زبر والی برادری سے تعلق رکھتا ہے، اور اس برادری میں دو لفظ تھے، "وجوھکم اور وایدیکم"۔ منہ بھی دھونے ہیں اور کہنیوں سمیت ہاتھ بھی دھونے ہیں، اور ٹخنوں سمیت پاؤں بھی دھونے ہیں، اب جو عربی کا قاعدہ ہے وہ یہ ہے کہ قریب پر عطف کیا جائے، اگر قریب پر عطف کریں تو پڑھنا پڑے گا "**وامسحوا برء و سكم وارجلكم**"۔ لیکن جب سے قرآن پاک نازل ہوا ہے، وارجلکم کے لام پر زبر ہے، اب اسے پہلے ذکر کیوں نہیں کیا تاکہ ترتیب ملحوظ رہ سکے، ترتیب یہ تھی کہ منہ دھونا ہے بازوں کو دھونا ہے کہنیوں سمیت، اب اگر کہہ دیا جاتا کہ پاؤں دھونے ہیں تو پاؤں دھونے کے بعد پھر آپ کو سر پر مسح کرنا ہوگا جس سے ترتیب ٹوٹ جاتی ہے، لہذا اس ترتیب کی خاطر مسح کا ذکر پہلے کر کے اوپر زبر دیدی، تاکہ گرائمر جاننے والے عربی زبان سمجھنے والے یہ سمجھ جائیں کہ اسے مسح والے حصے میں شامل نہیں کرنا ہے، بلکہ دھونے والے حصے میں شامل کرنا ہے، البتہ سنت نے ہمیں ایک رعایت دی وہ رعایت یہ تھی کہ شدید

Marfat.com

سردیاں ہیں، آپ پاؤں میں موزہ پہن لیتے ہیں تو 24 گھنٹے تک اس پر آپ مسح کر سکتے ہیں، سفر میں ہیں تو تین دن اور تین راتیں مسح کر سکتے ہیں، تو یہ سرکار علیہ السلام نے اس عام میں تخصیص پیدا کر دی، اب اگر سرکار علیہ السلام کسی کام میں تخصیص پیدا کریں تو وہ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ اتھارٹی ہیں، میں یا آپ تخصیص پیدا کرنا چاہیں تو ہم تخصیص پیدا نہیں کر سکتے، اب ہم نے پوچھنا ہے کہ صحابہ ؓ کی عادت مبارک کیا تھی، سیدنا عثمان ؓ کے دور خلافت میں ایک باہر کا بندہ آیا یہ حدیث اہل سنت کی سب کتابوں میں موجود ہے، اس نے آکے کہا کہ امیر المومنین نماز کا وقت ہے، آپ نے وضو فرمانا ہے یا نہیں فرمانا لیکن ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ ہمارے سامنے وضو کریں اس طریقے سے کریں جس طریقے سے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے، سیدنا عثمان غنی ؓ نے پانی منگوایا، اور انہوں نے اسی طریقے سے وضو کیا، پہلے تین دفعہ ہاتھ دھوئے، تین دفعہ کلی کی، ناک میں تین دفعہ پانی ڈالا، منہ مبارک کو تین دفعہ دھویا، دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا، سر کا مسح کیا، کانوں کا مسح کیا گردن کا مسح کیا، اس کے بعد پاؤں دھوئے، پاؤں دھونے کے بعد کھڑے ہو گئے اور برتن میں جو پانی بچا تھا وہ کھڑے ہو کے دو تین گھونٹ پی لیا، یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وضو تھا، اور آخر میں فرمایا کہ میں نے حضرت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے، اب حضور حیدر کرار ؓ جب مسند آرائے خلافت ہوتے ہیں، تو کوفہ کی مسجد میں اسی طرح کچھ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں، آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کی کہ مولیٰ آپ اس طریقے سے وضو کریں چونکہ ہم نے آقا علیہ السلام کو دیکھا نہیں ہے آپ نے تو دیکھا ہے، دیکھا آپ نے کہ تابعین کی یہ کتنی پیاری خواہش تھی، کہ جس طرح سرکار علیہ السلام نے وضو کیا ہے، اسی طریقے سے آپ بھی وضو کریں، مولائے کائنات ؓ نے بالکل اسی طرح وضو کیا، جس طریقے سے سیدنا عثمان غنی ؓ نے کیا تھا، آخر میں فرمایا کہ وہ سائل کدھر ہے، کیا اب تیری تسلی ہوگئی، کہ یہ طریقہ ہے وضو کا، وہ کتاب جس میں حضرت علی ؓ کے خطبات موجود ہیں، علامہ رضی نے انہیں جمع کیا ہے، ان میں بھی اسی طرح پاؤں دھونے کا ذکر ہے جس طرح ہم اب پاؤں دھوتے ہیں، اب میں حاضر ہوتا ہوں سیدنا موسیٰ کاظم ؒ کی سرکار میں، جن کی نسل ہونے کی وجہ سے کچھ اپنے آپ کو موسوی لکھتے ہیں کچھ کاظمی لکھتے ہیں، سب ان کی اولاد ہیں، ان کے عظیم ساتھی جن کا نام ابن یقطین ہے، انہوں نے حضرت امام سے پوچھا، کہ وضو کیسے کیا جائے، میں تبرکاً آپ کے وہ الفاظ آپ کے سامنے دہرا دیتا ہوں۔

"کہ تین دفعہ کلی کریں، تین دفعہ ناک میں پانی ڈال لیں، تین دفعہ اپنے چہرے کو دھولیں، اپنی ڈاڑھی کے بالوں میں خلال کریں تا کہ ڈاڑھی کے نیچے والا چہرہ خشک نہ رہ جائے، پھر کہنیوں سمیت اپنے ہاتھوں کو دھولیں، پھر اس کے بعد اپنے پورے سر پر مسح کریں، اپنے دونوں کانوں کے ظاہری حصے کا بھی اور اندر والے حصہ اور گردن کا بھی مسح کریں، اور تین دفعہ ٹخنوں سمیت پاؤں

دھولیں، اس طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے سے وضو نہ کیا جائے"۔

اب یہ وہ وضو ہے جو ہمارے ہاں مروج ہے، اور حضرت امام موسیٰ کاظم ؒ فرماتے ہیں، کہ اس کے خلاف وضو نہیں کرنا، اور یہ عبارت ساری کی ساری کشف الغمہ میں موجود ہے۔ تو اب ارشاد یہ ہوا کہ یہ وضو کا طریقہ ہے، لیکن اگر جنابت طاری ہوگئی ہے جسم ناپاک ہوگیا ہے اسے اچھے طریقے سے پاک کرلو، یہاں بھی شریعت محمدیہ نے تین چیزوں کو غسل میں فرض قرار دیا ہے، منہ میں تین دفعہ پانی ڈالا جائے، ناک میں تین دفعہ پانی ڈالا جائے، پھر سارے جسم پر تین دفعہ پانی بہادیا جائے، اگر اس جگہ پانی رک رہا ہے جہاں آپ غسل کررہے ہیں تو اس مقام سے ہٹ جائیں، کسی صاف مقام پر جہاں پانی اکٹھا نہیں ہوتا وہاں پر پاؤں دھولیں، یہ غسل کے فرض تھے، اب غسل سنت کس طریقے سے ہوتا ہے، تو پہلے آپ پورا وضو کریں، پاؤں دھوئے بغیر، پھر اس کے بعد سر سے آغاز کریں پانی بہانے کا، پھر اعضاء کو دائیں طرف سے شروع کریں، داہنے کندھے سے آغاز ہو اور بائیں کندھے کو دھولیں اسی طرح داہنی ٹانگ اور پھر بائیں ٹانگ کو دھولیں، یہ وہ طریقہ ہے جو غسل میں مسنون ہے۔

وان کنتم مرضی او علیٰ سفر -----

۱۰ اب آپ بیمار ہوگئے ہیں، یا سفر پر ہیں، یا تم میں سے کوئی بندہ رفع حاجت کے بعد آیا، میں گزشتہ لیکچروں میں جہاں غائط کا لفظ آیا تھا وہاں تحقیق کی تھی، غائط دراصل گہری جگہ کو کہتے ہیں، اسلام چاہتا یہ ہے کہ آپ اگر باہر کھلی فضاء میں ہیں، تو ایسی جگہ رفع حاجت کے لیے بیٹھیں جو گہری بھی ہو اور لوگوں کو نظر بھی نہ آتی ہو، قرآن پاک نے یہ لفظ استعمال کیا کہ کوئی آدمی گہری جگہ سے نکل کے آیا ہو، کتنی لطافت سے اس لفظ کو استعمال کیا ہے، اسی طرح جنسی رابطے کو چھونے والے لفظ سے تعبیر کرنا بھی قرآن پاک کا حسن بیان ہے، ورنہ باقی کتابوں میں یہ حسن بیان نہیں ملتا، پھر ان ساری باتوں کے بعد پانی نہیں ملا تو کیا کیا جائے، عرب میں یہ بات عام ہوتی تھی، صحرا میں میلوں نہیں بلکہ سینکڑوں میلوں کے حساب سے دور دور تک پانی نہیں ملتا تھا، ارشاد فرمایا تیمم کرلو پاک مٹی سے، پاک مٹی اسے کہتے ہیں جسے آپ انگریزی میں Soil کہتے ہیں، یعنی سطح ارضی کی باریک پسی ہوئی باریک مٹی، اسے عربی میں صعید کہتے ہیں، لیکن وہ مٹی پاک ہونی چاہیے، ائمہ عالی مقام نے زمین سے ہر نکلنے والی شے چاہے وہ پتھر ہے ریت ہے مٹی ہے ان سب سے مسح کرنا جائز قرار دیا ہے، اب ارشاد یہ ہوا کہ جب یہ کرو تو اپنے ہاتھوں اور چہروں کا مسح کرلو، مسح وضو کا قائم مقام ہے، تو جن اعضاء کا آپ نے مسح کرنا ہے، وہاں تک ہی مسح کریں گے جہاں تک وضو کرتے ہیں، اب چونکہ قرآن پاک نے کہا کہ دو اعضاء کا مسح کرنا ہے تیمم میں۔ چہرے کا مسح کرنا ہے، اور ہاتھوں کا مسح کرنا ہے، اور میں تحقیقاً آپ کو یہ بات سمجھا چکا ہوں کہ جب بھی عربی میں "ید" کا لفظ آئے تو ہاتھ انگلیوں سے لے کر کہنیوں تک ہوتا ہے، اب ... قرآن پاک نے

Marfat.com

تیمم میں آ کے حد بیان کردی کہ ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرو، یہاں ایک سوال آتا ہے، کہ پاؤں کا مسح کیوں نہیں ہے، پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ ہم قرآن پاک کے مقابلے میں اپنے عقلی دلائل کو نہیں لا سکتے ۔لہذا جو قرآن پاک کہتا ہے اسے خاموشی سے مان لینا ہی ایمان ہے، لیکن اگر آپ عقل کے پیچھے پڑیں تو میں آپ کو ایک راستہ بتاتا ہوں، ابھی میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ آپ سفر میں ہوں یا شدید سردی ہے تو آپ پاؤں نہیں دھونا چاہتے تو آپ نے موزہ پہن لینا ہے، قیام کی صورت میں 24 گھنٹے اس پر آپ مسح کر سکتے ہیں یہاں ایک فقہی مسئلہ اور بھی عرض کر دوں، مثلاً ایک بندے نے ظہر کو وضو کیا ہے، اور اس وضو میں اس نے پاؤں دھوئے تھے، اور پھر آپ نے موزہ پہن لیا، آپ ظہر سے عشاء تک باوضو رہے، جس وقت آپ پہلی دفعہ بے وضو ہوئے ہیں اسے پہننے کے بعد اس پہلی بے وضو کی کے وقت کے بعد آپ نے 24 گھنٹے کا وقت مقرر کرنا ہوگا، ایک بات یہ یاد رکھی جائے اور یہی طریقہ ہے سفر کا بھی، اب سفر کے دوران آپ نے اس پر مسح کر لیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ پاؤں کا کچھ حالات میں مسح کیا جاتا ہے، اور عام حالات میں مسح نہیں کیا جاتا، اب آپ ان اعضاء کی ترتیب دیکھ لیں جن کا وضو کیا جاتا ہے، آپ نے کبھی بھی چہرے پر پانی کی موجودگی میں مسح نہیں کیا، آپ نے اسے ہمیشہ دھویا ہے، لہذا آپ نے چہرے کا تیمم میں مسح کرنا ہے، وضو کے دوران پانی کی موجودگی میں آپ نے کبھی بھی ہاتھوں کا مسح نہیں کیا ہے، لہذا تیمم کے دوران ان کا بھی آپ نے مسح کرنا ہے، لیکن جب آپ سفر میں ہیں یا گھر میں ہی ہیں، اور پاؤں پاک ہونے کے بعد آپ نے موزے پہن لیے ہیں تو پانی ہوتے ہوئے آپ نے ان کو نہیں دھویا بلکہ ان کا مسح کیا ہے، اگلی بات یہ ہے کہ وضو کے اعضاء سارے چھ تھے، تین کو آپ دھو رہے تھے اور تین کا آپ مسح کر رہے تھے، تاکہ وضو میں بھی مساوات قائم ہو سکے، آپ نے منہ کو بھی دھولیا، بازو بھی دھو لیے اور پاؤں بھی دھو لیے تین اعضاء کو آپ نے دھولیا، سر پر بھی مسح ہو گیا کانوں پر مسح ہو گیا اور گردن پر بھی مسح ہو گیا، لیکن پاؤں کے لیے کچھ حالات ایسے ہیں کہ پانی ہوتے ہوئے بھی آپ نے موزے پہن کر مسح کر لیا تھا، اب اللہ تعالیٰ نے تیمم میں اس کا مسح معاف کر دیا، جہاں مسح تھا وہ معاف ہو گیا، اور جن اعضاء کو وضو کے اندر دھونا ضروری تھا ان کا تیمم میں مسح فرض قرار دے دیا، اب جہاں بھی سرکار کریمؐ نے ارشاد فرمایا حدیث پاک میں کہ دو اعضاء کا مسح کرنا ہے صرف منہ اور ہاتھ کا، بخاری کے کچھ شارحین جو عجمی تھے، انہوں نے بھی ہاتھ میں کہنیوں کو شامل نہیں کیا، لیکن اصل کیفیت یہ ہے کہ یہ مسح اصل میں دھونے کے قائم مقام ہے، تو جہاں تک آپ اعضاء کو دھوتے ہیں وہاں تک آپ نے مسح کرنا ہوگا۔

Marfat.com

آگ ابھی تک بجھی نہیں ہے، یورپ کے محققین وہ جس ملک کے بھی رہنے والے ہوں آپ جب بھی ان کا مطالعہ کرنے بیٹھے ہیں تو ظاہری الفاظ نہ بھی ہوں، باطنی طور پر وہ ساری باتیں آجاتی ہیں جو باتیں مسلمانوں کے خلاف ہیں۔

اب ارشاد ہوا کہ جو ان کے دلوں میں چھپی باتیں ہیں وہ بڑی ہی ظالمانہ ہیں، ہم نے آیات کھول کھول کے تمہارے سامنے بیان کردی ہیں، تاکہ عقل وشعور کو استعمال کرتے ہوئے تم اپنے وجود کو اور اپنے تشخص کو فنا ہونے سے بچالو! یہاں بے حد زور اس بات پر دیا گیا تھا۔

نہرو نے ہندو پبلک کو ہدایت دینے کے موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی تھی، وہ کہتا تھا، کہ جہاں جہاں تک ہندو کے تہذیبی اثرات تھے، ان تہذیبی اثرات والے علاقوں کو ہم نے لازماً اپنے قبضے میں لینا ہے، گاندھی کا ایک لیکچر تھا میں نے اسے تفصیل سے پڑھا ہے وہ کہتا ہے کہ پہاڑی رقبے کے جو لوگ ہیں ہمارا فرنٹ ایریا ہے یا پنجاب کے کچھ حصے ہیں اور بلوچستان ہے ان لوگوں پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، کہ یہ مذہبی طور پر بڑے جاہل لوگ ہیں، آج ہمارے لیے اصطلاح ہے کہ یہ بنیاد پرست لوگ ہیں، گاندھی کہتا ہے کہ یہ بڑے جاہل لوگ ہیں اور مارنے اور مرنے سے باز نہیں آئیں گے، لہٰذا ان کے لیے ایسی سکیم سوچی جائے کہ پہلی سطح پر انہیں تھوڑا موم کرلیں، دوسری سطح پر تھوڑا آگے بڑھیں اور تیسری سطح پر ان پہاڑی لوگوں کو اس انداز کا بنادیں جس انداز سے باقی ہم بھارت والے لوگ ہیں، ایک بڑی بھونڈی دلیل دی تھی نہرو نے کہ مستقبل میں وہ وقت دور نہیں ہے کہ جس وقت افغانستان ہمارا ایک صوبہ ہوگا، اس کی دلیل کیا تھی، اس نے دلیل یہ دی تھی کہ مغلوں کے دور میں افغانسان برصغیر کا ایک صوبہ تھا، لہٰذا اب بھی یہ ہمارا ایک صوبہ ہوگا، اب مغلوں کو ڈاکو بھی کہا جائے اور غیر ملکی بھی اور ہندوستان پر آکر قبضہ کرلیا، اور دوسرے لمحے میں یہ بات بھی کہی جائے کہ چونکہ مغلوں کے دور میں یہ دہلی کا ایک صوبہ تھا لہٰذا مستقبل میں اسے ہمارا صوبہ ہونا ہے، ایک اور دلیل ملاحظہ ہو، نہرو چونکہ آریا نسل سے تعلق رکھتا ہے: ہندوستان اور ایران، چونکہ آریا نسل کی آبادی ہندوستان کی نسبت ایران میں آٹھ دس گنا زیادہ ہے، لہٰذا ایران کو اپنی آریائی نسل کے ساتھ منضم ہوجانا چاہیے، اب تیسری سٹیج یہ ہے کہ بھارت کو اپنے ماضی کی طرف بڑھنے کے لیے نہر سویز سے مشرق کی طرف سارے علاقے پر اپنی برتری قائم کرنی ہوگی، اور نہرو کی یہ بات بھی ذہن میں رکھیں، کہ اگر یہ انڈیا ہے تو انڈونیشا میں بھی انڈ کا لفظ موجود ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ ہماری تہذیب کا قدیم دور سے خوشہ چین تھا، دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ انڈونیشا کے اگلے کنارے سے لے کے نہر سویز تک ایک انداز سے ہندو تہذیب کا غلبہ ہونا چاہیے، یہ وہ بات ہے جسے انہوں نے غیر معمولی نہ سمجھا بلکہ بڑی وضاحت کے ساتھ ہندوستان کے ان دو لیڈروں نے اسے بار بار بیان کیا۔ ہماری بدقسمتی یہ تھی کہ ہمارے بہت سارے لوگ ان کے ساتھ شامل ہوگئے تھے، قائداعظم کے لیے بے پناہ دقتیں تھیں۔ قرآن حکیم نے ہمیں یہاں جس بات کی طرف متوجہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج----

ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پرحرج پیدانہیں کرنا چاہتا،دین آسان ہے،اس میں تنگی پیدانہ کرو،لہذا جس وقت تمہارے پاس پانی نہیں تھاتواس نے تمہیں تیمم کی اجازت دیدی،کیوں تیمم کی اجازت دی؟ تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پاک رکھے،تیمم سے تم پاک ہوجاتے ہو،اور یہ اس کی نعمت ہے جوتم پروہ پوری کررہا ہے،پانی نہیں ہے تو تیمم کرلو،اللہ تعالیٰ کاشکرادا کروکہ اس نے تمہیں کتنی سہولتیں دیدی ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی یادکرواورتم نے اس کے ساتھ پختہ عہد کیا ہے اسلام پر چلنے کا،اورتم نے کہا تھا کہ اے اللہ ہم تیری بات سنتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں،اب اسی پرعمل بھی کرو،اللہ تعالیٰ سے ڈرو جوتمہارے سینوں اوردلوں میں چھپے ہوئے راز بھی جانتا ہے،اب چونکہ اسلام ایک قوت بن چکا تھااور یہ واضح سی بات ہے کہ عدلیہ آزاد بھی ہواورعدلیہ عدل کوقائم بھی رکھے۔

☆☆☆☆☆

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ

اے ایماندارو! تم اللہ تعالیٰ کے لئے قائم رہ جاؤ

شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ

شہادت انصاف کے ساتھ دینے پر ۱۲ تمہیں آمادہ نہ کرے کسی قوم کی دشمنی کہ

أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ

تم انصاف نہ کرو، تم انصاف کرو وہ پرہیزگاری کے بہت قریب ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ بے شک

ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟

اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے تمہارے اعمال کی، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے ہیں

وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ ۙ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٩﴾

اور اچھے عمل کیے ہیں، ان کے لیے مغفرت ہے اور عظیم اجر ہے

وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَكَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَآ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلا دیا وہ رہنے والے ہیں

ٱلْجَحِيمِ ﴿١٠﴾ جہنم میں

یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین ــــــ

۱۲ ارشاد فرمایا کہ ایماندارو! ایک بات یاد رکھو، تم نے اللہ تعالیٰ کے لیے قائم رہنا ہے ہر معاملے میں، تم اللہ تعالیٰ کے سپاہی ہو، اور اللہ تعالیٰ کے لیے قوم کو ہر کام کے لیے تیار رکھنا تمہاری ڈیوٹی ہے، انصاف کے ساتھ تم نے شہادت دینی ہے، اپنی طرف سے کوئی ملاوٹ نہیں کرنی، اب بات صاف سی تھی، کہ مکہ والوں نے تیرہ سال مکے میں اور جب مسلمان مدینہ چلے گئے تو آٹھ سال تک مدینے میں، یعنی پورے اکیس سال تک کافروں نے مسلمانوں کا ناطقہ بند کیے رکھا، انہیں طرح طرح کی سزائیں دیں، مارا

Marfat.com

پیٹا اور بے حرمتی کی، ان کے بازو توڑے ان کی ٹانگیں توڑیں خود سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا انہیں اونٹ پر نیزہ مار کے نیچے گرایا گیا، یہ زخمی حالت میں مدینے پہنچیں، اور ان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے تین چار ماہ کے بعد اس دنیا سے تشریف لے گئیں، تو یہ ساری باتیں تھیں جو مسلمان جان رہے تھے، اور پتہ تھا ان ساری باتوں کا، ہمارے ہاں تو یہ مصیبت پڑ گئی کہ سرکار علیہ السلام کی بیٹیوں کا انکار کر دیا گیا اور جن پر یہ مظالم ہوئے ہیں ان کو یہ بھول گئے، یہ مائی صاحبہ پر بیتی، اب نوعیت یہ تھی کہ جب مسلمان فاتح بن گئے ہیں تو کیا یہ چن چن کے انتقام لیں گے یا نہیں، کتنی بڑی عظمت ہے اسلام کی کہ قرآن پاک نے اعلان کر دیا کہ ''کسی قوم کے ساتھ دشمنی تمہیں اس بات پر بالکل نہ بھڑکائے کہ تم انصاف نہ کرو''۔ اپنی دشمنی کو اٹھا کے ایک طرف رکھ دو، جب تم عدلیہ کی کرسی پر بیٹھ گئے ہو، اور اقتدار تمہارے پاس آ گیا ہے تو انصاف کو کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑنا، لہٰذا اب تم نے انصاف کرنا ہے، کیوں انصاف کرنا ہے، کیونکہ انصاف پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کے بہت ہی قریب ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جہاں انصاف ہوتا ہے، وہاں تقویٰ پیدا ہوتا ہے، نتیجہ یہ نکلے گا، اب اگر عدلیہ آزاد ہے وہ انصاف کرتی ہے، تو اس تقویٰ کے بہت سارے پہلو ہوں گے، ایک تو جج حضرات انصاف کرتے ہوئے تقویٰ کی چوٹی پر ہوں گے، اور دوسرے وہ جن کے خلاف فیصلے ہو رہے ہیں انہیں دیکھ کے وہ لوگ جو بڑے جری ہیں جرائم پر وہ پیچھے ہٹ جائیں گے، جب وہ پیچھے ہٹیں گے تو جہنم سے بچیں گے، یہ وہ تقویٰ ہے جو اسلامی قانون اور آئین پیدا کرنا چاہتا ہے، تو یہ باتیں تقویٰ کے بہت قریب ہیں، اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، پھر تاکید کر دی گئی کہ تمہارے اعمال کی وہ خبر رکھتا ہے، یہ لطیف اشارہ کہ کسی وجہ سے تم اگر جج کی گرفت سے بچ بھی گئے تو ایک اور عدالت لگنی ہے، وہاں سے کیسے بچو گے، اس لیے کسی صورت بھی غلط بیانی نہ ہو، شہادت غلط نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایماندار ہیں اور ان کے اعمال نیک ہیں، ان سے دو وعدے کر رکھے ہیں، ایک تو یہ کہ انہیں معافی دے دی جائے گی جو انہوں نے چھوٹے موٹے گناہ کیے ہوں گے. ان کی، اور دوسری بات یہ ہے کہ انہیں اس نیکی کی جو انہوں نے معاشرے میں پھیلائی ہے اجر عظیم ہوگا، اسے ایک انداز سے سوچیں تو ایک اور نکتہ آپ کے ذہن میں آئے گا، کہ آپ میں سے کوئی میری بہن یا بھائی کم سے کم دس بچوں کو پڑھا دیتے ہیں، وہ دس بچے پھر آگے دس دس اور بچوں کو پڑھا دیتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا فیض دوسری پشت میں سو تک پھیل گیا ہے، اگر آگے وہ بھی دس دس کو ہی پڑھائیں زیادہ کو نہ پڑھائیں تو تیسری پشت میں یہ ہزار ہو جائیں گے، اب میں سوچتا ہوں کہ جن لوگوں کو ہمارے عظیم مقتنین حضرت جعفر صادقؓ، حضرت امام اعظمؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ وغیرہ نے اسلامی لاء پڑھایا تھا آج جب ان کے اور ہمارے درمیان 36 یا 38 یا 40 پشتیں حائل ہیں تو ان کا وہ فیض کہاں تک پھیل گیا ہوگا، جب آپ اسے معلوم کریں گے اسی دنیا میں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اجر عظیم کیا ہوتا ہے، اور جو کافر ہیں اور تکذیب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کی تو وہ تو جہنم کا ایندھن ہیں وہ تو ادھر چلے جائیں گے۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ

اے ایماندارو! اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَن يَبْسُطُوٓا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ

جو اس نے تم پر کی جب ایک گروہ نے قصد کیا تھا کہ تمہاری طرف ہاتھوں کو پھیلا دیں

فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ روک دیئے تم سے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ پر ہی توکل رکھا کرتے ہیں

الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ مومن ١٣

یا ایہا الذین امنو ا اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم-----

١٣ اے ایماندارو! اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو، کچھ لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ تمہاری طرف ہاتھ بڑھائیں اور تمہیں ماردیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو روک دیا، اللہ تعالیٰ سے ڈرو مومن اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے، یہاں مفسرین نے دو واقعات نقل کیے ہیں، پہلا واقعہ یہ ہے، ایک آدمی نے سرکار علیہ السلام پر حملہ کیا تو سرکار علیہ السلام نے صرف ایک لفظ ارشاد فرمایا: ''اللہ'' اب یہ نبی کی زبان سے نکلا تھا، اس انداز سے نکلا کہ اس پر رعشہ طاری ہو گیا، تلوار ہاتھ سے گر گئی، سرکار علیہ السلام نے وہی تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ بتا تجھے اب مجھ سے کون بچائے گا، اب چونکہ وہ بتوں کا پجاری تھا اس نے یہ نہیں کہا کہ فلاں بچا سکتا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ تو مصطفیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے، انہوں نے اپنے اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا، اس نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ آپ اچھے انسان ہیں اور آپ مجھے معاف کر دیں گے، سرکار علیہ السلام نے کہا چلو میں نے تجھے معاف کر دیا۔ کچھ مفسرین نے اس واقعہ کو لیا ہے، ابن جریر وغیرہ نے دوسرا واقعہ لیا ہے، واقعہ یہ تھا کہ مدینہ کے یہود کے ساتھ سرکار علیہ السلام کا معاہدہ تھا، اور معاہدہ یہ تھا کہ اگر کوئی قتل خطا ہو جائے، یعنی نیتاً کسی نے کسی کو مارا نہیں، خطا سے بندہ کوئی قتل ہو گیا ہے، یہ فائر کر رہا تھا اور سامنے سے کوئی بندہ گزر رہا تھا گولی اسے لگی اور وہ مر گیا یہ قتل خطا ہے، تو اب اگر قتل خطا ہے، تو اس سلسلے میں دیت دینی ہوتی تھی، دیت اس دور میں ایک سو اونٹ ہوتے تھے، قیامت تک اس سو اونٹ کی قیمت ہوگی، یعنی اسے اجتہاد کر کے اس کی قیمت کو نہیں بدلا جا سکتا، کہ آپ اپنی طرف سے پیسے متعین کر دیں، متعین اونٹ کی قیمت ہوگی، اور پھر اس ایک اونٹ کی قیمت کو سو اونٹوں کی قیمت تک پھیلا

دیا جائے گا، اس نکتے پر خصوصی غور کیا جائے، اب سرکار علیہ السلام ان کے پاس گئے کہ ہمارا آپس میں معاہدہ ہے، تو آپ نے بھی اس دیت میں اپنا حصہ دینا ہے، ہاں جی آپ بیٹھیں چونکہ آپ ہمارے مہمان ہیں کھانا پینا ہو جائے تو پھر بات کرتے ہیں کہ ہم کتنے اونٹ دیں گے، کسی بندے نے اشارہ کیا کہ دیوار کے اوپر ایک بہت بڑا پتھر پڑا ہے دیوار کے پیچھے سے جا کے اس پتھر کو نبی مکرمؐ کے اوپر گرا دیں، آج یہ ہماری برادری میں آ گئے ہیں اس لیے یہ واپس زندہ مسلمانوں کے پاس نہ جا سکیں، اب محبوب رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کریم نے کہا کہ اس جگہ سے آپ اٹھ جائیں، سرکار علیہ السلام وہاں سے فوراً اٹھ گئے، اور ان لوگوں کی سکیم وہاں ہی دھری کی دھری رہ گئی، تو اللہ کریم اسے اپنا احسان جتلا رہا ہے، میں سوچتا ہوں کہ اگر یہ احسان ہے تو یہ احسان قیامت تک آنے والی امت کے ہر فرد پر یہ احسان ہے، کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب رحیمؐ کو تحفظ مہیا فرما کے صرف سرکار علیہ السلام پر احسان نہیں کیا بلکہ قیامت تک آنے والی ساری امت پر احسان فرمایا لیکن یہاں ایک بہت ہی لطیف نکتہ ہے اس پر تو جان قربان کرنے کو جی چاہتا ہے، وہ لطیف نکتہ یہ ہے کہ انہوں نے معاملہ سارا تو سرکار علیہ السلام کے خلاف استعمال کیا لیکن قرآن پاک نے لفظ کیا کہا "جب ایک گروہ نے ارادہ کیا تھا کہ اے مسلمانو! تمہاری طرف وہ ہاتھ بڑھائیں"۔

اس نکتے کو اقبال نے ایک مقام پر بڑے ہی نفیس انداز میں بیان کیا ہے، اقبال کہتا ہے کہ لاہور میں میرے پیدا ہونے کی بات توکل کی ہے دراصل جب سرکار کریمؐ غار حرا میں بیٹھے تھے امت اس وقت آپ کے دل میں پیدا ہو گئی تھی، ساری امت تو وہاں موجود تھی، تو یہاں قرآن پاک نے ادھر ہی اشارہ کیا میں سمجھتا ہوں کہ اقبال کے ذہن میں یہی بات تھی، کہ ساری امت کو اللہ کریم نے مخاطب کر کے کہہ دیا کہ تمہاری طرف کافروں نے ہاتھ بڑھائے تھے، یہ بات نہیں کہی کہ میرے محبوبؐ کی طرف ہاتھ بڑھائے تھے، اے اللہ ہمیں محبوب علیہ السلام کی کالی کملی میں جگہ عطا کر، تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے، اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف قرآن پاک نے اشارہ کیا، کہ تمہارا وجود مصطفیٰ علیہ السلام کے وجود میں ضم ہے، تم ان سے الگ نہیں ہو، اگر الگ نہیں ہیں تو کتنی لطافتیں بیان کر دی ہیں، الگ نہیں ہو تو پھر غلاظتوں کی دنیا سے نکل آؤ، اگر ان سے الگ نہیں ہو تو اپنی خواہشات کو چھوڑ دو، اگر ان سے الگ نہیں ہو تو پھر اقبال والی بات ہے اگر تجھ میں مصطفیٰ علیہ السلام کا رنگ اور مہک نہیں ہے، تو پھر درود پاک پڑھ کے ان کے نام کو آلودہ نہ کر، یہ وہ لطافتیں ہیں جو قرآن پاک کے اس ایک لفظ نے بیان کر دی ہیں، اور کس کس طریقے سے بیان کی ہیں، میں کہتا ہوں کہ ان لطافتوں میں کھو جانے کو جی چاہتا ہے، اس طرح ان میں کھو جائیں تاکہ کچھ پا سکیں، اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے ہاتھ وہاں ہی روک دیئے تھے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کا توکل ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

﴿٥﴾ وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي

محبوب آپ انہیں بتادیں، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا

إِسْرَآءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ

ان میں بارہ نقیب مقرر فرمائے تھے، فرمایا تھا کہ

إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَوٰةَ وَءَاتَيْتُمُ الزَّكَوٰةَ

میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی، زکوۃ کی ادائگی کی

وَءَامَنتُم بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا

میرے رسولوں پر ایمان لائے، رسولوں کی عزت اور احترام کیا، اور ان کی مدد کی، اور تم نے اللہ تعالیٰ کو قرض

حَسَنًا لَّأُكَفِّرَنَّ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ

حسنہ دیا تو میں لازماً تمہارے گناہوں کو مٹادوں گا، اور تمہیں جگہ دوں گا

جَنَّـٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَـٰرُ ۚ فَمَن كَفَرَ بَعْدَ

ایسی جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس کے بعد اگر کوئی انکار کرے گا

ذَٰلِكَ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيلِ ﴿١٢﴾

تم میں سے تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۱۴

ولقد اخذ اللہ میثق بنی اسراءیل ---

۱۴ جناب موسیٰ علیہ السلام نے جب وہ مصر سے نکلے اور صحراء میں آئے تو وہاں بارہ آدمی متعین کر کے ارشاد فرمایا! کہ جاؤ اور شام کے علاقے کا تجزیہ کر کے آؤ تا کہ ہم شام پر قبضہ کر سکیں، یہ وہ زمین ہے جو مقدس ہے، اور اس مقدس زمین پر ہم نے تسلط

Marfat.com

جمانا ہے، وہ بارہ کے بارہ آدمی جب واپس آئے تو ان میں سے دس نے اپنی قوم کو بے تحاشا ڈرایا، کہ شام والے بڑے طاقتور اور قدآور آدمی ہیں اور بڑے جابر وجسیم ہیں، اگر ہم ان کے ہتھے چڑھ گئے تو وہ ہمیں مار مار کے ہمارا برا حال کردیں گے، لہذا جو طریقہ بھی ہو جناب موسیٰ علیہ السلام کو روکا جائے، صرف دو آدمی جناب یوشع اور جناب کالب انہوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام کے کہنے کے مطابق قوم کو کچھ نہیں کہا، لیکن انہوں نے آگے جانے سے انکار کردیا، کہنے لگے کہ ہم قطعاً حملہ نہیں کریں گے، جناب موسیٰ علیہ السلام پہاڑی پر کھڑے تھے، اور شام کی طرف آپ کا رخ مبارک تھا، اگر آپ غور سے پڑھتے ہیں تو آج بھی اسرائیلیوں نے ایک بات کہی ہوئی ہے، وہ کہتے ہیں کہ شام ہمارے انبیاء کی سرزمین ہے، لہذا اس پر قبضہ کرنا ہمارے لیے فرض ہے، ادھر کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں چونکہ نبی علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے یہود کا غلبہ تھا لہذا مدینہ بھی ہم نے لازماً شامل کرنا ہے، تو ان کے نزدیک جو گریٹ اسرائیل ہے اس کے نقشے میں سارا شام بھی شامل ہے اردن کے بہت سارے علاقوں سمیت اور سارے کا سارا حجاز بھی شامل ہے مدینہ طیبہ سمیت، نظریہ یہ ہے کہ جب جناب موسیٰ علیہ السلام اس پہاڑی پر کھڑے تھے، تو جہاں تک ان کی نگاہ پہنچ رہی تھی، وہ ساری جگہ ہماری ہے، میں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یہاں کہیں طور پر کھڑے تھے اور ان کی نگاہ یہاں زمین پر جہاں تک پڑ رہی تھی وہ تمہاری ہے، اور تم نے حد بندی کردی ہے کہ شام، اردن کے کچھ حصے اور حجاز کے کچھ حصے جو ہیں ان پر جناب موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ پڑی تھی، تو اس نبی کے متعلق کیا خیال ہے جس نے لامکاں پر کھڑے ہو کے ساری کائنات پر نگاہ ڈالی تھی، اگر یہی بات ہے تو پھر آپ کے حصے میں کچھ نہیں آئے گا، لیکن یہ بار بار اس بات کو دہراتے ہیں، آگے نہیں بڑھے، ان کے اسلاف وہاں رک گئے، جناب موسیٰ علیہ السلام ایک سال تک طور پر بیٹھے رہے، وہاں آپ کو تورات ملی، اور جب یہ بالکل آگے نہیں بڑھتے تو رب کریم نے طریقہ یہ کیا کہ یہ اس جگہ سے کہیں اور نکل نہیں سکے، جناب موسیٰ علیہ السلام سے کہتے تھے، کہ ہمیں کیوں مصر سے لے آئے ہو، وہاں رہتے تو صرف غلامی تھی، اور شامیوں سے لڑنا چاہتے ہو وہاں تو سراسر موت ہی نظر آتی ہے، ہم غلامی سے بھاگیں اور موت کی طرف بڑھیں تو کیا یہ عقل کی بات ہے، وہاں یہ چالیس سال تک گھومتے پھرتے رہے اور صحرائے سینا سے کہیں بھی باہر نہ نکل سکے، جو عمر رسیدہ لوگ مصر سے آئے تھے وہ ان چالیس سالوں کے دوران سارے کے سارے مرگئے، اب وہ بچے جوان ہو گئے جو اس صحراء میں پیدا ہوئے تھے، اور اقبال نے شائد اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ!

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی یا بندہ صحرائی یا مرد کہستانی

اسی پہاڑ سے اترنے والا ایک بندہ نیچے اتر کے حالات کو بدل دیتا ہے، یا کسی صحراء کی کھلی ہوا کھانے والا جس کا ذہن نہ لینن کا غلام ہوتا ہے نہ وہ قیل سے نہ حیل سے متاثر ہوتا ہے، نہ وہ کسی باڈلے کا مرید ہوتا ہے، تو جب ایسا بندہ میدان میں اترتا

Marfat.com

ہے، تو پھر اس کی للکار کے سامنے یہ انسانی سطوتین گیدڑوں کی طرح اڑنے اور بھاگنے لگ جاتی ہیں، تو جب یہ نئی نسل آگئی تو جناب موسیٰ علیہ السلام پھر آگے بڑھے، اور شام کا علاقہ فتح ہوگیا، تو قرآن پاک نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بارہ نقیب بھیجے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، شرط یہ ہے کہ تم نے عبادت بھی کرنی ہے، زکوۃ بھی دینی ہے، میرے رسولوں پر ایمان بھی لانا ہے، "وعزرتموھم" کا معنی جو مفسرین نے لکھا ہے، وہ صرف یہ نہیں ہے کہ ان کی مدد کرتے رہو، وہ معنی یہ ہے کہ احترام کی وجہ سے مدد کروگے، کیونکہ نبی بہت ہی محترم ہوتا ہے، لہذا اس کی مدد کرنی ہے، اس طرح مدد نہیں کرنی ہے جس طرح آپ ایک دوسرے کی مدد کردیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کی عزت میں فرق نہ آئے، کتنا عظیم رتبہ ہے نبیوں کا۔

آج دوپہر کو ایک نوجوان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہمارا مولوی یہ کہتا ہے ہمارا مولوی وہ کہتا ہے، آپ یقین مانیں کہ میں اس کی بات سن کے کانپ گیا، کیا یہ ممبر کے وارث ہیں، جو انبیاء علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں قدم قدم پر، کہ نبی کریم علیہ السلام کی حیثیت کیا ہے کہ وہ قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ سے گداگر بن کر پوچھیں گے کہ میں سر سجدے سے اٹھاؤں یا نہیں، میں نے کہا کہ قرآن پاک میں یہ بات کہیں نہیں لکھی ہوئی، حدیث میں یہ بات کہیں نہیں لکھی ہوئی، وہ تو اللہ کریم کے سرکار میں سجدہ کریں گے تو حدیث کی کتاب بخاری میں الفاظ یہ ہیں۔ "محبوبؐ ذرا سر مبارک اٹھائیں آپ جو کہیں گے اسے پورا کیا جائے گا، اور جو بھی آپ شفاعت کریں گے وہ قبول کی جائے گی"۔

میں نے کہا کہ اس مولوی کی فطرتِ پلید نے غور نہیں کیا، ادھر قرآن پاک نے کہا! "محبوبؐ، جب آپ اوپر سر اٹھا رہے تھے ہم اسے دیکھ رہے تھے، محبوبؐ آپ کو جو قبلہ پسند ہے، ہم اسی کو آپ کا قبلہ مقرر کریں گے"۔ کیا یہ الفاظ ان باتوں کے متحمل ہیں جو منبروں پر کہتے رہتے ہیں، غور کی بات یہ ہے کہ مسلمان انہیں عالم سمجھ کے مسجد کا خطیب بناتے ہیں، اور یہ منبر پر جب بیٹھ جاتے ہیں تو وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ انسان کو اپنے وجود سے نفرت ہونے لگتی ہے، تو آپ اب اندازہ لگائیں کہ ان میں اور ایک ناپاک جانور میں فرق کس بات کا ہوا، کہ جس کے نام کا ورد کرکے یہ محلے کے لوگوں کی بچی کھچی روٹیاں کھاتے ہیں، اسی کے نام نامی کی بے ادبی کرتے ہیں۔ قرآن پاک نے فرمایا کہ نبی کی عزت کرتے ہوئے اس کی مدد کرنی ہے، اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینا ہے، قرض حسن کی دو صورتیں ہیں، گھٹیا صورت یہ ہے کہ آپ پیسے دے کے سود نہ لیں، اور اعلیٰ صورت یہ ہے کہ جو محتاج ہے اس کو دیں اور اس سے واپس ہی نہ لیں، یہ قرض حسن ہوگا اعلیٰ صورت کا، تو میں تمہارے گناہ مٹادوں گا جب تم معاشرے میں یہ باتیں کروگے، تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سدا نہریں بہتی ہیں، اگر ان نعمتوں کے بعد بھی اے اسرائیلیو! تم نے انکار کردیا تو سیدھا راستہ پھر تم سے دور چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ۖ

عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر کے ان پر پھٹکار ڈال دی، ان کے دلوں کو ہم نے سخت کر دیا

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا

وہ کلمات کو اپنی جگہ سے ہیر پھیر کر دیتے ہیں، بہت سارا حصہ جو انہیں عطا ہوا تھا اسے بھول گئے ہیں

ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۖ

محبوب آپ ان کی خیانتوں سے مطلع ہوتے رہیں گے، ہاں ان میں سے تھوڑے لوگ ہیں جو ایسے نہیں ہیں

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳﴾

آپ معاف فرمادیں، درگزر کریں، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے ۱۵

فبما نقضهم ميثاقهم لعنهم -----

۱۵ قرآن پاک نے کہا کہ پھر انھوں نے اپنے عہد توڑ دیئے، ہم نے ان پر لعنت برسادی، لعنت کا مطلب ہے کہ رحمت سے انہیں دور کر دیا، ان کے دلوں کو سخت کر دیا، وہ کرتے کیا تھے، الفاظ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے تھے، اب اس تحریف کی دو صورتیں ہیں الفاظ کو بدل دینا معنے کو بدل دینا یا پوری عبارت کو بدل دینا، تو یہ حضرات یہ والی ساری باتیں کرتے تھے، خاص طور پر آج تک وہ جس بات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جہاں بھی تعریف آتی ہے، اس تعریف کو دور کر دیا جائے اور اس تعریف کو ہٹا دیا جائے، اس کے لیے انہوں نے بے پناہ باتیں کی ہیں، کبھی تو سرکار کریم کا نام نامی بدلا فارقلیط کے لفظ سے، لیکن جب فارقلیط کا معنی ان کے سامنے آیا تو پھر انہیں تکلیف ہوئی کہ بات پھر بھی ان سے بن نہ سکی، اب آپ اندازہ لگائیں میں دو تین عبارتیں انجیل سے پڑھنے لگا ہوں تا کہ پتہ چلے کہ آج بھی اتنی کوششوں کے بعد حقیقت چھپائی نہ جا سکی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا!

Marfat.com

''اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکم پر عمل کرو، اور میں باپ (اللہ تعالیٰ) سے درخواست کروں گا، کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا، کہ ابد تک وہ تمہارے ساتھ رہے گا، میں واپس چلا جاؤں گا، اور باپ سے درخواست کروں گا (یہ ہمارے نزدیک عبارت جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا باپ کہہ دیا جائے چونکہ انجیل میں یہ الفاظ ہیں اس لیے میں مجبوراً یہ الفاظ دہرا رہا ہوں) پھر وہ مددگار بھیجے گا جو قیامت تک تمہارے ساتھ رہے گا''۔ (یوحنا۔ باب نمبر 14 آیت نمبر 16)

آنے والے کو عیسیٰ علیہ السلام نے مددگار کہا ہے، اور آج ہمیں کہا جاتا ہے کہ نبی سے مدد مانگنا شرک ہے، کتنا تضاد ہے ان خیالات میں، اب دوسری عبارت ملاحظہ ہو۔

''میں سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے، کہ جب تک میں نہیں جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا، لیکن جب میں جاؤں گا تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کے دنیا کو گناہ، راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا، کہ ان باتوں کو تم نے پورا نہیں کیا (یوحنا۔ باب نمبر 16 آیت نمبر 7، اور 8)

''لیکن جب وہ سچائی کی روح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے گا، تو تم سب کو سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا، (یہ قرآن پاک کے فقرے کا کتنا حسین ترجمہ ہے) اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (یوحنا۔ باب نمبر 16 آیت نمبر 13)

اب آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ اتنی ساری کوششوں کے باوجود بھی رخ مصطفیٰ علیہ السلام پر پردہ ڈالا نہیں جا سکا، آج بھی انجیل مصطفیٰ علیہ السلام کے گیت گا رہی ہے، تو ارشاد فرمایا کہ یہ الفاظ کو اپنی جگہ سے آگے پیچھے کر دیتے ہیں، ان پر بڑی نعمتیں آئی تھیں، انہیں نصیحتیں کی گئی تھیں، انہوں نے ان سب کو بھلا دیا، محبوب یہ خیانت کار ہیں آپ ان کی خیانتیں معلوم کرتے رہیں گے، اور پھر ایک درس اخلاق ہے، آپ انہیں معاف فرما دیں اور درگزر فرما دیں، اللہ تعالیٰ حسن سلوک کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اسی بات کو سامنے رکھ کے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا! کہ مجھے تو میرے رب نے ادب سکھایا ہے، اور بڑا خوبصورت ادب سکھا دیا ہے، کیا اس سے بڑھ کر کوئی ادب ہوگا، کہ ابھی اوپر آپ پڑھ آئے ہیں کہ مکہ کے مشرکوں کے لئے کہہ دیا گیا کہ ان کے ساتھ انصاف سے پیش آنا ہے ان کے ساتھ زیادتی نہیں کرنی ہے، اور یہاں ان یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے کہہ دیا گیا کہ محبوب انہیں معاف کر دیں، درگزر فرما دیں، اور سرکار علیہ السلام نے معاف بھی کر دیا اور درگزر بھی فرما دیا۔

یہ الفاظ آگے نصرانیوں کے متعلق آتے ہیں، ان سے بھی ہم نے عہد لیا تھا انہوں نے بھی اس عہد کو بھلا دیا، جوابی طور پر ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا قیامت تک، تھوڑے وقت کے لیے پتہ چلتا ہے، کہ ان عیسائیوں اور یہودی حکومتوں کے درمیان کتنے اچھے تعلقات ہیں، ہمارے کم فہم لوگوں کو شبہ پڑتا ہے، کہ قرآن پاک نے کہا تھا کہ ہم نے ان میں

Marfat.com

کفر کسی دور میں بھی تمہارے خلاف زبانی پروپیگنڈہ اور زبانی اذیت سے باز نہیں آئے گا لیکن جو ان کے اندرونی پروگرام ہیں وہ اگر مدنی دور میں یہودیوں کی زبان پر تھے، تو تاریخ کے مختلف ادوار میں ان لوگوں کی زبانوں پر رہے ہیں اور آج بھی ہیں جو اسلام کے ازلی اور ابدی دشمن ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ تم اس معاشرے سے کٹ کے ادھر آئے ہو، اس بات کو سن لو کہ تمہیں اپنے اس معاشرے سے اور رشتہ داروں سے محبت ہو سکتی ہے، لیکن ان لوگوں کو تم سے کوئی محبت نہیں ہے، وہ اگر یہودی ہیں اور تورات کو مانتے ہیں تو کیا یہ ایسی بات نہیں ہے کہ تم اللہ کی ساری کتابوں کو مانتے ہو، یہاں کتاب کا لفظ جمع نہیں ہے، واحد ہے لیکن آگے ساتھ کل کا لفظ آ گیا ہے، آپ کو عربی کا ایک قاعدہ بتا دوں، کبھی ایک لفظ کے اجزاء مراد نہیں ہوتے، اسے جنس کہتے ہیں، تو یہاں جو The (الف لام) آیا ہے وہ جنس کے لیے آیا ہے، یعنی جس جنس کی بھی اللہ کی کتاب ہے ان سب کو تم مانتے ہو، وہ اسے نہیں مانتے، تمہارے پاس آتے اور تمہارے دبدبے کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لا چکے ہیں، اور جب وہ الگ ہو جاتے ہیں تو پھر غصے کی وجہ سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں کاش ہمیں کچھ قوت ملے تو ہم مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیں، اس غصے کا اظہار کیسے ہوتا ہے، ابھی اگلی آیت میں یہ بات ہمارے سامنے آئے گی، کہ غصے کے ساتھ اپنی انگلیاں چبانے والے جب مسلمانوں پر گرفت پا لیتے ہیں تو پھر وہ کس انداز کو اپناتے ہیں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ اپنے غصے میں مر جاؤ، تمہارے سینے کی باتوں کو اللہ جانتا ہے، اور مسلمانوں کو تمہارے ارادوں سے مطلع فرما دیا ہے، اگر تمہیں کوئی اچھائی مل جائے فتح مل جائے کسی سے سمجھوتا ہو جائے کوئی بھی ایسی بات ہو ان لوگوں کو بہت چبھتی ہے بری لگتی ہے، لیکن اگر کسی وقت تم پر کوئی افتاد آ پڑے کسی مشکل میں پھنس جاؤ تو انہیں بے پناہ خوشی ہوتی ہے کہ آج مسلمانوں کو مار پڑ رہی ہے، آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی اذیتوں سے غیر بے حد خوش ہو رہے ہیں۔ فرمایا تمہیں صبر کرنا ہوگا، تقویٰ اختیار کرنا ہوگا، جب یہ دو باتیں آ جائیں گی، تو ان کی چالیں تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی، جو وہ عمل کر رہے ہیں ان اعمال کو اللہ نے اپنے احاطے میں لے رکھا ہے، اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے، وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

☆☆

Marfat.com

قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا ہے، آپ سے صرف ایک بات پوچھتا ہوں کہ صرف پچیس تیس سالوں میں اس صدی کی ابتداء میں یہ لوگ کن کے خلاف لڑ رہے تھے، 1914ء کی جنگ عظیم اول اور 1938ء میں جنگ عظیم ثانی یہ کن کے خلاف لڑ رہے تھے، پہلی جنگ میں ایک کروڑ اور تیس اکتیس لاکھ بندے مر گئے، دوسری جنگ میں ڈھائی کروڑ سے اوپر آدمی مر گئے اور اس کے علاوہ سائبیریا میں کتنے آدمیوں کو قتل کیا گیا، یا مختلف تہہ خانوں میں خفیہ جگہوں پر کتنے آدمیوں کو مار دیا گیا، ان کا پتہ نہیں چل سکا، اور جن کا پتہ چل گیا کہ وہ اڑھائی کروڑ سے اوپر نکل گئے ہیں، اور ابھی یہ مستقبل میں کیا کرنے والے ہیں، یہ بھی پتہ چل جائے گا، البتہ ہم ایک ہی بات کہتے ہیں کہ دشمن اللہ کرے ایسی چال چلے کہ ہم تو بچ جائیں انہیں اپنا رگڑا لگ جائے، یہ رگڑا انہیں ضرور لگے گا۔

نوٹ عیسائی اور یہودی لوگ کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں، ان کا کہنا ہے کہ:۔

Father is God,the Son is God,and the Holy Ghost is God

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ And Yet there are not three Gods but One God. اس بات کے ہوتے ہوئے بھی تین خدا نہیں ہیں بلکہ ایک خدا ہے، باپ بھی خدا ہے بیٹا بھی خدا ہے اور مقدس روح بھی خدا ہے یعنی روح القدس بھی خدا ہے، لیکن پھر بھی خدا ایک ہے، تو یہ وہ معمہ ہے جو آج تک نہ عیسائیوں سے حل ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا کہ خدا تین ہیں یا تین میں ایک خدا ہے۔

اگر آپ اس توحید کو دیکھیں جو سرکار علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے، اور قرآنی توحید کا تو انداز ہی کچھ اور ہے۔

☆☆☆☆☆☆

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ

اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصرانی (حضرت عیسیٰ کے پیروکار) ہیں، ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا ان کا

فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ

تو وہ اس (عہد) کا ایک حصہ جس سے انہیں یاددہانی کرائی گئی تھی بھول بیٹھے تو ہم نے ڈال دی ان کے درمیان

وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ

دشمنی اور غصہ (نفرت) قیامت کے روز تک، اور بہت جلد اللہ تعالیٰ خبر کرے گا انہیں

بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿١٤﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ

ان اعمال کی جو وہ کیا کرتے تھے اے اہل کتاب

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا

تمہارے پاس رسول آ گئے ہیں، وہ بہت ساری باتیں واضح بیان کرتے ہیں جو

كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن

تم کتاب اللہ سے چھپاتے تھے، ۱۶ اور معاف بھی فرما دیتے ہیں

كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ

بہت ساری باتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا ۱۷ اور کتاب آ گئی ہے

مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ

وضاحت کرنے والی، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے، جو اس کی رضا کے تابع ہو

Marfat.com

سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخۡرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى

سلامتی کے راستوں کی طرف، اور انہیں اندھیروں سے

النُّورِ بِإِذۡنِهِۦ وَيَهۡدِيهِمۡ إِلَىٰ صِرٰطٍ مُّسۡتَقِيمٍ ﴿١٦﴾

نور کی طرف اپنے حکم سے نکالتا ہے، اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے

یااھل الکتاب قد جائکم رسولنا۔۔۔

۱۶ اہل کتاب کی ایک عادت کی طرف قرآن پاک نے یہاں اشارہ کیا ہے، وہ عادت یہ تھی کہ کتاب اللہ کے بہت سارے حصوں کو وہ عوام کی نگاہوں سے اوجھل رکھتے تھے، یا اس کا مطلب غلط بیان کر کے انہیں گمراہ کیا کرتے تھے، تو قرآن پاک نے ایک بات کا اعلان کیا، کہ ہمارے محبوب تشریف لے آئے ہیں، جو باتیں تم چھپا رہے تھے، ایک تو انہیں ظاہر کر دیں گے، اور دوسری بات یہ ہے کہ غیر متعلقہ بہت سی باتیں ہیں، جن سے یہ درگزر فرما کے کچھ نہیں کہیں گے، ان دو مقدس فقروں سے دو تین باتیں سامنے آئیں، ایک بات یہ کہ جو کچھ تورات اور انجیل میں تھا سرکار علیہ السلام کو سب کا پتہ تھا، اگر پتہ نہیں ہے، تو ان کے سامنے جو مخفی باتیں تھیں تورات اور انجیل کی، وہ کس طریقے سے سرکار علیہ السلام انہیں بیان کرتے تھے، دوسری بات یہ پتہ چلی کہ تورات اور انجیل کے کچھ ایسے مسائل جن کا سرکار علیہ السلام کو علم تھا، وہ آپ اس لیے بیان نہیں کرتے تھے کہ ان میں سے کچھ باتیں ان کے سامنے بیان کرنا ضروری نہیں تھیں یہ کہہ کے سرکار کریم ﷺ کی عظمت کو اگلے جملے میں بڑے نفیس انداز سے بیان فرمایا

قد جائکم من اللہ نور و کتاب مبین۔۔۔

۱۷ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور بھی آ گیا ہے، اور حقائق کو بیان کرنے والی کتاب بھی آ گئی ہے، یہاں نور سے مراد کیا ہے، اس سلسلے میں سب سے پہلے حوالے کے طور پر میں ابن جریر طبری کو پیش کروں گا، جو ہمارے سب سے قدیم مفسر ہیں وہ کہتے ہیں کہ! ''یہاں نور سے مراد نبی علیہ السلام کی ذات پاک ہے، کہ اللہ کریم نے آپ کے ذریعے حق کو روشن کیا، اسلام کو ظاہر فرمایا، آپ کی ذات پاک نے شرک کو مٹا دیا، تو جو بھی نور حاصل کرنا چاہتا ہے، ایسے سب لوگوں کے لیے سرکار علیہ السلام

نور ہیں''۔

یہ رائے ہے ابن جریر طبری کی، اسی رائے کو بعد کے مفسرین نے نقل کیا ہے، یہ میرے سامنے جو تفسیر پڑی ہے، یہ خدا جانے لفظ شائد کے لفظ سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''شائد نور سے خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کتاب مبین سے قرآن پاک مراد ہے''۔ تو یہ شائد کی بات نہیں ہے، یہ یقین کی بات ہے، کہ اس نور سے ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی یہاں نور سے مراد سرکار علیہ السلام کی ذات پاک لی ہے، ان کے شائد کہنے کے باوجود ایک مکتبہ فکران کے پیچھے نہیں پڑا، مگر مودودی صاحب کے پیچھے وہ پنجے جھاڑ کے پڑ گئے تھے، انہوں نے کہا کہ سرکار علیہ السلام نور نہیں ہیں، آپ نے تفسیر غلط کی ہے، مودودی صاحب نے ایک بڑے مزے کی بات کہی، انہوں نے کہا کہ چار تفسیریں جن پر سارے مفسرین کا مدار ہے، اور وہی ماخذ ہیں سب تفسیروں کا، وہ چاروں یہاں نور سے مراد نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کو لیتے ہیں، تو جب ساری امت کا اجماع اس بات پر ہے تو پھر میں ان سے کٹ کے آپ سے ڈرتے ہوئے ایک نیا معنی کیسے کر سکتا ہوں، یہ تو علماء کی آپس کی بحث تھی، ہم نے تو یہ دیکھنا ہے کہ سرکار علیہ السلام کو نور کیوں نہ کہا جائے، اب جو معنی ابن جریر طبری نے کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ قوت جس سے نامعلوم چیزیں آپ معلوم کر سکتے ہوں وہ نور ہے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے ان کے کہنے کے مطابق تین باتیں سامنے آئیں، ایک تو حق بالکل روشن ہو گیا، اسلام آپ کی وجہ سے ہر طرف کائنات میں ظاہر ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ کے خلاف جو شرک کے داعی تھے ان کے نظریات کو سرکار علیہ السلام نے مٹا دیا، لہٰذا جو نور کا طالب ہے اس کے لیے سرکار علیہ السلام نور ہیں، یہ آخری فقرہ انہوں نے بڑا نفیس کہا ہے، اب نور کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخفی گوشے جس سے روشن ہو جائیں، یہاں بجلی کی روشنی ہے، اگر یہ نہ ہو اور باہر رات ہو تو آپ کو اندر کچھ نظر نہیں آئے گا، تو ہر وہ شے جو کسی اور کو واضح کر دے اسے اصطلاحاً نور کہا جاتا ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور باقی ساری چیزوں کو چھوڑ دیں اس چیز کو واضح کیا جہاں تک انسان کا عقل و شعور نہیں جاتا تھا، میری مراد ذات خداوندی سے ہے، جس انداز سے سرکار علیہ السلام نے عقیدہ توحید اور ذات ربانی کو واضح کیا ہے، کائنات میں ایک فرد بھی نہیں ہے، چاہے وہ ملائکہ میں سے ہو یعنی فرشتوں میں سے یا نبیوں میں سے ہو، جسے سرکار علیہ السلام کے سامنے اس میدان میں لایا جا سکے، تو سرکار کریم ؐ کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکے، اللہ تعالیٰ کو ہم نے پا لیا، آپ کی وجہ سے ہمیں قرآن پاک ملا، اگر سرکار علیہ السلام ہی نور نہیں ہیں، تو پھر اور نور کا اطلاق کس پر ہوگا، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں، اپنے مختلف شعروں میں صحابہ کرامؓ حضور کریم ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کو نور کہتے تھے، انہیں پتہ تھا کہ دل کی دنیا کس نے روشن کی ہے، تو وہ روشنی جو اندھیروں کو کافور کر دے وہ **نورٌ علیٰ نور** ہوتا ہے۔

اب ایک لطیف بات جو عام مفسرین سے ہٹ کے میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں، یہ لفظ نور پہلے آیا ہے اور کتاب مبین کا لفظ بعد میں آیا، یہاں دو تین نکتے ہیں، دیکھیں نا یہ قرآن پاک ہمارے سامنے پڑا ہے، اگر یہ روشنی نہ رہے، تو ہم اسے نہیں دیکھ سکیں گے، پتہ یہ چلا کہ قرآن پاک نور تو ہے، لیکن یہ کسی اور روشنی کا محتاج ہے کسی اور روشنی کے سامنے اس کو رکھنا پڑتا ہے، دنیا کی ہر چیز کی یہی کیفیت ہے، اس پر روشنی کا انعکاس ہوگا تو وہ نظر آئے گی، لہٰذا پہلے نور چاہیے پھر کتاب مبین چاہیے، اب اگر سرکار علیہ السلام کو درمیان سے ہٹا دیں تو قرآن پاک کو نہیں سمجھا جا سکتا، لہٰذا پہلے نور مصطفوی ؐ ہے جو قرآن پاک سمجھائے گا، اب جو ظاہر کی آنکھیں ہیں، یہ کھلتی ہیں اس ظاہری روشنی کے ذریعے، اور پھر آپ کو کتاب نظر آتی ہے، باطن کی آنکھیں محبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے کھلتی ہیں، اور پھر قرآن پاک کے حقائق ٹھاٹھیں مارتے ہوئے آپ کے سامنے آجاتے ہیں، پتہ چلا کہ نور پہلے ہے اور کتاب پیچھے ہے، اب پتہ نہیں اس سے کتنے علمی مسائل نکلتے ہیں، میں ان کی طرف نہیں جانا چاہتا کہ اسی ایک فقرے پر آج کا لیکچر ختم ہو جائے گا، کہ سرکار علیہ السلام کا وجود ظہور کے حساب سے قرآن پاک سے پہلے ہے، اور قرآن پاک کا ظہور ذات مصطفوی کے ظہور کے انداز سے پیچھے ہے، لہٰذا پہلے نور ہے اور بعد میں کتاب مبین ہے، اب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے کیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے والے لوگوں کو سلامتی کے راستے اس نور سے ملتے ہیں "بہ" کی ضمیر کا مرجع نور بھی ہو سکتا ہے، اور کتاب مبین بھی ہو سکتی ہے، میں ترجیح نور کو دیتا ہوں، چونکہ نور آئے گا تو سلامتی کے راستے آپ کے سامنے کھلیں گے، قرآن پاک آئے گا تو سلامتی کے راستے آپ کے سامنے کھلیں گے، دونوں معنے مراد ہو سکتے ہیں، میرے نزدیک ترجیح نور کو ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اندھیروں سے نور کی طرف اپنے حکم سے لے جاتا ہے، ایک بات جو آپ کے ذہن مبارک میں ڈالنی ہے، وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کہے کہ میں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے کے جا رہا ہوں اس سے مراد ذات نبوی ؐ ہوتی ہے، کہ میں انہیں توفیق دے دیتا ہوں کہ وہ میرے محبوب کی طرف چل پڑیں، اور جہاں رسول علیہ السلام فرما دیں کہ رسول اندھیروں سے نور کی طرف لے جاتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سرکار علیہ السلام انسانوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں، اب جب سرکار علیہ السلام بولیں تو نور سے مراد ذات ربانی ہوتی ہے، اور جب رب بولتا ہے تو نور سے مراد ذات مصطفوی ہوتی ہے، اب یہاں یہی لفظ کہا کہ

"اللہ تعالیٰ انہیں اندھیروں سے نور کی طرف اپنے حکم سے لے جاتا ہے"۔

اب اگر نور سے مراد ذات ربانی ہو تو یہاں لفظ یوں ہونا چاہیے تھا کہ

"اللہ تعالیٰ اندھیروں سے اٹھا کے انہیں اپنی طرف لے آتا ہے"۔

اب نور سے یہاں کوئی اور ذات مراد ہے، جس کی طرف اللہ تعالیٰ بھیج رہا ہے، اور بھیجنے والے کو پتہ ہے کہ اس نے صدیق اکبرؓ کو کدھر بھیجا ہے، فاروق اعظمؓ کو کدھر بھیجا ہے، صحابہ عالی مقام اور خاندان نبوت کے لوگوں کو جدھر بھیجنے والے نے بھیجا ہے وہ نور ہے، اور جب یہ نور اگلے نور کی طرف بات کرے تو پھر اس سے مراد ذات ربانی ہوتی ہے، انہیں صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے، راستہ دکھاتا ہے، اس نور کے پاس جب پہنچ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بھیجنے سے تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں سیدھے راستے پر چلا دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ

یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا، جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریمؑ اللہ ہیں

ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْـًٔا إِنْ أَرَادَ

فرمادیجئے اللہ تعالیٰ پر کس کا بس چل سکتا ہے، اگر وہ ارادہ فرمالے

أَن يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُۥ وَمَن فِى

کہ وہ مسیح ابن مریمؑ کو اور ان کی ماں کو اور ہلاک فرمادے اور جو (جاندار) بھی

الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ

دنیا میں رہنے والے ہیں سب کو، اللہ تعالیٰ کے لیے آسمان اور زمین کا ملک ہے اور جو ان کے درمیان میں ہے،

وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾

وہ جو چاہتا ہے پیدا فرمادیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

لقد كفر الذين قالوا ان الله هوا لمسيح ابن مريم.....

١٨ قرآن پاک جگہ جگہ باطل عقائد کی بھرپور انداز سے تردید کرتا ہے، اب اگلی آیت میں اس بات کی تردید ہے، کہ جن لوگوں نے مسیح ابن مریمؑ کو اللہ کہہ دیا، انہوں نے کفر کیا ہے، آپ کو پتہ ہے کہ انہوں نے تین انداز اپنائے، کچھ لوگوں نے انہیں ابن اللہ کہا، کچھ نے انہیں روح اللہ کہا، اور کچھ نے آپ کو خدا کہا، تو یہاں اس گروہ کے نظریے کا ابطال ہے، جس گروہ نے جناب مسیح علیہ السلام کو خدا کہا تھا، اللہ کریم نے اس عقیدے کو توڑنے کے لیے جو دلیل دی ہے وہ ملاحظہ ہو، آپ یہ بتائیں کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو ایک بات سے روک دے، وہ بات کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریمؑ کو ان کی ماں اور جو بھی زمین میں آبادی ہے، اس ساری آبادی کو تباہ کردے تو بتائیں کیا اللہ تعالیٰ کو کوئی روک سکتا ہے، اب یہاں دو باتیں سامنے آئیں، کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام مخلوق خداوندی ہیں، اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے کہ انہیں اور ان کی ماں اور باقی ساری آبادی کو ہلاک کردے، اگر ایسا

Marfat.com

کردے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ جب یہ بات اللہ کریم کے ساتھ خاص ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جناب مسیح کو اللہ نہیں بنایا جاسکتا، یہاں مولانا تھانوی نے ایک نکتہ پیدا کیا ہے، وہ آپ کی خدمت میں عرض کردیتا ہوں۔ "یھلک" حال اور مستقبل کو چاہتا ہے، اس لیے کہ یہ عربی زبان میں مضارع ہے، مضارع میں Present Tense بھی ہوتا ہے، اور Future Tense بھی ہوتا ہے دونوں ہوتے ہیں، یھلک کا معنی ہے وہ ہلاک کرتا ہے، یا وہ ہلاک کرے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب آیت نازل ہوئی ہے اس وقت تک مسیح علیہ السلام ہلاک نہیں ہوئے تھے، تو یہ ان کی زندگی کی دلیل ہے جو حدیث پاک میں آتا ہے اور قرآن پاک کی دیگر آیات میں ہے لیکن یہاں انہوں نے اشارۃً ایک بات کہی ہے، مجھے ان کا یہ اشارہ علمی نکتہ نگاہ سے اس لیے پسند نہیں ہے، آگے ساتھ ہے کہ ان کی ماں کو بھی ہلاک کردے، یہ بات تو واضح ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ فوت ہو چکی تھیں، اس کا عطف اسی عبارت پر ہے، لہٰذا مولانا کے لیے یھلک کے بعد یہ نہ ہوتا کہ وامہٗ تو پھر یہ بات بن سکتی تھی، جو مولانا ارشاد فرماتے ہیں، لیکن لفظ " وامہٗ " نے اس بات کو توڑ دیا ہے، کہ وہ یقیناً فوت ہو چکی تھیں۔

یہ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے، اور پیدا کرتا رہے گا، اس میں وہ دونوں معنے آگئے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مختلف اجناس بنتی رہتی ہیں اور بنتی رہیں گی، اقبالؒ نے اسے ایک اور انداز سے بیان کیا ہے، یہی مفہوم ہے جو قرآن پاک یہاں کہہ رہا ہے، وہ کہتا ہے کہ

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شائد کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

ابھی شائد اس کائنات کی تکمیل نہیں ہوئی، کہ کن فیکون کی صدا میرے کان اب بھی سن رہے ہیں، تو قرآن پاک کہتا ہے کہ "یخلق مایشآء" وہ جو چاہے تو پیدا کرتا رہے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

☆☆☆☆☆

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۚ قُلْ

یہود اور نصاریٰ بولے ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور چہیتے ہیں ۱۹ فرمادیجئے کہ

فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم ۖ بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَن

پھر تمہارے گناہوں کی وجہ سے وہ تمہیں عذاب کیوں فرماتا ہے ۲۰ تم بھی انسان ہو جس طرح باقی انسان بنائے ہیں جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے

يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا ملک

وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾ اور جو ان دونوں کے درمیان ہے، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

وقالت الیھود والنصریٰ نحن ......

۱۹ یہود اور نصاریٰ بولے یہاں ان کے ایک اور عقیدے کا بطلان ہے، وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، اور اس کے محبوب اور چہیتے ہیں، "ابن" کے لیے دو معنے تحریر کیے ہیں ابن جریر طبری نے اور یہی بات کہی ہے باقی مفسرین نے بھی، کہ ایک تو وہ ہے جو نسلی بیٹا ہے اسے بھی ابن کہتے ہیں، ایک وہ جس کے ساتھ چاہت ہے اور باقیوں سے اسے ممتاز کرلیا ہے، اسے بھی اصطلاحاً بیٹا کہتے ہیں، ہماری زبان میں بھی جو بیٹوں کی عمر کا ہوتا ہے اسے ہم بیٹا ہی کہتے ہیں، تو یہ اصطلاح اس معنے میں بھی ہے، کہ ہمارے ساتھ باقی ساری کائنات کو چھوڑ کے اللہ تعالیٰ کا ایک خصوصی تعلق ہے، اور اس خصوصی تعلق کی وجہ سے ہم اس کے محبوب ہیں، یہ دوسرا عقیدہ تھا، اللہ کریم نے اس عقیدے کی بھی تردید فرمادی، اور تردید کا طریقہ کیا اپنایا، کہ مختلف معاملوں میں تم پر بڑی سخت گرفت آتی رہتی ہے عذاب کی کبھی تمہیں بندر بنادیا، کبھی کوئی اور انداز اپنالیا، بتاؤ جو اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہوتے ہیں ان کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔

مجھے ایک لطیفہ یاد آرہا ہے، میں سرگودھا میں ایک ہسپتال میں گیا، وہ محترمہ جو ڈاکٹر تھیں اس ہسپتال میں وہ مبلغہ تھیں عیسائی مذہب کی، میرے پاس آکے بیٹھ گئیں، میری اس وقت عمر کافی تھوڑی تھی یعنی ابھی بچہ تھا، مجھ سے اس نے پہلا سوال یہ کیا

Marfat.com

کہ تو کچھ پڑھا ہوا ہے تو میں نے کہا کہ کچھ خاص پڑھا ہوا نہیں ہوں، میں آپ سے ایک بات پوچھتی ہوں کہ تم لوگ کہتے ہو کہ حضرت امام حسینؓ جناب مصطفیٰ علیہ السلام کے بڑے ہی پیارے تھے، میں نے کہا جی ہاں ہم کہتے ہیں یہ بات، اور مصطفیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سب سے محترم نبی تھے، میں نے کہا کہ یہ بات بھی مجھے میرے اسلاف نے بتائی ہے، یہ دونوں باتیں آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، کہتی ہے کہ جس انداز سے اور جس بے دردی سے امام حسین کربلا کے میدان میں مارے گئے ہیں، تو اس وقت اللہ تعالیٰ کدھر تھا، اب جو اس کا انداز تھا وہ میرے ذہن میں اتر گیا، میں نے اس سے فوراً کہا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو چھڑانے کے لیے گیا ہوا تھا، چونکہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، اور نبی کا نواسہ تو اللہ تعالیٰ کا بہت دور سے تعلق دار بنتا ہے، پہلے نبی آئے گا پھر اس کی اولاد آئے گی پھر نواسہ آئے گا، تو جو ڈائریکٹ اللہ تعالیٰ کا بیٹا تھا جناب رب اپنے بیٹے کو چھڑانے گئے ہوئے تھے تو ہمارے نبی کا نواسہ پیچھے شہید ہوگیا، اگر وہ چھڑانے نہ گئے ہوئے ہوتے تو لازماً اللہ تعالیٰ حسین کو وہاں سے چھڑا لیتے، وہ کہنے لگی کہ تو تو کہتا تھا کہ میں اتنا پڑھا ہوا نہیں ہوں تو یہ بات جو تو نے اتنی پیچ دار کر دی ہے، یہ کہاں سے سیکھی ہے، میں نے کہا کہ یہ تو کامن سینس کی بات ہے، کہ جو اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکتا وہ نبی کے نواسے کو کیا بچائے گا، لہٰذا آپ نے جو عقیدہ کہا ہے وہ غلط ہے ہمارے نزدیک بات صرف اتنی ساری ہے کہ ایک نظریے کو بچانے کے لیے قربانی کی ضرورت تھی، اور جناب حسین نے اپنا اور اپنے خاندان کا سر پیش کر دیا اس نظریے کو بچانے کے لیے، اتنی بات سن کر فوراً میرے پاس سے اٹھ گئی، کہ یہ کہتا ہے کہ میں ان پڑھ ہوں یہ ان پڑھ نہیں ہے۔

قل فلما یعذبکم بذنوبکم----

٢٠ اب آگے ارشاد ہوا کہ بتاؤ تم پر تمہارے گناہوں کی وجہ سے اتنی سخت گرفت کیوں ہوتی ہے؟ بات سیدھی سی ہے کہ تم بھی اسی طرح کے انسان ہو جس طرح باقی رب نے مخلوق پیدا کی ہے، بحیثیت انسان تمہیں ان پر کسی انداز سے بھی کوئی برتری حاصل نہیں ہے، برتری ہوتی ہے اعمال صالح سے، اور وہ تم صدیوں پہلے چھوڑ چکے ہو، لہٰذا یہ بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، کیونکہ یہ اس کی اپنی مخلوق ہے، آسمان و زمین اور اس کے درمیان جو کچھ بھی ہے اس کی ملکیت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، تم نے واپس چل کے وہاں جانا ہے، لہٰذا کبھی تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خدا مان لو، اور کبھی کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بڑے چہیتے ہیں کہ تمہارے اعمال سارے چاہنے کے خلاف ہیں، کہ تم عام انسان ہو اس بات کو چھوڑ دو، پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ احسان جتلایا۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ

محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آپ اپنے گھر سے صبح سویرے سویرے نکلے، آپ مسلمانوں کو جنگ کے مورچوں پر بٹھا رہے تھے

لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ

اللہ یہ باتیں سن بھی رہا تھا (اور ان سب باتوں کو جانتا بھی ہے) جب تم میں سے دو گروہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ بزدلی کا مظاہرہ کریں تو

أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾

اللہ کریم نے ان کی حمایت فرمائی مدد کی (اور ان کو راستے میں روک لیا) اللہ ہی کی ذات ہے جس پر مومنوں کو توقع کرنا چاہیے

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ

اللہ کریم نے مقام بدر پر تمہاری مدد فرمائی تھی جب کہ تم بے سروسامان تھے اللہ سے ڈرو

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ

اور اللہ تعالیٰ کا احسان مانو محبوبؐ جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہیں ہے

أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ﴿١٢٤﴾

کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے جو اتریں گے (آسمان سے اللہ کے حکم سے)

بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ

جی ہاں اگر تم نے صبر کیا پرہیزگاری کو اپنایا اور کافر فوری طور پر تمہارے سامنے آئے

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ

تو اللہ تمہیں پانچ ہزار فرشتوں سے مدد بھیجے گا جو نشان زدہ ہوں گے

يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول تشریف لے آیا ہے

رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ ٱلرُّسُلِ أَن تَقُولُوا۟ مَا جَآءَنَا

جو کھول کھول کر تمہارے سامنے بیان فرماتا ہے اس دوران جب رسولوں کی آمد میں ایک لمبا عرصہ گزر گیا تھا، کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہیں آیا

مِنۢ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۖ فَقَدْ جَآءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

کوئی خوشخبری دینے والا یا ڈرانے والا، تمہارے پاس بشیر ونذیر آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ قادر ہے

شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾ ہر چیز پر ۲۱

یا اھل الکتاب قد جاء کم......

۲۱ اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے، جبکہ رسولوں کے آنے میں کافی طویل وقفہ ہو چکا تھا، جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ظہور قدسی ہوتا ہے پانچ سو ستر سال کے بعد اور اعلان نبوت ہوتا ہے چھ سو دس سال کے بعد تو اوپر والے نبی اور سرکار علیہ السلام کے درمیان چھ سو دس سال کا فاصلہ ہے، اس نبی اور سرکار علیہ السلام کے درمیان جسے وہ اپنا نبی مانتے تھے کلمۃ اللہ بھی کہتے تھے اور روح اللہ بھی کہتے تھے، تو ارشاد فرمایا کہ رسولوں کی بندش کا وقت لمبا ہو چکا تھا، تو ہمارا رسول تمہارے پاس آ گیا، ''فترۃ'' کا لفظی معنی یہ ہوتا ہے کہ کوئی کام کرتے کرتے دفعتاً رک جانا، دوسرا اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ آپ بڑے جوش وخروش سے ایک کام کر رہے ہوں اور پھر اس سے رخ موڑنے کے لیے اسے فوری طور پر چھوڑ دیں، لیکن درمیان رکاوٹ ڈال دی، اس رکاوٹ کے بعد سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے، انہیں کیوں بھیجا، کہ اللہ تعالیٰ سے کل تم یہ نہ کہو کہ ہمیں نہ کوئی بشارت دینے والا ملا تھا، نہ کوئی ڈرانے والا ملا تھا، تو اب لیجئے یہ بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی ہیں، ان میں دونوں صفات ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، کہ وہ بشیر کو بھی بھیج دے، اور نذیر کو بھی بھیج دے، رسولوں کی رکاوٹ کے بعد وہ اپنے خاص رسول کو بھیج دے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ ٱذْكُرُوا۟

جب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا،اے میری قوم تم یاد کرو

نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا

جب اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی کی تھی،اس نے تم میں نبی بھی بنائے تھے اور تمہاری قوم میں بادشاہ بھی آئے تھے

وَءَاتَىٰكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢٠﴾ يَٰقَوْمِ ٱدْخُلُوا۟

اور تمہیں ہر وہ چیز دی جو تمہارے دور میں کسی اور کو نہیں ملی،اے قوم!داخل ہو جاؤ

ٱلْأَرْضَ ٱلْمُقَدَّسَةَ ٱلَّتِى كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا۟ عَلَىٰٓ أَدْبَارِكُمْ

مقدس سرزمین میں جو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے،اور اپنی ایڑیوں پر پیچھے نہ پلٹو،

فَتَنقَلِبُوا۟ خَٰسِرِينَ ﴿٢١﴾ قَالُوا۟ يَٰمُوسَىٰٓ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ

یہ تمہارے لیے پلٹنا خسارے کی بات ہوگی،وہ کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے جابر لوگ رہتے ہیں

وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا۟ مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا۟ مِنْهَا

ہم ہرگز وہاں داخل نہیں ہوں گے،جب تک وہ وہاں سے نکلتے نہیں

فَإِنَّا دَٰخِلُونَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ

اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو پھر ہم چلے جائیں گے،دو آدمیوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے

أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمَا ٱدْخُلُوا۟ عَلَيْهِمُ ٱلْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ

اور اللہ کریم کا ان پر انعام تھا،کہ ان دروازوں سے آگے شہروں میں چلے جاؤ جب تم داخل ہو جاؤ گے

Marfat.com

فَإِنَّكُمْ غَٰلِبُونَ ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٣﴾

شہروں میں تو غلبہ تمہارے مقدر ہوگا، اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو،

قَالُوا۟ يَٰمُوسَىٰٓ إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَآ أَبَدًا مَّا دَامُوا۟ فِيهَا ۖ فَٱذْهَبْ

کہنے لگے اے موسیٰ ہرگز کبھی بھی نہیں جائیں گے، جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں، تو جا

أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَٰتِلَآ إِنَّا هَٰهُنَا قَٰعِدُونَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ

اور اپنے رب کو ساتھ لے جا تم دونوں مل کے جنگ کرو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا

إِنِّى لَآ أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِى وَأَخِى ۖ فَٱفْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ ٱلْقَوْمِ

اے میرے پروردگار میں صرف اپنی جان کا یا اپنے بھائی کا تصرف رکھتا ہوں اختیار رکھتا ہوں، ہمارے درمیان اور اس فاسق قوم

ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ ۛ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۛ

کے درمیان تو فرق پیدا فرمادے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سرزمین ان پر چالیس سال تک حرام ہے

يَتِيهُونَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٢٦﴾

یہ زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے، آپ افسوس نہ فرمائیں اس فاسق قوم پر ۲۲

و اذقال موسیٰ لقومه ......

۲۲ اللہ کریم نے دو باتیں عطا فرمائی تھیں عام مفسرین کے قول کے مطابق بنی اسرائیل کو، پہلی بات یہ ہے کہ جناب اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کوئی نبی نہیں تھا، جتنے نبی ہیں وہ سارے جناب اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اسحاق علیہ السلام اسرائیلیوں کے جد امجد ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ اس قوم میں بادشاہت بھی آئی ہے، جناب داؤد علیہ السلام، جناب سلیمان علیہ السلام اور اسی طرح کے باقی لوگ ان ہی میں سے تھے، لیکن مفسرین نے سرکار علیہ السلام کی ایک حدیث پاک یہاں نقل کی ہے، اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے، کہ ان کے ہاں جس بندے کے گھر ایک ملازم ہے، بیوی ہے، رہنے کا

Marfat.com

مکان ہے، اسے وہ ملک کہتے تھے، اور اس کی جمع مملوک ہے، تو یہ ساری باتیں اللہ کریم نے انہیں عطا فرمادی تھیں، کہ رہائش بھی تھی، نوکر چاکر بھی تھے، تو اس انداز سے انہیں بادشاہ کہا ہے ورنہ ساری قوم بادشاہ تو نہیں ہوتی نسل در نسل میں چند بادشاہ ہوتے ہیں، اور اس دور میں علمی گھرانہ بھی یہی تھا، اگر آپ قدیم انسانیت کی تاریخ اٹھائیں تو مسلمانوں سے پہلے صدیوں تک جن کا طوطی علم کے میدان میں بولتا رہا وہ یہی یہود اور عیسائی لوگ تھے، ہم نے تمہیں ممتاز کیا ہے ہر انداز سے باقی سب لوگوں پر، اب تم تیــہ میں ہو، مصر سے نکل چکے ہو، صحرائے سینا میں ہو، لہذا تم ارض مقدسہ کی طرف چلے جاؤ، اسی لفظ کی تشریح ہمیں تورات میں یوں ملتی ہے، کہ فلسطین، اردن، خیبر تک کا علاقہ اور ادھر کا سارے کا سارا شام یہ عرض مقدسہ ہے، اور پھر وہ کہتے ہیں کہ اس ارض مقدسہ میں مدینہ بھی شامل ہے، میں تو سوچا کرتا ہوں کہ مدینہ نے تو ساری کائنات کو مقدس بنایا ہے، وہ اس میں شامل نہیں بلکہ مرکز مدینہ ہے، لیکن ان کا نظریہ کیا تھا، کہ یہ ساری زمین وہ ہے جس پر جناب موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ پڑی ہے، یہ ہمارے لیے مقدس ہے، تو ربّ کریم نے فرمایا کہ مقدس سرزمین کی طرف چلے جاؤ، میں گزشتہ لیکچر میں عرض کر چکا ہوں کہ وہاں ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کے دیکھیں تو یہ سارا علاقہ نظر آتا ہے اور یہودی کہتے ہیں کہ یہ جگہ ہمارے نبی نے دیکھ لی لہذا یہ جگہ ہماری ہے، تو میں پوچھا کرتا ہوں کہ ان کے متعلق کیا خیال ہے جنہوں نے لامکان میں بیٹھ کے ساری کائنات پر نگاہ ڈالی ہے، کیا ان کی جگہ کوئی نہیں ہے، تو ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں کر دی ہے چلے جاؤ، ایڑیوں پر واپس پلٹنے کی کوشش نہ کرو، یہ خسارے کا سودا ہوگا، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ موسیٰ عجیب تماشا لگا رہا ہے کہ سامنے تو دریا ہے، ہمیں مارنے کے لیے یہاں لے آئے ہو وہاں تو صرف غلامی تھی موت تو نہیں تھی مصر میں، یہاں تم ہمیں مارنے کے لیے لے آئے ہو، ادھر اشارہ ہے کہ پیچھے پلٹو گے تو خسارہ ہی خسارہ ہے، جب جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جاؤ اور آگے بڑھو، وہ کہنے لگے کہ وہاں تو بڑے جابر لوگ رہتے ہیں، اور ہم سے زیادہ طاقتور لوگ ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اگر ہم وہاں جائیں گے تو مارے جائیں گے، جناب شمعون اور جناب کالب نے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے چلو، اللہ تعالیٰ کے نبی کا ارشاد ہے کہ ہم غالب آ جائیں گے، تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنی قوم کو کہ میرے ساتھ چلو، تو انہوں نے کہا کہ جب وہ لوگ وہاں سے چلے جائیں گے تو پھر ہم وہاں جائیں گے، کتنا عجیب مطالبہ ہے، کہ جو اس علاقے میں آباد لوگ ہیں وہ وہاں سے نکل جائیں اور گھر خالی مل جائیں تو پھر ہم لوگ وہاں تشریف لے جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا چلو تم غالب آ جاؤ گے، وہ دو بندے جن کا میں ابھی نام لے چکا ہوں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام تھا انہوں نے کہا کہ دروازوں سے اندر ہو جاؤ تمہارے اندر جانے کی دیر ہے تمہیں غلبہ ملے گا، اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اگر تم میں ایمان ہے آگے بڑھو، وہ ان سے مخاطب نہیں ہوئے جناب موسیٰ علیہ السلام سے بات کی کہنے لگے موسیٰ ہم کبھی بھی وہاں نہیں جائیں گے، جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں، اب اس کا حل یہ ہے

Marfat.com

کہ ہم تو جنگ سے رہے آپ خود تشریف لے جائیں اور اپنے ربّ کو اپنے ساتھ لے جائیں، تم دونوں مل کے ان لوگوں سے جنگ کرو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں آگے نہیں جاتے، اب ایک طرف انہیں رکھیں دوسری طرف صحابہ کرام کو رکھیں، سرکار علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ بدر کی طرف کافر بڑھ رہے ہیں اور ان کے ساتھ بہت سارا لشکر ہے، سرکار علیہ السلام نے ساتھیوں کو جن کی تعداد بدر کی طرف جاتے ہوئے 313 تھی، کتنی تھوڑی تعداد ہے، تو وہ بھی اس وقت سارے موجود نہیں تھے، ساتھیوں سے کہا! کہ مکہ کے مشرک آ گئے ہیں تو کیا حکم ہے آپ کا اس سلسلے میں، ایک انصاری اٹھے انہوں نے کہا حضور جو بھی ہمارے لیے آپ حکم دیں گے ہم قبول کریں گے، مدینہ طیبہ میں جو لوگ مکہ سے مہاجر ہو کے گئے تھے، انہوں نے کہا کہ حضور آپ کے لیے ہم گھر بار چھوڑ آئے ہیں، ہم حاضر ہیں، جدھر آپ کہیں گے ادھر ہم جنگ کرنے کے لیے تیار ہیں، ایک انصاری اٹھے انہوں نے کہا کہ مکہ کے قریش یا یہ مشرک کیا شے ہیں اگر آپ حکم دیں تو ہم پانی میں یا آگ میں چھلانگ لگانے کے لیے بھی تیار ہیں، جہاں بھی اور جن سے بھی آپ کہیں گے ہم ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہیں، اب ایک طرف وہ لوگ تھے، دوسری طرف یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے صحابہ کرام ہیں، بتائیں انسانی نکتہ نگاہ سے کہ جیسے غلام سرکار کریمؐ کے تھے ایسے غلام بھی کسی نبی کو ملے ہیں، جاؤ ربّ کو ساتھ لو اور دونوں دشمن سے لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں، اب جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ربّ کریم سے عرض کی، میری اپنی جان بھی حاضر ہے اور میرے بھائی صاحب بھی ہیں، یہ تو فاسق لوگ ہیں ہمارے [illegible]ان کے درمیان اے ربّ کریم اب آپ نے فیصلہ فرمانا ہے، فیصلہ آ گیا، کہ اب یہ زمین چالیس سال تک ان پر حرام ہے، یہ زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے، اس جنگل میں وہ سارا دن چلتے تھے اور شام کو اردگرد سے دیکھتے تھے کہ جہاں سے ہم صبح چلے تھے وہاں ہی ہم بیٹھے ہیں، تو "**یتیھون**" کا لفظی معنی ہوتا ہے، کچھ سوجھے نہیں، اور جدھر منہ آئے بندہ اٹھ کے چل پڑے، موسیٰ علیہ السلام آپ کے لیے حکم یہ ہے کہ ہمدردی کا آپ اظہار نہیں فرمائیں گے۔

یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے، اس امتحان سے کس طریقے سے گزرنا ہے، تو دو مثالیں تمہارے سامنے ہیں۔ محبوبؐ آپ ان کے سامنے جناب آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ بیان فرمائیں

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَٱتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ٱبْنَىْ ءَادَمَ بِٱلْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا

آپ ان کے سامنے پڑھئیں آدم کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ ٣٣ جب انہوں نے اپنی نیاز سے تقرب حاصل کرنا چاہا

فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ ٱلْءَاخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ

ان میں سے ایک کی نیاز قبول کر لی گئی، دوسرے کی قبول نہیں کی گئی، اس نے کہا کہ میں تجھے مار دوں گا

قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ ٱللَّهُ مِنَ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ لَئِنۢ بَسَطتَ إِلَىَّ يَدَكَ

اس نے جوابا کہا کہ اللہ تعالی پرہیزگاروں کی پیشکشوں کو قبول فرمایا کرتا ہے، اگر تو میری طرف قتل کے لیے ہاتھ بڑھائے گا

لِتَقْتُلَنِى مَآ أَنَا۠ بِبَاسِطٍ يَدِىَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ ٱللَّهَ

تو میں اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے کے لیے تیار نہیں کہ تجھے میں مار دوں، مجھے اللہ تعالی کا خوف ہے

رَبَّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢٨﴾ إِنِّىٓ أُرِيدُ أَن تَبُوٓأَ بِإِثْمِى وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ

جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے، میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ اٹھا لے اور بن جائے

مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلنَّارِ ۚ وَذَٰلِكَ جَزَٰٓؤُا۟ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَطَوَّعَتْ

جہنمی، ظالموں کی جگہ ہی وہ ہے، اسے اس کے جی نے آمادہ کر لیا

لَهُۥ نَفْسُهُۥ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُۥ فَأَصْبَحَ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٣٠﴾

کہ وہ اپنے بھائی کو مار دے، اس نے اسے مار دیا تو خسارا پانے والوں میں ہو گیا،

فَبَعَثَ ٱللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِى ٱلْأَرْضِ لِيُرِيَهُۥ كَيْفَ يُوَٰرِى

اللہ کریم نے ایک کوا بھیجا کہ جو زمین کو کرید رہا تھا تا کہ آدم کے بیٹے کو دکھائے کہ وہ کیسے چھپاتا ہے

Marfat.com

سَوْءَةَ أَخِيهِ ۚ قَالَ يَٰوَيْلَتَىٰٓ أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا

اپنے بھائی کی لاش کو، اس نے کہا کہ ہائے افسوس کہ میں اس بات سے بھی عاجز ہوں کہ اس کوے کی طرح

ٱلْغُرَابِ فَأُوَٰرِىَ سَوْءَةَ أَخِى ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ ٱلنَّٰدِمِينَ ﴿٣١﴾

کام کرلوں کہ میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپالوں، تو وہ نادم ہوگیا (اسے بہت پچھتاوا ہوا)

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ أَنَّهُۥ مَن قَتَلَ

اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ بات لکھ دی جو کسی جان کو

نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِى ٱلْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ

بغیر کسی جان کے مار دے گا یا زمین میں فساد کرے گا، گویا اس نے مار دیا

ٱلنَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا ٱلنَّاسَ

سب لوگوں کو ٢٤ اور جو کسی جان کو زندگی دیتا ہے، گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ کردیا ہے

جَمِيعًا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِٱلْبَيِّنَٰتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا

ہمارے رسول واضح نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے ٢٥ پھر بہت سے لوگ

مِّنْهُم بَعْدَ ذَٰلِكَ فِى ٱلْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿٣٢﴾ إِنَّمَا

ان میں سے زمین پر اسراف کرتے تھے، بس یہی ہے

جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ

ان لوگوں کی جزاء جو اللہ اور رسول سے جنگ لڑتے ہیں ٢٦ اور زمین میں دوڑیں لگاتے ہیں

فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ

فساد کے لیے، انہیں قتل کیا جائے اور انہیں صلیب دے دیا جائے ان کے ہاتھ

وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ

اور پاؤں ایک دوسرے کے خلاف کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں زمین سے جلاوطن کردیا جائے، یہ

لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور آخرت میں بہت بڑا (دردناک) عذاب ہے ﴿۳۳﴾

إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا۟ عَلَيْهِمْ ۖ فَٱعْلَمُوٓا۟

ہاں جن لوگوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے کہ تمہیں ان پر قدرت حاصل ہو، تو جانو کہ

أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳٤﴾

اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے

واتل علیهم نبا ابنی آدم بالحق...

۲۳ اللہ کریم ان آیات میں اس واقعہ کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں، کہ ایک بندہ بدی کی طرف بڑھتا ہے تو اس کا انجام کیا ہے اور ایک نیکی کی طرف بڑھتا ہے اس کا انجام کیا ہے، پھر انسانی جان کتنی محترم ہے، اسے ماردینے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے، تو یہاں جناب آدم علیہ السلام کے دو صاحبزادوں کی بات ہے، ان میں سے ایک کا نام ہابیل ہے، اور دوسرے کا نام قابیل ہے، یہاں جتنی بھی ہمارے مفسرین نے روایات بیان کی ہیں، وہ میرے نزدیک واجب الترک ہیں، ان میں سے کوئی بھی ایسی روایت نہیں ہے، جسے یہاں سامنے رکھ کے آگے بڑھا جاسکے، لہٰذا انہیں ایک طرف پھینک دیا جائے، اس لیے کہ وہ ساری باتیں یہود سے انہوں نے روایت کی ہیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یہاں کوئی واضح حدیث ہمارے سامنے نہیں ہے، جو اس واقعہ کی نشاندہی کرسکے، تو جہاں تک قرآن پاک کا واقعہ ہے وہ صرف یہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل کی اور قابیل کی آپس میں چپقلش چل رہی تھی، تو رواج یہ تھا کہ قربانی لے کے پیش کی جائے کسی جگہ جو اللہ تعالیٰ کو قبول ہوا سے آگ آکے جلا دیتی تھی، ان دونوں نے وہاں قربانی رکھی، یہاں لفظ قربان سے

Marfat.com

ایک اور بھی بات ذہن میں ڈال لی جائے کہ قربان جانور بھی ہوسکتا ہے اور کوئی اور شے بھی ہوسکتی ہے، تو یہاں یہ ضروری نہیں کہ وہ جانور ہی ہو، کوئی بھی اور شے ہوسکتی ہے، وہ انہوں نے رکھی، ہابیل کی قربانی کو آگ نے جلا دیا، قابیل کی اسی طرح پڑی رہی، وہ حسد سے جلنے لگ گیا، اس نے کہا کہ میں تجھے مار دوں گا، انہوں نے جواباً یہ بات کہی کہ اگر آپ مجھے مارنے کے لیے ابتداء میں ہاتھ بڑھائیں گے تب بھی میں آپ کی طرف آغاز نہیں کروں گا، یہاں ایک علمی پیچ ہے جسے میں سادہ لفظوں سے کھول دیتا ہوں، وہ بات یہ ہے کہ کیا آپ پر کوئی حملہ کردے تو آپ آسانی سے بھیڑ بکری کی طرح لیٹ جائیں گے کہ مجھے ذبح کردیا جائے، کیا یہ شرعاً جائز ہے، یہاں ظاہری الفاظ کی تفسیر سے کچھ علماء ادھر چلے گئے ہیں یہ بات نہیں ہے، ان الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے میں توضیح کرتا ہوں۔ بات یوں تھی، کہ ان کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ میں آغاز نہیں کروں گا آپ پر حملہ کرنے کا، جب آپ حملہ کریں گے تو مجھے دفاع تو کرنا ہے، لیکن میں مارا گیا تو میرا اور اپنا گناہ لے کے خدا کی سرکار میں تم خود پیش ہونا، یہ مفہوم ہے اس کا، چونکہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدی کو قوت سے روک دو، کوئی کسی بے گناہ کو مار رہا ہے تو یہ بدی ہے، اب اس بدی کے خلاف جہاں تک اس کا بس چلتا ہے اسے روکے، اگر نہیں روکے گا تو یہ گناہ کی بات ہوگی، اب یہاں ان کے الفاظ یہ ہیں اور ابن عباسؓ (حضورؐ کے چچازاد بھائی) نے یہی معنی کیا ہے جو میں آپ کے سامنے کررہا ہوں، ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

''اگر تو میری طرف ہاتھ بڑھائے گا ظالمانہ انداز سے اور مجھے مارنے کا آغاز کرے گا تو میں تیری طرف اپنے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، ظلم کی ابتداء نہیں کروں گا، میں نے دفاع کرنا ہے، جوابی بات کرنی ہے''۔ (یہ عبارت ابن عباسؓ کی روح المعانی میں موجود ہے)

قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جب حملہ ہوجائے تو اس کی رکاوٹ کرنا آپ پر واجب ہے، اس لیے کہ منکر کو روکنے کا سرکار کریمؐ نے حکم دیا ہے، ایک مطلب یہ بھی ہوتا ہے، کہ آپ میرا اور اپنا گناہ لے کے چلے جائیں، یعنی قیامت کے دن میرا بھی گناہ تیرے ذمہ ہوگا، کہ بلاوجہ تو نے مجھے کیوں مار دیا، اس بات کو آپ ایک حدیث سے زیادہ واضح طور پر سمجھ سکیں گے۔ سرکار کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

''کہ قیامت کے دن مظلوم سامنے کھڑا ہوگا تو کہہ دیا جائے گا کہ ظالم نے اس پر زیادتی کی ہے، لہٰذا اس ظالم کی نیکیاں لے کے مظلوم کو دیدی جائیں، اور وہ نیکیاں لے لے گا، اگر نیکیاں نہیں ہیں تو اس مظلوم کے جو جرم ہیں وہ بدلے میں اسے دیدیئے جائیں گے، تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں''۔

مار تو دیا سوال یہ تھا کہ اب میں کروں کیا اس سے پہلے کوئی انسان مرا تو تھا نہیں، یہ پہلا بندہ ہے جو اس کائنات میں مرا ہے۔ قابیل بیٹھا تھا پریشانی کی حالت میں کہ اسے کدھر کیا جائے، دو کوے آپس میں لڑے ایک کوے نے دوسرے کو مار دیا اور

Marfat.com

چونچ سے زمین کو کرید کے اسے زمین میں دفن کیا، یہ پہلی قبر تھی جو کوے کی شکل میں اس کائنات میں بنی، اور اس کی نقل اتارتے ہوئے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو زمین کے اندر گاڑ دیا، جب اسے دفن کر دیا تو پھر اسے بڑی شرمندگی اور ندامت ہوئی کہ یہ میرا بھائی تھا میں نے اسے کیوں مار دیا ہے، "سواۃ" کا لفظی مطلب ہے ایسی شے جسے ڈھانپنا ضروری ہو۔ تو پھر چونکہ لاش کو زمین میں گاڑ دیا جاتا ہے، لہذا لاش کو بھی عربی میں "سواۃ" کہہ دیتے ہیں، اسی سبب سے اس نے اپنے بھائی کو بلاوجہ مار دیا تھا۔

من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل ...

۲۴ اللہ کریم نے بنی اسرائیل کے لیے ایک تنبیہ کر دی، کہ انسان کی جان کو سستا نہ سمجھا جائے، کسی جان کو لے لینا کسی جان کے بدلے کے بغیر۔ یعنی کسی نے کسی کو مارا ہے تو جوابی طور پر اسے سزائے موت ہوگی، یا کوئی اور ایسا شرعی جرم ہے، جس کی وجہ سے اسے سزائے موت دی جاسکتی ہو، اگر کوئی کسی کو بلاوجہ مار دے، یا زمین میں فساد کرنا شروع کر دے قتل و غارت کے ساتھ، تو گویا اس نے ساری انسانیت کو مار دیا ہے، اور اگر کوئی کسی کو زندگی عطا کر دیتا ہے تو گویا اس نے ساری کائنات کو زندہ کر دیا ہے، ایک انسان کو جلانا گویا سارے انسانوں کو جلا دینا ہے، اب یہاں ذہن میں ایک بات آتی ہے، وہ بات یہ ہے کہ کسی کو گولی مار کے یا تلوار مار کے مار دینا تو بات سمجھ آتی ہے، لیکن ایک بندہ دوسرے کو زندہ کیسے کرتا ہے، یہ تو بندے کے بس کی بات نہیں ہے، تو یہاں بھی طرز بیان وہ ہے کہ ایک نتیجے کو سامنے ذکر کر دیا گیا ہے، انسان دو چیزوں سے مرکب ہے، اس میں ایک روح ہے اور ایک جسم ہے، روح بہت کم لوگوں کی زندہ ہوتی ہے جسم میں ہوتے ہوئے بھی اسے اپنی غذا نہیں ملتی، لہذا وہ مردہ رہتی ہے، اس روح کو اللہ تعالیٰ کا قرب دے کے زندہ کیا جاسکتا ہے، لہذا ایک بات تو یہ ہے کہ کسی کی روحانی زندگی اجاگر کر دی جائے، تو گویا اس صورت میں آپ نے ایک مردے کو زندہ کر دیا ہے، لیکن قرآن پاک نے جس وقت یہ بات کہی اس وقت کسی کے چشم خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی اور آج قرآن پاک کے یہ الفاظ جامع بن کے ان کے سامنے آگئے ہیں، کہ ایک مریض پر نزع کی کیفیت طاری ہے، اور آپ اسے خون دیدیتے ہیں اس خون کی وجہ سے وہ بچ جاتا ہے، ایک بندہ نابینا ہے اسے مرتے وقت آپ اپنی آنکھ کا عطیہ دیدیتے ہیں اسے نظر آنا شروع ہو جاتا ہے، ایک آدمی کا جگر خراب ہے آپ کہہ دیتے ہیں کہ میری موت کی صورت میں میرا جگر اس آدمی کو دیدیا جائے۔ یہ ظاہری جسم کی زندگی ہے۔ یہ ساری باتیں قرآن پاک کے ان جامع الفاظ کے نیچے آجاتی ہیں، اب آپ اگر علماء سے پوچھیں گے تو وہ اس پیوند کاری کو قطعاً حرام قرار دیں گے، خدا جانے اسے کفر کہہ دیں تب بھی ان سے بعید نہیں ہے چونکہ ان کے نزدیک کفر ایک کھلونا ہے جو ہر وقت مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے، تو قرآن پاک کا یہاں اشارہ ہے، کہ انسانی زندگی تمہارے بس میں ہے تو اسے آگے بڑھانے کی کوشش کرو، اب اس کوشش میں دو پہلو ہیں، میں نے دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ جو ہمارے قدیم چوٹی کے مفسر ہیں انہوں نے یہ بات کہی کہ کسی کی

Marfat.com

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِۦ ۗ وَمَا ﴿١٢٥﴾

اس بات کو اللہ نے محض تمہارے لیے بشارت قرار دیا ہے تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں

النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا

مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمت والا ہے اس لیے تاکہ کافروں کا ایک حصہ تباہ کر دیا جائے

مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ

یا وہ ذلیل ہو کے واپس چلے جائیں محبوب معاملات کا مرکز ذات ربانی ہے

مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾

وہ چاہتا ہے کسی کو توبہ کی توفیق دے دیتا ہے یا انہیں عذاب کرتا ہے، یہ لوگ قابل عذاب ہیں ظالم ہیں

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ

اور اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے

وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٩﴾

اور عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے، اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ۸۱ؑ

۸۱ؑ ان آیات مقدسہ میں واقعہ بدر اور واقعہ احد کی طرف اشارات ہیں، پہلی آیت کریمہ میں واقعہ احد کی طرف بڑے بلیغ انداز سے اشارہ فرمایا ہے کیفیت یہ تھی، کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ے شوال بروز ہفتہ، مدینہ طیبہ سے نکلے اور اس مقام پر تشریف لے آئے جس مقام کو احد کہتے ہیں، اور مدینہ کے ساتھ بالکل متصل ہے، آپ کے ساتھ اس جنگ میں وہاں سے نکلتے وقت عبداللہ بن ابی بھی چل پڑا، اس وقت اس نے یہ سوچا کہ یہ جنگ، دو قبیلوں میں لڑی جا رہی ہے، دو شہروں میں لڑی جا رہی ہے ایک طرف مدینہ ہے ایک طرف مکہ ہے لہذا میں نے اپنے شہر والوں یعنی مدینہ والوں کی حمایت کرنی ہے، یہ بات احمقانہ تھی جب وہ وہاں سے چلا تو اس کا اپنا گروہ تین سو افراد پر مشتمل تھا، اسلامی فوج بحیثیت مجموعی ایک ہزار تھی، احد کے واقعہ کے

روحانی زندگی کو اجاگر کر دینا گویا اسے زندہ کرنا ہے، میں نے کہا کہ جدید تقاضوں کے تحت چونکہ یہ باتیں امکان کے احاطے میں آ گئی ہیں، اور ایسے الفاظ تورات میں نہیں ہیں، قرآن پاک کی عظمتوں کو اس کی ادبی لطافتوں کو سلام ہو، کہ قرآن پاک نے یہ بات کہی کہ جس انداز سے بھی تم کسی انسان کو زندگی دیتے ہو گویا ساری کائنات کے انسانوں کو زندگی دی گئی ہے۔

ولقد جاء تھم رسلنا بالبینٰت...

۳۵ ارشاد ہوا کہ ہمارے رسول واضح نشانیاں لے کے ان کے پاس آئے تھے، لیکن پھر بھی یہ اسرائیلی کائنات میں اسراف میں مبتلا رہے اور ہر معاملے میں انہوں نے زیادتی ہی کی، اب ایک قائم حکومت ہے، اس حکومت کے خلاف اور وہ اسلامی حکومت ہے، ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے، اور اس جنگ میں تین چار پہلو سامنے آتے ہیں کہ جوابی انداز کیا ہو، اس آیت کا ایک پس منظر ہے، میں وہ بیان کرنا چاہتا ہوں، تا کہ آیت سمجھنے میں آسانی بھی رہے اور مستشرقین کے لغو اعتراضات ذہن میں جگہ بھی نہ پکڑ سکیں۔

مدینہ طیبہ میں ایک برادری آئی، انہوں نے آ کے کہا! بیمار ہیں تو ہماری بیماری کا علاج بھی کیا جائے اور ہماری رہائش وغیرہ کا بندوبست بھی کیا جائے، سرکار کریم ؐ نے انہیں شہر سے باہر ایک جگہ دیدی کافی فاصلے پر، ان کے پاس اونٹ وغیرہ تھے، انہیں وہاں چرایا جائے وہاں ٹھہریں ہم ہر طرح کی سہولتیں تمہیں مہیا کریں گے، علاج کے لیے سرکار علیہ السلام کو بذریعہ وحی ایک حکم نازل ہوا، کہ یہ اونٹنیوں کا دودھ بھی پئیں اور اونٹنیوں کا پیشاب بھی پئیں ان کی شفاء اونٹنیوں کے پیشاب میں چھپی ہوئی ہے، بے شمار چیزیں ایسی ہیں، جن کا علاج مختلف چیزوں سے ہوتا ہے، اگر چہ وہ ظاہری انداز سے تحقیق میں نہ آئی ہو، اب آج سے دو سو سال سے پہلے جو چیزیں شفا بخش تاثیرات کی متحمل نہیں سمجھی جاتی تھیں، آج کی طب خدا جانے کہاں سے کہاں نکل گئی ہے، اور پیٹ بڑھے ہوئے تھے وہ بھی ٹھیک ہو گئے۔ انہوں نے اب پروگرام سوچا یہاں ہمارے محافظ ہیں دو تین صحابی انہیں قتل کر دیا جائے، اور خود یہاں سے بھاگ جائیں، انہوں نے اب طریقہ یہ کیا کہ ان کی آنکھوں میں سب سے پہلے گرم سلائیاں پھیریں تا کہ ان کی نظر جاتی رہے، ان کی ناکیں بھی کاٹ دیں، کان کاٹ دیئے، ہونٹ کاٹ دیئے، اور وہاں جو بیت المال کے اونٹ وغیرہ تھے وہ لے کر بھاگ گئے، صحابہ عالی مقام ؓ نے پیچھے سے جا کے انہیں پکڑا، پکڑ کر واپس لائے، تو جو سزاء انہوں نے جس انداز سے محافظ صحابہ کو دی تھی ان متوفین کے وارثوں نے یہ بات کہی کہ ہمیں بھی اختیار دیا جائے۔ کہ جو سزاء انہوں نے ہمارے بے گناہ ساتھیوں کو دی ہے وہی سزاء انہیں بھی ملے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں وہ سزاء دینے کی اجازت دیدی، یہی رحمت کا تقاضا تھا کہ محسنوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے۔

Marfat.com

انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ.....

٢٦ اب کچھ لوگ اسی انداز سے باہر نکل کے جنگلوں میں ڈاکے ڈالتے تھے، راستے بند کر دیتے تھے، یہاں ان کی سزاء کا ذکر ہے، ان کی سزا کے تین چار مراحل ہیں، امام اعظم ؒ نے یہاں تین شرطیں رکھی ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ وہ جنگجو ہوں قوم کے خلاف بغاوت کر کے اسلامی حکومت کو مٹانے کے لیے لڑ رہے ہوں، دوسری بات یہ ہے کہ ہر قسم کے ہتھیاروں سے وہ مسلح ہوں، تیسری بات یہ ہے کہ آبادیوں سے دور نکل کے جنگل میں راستے بند کیے ہوئے ہوں، یعنی یہ چوری کی بات نہیں ہے، وہاں وہ راہزنی کریں ڈاکے ڈالیں، یہ تین حکم ہوں تو پھر یہ ان کی سزائیں ہوں گی جو آگے مذکور ہیں، امام شافعی ؒ نے یہاں ایک نئی بات کہی، کہ اگر شہر میں بھی ایسی بات ہو تو یہی سزا ہوگی، میں سمجھتا ہوں کہ آج ہمیں یہ ان کا فتویٰ کام دے رہا ہے، آج کل لوگ جنگلوں میں راستے کم روکتے ہیں، دفعتاً شہر میں آئے، کلاشنکوف ہاتھ میں ہے، سب کو ایک کمرے میں بند کر کے سارے گھر سے قیمتی سامان اکٹھا کرنا ہے اور لے جانا ہے، تو اب چونکہ یہ بات شہروں میں ہو رہی ہے ساری شرطوں کے ساتھ لہٰذا امام شافعی ؒ نے جو بات کہی وہ یہاں لاگو ہوگئی، اب ان کی سزا کیا ہے، جیسا انہوں نے کیا ہے ویسی ہی ان کی سزا ہوگی، اگر انہوں نے قتل کیا ہے جواباً انہیں بھی قتل کر دیا جائے گا، قتل کر کے مال بھی لوٹ کے چلے گئے ہیں تو انہیں صلیب پر لٹکا دیا جائے گا، یہ آج کے دور میں بات نہیں رہی صرف پھانسی پر لٹکاتے ہیں اور مرنے کے بعد اسے اتار لیتے ہیں، قدیم دور کے سارے بادشاہوں اور حکومتوں کا یہ رواج تھا کہ بہت بڑے ملزم کو اس پھانسی کے اوپر وہ لٹکا دیتے تھے، رسہ ساتھ نہیں ہوتا تھا مرنے کے بعد اس کے اوپر باندھ دیا کرتے تھے، اور جانور انہیں نوچ نوچ کے کھاتے رہتے تھے، تاکہ باقی لوگوں کے لیے عبرت ہو، تو چونکہ اس دور کی یہ مروج سزا تھی صلیب کی اجازت اسلام نے اس حد تک دی کہ تھوڑی دیر اسے لٹکا کے اتار لیا جائے، اگر انہوں نے ساتھ مال بھی لوٹا ہے، تو یہ انداز اپنانے کی اجازت ہے، صرف مال لوٹا ہے تو ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں، اور اگر صرف دہشت پھیلائی ہے تو انہیں جیل میں ڈال دیں، یہ چار انداز تھے جن کی اسلام نے اجازت دی تھی، اور ان کی بیک گراؤنڈ یہ تھی، کہ وہ باغی تھے اور لوگوں کی جان و مال کو تباہ و برباد کر رہے تھے، اس وجہ سے یہ شدید قسم کی سزا ان کے لیے رکھی گئی، آج بھی جو لوگ اصلاح کے لیے ہمیں کہتے ہیں، ان کے اپنے ملکوں میں جس طریقے سے لوگوں کو مارا جاتا ہے، تہذیب کے علمبردار امریکہ میں جس طرح کالوں کے ساتھ ہوتا ہے، یا جس طریقے سے وہاں کے ڈاکو لوگوں کو مارتے ہیں، کیا وہ کسی سے چھپی ہوئی بات ہے، اب وہ مار دیں اور جیل میں چلے جائیں یا گرفتار ہو جائیں تو پھر ان کی مظلومیت کی داستانیں اخبارات میں آنا شروع ہو جاتی ہیں، سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو انہوں نے تباہ کیا ہے کیا وہ انسان نہیں تھے، اگر وہ انسان تھے اور انہوں نے شعور کے ہوتے ہوئے یہ سارا کھیل کھیلا ہے تو کیا ایسے بے شعور انسانوں کو بچانا ضروری ہے، اگر آپ انہیں بچاتے رہیں گے تو یہ مار دھاڑ کبھی بھی ختم نہیں ہو سکے گی: اب ہمارے پڑوس میں

Marfat.com

ایران میں اسلامی سزاؤں کے نکتہ نگاہ سے بہت کم سزائیں ہوئی ہیں، انقلابی انداز میں جو بندے مارے گئے وہ انداز کوئی اور تھا،لیکن اسلامی انداز سے بہت کم سزائیں ہوئی ہیں، وہاں سے وہ ساری ڈکیتی وغیرہ ختم ہوگئی ہیں، سعودیہ میں دوتین سزائیں مروج ہیں اگرچہ وہ بادشاہت کے تحفظ کے لیے ہیں اسلام کے تحفظ کے لیے نہیں ہیں لیکن وہاں جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں ،چونکہ اس بات کا پتہ ہے کہ جو جرم کیا ہے اس کی سزا ضرور بھگتنی ہوگی، ایک جج صاحب جو بڑے خالص اسلامی ذہن کے مالک تھے میں ان کے گھر بیٹھا تھا تو وہ کہنے لگے کہ اس بات کی حکمت مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، اور اسے معاشرے میں چھوڑ دیا جائے اور دوسری طرف اسے چار پانچ سال جیل میں ڈال دیا جائے، میں نے کہا کہ جج صاحب مجھے ایک سادہ سی بات سمجھائیں کہ اس نے تو چوری کی تھی، اور آپ نے اسے پانچ سال جیل میں بھیج کے قوم کے پیسے سے اسے اپنا مہمان بنایا ہے اس پر خرچ کیا ہے، اور جیل میں وہ جو بھی کھائے پیئے گا وہ سارے کا سارا قومی خزانے سے گیا ہے جو لوگوں کے ٹیکسوں سے آتا ہے، آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ کون سا انصاف ہے اور اسے یہ کس بات کی سزا دی، اسے جسمانی سزا اسلام نے اس لیے دی ہے کہ باہر نکلے اور اپنے باقی کام کرتا ہے لیکن عبرت کا نشان بنادو اسے تاکہ آئندہ وہ ایسی بات نہ کر سکے، اور اس کے لیے بھی اسلام نے بے شمار شرائط رکھی ہیں، اسلام نے یہ کہا کہ تمہاری گرفت سے پہلے وہ توبہ کر گیا ہے، اسے معاف کردو، اگر اس نے مال واپس دیدیا ہے، اسے معاف کردو۔ یہاں امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اگر چور نے لوٹا ہوا مال واپس کردیا ہے تو اسے سزا نہیں دی جائے گی، امام اعظمؒ نے یہاں کہا کہ اس طرح تو سارے چور بری ہو جائیں گے، سزا تو ہونی چاہیے، مال تو ان کا اپنا ہے وہ تو انہیں واپس ملنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ اے ایماندارو!

ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓاْ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ وَجَٰهِدُواْ فِى سَبِيلِهِۦ

اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور اس کے سامنے کوئی وسیلہ تلاش کرو ۲۷ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۵﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْ أَنَّ

، تاکہ تمہیں فلاح ملے ، یقیناً وہ لوگ جو کافر ہیں، اگر

لَهُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُۥ مَعَهُۥ لِيَفْتَدُواْ بِهِۦ مِنْ

جو کچھ زمین میں ہے وہ سارے کا سارا اور اس جتنا اور بھی انہیں مل جائے تاکہ یہ فدیہ دیں

عَذَابِ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۳۶﴾

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے یہ بچ جائیں، ان سے یہ قبول نہیں کیا جائے گا، ان کے لیے دردناک عذاب ہے

يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُواْ مِنَ ٱلنَّارِ وَمَا هُم بِخَٰرِجِينَ مِنْهَا ۖ

وہ چاہیں گے کہ جہنم سے نکل جائیں، حالانکہ وہ جہنم سے نکل نہیں سکتے

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۳۷﴾ وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓاْ

ان کے ساتھ قائم رہے گا عذاب، چور مرد ہو یا عورت تم کاٹ دو ۲۸

أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَٰلًا مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۸﴾

ان دونوں کے ہاتھ کو یہ بدلہ ہے اس کا جو انھوں نے عمل کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا ہے، اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے

Marfat.com

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ

لیکن جو ظلم کے بعد توبہ کر جائے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ بھی رجوع کرتے ہیں اس کی طرف

عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ

بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے اور رحم فرمانے والے ہیں اے مخاطب تجھے پتہ نہیں کہ سب اللہ تعالیٰ کی ہے ملکیت

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ

آسمانوں اور زمین کی، جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٠﴾

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

یا ایھا الذین امنوا اتقو اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ

۲۷ یہاں وسیلہ سے مراد کیا ہے، دو حوالے میں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا، پہلی بات یہ ہے کہ ''جس شے کے ذریعے کسی شے تک پہنچیں اور کسی شے کا قرب حاصل کریں وہ وسیلہ ہے''۔ علامہ کشاف فرماتے ہیں، ''جس کے ذریعے کسی شے کا قرب حاصل ہو وہ وسیلہ ہے''۔ اب علمائے اسلام اس سلسلے میں کیا سمجھتے رہے ہیں ان میں سے میں صرف دو حوالے دوں گا، پہلا شاہ ولی اللہ کا حوالہ ہے جو ہمارے بریلوی اور دیو بندیوں کے شیخ الحدیث ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ''وسیلہ سے مراد مرشد سے بیعت کرنا ہے''۔ اور دوسرے بندے جو شاہ صاحب کے پوتے ہیں، لیکن ہمارے ہاں وہ ایک متنازع شخصیت ہیں، شاہ اسماعیل ان کی عبارت آپ کے سامنے پڑھ دیتا ہوں، تاکہ اس مسئلے کی وضاحت ہو سکے، اولیائے امت نے اس سے مراد ولایت کی طرف اشارہ سمجھا ہے۔ اور وسیلہ سے مراد انہوں نے مرشد لیا ہے، فرماتے ہیں کہ!

''مرشد کی تلاش حقیقی کامیابی ہے اور حقیقی کامیابی سے پہلے ضروری ہے، تاکہ اس کے بعد مجاہدہ کیا جا سکے، اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے جو مسلسل چل رہا ہے، مرشد کے بغیر راستہ پانا محدود الوجود ہے، بہت کم ہوتا ہے''۔

شاہ اسماعیل نے یہ بات اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں لکھی، اب وسیلہ سے مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ چیز جو آپ کو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے قریب کر دے وہ وسیلہ ہے، اب آپ آغاز کریں نماز بھی وسیلہ ہے، روزہ بھی وسیلہ ہے، حج بھی وسیلہ ہے، تلاوت قرآن پاک بھی وسیلہ ہے، نبی علیہ السلام کی پیروی بھی وسیلہ ہے، اب ہم دنیا میں باقی وسائل تو مانیں، کہ ایم اے کرنے کے لیے سولہ سال استادوں کے سامنے بینچوں پر بیٹھنا بھی وسیلہ ہے اور جب بات آئے کہ کسی کامل آدمی کے ہاتھ پر بیعت کی جائے تاکہ آسانی رہ جائے نیکی کے راستے پر چلنے میں تو یہاں ہم پاؤں پیچھے کھینچ لیں کہ ہم کسی کو وسیلہ نہیں مانتے، یہ دنیا وسائل سے عبارت ہے۔

ایک مولوی صاحب ایک مناظرے میں آئے تو مجھ سے کہنے لگے کہ تم نعرے مارتے ہو کہ علی مشکل کشا ہیں، مشکل کشا تو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں ہے، میں نے کہا کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی مشکل کشا نہیں ہے، لیکن کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں اس نے ذریعہ بنا دیا ہے، مشکلیں حل کرنے کا، آپ کا بندہ اگر قتل ہو جائے، تو آپ تھانے میں چلے جاتے ہیں رپورٹ درج کرانے کے لیے، یہاں آپ کو وسیلہ یاد آجاتا ہے، تو آپ مشکل کشا کی بات مانتے ہیں تو حقیقی مشکل کشا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لیکن مجاز کے انداز سے مشکلیں دور کرنے کے لیے ساری کائنات آپ کے لیے مشکلیں دور کرتی ہے، کسان حل خود تو نہیں چلا سکتا، اسے حل چلانے کے لیے بیلوں کی ضرورت ہے، وہ بیل مشکل کشا تو ہوئے، لیکن وہ مجازی معنے میں حقیقی مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے، آپ نے چائے بنانی ہے، آپ ایک مشکل میں ہیں دودھ نے آکے مشکل حل کر دی ہے، چینی نے اسے میٹھا کر کے ایک اور آپ کی مشکل حل کر دی ہے، میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو صرف مشکل کشا حقیقتاً مانیں، لیکن اس مجاز کی دنیا میں آپ کی مشکلیں دور کرنے کے لیے اس نے جتنا کچھ بھر دیا ہے، انہیں حقیقی مشکل کشا نہ مانیں، لیکن آپ کی مشکل تو ان کے ذریعے حل ہو رہی ہے، اسی طریقے سے جب آپ اس راستے پر چلتے ہیں، جہاں پاؤں کے نقوش نہیں ہیں، یعنی روحانیت کے راستے پر، جب آپ کو روح کی دنیا میں چلنے کی بات آئے تو آپ کہیں کہ روحانی قائد کی ہمیں ضرورت نہیں ہے، یہ وہ احمقانہ بات ہے جس سے بڑھ کر کوئی اور احمقانہ بات نہیں ہوگی، تو اب دو ماہر جو عربی اور اردو دونوں کے ماہر ہیں، انہوں نے بھی وسیلہ کہا ہر وہ چیز جو قرب کا ذریعہ بنتی ہے وہ وسیلہ ہے، تو حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس سے مراد مرشد کی بیعت لی چونکہ انہوں نے خود بیعت کی تھی اور لوگوں سے بیعت لیتے تھے، حضرت شاہ اسماعیل نے جو آگے چل کے مسلک۔ بدل گئے اور اس بندے نے سب سے پہلے اس کتاب کا ترجمہ کیا جو عربی میں لکھی تھی محمد عبدالوہاب نجدی نے توحید کے نام سے اور توحید کا وہ تصور پیش کیا تھا کہ سارے مسلمان آج تک صدیق اکبرؓ سے لے کر مشرک ہو گئے اور یہ خود صرف موحد رہ گیا، شاہ صاحب۔ نے خیر سے اس کا ترجمہ کر دیا ،اس کا نام رکھ دیا ''تقویۃ الایمان''۔ اور یہ کتاب مسلمانوں کو دو حصوں میں بانٹ کے چلی گئی ایک طرف بریلوی آگئے اور ایک طرف دیوبندی آگئے، اگر یہ کتاب نہ لکھی جاتی تو قوم آج ایک ہوتی، اس اللہ کے بندے نے ہر بندے کو عجیب انداز سے کافر قرار دیا، تو یہ بڑی ہی متنازع کتاب ہے، فاضل بریلویؒ پر تحقیق کرتے ہوئے میں نے شاہ صاحب کا پوسٹ مارٹم کیا ہے، مجھے

ایک ساتھی کہتے ہیں کہ جب یہ کتاب چھپے تو اس میں سے فلاں فلاں حصے حذف کر دیں، میں نے کہا کہ پھر اس کتاب کے لکھنے کا فائدہ کیا کہ یہ درمیان والے حصے اگر میں حذف کر دوں، بات لکھی ہی اس لیے گئی ہے کہ پتہ لگے کہ یہاں مسلمانوں کو تقسیم کرنے کا آغاز کس نے کیا تھا، تو یہ بندہ بھی کہتا ہے کہ اس سے مراد مرشد کی بیعت ہے، اس لیے کہ جب آپ مجاہدہ کرنے کے لیے نکلتے ہیں، مجاہدہ ان آیات اور وظائف کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کامل بندے اپنے مریدوں سے کروایا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجاہدہ سے پہلے بیعت ضروری ہے، اب ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے وسائل کی تلاش کرو، راہ خدا میں مجاہدہ کرو، اب مجاہدہ نفس کے جہاد سے لے کے جنگ کے جہاد تک سارے مجاہدہ میں شامل ہیں، فلاح اسی میں ہے، یعنی خود بھی ستھرے بنو اور قوم کا بھی تحفظ کرو۔

ان الذين كفروا لو ان لهم ما في الارض جميعا

۴۸ کافروں کے لیے دنیا کا سارا مال واسباب بھی ہو اور اتنا اور بھی ہو تو قیامت کے دن عذاب خدا سے بچ جائیں تو یہ بات نہیں ہوگی، وہ آگ سے نکلنا چاہیں تو نہیں نکل سکیں گے، جب معاشرہ ان اقدار پر قائم ہو جائے، کہ چور کو سروس بھی مل سکتی ہو ضرورت کی ساری چیزیں بھی موجود ہوں اور پھر وہ چوری کرے، یہ میں کیوں بات کہہ رہا ہوں، کہ فاروق اعظم ؓ نے جب جنگی حالات تھے، تو چوروں کے ہاتھ نہیں کاٹے تھے، فرمایا کہ ان کی کوئی مجبوری ہوگی، ہر کام کے بیک گراؤنڈ کو ذہن میں رکھنا ہوتا ہے، ایسے کوائف میں قطعی کوئی سزا نہیں ہے، اس کو کام کرنے کے ذرائع حکومت نے دیدیئے ہیں، وہ مجبور نہیں ہے، ساری باتیں اس کے حق میں جا رہی ہیں، اور پھر محض نفس پرستی کے لیے اور لوگوں کا مال لوٹنے کے لیے چوری کرتا ہے، چوری کی شرط یہ ہوتی ہے، کہ مال محفوظ مقام پر پڑا ہو، اور محفوظ مال کو اس نے خفیہ راستے سے داخل ہو کے چرایا ہو، اس کے علاوہ چور کا بالغ ہونا ضروری ہے، عاقل ہونا ضروری ہے، کسی محفوظ مقام پر داخل ہو کے کسی چیز کو چرانا ضروری ہے، اگر کوئی بندہ راستے پر کوئی شے رکھ گیا ہے، اور کسی بندے نے وہ شے اٹھالی ہے تو وہ چور نہیں ہے، اسے اسلام سزا نہیں دیتا ہاتھ کاٹنے کی، عاقل اور بالغ ہونے کی صورت میں اور محفوظ مقام سے چیز چرانے کی صورت میں اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا ہوگی، میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ اسے قوم کا مہمان نہ رکھا جائے بلکہ اسے سزا دی جائے، لیکن کوئی ظلم و زیادتی کر کے توبہ کر لیتا ہے اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بخشنے والے اور رحم کرنے والے ہیں، آسمان وزمین کا ملک انہی کا ہے یہ بار بار اللہ تعالیٰ اس لیے بتاتے ہیں کہ مناظر فطرت میں کھو کے اللہ تعالیٰ کو بھول نہ جانا، اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جسے چاہے عذاب دے جسے چاہے بخش دے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، لیکن عادت مقدسہ یہ ہے، کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتا ہے اسے عذاب نہیں ہوتا، اسے بخش دیا جاتا ہے، جو راستے پر نہیں چلتا، دنیا میں کبھی اسے بھی عذاب نہیں ہوتا، غیر مسلموں کے پاس سارے ذرائع ہوتے ہیں، اللہ کریم بے حد بردبار ہیں انہیں برداشت فرماتے ہیں، لیکن آخرت دارالجزاء ہے، وہاں ہمارے کیے کا بدلہ ضروری ہے، اس لیے نیک آدمی کو وہ جنت میں داخل کرے گا اور گنہگار کو وہ جہنم میں ڈال دے گا۔ یہ دونوں جنت اور جہنم ہمارے اپنے اعمال کے نتیجہ کے طور پر ہمیں ہر حال میں مل کر رہیں گے۔

☆☆☆☆☆☆

۞ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَٰرِعُونَ فِى

اے نبی ﷺ آپ کو غمناک نہ کردیں وہ لوگ جو (ایک دوسرے سے) جلدی کرتے ہیں

ٱلْكُفْرِ مِنَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا بِأَفْوَٰهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن

کفر (ایمان کا انکار کرنے) میں، (یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اپنے مونہوں سے، اور نہیں ایمان لائے

قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ ۛ سَمَّٰعُونَ لِلْكَذِبِ

ان کے دل، اور یہودیوں میں سے (بھی) جاسوسی کرتے ہیں جھوٹی باتیں بنانے کے لیے،

سَمَّٰعُونَ لِقَوْمٍ ءَاخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ مِنۢ

جاسوسی کرتے ہیں دوسری قوم کے لئے، وہ جو ابھی تمہارے پاس نہیں آئے، یہ (یہودی) تحریف کرتے ہیں بات (کلام خدا) میں

بَعْدِ مَوَاضِعِهِۦ ۖ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ

اس کے ثابت ہوجانے کے بعد (اس کے اصل مقام سے) اور کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو قبول کرلینا

وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَٱحْذَرُوا۟ ۚ وَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ فِتْنَتَهُۥ فَلَن تَمْلِكَ

اور اگر یہ نہ دیا جائے تو اس سے بچنا، اور جس سے اللہ ارادہ کرلے فتنہ (آزمائش) کا تو تم ہرگز اختیار نہیں رکھتے

لَهُۥ مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَمْ يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يُطَهِّرَ

اس کے لیے اللہ سے کچھ بھی، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ پاک کرے

قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا خِزْىٌ ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ

دل ان کے، ان کے لئے دنیا میں بھی ذلت ہے اور آخرت میں ان کے لیے

عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ عذاب عظیم ہے

Marfat.com

سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ أَكّٰلُونَ لِلسُّحْتِ ۚ فَإِن جَآءُوكَ

جھوٹ (گھڑنے) کے لیے جاسوسی کرنے والے ہیں، کھانے والے ہیں حرام (رشوت) کو، پس اگر یہ آئیں

فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَن

آپ ﷺ کے پاس (کوئی مقدمہ لے کر) تو فیصلہ فرمادیں ان کے درمیان یا چھوڑ دیجئے ان کو، اگر آپ چھوڑ دینگے (فیصلہ نہ کریں گے) تو ہرگز

يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ

یہ آپ ﷺ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، اور اگر آپ ﷺ فیصلہ کریں تو پھر انصاف سے فیصلہ فرمادیں ان کے درمیان

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ

بے شک اللہ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں سے، اور یہ کیسے آپ ﷺ سے فیصلہ کروائیں گے، اور جب کے ان پاس

التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ

تورات موجود ہے، جس میں اللہ کے احکام (موجود) ہیں، پھر بھی یہ منہ پھیرتے ہیں اس کے باوجود

وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٣﴾

اور یہ (لوگ) ہرگز ایمان والے نہیں ۴۳

Marfat.com

وقت، تھوڑا سا آگے نکل کے فوج کو بددل کرنے کے لیے اس نے ایک چال چلی، اپنے تین سو آدمیوں کو لے کے ایک طرف ہٹ گیا، کہنے لگا جی اصل بات یہ ہے کہ جنگ نہیں ہے، ہم ہلاکت کی طرف جا رہے ہیں، قریش مکہ کی فوج بہت ہے اور ان کے پاس اسلحہ بہت زیادہ ہے، تو میں اس سے آگے آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا، اس مرحلے پر خزرجی اور اوسی طبقے کے دو چھوٹے چھوٹے گروہ ایک طرف بنو حارثہ تھا یہ اوس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، دوسرا بنو سلمہ تھے، جو خزرج قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم بھی جنگ کے لیے آگے نہیں بڑھتے، حالانکہ یہ پکے ایمان دار لوگ تھے۔ عبداللہ جو کچھ کہہ رہا تھا اس پر ان کا یقین ہو گیا، حالانکہ ظاہری نوعیت یہ تھی کہ وہ اگر تھوڑے نہ ہوتے یا کسی انداز سے کمی ہوتی تو وہ پورے ملک کو چیر کے مدینہ کے پاس نہ آ پہنچتے ؟ لہذا انہوں نے سمجھا کہ یہ جنگ نہیں ہے، یہ سوچ کر یہ دو برادریاں پیچھے ہٹنے لگیں تو اللہ کریم نے ان کے لیے یہ بات ارشاد فرمائی، تمہارے دو گروہ بزدلی کر رہے تھے لیکن اللہ ان کا والی تھا، اسی گروہ کے ایک صاحب کہا کرتے تھے کہ ہماری بزدلی کا ذکر تو آیا اس بزدلی کی وجہ سے قیامت کے قائم ہونے تک قرآن پڑھنے والے لوگ کہیں گے کہ وہ بزدلی پیدا کرنے والے لوگ تھے لیکن اگلا ایک لفظ کہہ کے اللہ کریم نے ہمارے سروں پر عظمت کا تاج رکھ دیا ہے "واللّٰہ ولیھما" اللہ ان دونوں گروہوں کا ولی تھا کہ ان کا ہاتھ پکڑ لیا انہیں عبداللہ کے ساتھ جانے نہیں دیا وہ سارے کے سارے لوگ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آگے بڑھے جب احد کا مقام آیا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر ؓ کو ایک چھوٹی سی پہاڑی پر جن لوگوں نے وہ پہاڑی دیکھی ہے وہ بتاتے ہیں کہ یہاں وہ پہاڑی تھی اگرچہ سعودی حکومت نے اس نقشے کو کم وبیش تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے جب کہ قومیں اپنی تاریخ کو بچاتی ہیں پھر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس تو وہ تھی کہ آپ کی حیات طیبہ کا ایک ایک گوشہ محفوظ رہنا چاہیے، انہوں نے اس جگہ کو تباہ کر دیا ہے بلڈوزر لگا کے اس سطح کو بہت زیادہ ہموار کر دیا ہے اب وہاں کھڑے ہو کے یہ تو بتایا جاسکتا ہے کہ یہاں وہ پہاڑی تھی لیکن ایک محقق آدمی اس سے تحقیق نہیں کر سکتا کہ اس کا انداز کیا تھا، تو اس جگہ پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر ؓ کو قائم فرمایا اور حضرت مصعب بن عمیر ؓ کو فوج کا پرچم عطا کیا، لشکر کے ایک بازو حضرت عبد اللہ بن زبیر ؓ کی تقرری ہوئی اور دوسرے پر جناب منذر ؓ کی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی جو خصوصی تلوار تھی وہ حضرت ابو دجانہ ؓ کو عطا فرمائی، اب جب جنگ شروع ہوئی تو حضور ؐ کا ارشاد یہ تھا کہ نتیجہ کچھ بھی ہو یہ جو تیر انداز ہم نے متعین کر دیئے ہیں انہوں نے اپنی جگہ کو نہیں چھوڑنا ہے۔ پہلے حملے میں کفار کے پاؤں اکھڑ گئے نتیجتاً پہاڑی پر متعین لوگوں میں سے بہت سارے لوگوں نے اصرار کیا کہ کفار کی فوج شکست کھا گئی ہے ہم یہاں کیوں کھڑے رہیں جو لڑائی کی بات تھی وہ تو اب ختم ہو گئی، لہذا وہ نیچے اتر آئے ان کے اترنے کی دیر تھی کہ اس دور میں ابھی تک حضرت خالد بن ولید ؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ عقبی سمت سے آئے جو چند حضرات باقی تھے انہیں تہہ تیغ کر دیا اور مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر دیا یہ فوج جو سات سو افراد پر مشتمل

Marfat.com

آیت ۴۱ سے ۴۴ تک کی تفسیر

یا ایھا الرسول لایحزنک الذین یسارعون فی الکفر......وما اولئک بالمومنین

پھر فرمایا کہ اے محبوب ﷺ وہ لوگ جو دین حق کا انکار کرنے میں جلدی کرتے ہیں آپ ﷺ کو غمناک نہ کر دیں، آپ ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے، یہود کی خباثتوں سے حضور کریم ﷺ کا دل آرزدہ ہوتا تھا، ان کو آپ ﷺ نے ہر طرح سے اسلام کی حقانیت کا ثبوت فراہم فرمایا اور ان کے سب سوالوں کے جواب دیئے، لیکن وہ حسد اور ہٹ دھری کی وجہ سے اسلام کو قبول کرنے کے لئے آگے نہ بڑھے۔رب العزت نے ان آیات میں اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ﷺ افسردہ نہ ہوں، یہ آپ ﷺ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے ہیں، اور نہ اسلام کی ترقی کو روکنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، آپ ﷺ اپنے مشن میں ان کی پرواہ مت فرمائیں۔

پھر فرمایا کہ یہ سچے مومن نہیں، یہ صرف اپنے مونہوں سے اسلام اسلام کی رٹ لگائے ہوئے ہیں، ان کے دل ابھی مومن نہیں ہیں، جیسے کہ سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا کہ

فی قلوبھم مرض فزاد ھم اللہ مرضا۔

ان کے دلوں میں مرض ہے تو اللہ نے ان کے مرض کو بڑھادیا۔

آگے ارشاد فرمایا کہ:۔

یخد عون اللہ والذین آمنو ا وما یخد عون الا انفسھم ومایشعرون۔

یہ اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینے کی (منافقت کا رویہ اپنا کر) کوشش کرتے ہیں، مگر یہ صرف اور صرف اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

تو فرمایا کہ محبوب ﷺ یہ صرف ظاہری انداز سے خود کو مسلمان کہتے ہیں ان کے باطن پکے کافر ہیں۔

Marfat.com

سمّعون للکذب سمّعون لقوم آخرین۔

سمعون دو معنوں میں مستعمل ہے ایک 'سننے' کے معنی میں دوسرا 'قبول' کرنے کے معنی میں۔
اس آیت کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ وہ یہودی آپ ﷺ کی محفل میں جاسوسی کرنے کے لئے آتے ہیں تا کہ مسلمانوں کے راز (Secrets) مسلمانوں کے دشمنوں کو پہنچائیں۔
دوسرے معنی یہ ہیں کہ یہ اپنے 'احبار' اور جھوٹے علماء کی باتیں تو قبول کر لیتے ہیں مگر آپ ﷺ کی سچی باتیں قبول نہیں کرتے۔

سمعون للکذب اکلون للسحت۔

سحت ہلاکت اور بربادی کو کہتے ہیں۔حرام مال کو سحت کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ انسان کے ایمان، نیک اعمال کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔
فرمایا کہ حرام کھانے والے ہیں، اور تھوڑا بہت بھی نہیں بہت زیادہ حرام کھانے کی عادت ان میں موجود ہے، پھر اگر یہ آپ ﷺ کے پاس کسی جھگڑے میں فیصلہ کروانے کے لئے آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں یا نہ فرمائیں آپ ﷺ کی صوابدید پر ہے، اگر نہ فرمائیں گے تو یہ آپ ﷺ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔اور اگر فیصلہ فرمائیں تو پھر عدل وانصاف کے پیمانے پر فیصلہ کیجئے۔اس طرح کا فیصلہ اللہ کو پسند ہے۔
مزید فرمایا کہ یہ آپ ﷺ سے فیصلہ کروانے کے لیے آتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کے احکام واضح لکھے ہوئے ہیں، مگر پھر بھی یہ غور نہیں کرتے، اصل بات یہ ہے کہ ان کے دل میں خدا خوفی اور اللہ کا یقین ہی نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

۞ إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں

هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ

ہدایت اور نور ہے، حکم دیتے رہے اس کے مطابق انبیاء جو ہمارے فرماں بردار تھے، یہودیوں کے واسطے،

هَادُوا۟ وَٱلرَّبَّـٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُوا۟ مِن كِتَـٰبِ

(اور اسی کے مطابق حکم دیتے رہے) اللہ والے اور علماء، اس واسطے کہ محافظ ٹھہرائے گئے تھے کتاب اللہ کے

ٱللَّهِ وَكَانُوا۟ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا۟ ٱلنَّاسَ

اور وہ تھے اس پر گواہ پس نہ ڈرا کرو لوگوں سے

وَٱخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَـٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم

اور ڈرا کرو مجھ سے اور نہ بیچا کرو میری آیتوں کو تھوڑی سی قیمت سے اور جو فیصلہ نہ کرے

بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ

اس (کتاب) کے مطابق جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو وہی لوگ کافر ہیں، اور ہم نے لکھ دیا تھا ان (یہودیوں) پر

فِيهَآ أَنَّ ٱلنَّفْسَ بِٱلنَّفْسِ وَٱلْعَيْنَ بِٱلْعَيْنِ وَٱلْأَنفَ

اس (تورات) میں یہ (حکم) کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے

بِٱلْأَنفِ وَٱلْأُذُنَ بِٱلْأُذُنِ وَٱلسِّنَّ بِٱلسِّنِّ وَٱلْجُرُوحَ

ناک، اور کان کے بدلے کان، اور دانت کے بدلے دانت، اور زخموں کے لیے

قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِۦ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُۥ ۚ وَمَن

قصاص ہے، تو جو شخص معاف کردے بدلہ تو یہ معافی کفارہ بن جائے گی اس کے گناہوں کا اور جو

Marfat.com

لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٤٥﴾

نہ کرے اس (کتاب) کے مطابق فیصلہ جسے اللہ نے اتارا ہے تو وہ لوگ ظالم ہیں

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم بِعِيسَى ٱبْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

اور ہم نے پیچھے بھیجا ان کے نقش قدم پر عیسیٰ بن مریم کو تصدیق کرنے والے جو ان کے سامنے موجود تھا

ٱلتَّوْرَىٰةِ ۖ وَءَاتَيْنَٰهُ ٱلْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

یعنی تورات، اور ہم نے دی انہیں انجیل اس میں ہدایت اور نور تھا تصدیق کرنے والی تھی اسکی جو اس سے پہلے تھی

يَدَيْهِ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٦﴾ وَلْيَحْكُمْ

یعنی تورات اور یہ (انجیل) ہدایت اور نصیحت تھی پرہیزگاروں کے لیے، اور چاہیے کہ

أَهْلُ ٱلْإِنجِيلِ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ

انجیل والے اس کے مطابق فیصلہ کریں جو نازل فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس میں اور جو فیصلہ نہ کرے اس کے مطابق جو اتارا ہے

ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿٤٧﴾

اللہ تعالیٰ نے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔٥

Marfat.com

انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور....

٥٠ قرآن پاک نے سابقہ کتب کی تائید وتصدیق فرمائی ہے ان آیات مقدسہ میں تورات اور انجیل کو نور فرمایا گیا ہے، قرآن خود بھی نور مبین ہے، نور راستہ واضح کرتا ہے لہذا وہ ہدایت ہیں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انبیائے عالی مقام علیہم السلام اور اس دور کے اولیاء اور علماء نے احکام تورات پر خود بھی عمل کیا اور امت موسوی کو بھی عمل کرایا، اللہ کریم نے ان تینوں طبقات، انبیاء اولیاء، اور علماء، کو تورات کا نگران اور محافظ بنایا تھا، ان حضرات نے علماً اور عملاً کتاب مقدس کی حفاظت کی اسکی عظمت وصداقت کی لوگوں کے سامنے گواہی دی۔ مگر آگے چل کر کتاب خواہش پرستوں، زر کے پجاریوں، گروہ بندیوں کے علمبرداروں اور ایوان اقتدار کے غلاموں کے ہتھے چڑھ گئی، اس میں تحریف ہوئی یہ تحریف لفظی بھی تھی اور معنوی بھی، ہم اب اس کا مطالعہ کرتے ہیں، تو یہ صرف یہودیوں کی تاریخ نظر آتی ہے، جس میں کہیں کہیں، کچھ احکام اور کچھ مسائل مل جاتے ہیں۔

فلا تخشوا الناس واخشون.....

مسلمانوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تم نے یہود ونصاری والے طریقے کتاب اللہ کے خلاف نہیں اپنانے ہیں، یہ زرطلبی کی کتاب نہیں ایمان طلبی کی کتاب ہے، یہ کتاب ہدایت ہے اس سے ہدایت تلاش کرو، انسانوں سے نہ ڈرو، خوف صرف مجھ سے کھاؤ، قرآن اس کی بار بار وضاحت کرتا ہے کہ امیدوں کا منبع ذات ربانی ہے اور خوف کا مرکز بھی وہی ذات اقدس ہے، ہم سمجھتے ہیں یہ ربانی محبت ہے جس کی وجہ سے انسان ممنوعات کے قریب نہیں جاتا۔

Marfat.com

و من لم یحکم بما انزل اللہ .....

تمہارے پاس تمہارے کریم رب کی کتاب ہے اس کے ہوتے ہوئے تم انسانوں کے خود ساختہ احکام مانو گے تو یہ کتاب ربانی کی تکذیب ہوگی، اور یہی کفر ہے، یہی ظلم ہے اور یہی فسق ہے۔ سادہ لفظوں میں یہ اللہ کریم کے خلاف بغاوت ہے۔
امام بیضاوی فرماتے ہیں، ''انکے انکار کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے، اور کتاب اللہ کے مقابل اپنے فیصلے سے ظلم برپا ہوتا ہے، حدود اللہ سے نکل جانے کی وجہ سے وہ فاسق قرار پائے''

و کتبنا لھم فیھا .....

قرآن حکیم نے یہاں جن سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے وہ تورات میں کئی جگہ مذکور ہیں، ملاحظہ ہو ''لیکن اگر نقصان ہو جائے تو تو جان کے بدلے جان لے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ'' خروج باب ۲۱ آیات ۲۳ تا ۲۵ صفحہ ۷۳ کتاب مقدس پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی لاھور۔

و من تصد ق بہ فھو کفارۃ لہ.....

کوئی شخص بدلہ نہیں لیتا اور معاف کر دیتا ہے تو یہ بات اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، اور ایک طرف تو ظالم کی سزا کا ذکر فرمایا تا کہ معاشرہ کو ظالموں کی سرکشی سے بچایا جاسکے اور دوسری طرف معاشرے میں عفو ودرگزر کو عام کرنے کی تلقین فرمائی تا کہ اعتدال پیدا ہو جائے اور عفو ودرگزر کی لطافتیں عام ہو سکیں۔

و قفینا علیٰ اثرھم بعیسی ابن مریم -----

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد انبیاء کی تشریف آوری کا سلسلہ جاری رہا وہ شریعت موسوی کے احکام نافذ کرتے رہے، تورات میں ایسے بہت سارے انبیاء کا ذکر موجود ہے، کچھ معروف نام یہ ہیں، داؤدؑ ،سلیمانؑ، ایوبؑ، یسعیاہ، یرمیاہ، حزقی ایل، دانی ایل

ہوسیع، یوناہ، حبقوق، زکریاؑ اور یحیٰ علیہم السلام۔

ان کے نقش قدم پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آئے، انہوں نے تورات کی تصدیق فرمائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ کتاب ہے، اللہ کریم نے انہیں، (عہد نامہ جدید) عطا فرمائی، یہ کتاب بھی سراپا ھدایت ونور تھی، اس کتاب نے بھی تورات کی تصدیق کی، یہ کتاب پرھیز گاروں کے لئے ھدایت بھی تھی اور وعظ ونصیحت بھی۔

ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ ---

عیسائیوں کو اس کتاب نور وہدایت پر عمل کرنا چاہئے اور اسے عدل کا دستور بنانا چاہئے، مگر انہوں نے حکم عدولی کی اپنے خود ساختہ دساتیر پر عمل کیا اور فسق کی تنگنائیوں میں ایسے پھنسے کہ نکل نہ سکے۔

آپ اب انجیل کا مطالعہ کریں تو چاروں انجیلوں کے راوی صرف سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ بیان کرتے ہیں، اور آخر میں انکی موت سولی پر ہوتی ہے اور وہ تین دنوں کے بعد زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی داھنی طرف جا کر بیٹھ جاتے ہیں کبھی پھر وہ تشریف لائیں گے، ہم اوپر کتاب مقدس کا حوالہ دے آئے ہیں۔ انکی چاروں انجیلیں آخری حصوں سے پڑھ لیں یہ سب واضح ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ

اور اے (حبیب) اتاری ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب (قرآن) سچائی

بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمُهَيْمِنًا

کے ساتھ تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے (آسمانی) کتاب ہے، اور یہ (قرآن) محافظ ہے

عَلَيْهِ فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ

اس پر تو آپ فیصلہ فرمادیں ان کے درمیان اس کے مطابق جو نازل فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور پیروی نہ کریں ان کی خواہشات کی

عَمَّا جَآءَكَ مِنَ ٱلْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا

اس حق کو چھوڑ کر جو آپ کے پاس آیا ہے ہر ایک کے لیے بنائی ہے ہم نے تم میں سے ایک شریعت اور عمل کی راہ

وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِى مَآ

اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو بنادیتا تم (سب کو) ایک ہی امت لیکن آزمانا چاہتا ہے تمھیں اس چیز میں جو

ءَاتَىٰكُمْ فَٱسْتَبِقُوا۟ ٱلْخَيْرَٰتِ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا

اس نے تمھیں دی ہے تم آگے بڑھنے کی کوشش کرو نیکیوں میں، اللہ کی طرف ہی لوٹ کر آنا ہے تم سب کا

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾ وَأَنِ ٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ

پھر آگاہ کرے گا وہ تمھیں جن باتوں میں تم جھگڑا کرتے تھے، اور یہ کہ فیصلہ فرمائیں آپ ان کے درمیان اس کے مطابق

أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَٱحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَنۢ

جو نازل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی اور آپ ہوشیار رہیں ان سے کہ کہیں برگشتہ نہ کردیں آپ کو اس

بَعۡضِ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيۡكَۖ فَإِن تَوَلَّوۡاْ فَٱعۡلَمۡ أَنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُصِيبَهُم

کے کچھ حصے سے جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف اور وہ منہ پھیر لیں تو جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ارادہ کرلیا ہے کہ انہیں سزا دے

بِبَعۡضِ ذُنُوبِهِمۡۗ وَإِنَّ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلنَّاسِ لَفَٰسِقُونَ ﴿٤٩﴾ أَفَحُكۡمَ

ان کے بعض گناہوں کی، اور بے شک لوگوں میں بہت سے نافرمان ہیں، تو کیا وہ فیصلے

ٱلۡجَٰهِلِيَّةِ يَبۡغُونَۚ وَمَنۡ أَحۡسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكۡمٗا لِّقَوۡمٖ يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾

جاہلیت کے زمانے کے چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کس کا حکم ہوسکتا ہے اس قوم کے نزدیک جو یقین رکھتی ہے ۵١

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا۔۔۔

۵١ صفات قرآنی کا بڑا جامع بلیغ ذکر ہے، یہ کتاب حق ہے یعنی بقول علامہ راغب اصفہانی یہ ایسی ہے جیسا اسے ہونا چاہیے تھا، یہ حق کی تفسیر ہے مگر قرآن نے فرمایا باطل کا اس کے پاس سے گزر بھی نہیں ہوسکتا، "لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ" یہ مقدس کتاب پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور کتابوں کے ساتھ سابقہ انبیاء و رسل کی بھی تصدیق فرماتی ہے، قرآن نے یہ دونوں باتیں کئی مقامات پر ذکر فرمائی ہیں، قرآن کی ایک اور صفت یہ ہے کہ وہ سابقہ کتب پر مہیمن ہے، مہیمن محافظ، شاھد، امین نگران اور نگہبان کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، یہ سب معانی یہاں مراد ہوسکتے ہیں، قرآن نے سابقہ کتب کے محرف احکام اور بھولی بسری آیات کی حفاظت فرمائی، پھر قرآن نے حفاظت فرمانے میں امانت دار اور شاہد بن کر ان احکام کو حیات جاوید بخش دی، یہ نگران و رقیب ہے کہ اسکی کسوٹی پر جو آیات سابقہ کتب کی پوری اتریں گی وہ حق ہیں جو ایسی نہیں ہیں وہ محرف اور ملاوٹی ہیں۔

فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم۔

نزول قرآن کی غرض و غایت بیان فرمائی جارہی ہے کہ یہ زندہ اور حکمران کتاب ہے اسے زندگی کی سب اداؤں پر چھانا ہوگا، تعلیم، معاشرت، حکومت، انتظامیہ، عدلیہ، انفرادی، اور اجتماعی زندگی کو عمل و اطاعت کا سبق پڑھانا ہوگا۔ ان آیات میں تینوں کتابوں کا یہ اجتماعی حکم ہے، تورات کے لئے ارشاد ہوا کہ نبی اسکے مطابق فیصلے فرماتے تھے، انجیل کے لئے فرمایا گیا،" انجیل والے جو کچھ انجیل میں نازل ہوا اس کے مطابق فیصلے کریں" قرآن پاک کے بارے میں فرمایا" جو اللہ نے اتارا ہے آپ اسکے مطابق فیصلے صادر فرمائیں" اگر یہود و نصاری یہ احکام بھول چکے تھے تو مسلمانوں کو ان کا راستہ نہیں اپنانا چاہیے۔

Marfat.com

انکی خواہشات کی پیروی کا یہ مطلب نہیں کہ معصوم نبی علیہ السلام ایسا کرنے کا خیال فرما رہے تھے دراصل خطاب ظاہراً نبی علیہ السلام کو ہے مگر تعلیم امت کو دی جارہی ہے کہ حق اور سچ تمہارے پاس موجود ہے پھر گھٹیا انسانی خواہشات میں تم غیروں کی اتباع کیسے کر سکتے ہو، اس راستے پر چلو جو فرمان خدا میں ہے وہ راہ لو جس پر نقوش پائے مصطفی علیہ السلام ہیں۔

لکل جعلنا منکم شرعة و منھاجا.....

شرعة اور شریعة اس راستے کو کہتے ہیں جو پانی تک لے جائے پانی ظاہری جسم کی ضرورت ہے لہذا اسکی طرف جانے والے راستے پر چلنا ہوگا، کتاب ھدایت باطنی پانی یعنی ایمان تک لے جاتی ہے لہذا اسکے راستے پر ہر انسان کو چلنا ہوگا، یہی شرع یا شریعت ہے۔ منھاج واضح اور صاف راستہ ہے اس سے واضح راستہ کوئی نہیں ہوسکتا، جو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہو اور رحیم وکریم نبی علیہ السلام نے عمل فرما کر سمجھایا ہو۔

ولو شاء لجعلکم امة واحدة ولکن لیبلوکم ...

انسان سوچتا ہے کہ سب شریعتوں کے اصول وعقائد ایک تھے کاش فروع وجزئیات بھی ایک ہوتے، مگر اس اختلاف کی حکمت سے اکثریت بے خبر ہوتی ہے انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ یہ امتحان ہے کہ فروعی اور جزئی معاملات میں توجہ الی اللہ رہتی ہے یا نہیں؟ ان معاملات میں حالات کے مطابق اجتہاد واستحسان، کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا گیا، تاکہ انسانی ذھن جمود کا شکار نہ ہو اور محدودیت کے زنگ سے مسخ نہ ہو۔

اب نیکیوں، اچھائیوں اور خیرات وبھلائیوں کا وسیع میدان ہوگا اور راہ خدا پر چلنے والی قومیں جذبہء مسابقت سے ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر معاشرہ کی لطافتوں رعنائیوں اور ضیاباریوں میں اضافہ کرتی جائیں گی، پھر سب نے انعام لینے کے لیے اللہ کریم کے ہاں حاضری دینی ہے وہاں سارے حقائق تاریکیوں کے پردے چاک کر کے سامنے آجائیں گے۔

وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم وا حذر ھم ان ....

سابقہ مضمون کو تاکیداً دھرایا جارہا ہے کہ تمہارا مقصد حیات اللہ کریم کا قرب اور اسکی رضامندی ہے یہ قرب ورضامندی محبت واطاعت کے راستے سے حاصل ہوتی ہے آپ قرآن پاک کو فیصل اور حرف آخر مان کر زندگی کو اسکے حوالے کردیں گے اور غیروں سے منہ موڑ لیں گے تو بات بن جائے گی، ورنہ غیر تو اپنی دسیسہ کاریوں سے، روباہ مزاجیوں سے تلون کیشیوں سے باطنی تاریکیوں سے روز اول سے تمہیں قرآن کا باغی بنانا چاہتے ہیں، ہمیں راستے سے ہٹانے کے لئے بقول سیدنا ابن عباسؓ ابن صوریا۔ کعب بن اسد اور ابن صلوبا نے سازش کی کہنے لگے کہ نبی رحمت علیہ السلام کو دھوکا دے لیں گے کہ وہ صرف بشر ہیں "**فانما انا بشر**" آکر کہنے لگے کہ ہم مسلمان ہو گئے تو سب یہودی مسلمان ہو جائیں گے کہ ہمارا ایک مقدمہ ہے وہ آپ علیہ السلام کے پاس آئے کہ آپ علیہ السلام ہمارے حق میں فیصلہ صادر فرمادیں، انہیں کیا پتا تھا کہ جسے وہ صرف بشر سمجھ رہے تھے وہ اسرار کائنات کے محرم اور درون انسانیت کے عالم تھے وہ اولین وآخرین کے عقلمندوں

Marfat.com

تھی، کچھ لوگ شہید ہو گئے درے پر باقی لوگ بکھرے ہوئے تھے، ایک دوسرے سے رابطہ کٹ گیا اور رابطہ کٹنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ کافروں نے ایک بات کو سامنے رکھ کے پروپیگنڈا کر دیا کہ نبی رحمتؐ شہید ہو گئے ہیں، سیرت کی کتابوں میں، حدیث کی کتابوں میں یہ بات آتی ہے کہ ایک ایسے صاحب شہید ہوئے تھے جن کی ظاہری شکل کسی حد تک حضور اکرمؐ سے مشابہ تھی تو اس مشابہت کو سامنے رکھ کے انہوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ حضور اکرمؐ تو شہید ہو گئے ہیں۔ کفار سرکارؐ کی طرف بڑے بھرپور انداز سے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دینا چاہتے تھے، آپ کا مبارک ماتھا زخمی ہو چکا تھا، رخساروں کے اندر لوہا پھنس گیا جو آپؐ نے زرہ پہنی ہوئی تھی، نیچے کا ایک دانت مبارک شہید ہو گیا، اس کیفیت کو دیکھ کے کافروں کے حوصلے بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے کہ اب ہم کامیاب ہو جائیں گے، سیدنا ابو دجانہؓ جنہیں آپؐ نے اپنی خصوصی تلوار عطا فرمائی ہوئی تھی، وہ آپ کے سامنے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے، اس تلوار کو مولائے کائنات جناب حیدر کرارؓ نے لپک کے لے لیا کہ یہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطیہ ہے اس لیے اس کی بے ادبی نہیں ہونی چاہیے، حضرت علی وہی تلوار لے کے میدان کارزار میں کبھی ادھر کبھی ادھر چاروں طرف حملے کر رہے تھے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی بڑی تیزی سے بڑھے اور انہوں نے سرکار علیہ السلام پر حملہ کیا تو ہمارے سپہ سالار حضرت مصعب بن عمیرؓ اس وقت شہید ہوئے، ابو دجانہؓ مرنے تک سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے رہے، اپنے جسم پر تیر برداشت کرتے رہے، اور حضرت طلحہؓ نے بے شمار تلواریں اپنے جسم پر کھا کے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دفاع فرمایا، حضرت صدیق اکبرؓ، مولائے کائناتؓ، اسی طرح کچھ اور صحابہؓ جو اس وقت حضور اکرمؐ کے سامنے تھے، بڑی قوت سے اس حملے کو انہوں نے روکا، کافروں میں سے ایک آدمی ایسا بھی تھا، جو بار بار ایک ہی بات کہہ رہا تھا، کہ میرا آپ میں سے کسی کے ساتھ مقابلہ نہیں ہے، آپ مجھے راستہ دیں میں نبیؐ کو چیلنج کرنے کے لیے آیا ہوں، انہیں میرے ساتھ لڑنے دیں، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نیزہ مجھے پکڑاؤ چونکہ یہ میرے ہاتھ سے ہی مرنا چاہتا ہے، اسے میں مارنے کے لیے لازماً آگے بڑھوں گا، سرکار کریمؐ نے اپنے ہاتھ سے کسی بندے کو اس لیے نہیں مارا، کہ آپ رحمت للعالمین ہیں جب یہ آگے بڑھا تو سرکار کریمؐ نے اسے نیزہ مارا وہ گردن کے ایک سمت لگا اب ظاہری مسئلہ یہ تھا کہ باہر والے جبڑے پر ذرا سی خراش آئی لیکن یہ اللہ کے محبوب کو چیلنج تھا، بس اس خراش کے لگنے کی دیر تھی کہ وہ مر گیا، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زرہ پہن رکھی تھی، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا مختلف کپڑے جلا کے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زخموں کو بھر رہی تھیں، زخموں کو دھویا جا رہا تھا، اس جنگ میں حضرت عائشہؓ بھی ساتھ تھیں، انہوں نے بھی اس سلسلے میں پانی لانے میں کپڑے جلانے میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زخم پاک کو بھرنے میں ہر انداز سے مدد کی، بہت ساری اور خواتین جو مدینہ قریب ہونے کی وجہ سے یہاں موجود تھیں اور پانی کے مشکیزے دور دور سے بھر کر لاتیں اور مجاہدین کو پلا رہی تھیں جب یہ افواہ پھیلی کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو بے شمار

Marfat.com

کے امین اور امت شیطان کی خباثتوں اور نحوستوں سے خوب واقف تھے۔ وہاں رشوت کیسے پہنچ پاتی ہمیں ان باتوں سے ہمارا علیم وخبیر خدا مطلع فرمارہا ہے (قرطبی) بقول اقبالؒ

ستیزہ کار رہا ھے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولھبی

افحکم الجاھلیۃ یبغون ومن۔۔۔۔

جاہلیت سے عموماً وہ دور مقصود ہوتا ہے جو بعثت نبوی سے پہلے عرب میں لوگوں پر گزرا اب واضح بات ہے کہ وہ دور انسانوں کی سرکشی کا دور تھا، وہ صرف اپنی مرضی پر چلتے تھے زندگی انکی اپنی تھی انداز زندگی ان کا اپنا تھا، وہ کسی وحی والہام کے تابع نہیں تھے اب بھی جو معاشرہ وحی اور الہام کے تابع نہیں ہے، اپنے نظام حیات خود وضع کرتا ہے وہ جاھلی معاشرہ ہے، اسکے سارے فیصلے جاہلیت کے فیصلے ہیں، اصحاب ایمان، اصحاب فکر و دانش اپنے معاشرے میں ہمیشہ احکام خداوندی کا نفاذ کرتے ہیں کیونکہ خالق کریم فطرت انسانی کو جانتے ہیں لہٰذا ان کے احکام ہی فطرت انسانی کے مطابق ہوتے ہیں، کاش دورِ حاضر میں کوئی مسلمان ان قوانین کو نافذ کرسکتا تو انسانیت اس معاشرہ کی نقل کرنے میں دیر نہ لگاتی!

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ

اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود اور نصاری کو (اپنا) دوست (مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے

أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ

دوست ہیں، اور جس نے دوست بنایا انھیں تم میں سے سو وہ انہی میں سے ہے، بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالم

ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَٰرِعُونَ فِيهِمْ

قوم کو، سو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے کہ وہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں ان میں (یہود و نصاری میں)

يَقُولُونَ نَخْشَىٰٓ أَن تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى ٱللَّهُ أَن يَأْتِىَ بِٱلْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ

کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم پر کوئی گردش نہ آجائے، وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالیٰ (حسیں) دیدے فتح کامل یا (ظاہر کردے کامیابی کی) کوئی بات

مِّنْ عِندِهِۦ فَيُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَآ أَسَرُّوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ نَٰدِمِينَ ﴿٥٢﴾

اپنی طرف سے تو پھر ہو جائیں گے اس پر جو انھوں نے چھپا رکھا تھا اپنے دلوں میں نادم

وَيَقُولُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَهَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ أَقْسَمُوا۟ بِٱللَّهِ جَهْدَ أَيْمَٰنِهِمْ

اور (اس وقت) کہیں گے ایمان والے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے قسمیں اٹھائی تھیں اللہ کی سخت سے سخت

إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فَأَصْبَحُوا۟ خَٰسِرِينَ ﴿٥٣﴾

کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں، اکارت گئے ان کے اعمال اور ہو گئے وہ (سراسر) نقصان اٹھانے والے

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ

اے ایمان والو! جو پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے (تو اس کی بدنصیبی) سو عنقریب لے آئے گا اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم محبت کرتا ہے ان سے اللہ

وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَـٰفِرِينَ يُجَـٰهِدُونَ فِى

اور وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو نرم ہوں گے ایمانداروں کے لیے بہت سخت ہونگے کافروں پر، جہاد کریں گے

سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ

اللہ کی راہ میں اور نہ ڈریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے یہ اللہ کا فضل ہے نوازتا ہے اس سے جسے چاہتا ہے

وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾

اور اللہ بڑی وسعت والا علم والا ہے ۵۴

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصری......

۵۲۔ اسلامی معاشرہ ابھی ابھی قائم ہوا تھا، یہودی مدینہ کی اقتصادیات پر چھائے ہوئے تھے، عیسائی انکے ہر انداز سے ساتھی تھے، ایک نوخیز قوم کو وہ ہر میدان میں پیچھے دھکیلنے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے، یہ ضروری تھا کہ مسلمانوں کی انفرادیت قائم ہو لہذا مسلمانوں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ ان لوگوں کو ہمراز اور ولی دوست نہ بناؤ، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے راز پا کر تمہارے معاملات خراب کردیں، دراصل مسلمانوں میں ایک گروہ منافقین کا تھا جو یہودیوں سے بھی دوستی رکھتے تھے اور انہیں مسلمانوں کے راز بتاتے رہتے تھے، اب اس فرمان کے بعد جو انکی طرف جاتا ہے وہ مسلمانوں کا نہیں انہیں کا خیر خواہ ہے لہذا وہ گروہ اسلام سے نہیں ہدایت سے دور ہے۔

فتری الذین فی قلوبھم مرض......

ہر معاشرے میں ایک طبقہ ہمیشہ ایسا رہا ہے جو بڑے دو طبقات سے اپنے مفادات کے لئے تعلقات قائم رکھنا چاہتا ہے، مدینہ

Marfat.com

طیبہ کے منافقین کا بھی یہی حال تھا ایک طرف یہود تھے جنکی جڑیں معاشرے میں گہری تھیں اور اقتصادیات پر بھی قابض تھے دوسری طرف مسلمان تھے جو اقتصادی طور پر یہود سے بہت پیچھے تھے اور سیاسی طور پر عبوری دور سے گزر رہے تھے، لازمی تھا کہ منافقین کی اس دورنگی سے اجتناب کیا جاتا لہذا اس منافق گروہ کے دلائل کا رد کیا جا رہا ہے، وہ بھاگ بھاگ کر یہود کے پاس جاتے مسلمانوں کی مخالفت کرتے اور کہتے کہ زمانے کی گردشوں سے بچنے کے لئے یہود کا تعاون لازمی ہے وہ متمول ہیں امیر ہیں تجارت پر قابض ہیں لہذا کسی مشکل میں ہماری مدد کر سکتے ہیں، ہمیں ان دنیوی تعلقات سے نہ روکا جائے۔

فعسی اللہ ان یاتی بالفتح...

قرآن پاک نے پیش گوئی فرمادی کہ اب فتح مسلمانوں کے قدم چومنے والی ہے، اللہ کا کوئی اور حکم بھی آسکتا ہے یہ یہود کی جلاوطنی کی طرف لطیف اشارہ ہے، مطلب یہ ہوا کہ منافقو! یاد رکھو اب یہود کے اقتدار کی آخری ہچکیاں ہیں، اسلام برسر اقتدار آرہا ہے، یک رنگ ہو جاؤ ورنہ یہود کی ذلت کے ساتھ تم بھی رسوا ہو گے۔ کچھ عرصہ بعد پیش گوئی پوری ہوگئی، قرآن اور اسلام کی حقانیت واضح ہوگئی۔

و یقول الذین امنوا اھؤلاء الذین اقسموا باللہ جھد ایمانھم....

یہود کی رسوائی کے بعد مسلمان منافقوں کے طرز عمل پر گفتگو کر رہے ہیں کہ یہ ظاہری طور پر تو ہمیں تسلیاں دیتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں مگر حقیقتاً وہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ تھے، اقتدار حرف غلط کی طرح مٹ گیا ہے، قوت ریزہ ریزہ ہوگئی ہے ان منافقوں کے اپنے اعمال تباہ ہوگئے ہیں، بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ وہ خسارے کا سودا کرتے رہے ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ .....

یہ آیت مقدسہ بھی ان حالات کی عکاس ہے جو سید کائنات کی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں اور پھر وصال اقدس کے فوراً بعد ظہور پذیر ہوئے، پھر اس میں پیش گوئی فرمائی گئی کہ پردہ غیب سے کیا باہر آنے والا ہے۔ آیئے تجزیہ کریں، اسود عنسی یمن میں مدعیٔ نبوت ہے، فروز دیلمی، نے اس کا کام رات کو تمام کر دیا، سید کل علیہ السلام نے اسکے قتل کی اطلاع فرمادی اور صبح خود دنیائے فانی سے پردہ فرما گئے۔ بنوحنیفہ کے مسیلمہ کذاب نے اور بنواسد کے طلیحہ نے اعلان نبوت کیا، کئی قبائل نے اسلام کے اقتصادی نظام سے بغاوت کرتے ہوئے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا، عرب کے صحرانشین ارتداد کی آندھی کی نذر ہو گئے۔ اب وہ مجاہدین سامنے آئے جن کا ذکر اس آیت مقدسہ میں ہے وہ اٹھے فتنہ ارتداد کی آندھی کا رخ موڑ دیا منکرین زکوۃ کو کچل دیا، مدعیان نبوت کو جہنم کی وادیوں میں دھکیل دیا چشم فلک نے قرآن کی پیش گوئی کو پورا ہوتا دیکھ لیا۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ...

Marfat.com

یہ قوم جس کا ذکر قرآن نے فرمایا ہے امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی علیہم الرضوان کی جماعت تھی جس کے یہ اوصاف قرآن نے بیان فرمائے ہیں:۔ ا۔اللہ کریم ان سے محبت فرماتے ہیں ٢۔وہ اللہ کریم کو محبوب رکھتے ہیں۔٣۔مومنوں کے لئے وہ سراپا نرم،لطیف اور شفیق ہیں۔٤۔کافروں کے لئے فولادی چٹان ہیں جس سے ٹکرا کر وہ پاش پاش ہو جاتا ہے۔٥۔اس سرفروشی اور جاں نثاری کے پیچھے کسی مادی منفعت کا تصور بھی نہیں ہے صرف اللہ کریم کی رضا جوئی ہے ٦۔ انہیں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں ہے وہ اپنی محبت میں محو ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں سیدنا صدیق اکبر اور انکے صحابہ ساتھیوں کے فضائل کس طرح قرآن نے بیان فرمائے ہیں، پیش گوئی کا مظہر سیدنا صدیق کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا لہذا کوئی صاحب ایمان اور قرآن کا متبع خلافت صدیقی کا انکار نہیں کرسکتا، محبت، اطاعت، اور ایثار کی ساری عظمتیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہیں، یہی وہ فضل خداوندی ہے جو حضرت صدیقؓ کے مبارک سر پر سایہ کئے ہوئے ہے یہی وہ فضل ہے جو روضہء اطہر میں بارش کی طرح صدیقؓ پر برس رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا الَّذِينَ

تمہارا مددگار اور ولی صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں

يُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾ وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ

وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، اور انتہائی عاجزی کرنے والے ہیں، جو اللہ تعالیٰ

وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿٥٦﴾

اور اسکے رسول اور ایمان والوں کو مددگار (دوست، ولی) بنائے گا تو بے شک اللہ کا لشکر ہی غالب ہے ۵۳

انما ولیکم اللہ ..... هم الغلبون

۵۳ پہلی آیت مقدسہ میں فرمایا کہ تمہارے مرکزِ عقیدت صرف تین گروہ ہونے چاہئیں، اللہ کریم کی ذات پاک کے ساتھ دوستی ہو تعلق ہو، یہی انداز رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہو، اور جو تم میں سے پہلے ایمان لائے ہیں جو کامل ایمان لوگ ہیں ان کے ساتھ دوستی ہو۔ اور ان کامل ایمان لوگوں کی صفات یہ بیان فرمائیں، ایک تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، دوسری بات یہ تھی کہ وہ زکوۃ دیتے ہیں، میں نے اقامت صلوۃ کے لیے ابتدائی لیکچروں میں بڑی تفصیل سے بات کی تھی، ایک ہوتا ہے نماز کا پڑھنا اور ایک ہوتا ہے نماز کا قائم کرنا۔ نماز کا قائم کرنا یہ ہوتا ہے کہ ساری شرائط اور لوازمات کے ساتھ نماز کو ادا کیا جائے، اسی کے لیے سرکار علیہ السلام کا ایک ارشاد عالی ہے، کہ بندہ ایک رکعت نماز پڑھے جس میں اس کی توجہ کسی بھی اور طرف نہ جائے، تو وہ ایک رکعت نماز بندے کی بخشش کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ نماز کو جس طرح اس کا حق ہے اس طریقے سے قائم کرو، زکوۃ دو، زکوۃ چونکہ فرض ہے اس لیے اس کا ذکر اکثر ہوتا ہے، اس کی آگے دو شاخیں بن جاتی ہیں، یا وہ فرض ہے، یا فرض نہیں ہے، یا سنت و مستحبات میں شامل ہے، تو جس انداز سے بھی راہ خدا میں دیا جائے وہ زکوۃ کی ایک قسم ہوتی ہے، اور یہ جتنے بھی کام کرو، بڑی عاجزی اور فرمانبرداری کے لیے کرو، عاجزی اور فرمانبرداری کے ساتھ نماز بھی پڑھو اور زکوۃ بھی دو، اس آیت مقدسہ کے کچھ لوگوں نے بڑے عجیب وغریب معنے کیے ہیں، میں ان کا تھوڑا سا تجزیہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، انہوں نے پہلی بنیاد یہ بنائی کہ یہاں لفظ آتا ہے۔ **"ولیکم اللہ"** ۔ تو ولی سے مراد کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ولی وہ ہوتا ہے جو متصرف الامور ہو، متصرف الامور کا مطلب ہے کہ دنیا کے معاملات کا وہ اپنے انداز سے فیصلہ کر سکے پہلی بات، اور دوسری بات انہوں نے اس

Marfat.com

کے ساتھ یہ کہہ دی کہ وہ رکوع کے اندر زکوۃ بھی دے سکے، راکعون کو زکوۃ کے ساتھ لگا کے ساتھ یہ بات بھی کہہ دی کہ رکوع کے اندر وہ زکوۃ دیں، اس کے ساتھ تیسری بات ایک اور ملائی، وہ یہ تھی کہ مولائے کائنات حضرت حیدر کرارؓ رکوع میں تھے کہ کسی سائل نے آپ سے کچھ مانگا تو آپ نے اپنی انگلی مبارک سے انگوٹھی اتار کے دے دی، اب ان تین مقدمات کو ملانے کے بعد اس گروہ نے ایک بات کہی کہ بندہ وہی امیر المؤمنین بن سکتا ہے، جس میں یہ تین باتیں ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ وہ متصرف الامور ہو، دوسری بات یہ ہے کہ وہ زکوۃ ادا کرے اور تیسری بات یہ ہے کہ نماز کے اندر ادا کرے، یہ بات نہ ہو تو وہ خلیفہ نہیں ہوتا، چونکہ اصحاب ثلاثہ یعنی سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ میں سے کسی نے بھی نماز کے اندر انگوٹھی اتار کے کسی کو نہیں دی ہے، لہذا یہ خلفائے راشدین میں شامل نہیں ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ قرآن پاک کے ساتھ یہ سراسر ظلم ہے، کہ اپنی طرف سے کچھ باتیں گھڑی جائیں اور انہیں قرآن پاک کے ذمہ لگا دیا جائے، اس لیے کہ اگر ایسی باتیں ہوں تو بندہ ولی بن کے خلیفہ بنتا ہے تو پھر اس آیت کا مطلب کیا ہوگا۔ ''کہ یہود و نصاری کو ولی نہ بناؤ'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی یہود و نصاری خلیفہ بنا رہا تھا، تو یہ بات ٹھیک نہیں ہوگی، دوسری بات جو یہاں کھٹکتی ہے کہ اگر زکوۃ انگوٹھی کی صورت میں نماز کے اندر دینا ضروری ہے تو پھر یہ بات تلاش کرنا پڑے گی کہ جناب حیدر کرارؓ کے بعد بارہ ائمہ میں سے کس کس بندے نے نماز کے اندر انگشتری زکوۃ کے طور پر دی ہے، اگر یہ بات نہیں ثابت ہو سکے گی تو پھر وہی الجھن پیدا ہو جائے گی جو حضرت صدیقؓ، حضرت فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کے لیے آپ پیش کر رہے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضور حیدر کرارؓ کی زندگی طیبہ کے لیے جو واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں، وہ یہ ہیں کہ نماز پڑھتے ہوئے آپ اتنی شدت سے متوجہ الی اللہ ہوتے تھے کہ بسا اوقات کچھ بھی ہو جاتا آپ کو خبر نہیں ہوتی تھی، آپ کی شیعہ سنی کتابوں میں ایک بات دونوں طرف آتی ہے کہ آپ کے وجود اقدس میں ایک تیر پیوست ہو گیا تو چونکہ یہ وجود پاک ایک بڑے گھتے ہوئے مجاہد کا وجود تھا وہ تیر نکل نہیں رہا تھا شدت سے آپ کے جسم میں پھنس گیا، کسی بندے نے کہا کہ آپ تھوڑی دیر صبر کریں میں کچھ ہمت کروں گا اسے نکال لیا جائے گا، آپ جب نماز میں آئے تو آپ کے جسم اقدس پر نماز کی وجہ سے اتنی نرمی طاری ہوئی کہ بڑی آسانی سے پھر اس تیر کو نکال لیا گیا، آپ کو محسوس تک نہیں ہوا، بعد میں دیکھا کہ جائے نماز تو خون [illegible] ہے۔ اب جس زاہد کی نماز کا انداز یہ ہو ان کے جسم سے تیر نکال لیا جائے تو انہیں خبر تک نہ ہو اتنے متوجہ الی اللہ ہوں، کیا سائل کو نماز کے اندر اس خشوع وخضوع کو توڑ کے کسی کو انگشتری دینا ضروری تھا۔ یہ بات قرین قیاس نہیں ہے، اور **''وھم راکعون''** کا یہاں یہ معنی کرنا کہ وہ رکوع کے اندر زکوۃ دیتے ہیں، عربی نکتہ نگاہ سے بالکل غلط ہے، اس لیے کہ یہاں واؤ حالیہ ہے، اور پیچھے دو ذوالحال ذکر کیے گئے ہیں، ایک ہے **''یقیمون الصلوۃ''**، اور دوسرا ہے **''یؤتون الزکوۃ''**۔ اس کو دونوں کے

ساتھ متعلق ہوتا ہے عربی گرائمر کی نکتہ نگاہ سے، اس کا معنی گرائمر کو سامنے رکھ کے ہم یہ کریں گے کہ ''وہ نماز پڑھتے ہیں اس کیفیت میں کہ اس میں انتہائی عاجزی کر رہے ہوتے ہیں''۔ اور دوسرے کا جب اسے حال بنائیں گے تو ترجمہ یوں ہوگا کہ ''وہ زکوۃ دیتے ہیں اس حالت میں کہ زکوۃ دیتے ہوئے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں''۔ یعنی جسے زکوۃ دے رہے ہیں اس پر اپنی برتری اور مالی دھونس بٹھانے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک غریب کا حق دلا کے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا احسان کیا ہے کہ اگر یہ غریب نہ ہوتا تو میں زکوۃ کہاں دیتا، یہ تھا وہ معنی جو حقیقتاً ہے۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جس انسان نے اپنے گھر کی دیواروں کے ساتھ میخیں بھی نہیں چھوڑی تھیں وہ بھی لا کے سرکار علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دی تھیں، کہ حضور یہ مسلمان فوج کی نظر کر دیا جائے، وہ جس نے اشرفیوں کے تھیلے بھر کے سرکار علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیے، اور ممبر سے آپ اتر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ عثمان جو بھی کام کرے گا اس سے آخرت میں کوئی پوچھ نہیں ہوگی، تو اب آپ اندازہ لگائیں کہ جنہوں نے اتنی زیادہ دولت راہ خدا میں صرف کی ہے، اگر دولت ہی خرچ کرنے سے خلافت ملتی ہے تو پھر استحقاق کس کا زیادہ ہوگا، یہاں یہ باتیں بالکل بے معنی ہیں، اصل بات یہ ہے کہ یہ بات اسی انداز سے ہوگی جس انداز سے اللہ تعالیٰ اور رسول اقدس ؐ چاہئیں گے، لیکن ہماری کتابوں میں کچھ ایسے لوگ تھے جنہوں نے خدا جانے تعصب کی وجہ سے کیا کیا بھر دیا ہے، ایک کتاب کا میں مطالعہ کر رہا تھا اس کا نام ہے ''جامع عباسی'' اس میں ایک بڑی عجیب بات لکھی ہوئی تھی، کہ حضرت حیدر کرار ؓ سرکار علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے دور سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو آتے ہوئے دیکھا، حضرت حیدر کرار ؓ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انہیں بھی اسلام کی دعوت دی جائے، حضور ؐ نے پوچھا کہ اگر انہوں نے قبول نہ کیا تو پھر کیا کریں گے، آپ انہیں پیش کش کر دیں کہ میرے بعد آپ کو خلیفہ بنایا جائے گا، لہٰذا آپ اسلام قبول کر لیں، صدیق اکبر ؓ کے سامنے یہ بات آئی تو جس طرح انہوں نے یہ روایت گھڑی حضرت حیدر کرار ؓ کے حوالے سے تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اسلام لانے سے انکار کر دیا، فرمایا کہ مجھے اسلام لانے کے بعد کیا ملے گا کہ میں اسلام قبول کروں حضور ؐ نے فرمایا کہ میرے بعد آپ کو خلافت ملے گی، ابوبکر صدیق ؓ نے کہا لکھ دو حضرت حیدر کرار ؓ نے یہ بات صدیق اکبر ؓ کو لکھ کے دیدی، اب وہ اس لالچ میں اسلام لے آئے، اس تحریر سے بہت ساری باتیں ذہن میں آتی ہیں، اس عظیم رائیٹر کے متعلق جس نے یہ کتاب لکھی تھی، پہلی بات یہ ہے کہ اس آدمی نے مقام نبوت کو نہیں پہچانا، کیا نبی لوگوں کو خلافتیں دے کے مسلمان کیا کرتے ہیں، یہ بات سرے سے مقام نبوت کے خلاف ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جناب حیدر کرار ؓ نے لکھا کیا انہوں نے بھی یہ سوال نہیں کیا کہ لالچ کی بنیاد پر یہ بندہ اسلام لا رہا ہے، ایسے اسلام کو ہم کیا کریں گے، انہوں نے بھی اپنے قلم سے خلافت لکھ دی، جب یہ بات طے ہوگئی تو مصطفیٰ علیہ السلام کے بعد کیا حضرت حیدر کرار ؓ کے لیے کوئی جواز رہ جاتا تھا کہ وہ کہتے

Marfat.com

کہ میں آپ کو خلیفہ نہیں مانتا، وہ کیسے کہہ دیتے تحریر تو خود لکھ کے دی ہوئی ہے، آج مجھ سے کس انداز سے خلافت مانگتے ہو میں آپ کو خلافت نہیں دے سکتا، کیونکہ یہ آپ کی تحریر ہے۔

تو میں بسا اوقات شیعہ سٹیجوں پر بھی یہ بات کہا کرتا ہوں کہ کاش کوئی بندہ ایسا آئے جو اس قسم کی غلط روایات کو اٹھا کے پانی کے گہرے سمندر میں پھینک دے، خواہ وہ سنیوں نے روایت کی ہوں یا شیعہ مکتب فکر نے۔ تا کہ امت کے اتحاد کے لیے کوئی اچھی بات پیدا ہو سکے، تو اب یہاں آیت کا مطلب بالکل صاف تھا، کہ مسلمانو! تم دنیا میں ایک نئی قوم ہو تین مرکزوں کی طرف تم نے پلٹ کے آنا ہے، اللہ کریم کے ساتھ گہری دوستی ہو، ان کے محبوب رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گہری عقیدت ہو، اور وہ اہل اسلام جو نماز کو صحیح انداز سے قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ صحیح انداز سے دیتے ہیں ان کے ساتھ رہو، یہ تین مراکز ہیں تم ان کے ساتھ چلو، اور یہ یاد رکھو کہ جس کی دوستی اللہ تعالیٰ، رسولؐ اور ایمان والوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب آئے گا، مطلب یہ ہے کہ نظریاتی قوموں کو شکست نہیں دی جا سکتی، اگر تم نظریاتی انداز سے آگے بڑھو گے تو تمہیں شکست نہیں ہوگی، آپ نے صحابہ عالی مقام کو دیکھا کہ ان کی ایک نظریاتی جماعت تھی جو مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی، آپ پوری تاریخ کو کھنگال ڈالیں کیا صرف تیس سال کے عرصے میں انہوں نے اس دور کی ساری متمدن دنیا کو اپنے نظریے کے سامنے جھکا نہیں دیا، کیا قیصر و کسریٰ مٹ نہیں گئے، تو جو بھی نظریاتی جماعتیں ہوتی ہیں وہ ختم نہیں ہوتیں، دور حاضر میں دیکھ لیں کہ جب برصغیر میں ایک نظریہ کو لے کے مرحوم قائداعظم" آگے بڑھے، تو اس نظریہ کے خلاف کون کون لوگ تھے کیا انگریز ان کے خلاف نہیں تھا، کیا ہندو اس کے خلاف نہیں تھا، کیا سکھ اس کے خلاف نہیں تھے، سو سال کے پالے ہوئے ٹوڈی جنہیں آپ جاگیردار کہتے ہیں کیا یہ سارے قائداعظم" کے خلاف نہیں تھے، پھر علماء میں سے صرف مولانا شبیر احمد عثمانی کو چھوڑ کے کیا سارا دیوبند قائداعظم" کے خلاف نہیں تھا، کیا مولانا حسین احمد مدنی نے ''متحدہ قومیت'' جیسی مہلک کتاب نہیں لکھی تھی، جو تحریک پاکستان کی پشت میں سب سے تیز چھرا تھا جو مارا گیا، کیا مولانا ابو الکلام آزاد کو ڈکار مارے بغیر کانگرس نگل نہیں گئی تھی، یہ ساری قوتیں تھیں جو ایک ایسی تحریک کی مخالفت کر رہی تھیں جو تحریک ایک نظریے پر قائم تھی، تو کیا یہ ساری قوتیں مل کے اس نظریاتی تحریک کو شکست دے سکی تھیں؟ اس کا جواب ہے نہیں۔ کیوں نہیں اس لیے کہ یہ ایک نظریاتی جماعت تھی، اور جو قومیں نظریات کو لے کے آگے بڑھتی ہیں وہ اپنے نظریات کے سہارے جیتی رہتی ہیں، آج ہم خزاں کے پتوں کی طرح کیوں بکھرے ہوئے ہیں، کہ ہم نے وہ نظریہ جو قیام پاکستان کی بنیاد تھا اس سے انحراف کیا ہے، یہ طویل بحث ہے میں اس طرف جانا نہیں چاہتا۔

جب ایک بندہ ایک نظریے کو لے کے چلتا ہے تو اس میں تین باتیں آتی ہیں، قرآن پاک نے اس بات کو آیات میں دو دفعہ دھرایا ہے، کہ تمہارا مرکز ذات ربانی ہو، ذات مصطفوی ہو، اور وہ اہل ایمان ہوں جو ایمان میں بہت ہی آگے نکل گئے ہیں، یہ

Marfat.com

صحابہؓ بھی ہیں، اہل بیت نبوت بھی ہیں، اولیاء امت بھی ہیں، ہر وہ گروہ جو پختہ ایمان والا ہے، وہ ہمارے اتحاد کی ایک بنیاد ہے، لیکن ایک بات یاد رکھو جس راستے پر آپ نے نہیں جانا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو تمہارے دین کو مذاق بناتے رہتے ہیں اور اسے کھیل کود کا ایک ذریعہ مانتے ہیں خواہ وہ اہل کتاب ہیں خواہ وہ اور کافر ہیں، انہیں اپنا دوست نہیں بنانا، ان سے توقعات وابستہ نہیں کرنی، انہیں راز دار نہیں بنانا، ایک ہیں دنیاوی عارضی تعلقات اور ایک ہے وہ گہرا تعلق جو نظریاتی انداز سے کسی قوم کے ساتھ ہوتا ہے، ایسا گہرا تعلق ان لوگوں سے قطعاً قائم نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو ایمان کے لیے یہ ایک بنیادی شرط ہے ان لوگوں کی محبت، مودت اور دلی دوستی چھوڑ دو، میں جب یہ آیت پڑھتا ہوں تو مجھے ایک بات یاد آتی ہے کہ پھر تحریک پاکستان کے وقت کیا مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد ان کی علمی عظمتوں کو سلام وہ زیر بحث نہیں ہیں میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ یہ آیت پڑھ کے پھر گاندھی کے ساتھ اس طریقے سے رابطہ کہ پاکستان قائم نہ ہو سکے، نہرو کے ساتھ اس طریقے سے رابطہ کہ انہیں مساجد میں بلا کے ان سے مسجدوں میں تقریریں کرائی جائیں، یہ وہ بات ہے جو قرآن پاک برداشت نہیں کرتا۔ یہ وہ بات ہے جسے سنت برداشت نہیں کرتی، یہ وہ بات ہے جسے نیک لوگوں کی وہ جماعت جو صدیق اکبرؓ سے لے کے آج تک ہے وہ برداشت نہیں کرتی۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

جمال الایمان فی تفسیر القرآن

جلد سوم

مؤلف

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

جامعۃ الزہراء اہل سنت

ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی پاکستان

Marfat.com

ایسے لوگ تھے جو کہتے تھے کہ اب کس بات کے لیے ہم جنگ لڑیں، جن کے لیے لڑ رہے تھے وہ تو شہید ہو گئے ہیں، ایک صحابی جن کا نام انسؓ ہے یہ وہ صحابی نہیں ہیں جو حضرت محمد ﷺ کے گھر رہتے تھے، یہ اور ہیں، وہ ایک جگہ سے گزرے تو کہنے لگے کہ اگر وہ لڑ کے شہید ہو گئے ہیں تو پھر زندہ رہنے کا حق ہمیں کس نے دیا ہے، آیئے میدان میں اتریں اور شہادت قبول کریں، آگے بڑھے کے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے، اس واقعہ کا خلاصہ میں نے آپ کے سامنے بیان کر دیا ہے، چونکہ مسلمان جتھوں کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا تھا، تو اس کو عام طور پر ہمارے مورخین نے شکست کہہ دیا ہے، میں اسے شکست نہیں سمجھتا، اور کوئی محقق آدمی اسے شکست نہیں سمجھے گا، اس لیے کہ شکست کی صورت میں کیفیت یہ ہوتی ہے، کہ جرنیل یا مارا جاتا ہے یا ہتھیار پھینک دیتا ہے، یا میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے، ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تھی، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدان جہاد میں تشریف فرما تھے، ابوسفیان یہ سوچ رہا ہے، کہ وقتی طور پر ہم نے مسلمانوں کو نقصان پہنچا دیا ہے، لیکن ادھر ادھر سے یہ مجتمع ہو کے پروانہ وار پھر اپنے رسول کے پاس جمع ہو رہے ہیں، اب عزت اسی میں ہے کہ ہم خاموشی سے یہاں سے نکل جائیں، اور وہ وہاں سے خاموشی سے چل پڑے، مسلمانوں نے ان کا تعاقب بھی کیا، ابوسفیان بہت سارے ستو راستے پر چھوڑ کے اونٹوں سے گرا کے وہاں سے بھاگ نکلا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کو اذیت ضرور ہوئی آپؐ کے صحابی شہید ضرور ہوئے، لیکن انہیں شکست نہیں ہوئی، اسی بات کو قرآن حکیم نے دو مختصری آیات میں یہاں ذکر کر کے پھر واقعہ بدر بیان کر دیا ہے۔

ارشاد ہوا کہ اللہ نے تمہاری بدر کے میدان میں مدد کی تھی، کہ جو کچھ مصطفیٰ علیہ السلام نے تمہیں فرمایا تھا، تم اس پر عمل کرتے رہے، یہاں اس تکلیف کا باعث یہ تھا کہ تم نے رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کو توڑ دیا، درے کو چھوڑ دیا، اور نتیجہ یہ نکلا جو تمہارے سامنے ہے، بدر میں تو تم بہت زیادہ کمزور تھے، اسلحہ اور تعداد کے حساب سے بھی تم بہت تھوڑے تھے، اللہ سے ڈرو اور اللہ کا شکر ادا کرو، محبوب آپ لوگوں کو فرما رہے تھے بدر کے میدان میں، کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ اللہ تین ہزار فرشتے بھیج دے، جو آسمان سے اتر کے آجائیں، یہاں فرشتوں کے بھیجنے کا ذکر ہے، ہمارے مفسرین یہاں دو حصوں میں بٹ گئے ہیں، کچھ حضرات کا خیال یہ ہے کہ فرشتے آئے تو تھے لیکن انہوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا کچھ حضرات کا خیال یہ ہے کہ فرشتے آئے تھے اور کچھ کافروں کو انہوں نے مارا بھی تھا، قرطبی فرماتے ہیں کہ زیادہ مفسرین اسی بات کی طرف گئے ہیں کہ فرشتے آئے تھے اور انہوں نے کچھ کافروں کو مارا بھی، احادیث میں بھی آتا ہے، کہ ہم جس کو مارنا چاہتے تھے وہ بندہ پہلے ہی گر جاتا تھا اور اس کے جسم پر لاٹھی کا نشان لگا ہوا ہوتا تھا، ہاں اگر تم صبر کرو، پرہیز گاری اختیار کرو، اور کفر اچانک تم پر حملہ کر دے، تو اللہ پانچ ہزار فرشتوں کو بھیج کے تمہیں مدد دے گا، اور وہ سارے فرشتے نشان زدہ گھوڑوں پر ہوں گے، یا وہ جنگ کے لیے خود ان کے ہاں علامات ہوں گی جنہیں قرآن نے لفظ نشان سے تعبیر کیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ میدان کارزار میں پہنچنے کے بعد سرکارؐ کی فوج کو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ایماندارو!

اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

ان لوگوں کو جنہوں نے تمہارا دین ہنسی اور مذاق بنادیا ہے، دوست نہ بناؤ، دی گئی ہے

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

جن کو تم سے پہلے کتاب، اور نہ ہی کافروں کو دوست بناؤ، اور ڈرو اللہ سے اگر تم مومن ہو

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

اور جب تم نماز کے لئے بلاتے (اذان دیتے) ہو تو وہ اسے مذاق اور کھیل بناتے ہیں، یہ اس لئے (کرتے ہیں) کہ وہ ایسی قوم ہے جو عقل نہیں رکھتی

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ

آپ ﷺ فرمادیں کہ اے اہل کتاب! کیا تم ہم سے صرف اس لئے انتقام لیتے ہو کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اتارا گیا ہے اور

مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ جو کچھ ہم سے پہلے اتارا گیا تھا، اور بلاشبہ بہت سے تم میں فاسق ہیں

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ

آپ ﷺ فرمادیں، کیا میں تمہیں خبر دوں کہ کون برا ہے اس سے باعتبار جزا کے اللہ کے نزدیک، وہ لوگ جن پر لعنت کی اللہ نے اور غضب کیا اور بنایا

مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ

ان میں بعض کو بندر اور بعض کو سور اور (وہ برے ہیں) جنہوں نے پوجا کی شیطان کی وہی لوگ بدترین ہیں بلحاظ درجہ اور دوسروں سے زیادہ بھٹکنے والے ہیں سیدھے

السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَاۗءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ

راستے سے، اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاچکے حالانکہ وہ (یہاں) داخل بھی ہوئے کفر کے ساتھ اور وہ نکلے بھی کفر کے ساتھ

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ

اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپارہے تھے، اور آپ ﷺ دیکھتے ہیں بہتوں کو ان میں سے کہ بڑے تیز رفتار ہیں گناہ میں

Marfat.com

وَالْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ

اور زیادتی کرنے میں، اور حرام خوری میں، بے شک یہ بہت ہی برے کام کرتے رہے ہیں، کیوں نہیں منع کرتے انھیں

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ

ان کے مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بے شک بہت برے ہیں وہ کرتوت جو وہ کیا کرتے تھے،

﴿٦٣﴾ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ

اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ جکڑا ہوا ہے، جکڑے جائیں ان کے ہاتھ اور پھٹکار ہوان پر بوجہ اس (گستاخانہ) قول کے، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ

مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

کھلے ہوئے ہیں، خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے، اور ضرور بڑھادے گا اکثر کو ان میں سے جو نازل کیا گیا آپ ﷺ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے

طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا

سرکشی اور انکار میں، اور ہم نے ڈال دی ہے ان میں، دشمنی اور بغض روز قیامت تک، جب کبھی وہ بھڑکاتے ہیں

نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

آگ لڑائی کی بجھا دیتا ہے اللہ اسے، وہ زمین میں فساد کرنے کے لئے دوڑتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند فرماتا

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾ فساد کرنے والوں کو

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم دور کردیتے ان سے

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا

ان کی برائیاں اور ہم لازماً انہیں داخل کرتے نعمت کے باغوں میں (جنت نعیم میں) اور اگر وہ قائم کرتے

التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ

تورات کو اور انجیل کو اور جو اتارا گیا ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے، تو وہ ضرور کھاتے

فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ

اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی، ان میں سے ایک جماعت درمیانی چال چلتی ہے اور بہت سارے ایسے ہیں

سَآءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾ جو برے اعمال کرتے ہیں ۵۴

آیت ۵۷ سے ٦٦ کی تفسیر

یا ایھاالذین امنوا لا تتخذوا..... ساء ما یعملون

۵۴ اب وہ لوگ جو مذاق اور مسخری اڑانے والے لوگ تھے ان کے انداز کو بھی اس دور میں لوگ بیان کیا کرتے تھے۔

ایک صاحب جو مدینے میں رہتے تھے، جب بھی اذان میں یہ کلمہ طیبہ **"اشھدان محمد رسول اللّٰہ"** آتا تھا تو وہ کہتا تھا کہ "جھوٹا جل گیا" اب اس کا جو بھی مفہوم ہوتا تھا میں اسے نہ بیان کرنا چاہتا ہوں اور نہ میرا ایمان مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے، لیکن وہ ہمیشہ یہ فقرہ کہتا تھا جو مختلف تفاسیر میں لوگوں نے نقل کیا ہے، پھر ایک رات ایسا ہوا کہ اللہ کریم نے جھوٹے کو جلانے کا بندوبست کر دیا، اب اس کے اپنے گھر میں آگ بھڑکی، اور جس بستر پر وہ دراز تھا اس بستر سمیت وہ جل گیا، اور صبح لوگ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ وہ کہتا تھا کہ جھوٹا جل گیا تو اللہ کریم نے اس کی زبان والے لفظ سچ کر دیئے اور وہ خود جل گیا، تو یہ وہ انداز تھا جو ان لوگوں نے اپنایا تھا۔

واذاناديتم الى الصلوٰة...

اسی طرف قرآن پاک نے اشارہ کیا، کہ جب تم نماز کی طرف بلاتے ہو، تو اس پر بھی وہ مذاق اڑاتے ہیں، اور تمسخر کرتے ہیں اور اسے بھی کھیل کود کا ایک ذریعہ بناتے ہیں، یہ بے عقلوں کی قوم ہے اگر انہیں شعور ہوتا تو ایسی باتیں نہ کرتے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ایک بین الاقوامی قاعدہ ہے، قاعدہ یہ ہے کہ آپ کسی مذہب کو نہیں مانتے تو نہ مانیں لیکن اس کو اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنائیں، قرآن پاک نے آگے چل کے ایک جگہ کہا ہے کہ تم بتوں کو بھی گالی نہ دو، پھر وہ سچے خدا کو جوابی طور پر گالیاں دیں گے، یہ ہے وہ نظریہ جو اسلام نے ہمارے سامنے پیش کیا، اور مہذب دنیا کا بھی یہی شعار ہے کہ وہ اپنے نظریے پر قائم رہتے ہیں، اگر وہ کسی دوسرے کے نظریے کی تردید کرتے ہیں تو وہ خالص علمی انداز کی ہوتی ہے، اس میں ذاتی عناد، ٹھٹھہ مذاق وغیرہ جیسی باتیں

Marfat.com

بالکل نہیں ہوتیں، اب قرآن پاک نے ایک بات کہی کہ اہل کتاب ایک بات بتادو کہ ہماری کون سی بات تمہیں ناپسند ہے، کیا ہمارا یہی قصور ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان لائے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف جو کتاب بھیجی ہے اس پر بھی ایمان لائے اور جو پہلی کتاب نازل ہوئی تھی یعنی جسے اہل کتاب تم مانتے ہو تورات اور انجیل ان پر بھی ہمارا ایمان ہے، تو آپ بتائیں کہ جس خدا نے آپ کو کتاب بھیجی اس نے ہمیں بھی بھیج دی ہے، ہم آپ کی کتاب کو مانتے ہیں تو آخر وہ کون سی ہماری بات ہے جو آپ کو پسند نہیں آتی، اور آپ بار بار ہماری مخالفت کرتے ہیں، اب قرآن پاک نے آخری فقرہ یہ کہہ دیا کہ **"وان اکثرکم فسقون"** تمہاری اکثریت نافرمانوں پر مشتمل ہے، یہ طنز تھی اس بات کی کہ تم خود تورات پر عمل نہیں کرتے، جب خود تورات پر عمل نہیں کررہے ہو تو ہم پر اعتراض کرنے کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے میں اکثر ایسی آیات پر اور فقروں پر سوچا کرتا ہوں کہ اے اللہ ہمیں اپنی کتاب کو سچے دل سے ماننے کی توفیق عطا فرما اور ماننے کے بعد اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطا کر، کہ انہوں نے عمل نہیں کیا تھا تو قرآن پاک نے انہیں کہہ دیا تھا کہ تمہاری اکثریت تو فاسقوں پر مشتمل ہے، اور اگر ہم قرآن پاک پر عمل نہ کر رہے ہوں تو پھر ہم کس گروہ میں شامل ہوں گے، اللہ کریم ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

قل اؤنبئکم بشر من ذلکم....

محبوب آپ انہیں بتادیں کیا اس سے بھی زیادہ سخت بات میں تمہیں بتادوں، وہ یہ ہے جو رب کے ہاں بڑی ہی سخت ہے، جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اپنی رحمت سے دور کردیا، اللہ تعالیٰ کو ان پر غضب آیا اور ان میں سے کچھ کو بندر بنا دیا، اور کچھ کو خنزیروں کی شکل دیدی، کچھ طاغوت کے پجاری بن گئے، یہ بدترین لوگ ہیں۔

واقعہ یوں تھا کہ ان میں کچھ لوگ سرکار علیہ السلام کے پاس آئے اور آکے کہنے لگے کہ آپ اگر ہمارے کہنے کے مطابق فیصلہ دیدیں تو ہم سارے کے سارے مسلمان ہوجاتے ہیں، سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسی رشوت ہم قبول نہیں کیا کرتے، کہ ہمارے کہنے کے مطابق عدلیہ چل پڑے تو ہم مسلمان ہوجائیں گے، عدلیہ کو آزاد رہنا چاہیے، اب وہ کہنے لگے کہ تمہارا مذہب تو سارے مذہبوں سے بدترین ہے، آیت مقدسہ نے جواباً کہا کہ بدترین تو وہ ہیں جنھوں نے تورات کے اندر لکھا پڑھا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہفتے کے دن کے متعلق، انہیں بندر بنادیا گیا، انہیں خنزیر بنادیا گیا، عام بات بندروں کی مشہور ہے، خنزیر کا ذکر قرآن پاک نے یہاں کیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر تورات میں یہ بات نہیں تھی تو اٹھ کے وہ مسلمانوں کے سامنے آجاتے کہ بتاؤ کہ تورات میں کہاں لکھی ہوئی ہے، یہ عظمت مصطفوی کا ایک اور پہلو ہے، کہ جو کچھ تورات میں تھا اسے قرآن پاک نے نقل کردیا کہ تمہارا تو یہ حال تھا تمہارا انداز سب سے بدترین ہے اور سیدھے راستے سے تم خود بھٹکے ہوئے ہو، ان کا ایک یہ انداز بھی تھا، کہ جب محفل محمدی ﷺ میں آتے تھے تو اسلام کی تعریفیں کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ اگر یہی ایمان ہے تو ہم

Marfat.com

اسے تو مانتے نہیں، قرآن پاک نے ان کے اس طرز عمل کی بھی شدید تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ آئے تھے تب بھی کافر تھے اور جب یہاں سے گئے تھے تب بھی کافر تھے، انہوں نے دل میں جو بات چھپائی ہوئی تھی وہ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، آپ جب بھی قرآن پاک کا گہرے انداز سے مطالعہ کریں گے تو ایک بات جس کا قرآن پاک آپ سے بار بار مطالبہ کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی زندگی ایک انداز کی ہونی چاہیے، اگر زبان پر کچھ اور ہے اور دل میں کچھ اور ہے تو اسلام کے نزدیک یہ منافقت ہے، جس سے شدت کے ساتھ وہ روکتا ہے، اب سرکار کریم کے اردگرد جتنے لوگ بھی تھے خواہ وہ خاندان نبوت کے افراد تھے یا صحابہ عالی مقام تھے، ان کا ظاہر اور باطن بالکل ایک جیسا تھا، مجال ہے اس میں کوئی ذرا سی بھی بات ہو، حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ ان میں سے بے شمار ایسے لوگ تھے کہ جب ان کے دل میں ذرا سی بات آتی تھی تو دوڑ کے سرکار علیہ السلام کی خدمت میں آ کے کہتے تھے کہ حضور ؑ میرا دل مجھے منافقت کی طرف موڑنے کی کوشش کر رہا ہے اس کا علاج فرمادیں، اگر کسی بات کا ذرا سا واھمہ بھی دل میں گزرتا جو ظاہر کے خلاف ہوتا تو وہ فوراً حضور ؑ کی خدمت میں آجاتا، اب پتہ یہ چلا کہ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو، اگر ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں ہے تو یہ منافقت ہے، اس منافقت کا نام جو چاہیں آپ رکھ لیں، نام رکھنے سے منافقت بدل نہیں جاتی، منافقت ہر حال میں منافقت ہے۔

تری کثیرا منھم یسارعون فی الاثم والعدوان...

ارشاد فرمایا! کہ جو دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں اسے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، یہ ایسے لوگ ہیں جو گناہ اور زیادتی کی طرف بہت آگے اور جلدی جلدی بڑھتے ہیں، اور ان کی ایک عادت یہ ہے کہ یہ حرام کھانے کے عادی ہیں، یہاں لفظ وہی آیا ہے کہ 'سحت '' کا اصلی معنی سرکار علیہ السلام نے خود رشوت بیان فرمایا ہے، آپ ایک حکم کو بدلوانا چاہتے ہیں پیسے دے کر تو یہ سحت ہے۔ چونکہ وہ حرام ہوتا ہے اس لیے ہمارے مترجمین کی اکثریت نے اس کا معنی حرام کیا ہے، تو یہاں تین باتیں تھیں جو قرآن پاک نے بیان فرمائیں، کہ یہ گناہ کی طرف ایک دوسرے سے آگے لپکتے ہیں، ظلم اور زیادتی ان کی گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں، حرام خوری ان کی عادت ہے، لہذا یہ ان باتوں سے باز آنے والے نہیں ان کے بدترین اعمال ہیں، اب جب قوم غلط راستے پر چل نکلتی ہے تو اسے موڑنے کا بندوبست کیا ہو، اس کے لیے قرآن حکیم نے اگلی آیت میں اس دور کے لوگوں کو ایک بات کہی، اور یہی بات ہے جو یہاں قرآن پاک نے ہمارے سامنے بیان کی۔

لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم .....

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جو حضورؐ کے چچازاد بھائی ہیں، وہ فرمایا کرتے تھے کہ '' یہ آیت قرآن پاک میں سب سے سخت آیت ہے'' حضرت ضحاک جو پہلے دور کے بہت بڑے مفسر ہیں انہوں نے فرمایا '' اس آیت سے بڑھ کے کوئی اور آیت خوف ناک

میرے مطالعہ میں قرآن پاک کے اندر نہیں گزری''۔اب آیئے دیکھیں کہ اس آیت میں کیا لکھا ہوا ہے، کہ اتنے عظیم المرتبت قرآن پاک کے مفسر ایک براہ راست سرکار علیہ السلام کے چچازاد بھائی اور ایک اگلی نسل کے بہت بڑے مفکر یہ بات کہہ رہے ہوں تو قرآن پاک نے کہا!''ان میں جو ربّ والے لوگ تھے اور جو بڑے بڑے عالم تھے، انہیں ان دو باتوں سے کیوں نہیں روکا ، ایک گناہ سے انہیں کیوں نہیں روکا اور حرام کھانے سے انہیں کیوں نہیں روکا، ان کے یہ صنعت کا، اوران کے یہ اعمال بدترین ہیں، ربانی رب کی نسبت سے ہے، یعنی ربّ والا، تو یہ اولیائے امت ہوئے نا،''احبار' حبر کی جمع ہے، حبر کا لفظی معنی تو سیاہی ہوتا ہے، چونکہ اہل علم قلم دوات کو استعمال کرتے تھے ہر وقت۔اور ہر وقت سیاہی سے کام ہوتا تھا تو انہیں حبر کہہ دیتے تھے، بہت بڑا عالم۔سرکار علیہ السلام نے انہیں اپنے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کے متعلق فرمایا کہ عبداللہ میری امت کے حبر ہیں ، ان کی نوعمری تھی تو کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروق ؓ پر اعتراض کیا کہ ہمارے بیٹے آتے ہیں تو انہیں یہ بالکل لفٹ نہیں کراتے وہ ان کے ہم عمر ہیں، اور جب عبداللہ بن عباس آتا ہے، تو خلیفہ امیر المؤمنین اسے بے حد اہمیت دیتا ہے، یہ بات حضرت فاروق اعظم ؓ تک پہنچی تو آپ نے ان کے بیٹوں کو بھی بٹھالیا اور حضرت عبداللہ بن عباس کو بھی بٹھایا انہیں نہیں پتہ تھا کہ یہاں ہمیں کس لیے جمع کیا جارہا ہے، آپ نے ان سب کا امتحان لیا کہ یہ جو آیات ہیں سورۃ النصر کی "اذا جآء نصر اللّٰہ والفتح ٥ ورایت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجًا ٥" یہ کس بات کی خبر دے رہی ہیں؟ اس کا ترجمہ اور مطلب تو باقی لڑکوں نے کیا لیکن کس بات کی خبر دے رہی ہیں یہ کسی نے بیان نہیں کیا، حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا امیر المؤمنین یہ آیات مقدسہ اس بات کی خبر دے رہی ہیں، کہ اب اسلام پھیل گیا اور نبی علیہ السلام اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے، یہ سورۃ نبی علیہ السلام کے وصال کی خبر دے رہی ہے، حضرت فاروق اعظم ؓ نے ان سب حضرات کو دیکھا فرمایا بتاؤ کہ اس سے بڑھ کر اس کی کوئی اور تفسیر بھی ہوسکتی ہے، جو عبداللہ نے کہی ہے، چونکہ اس کے سینے کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت نے کھول دیا ہے، لہذا اسے میں بے حد اہمیت دیتا ہوں سب لوگوں پر۔

یہ لوگ بڑے مقدس انداز سے چلنے والے تھے چھوٹی چھوٹی باتوں پر ان کے فیصلے بڑے نرالے ہوتے تھے، ہر دور میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اقتدار کے چشم وابرو کو پہچاننے کے لیے اپنی ساری توانائیاں صرف کردیتے ہیں، حضرت فاروق اعظم ؓ کا وصال ہو رہا تھا تو کچھ لوگوں نے آگے بڑھ کے کہا کہ امیر المؤمنین اپنے بیٹے کو ہمارا حکمران بناجائیں کہ وہ بہت بڑا عالم ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبداللہ ؓ بہت بڑے عالم تھے، صحابہ میں آٹھ دس جو آخری آدمی ہیں جن کا مقام بہت بلند ہے ان میں حضرت عبداللہ شامل ہیں، حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں اسے خلیفہ نہیں بناسکتا، اس نے جب اپنی بیوی کو طلاق دی تھی تو وہ طلاق سنت نہیں تھی، تو جو اپنی بیوی کو طلاق دینے کا طریقہ نہیں جانتا کیا امت محمدیہ ؐ کی باگ ڈور اس کے حوالے کرجاؤں، خبردار

مجھے کوئی بندہ ایسا مشورہ نہ دے، یہ ہے وہ تقدس جو ان حضرات کو حاصل تھا جو سرکار علیہ السلام کے پروردہ تھے۔

ارشاد فرمایا کہ دو گروہ ہوتے ہیں جن کی گرفت ہوتی ہے قوم پر، روحانی قائدین اور علمی قائدین۔ تو کیا ان میں یہ دونوں گروہ بھی ایسے ہوگئے تھے جیسے یہ تھے، ان لوگوں نے انہیں کیوں نہیں روکا، اب آپ اپنے ماحول پر نگاہ ڈالیں تو اس میں آپ تھوڑا سا اضافہ کر دیں گے۔ قوموں کی تربیت مغرب میں اہل علم ہی کرتے ہیں، ان اہل علم میں کالجوں کے پروفیسر، سکولوں کے اساتذہ، وکلاء، جج حضرات، یہ اہل علم میں شامل ہوتے ہیں، پھر قوموں کی تربیت بین الاقوامی تعلقات کی سطح کو سامنے رکھ کے سیاسی جماعتیں کرتی ہیں، یہ تربیت کا مغرب میں سب سے بڑا دوسرا ذریعہ ہے، پھر انہوں نے تعلیم کو اس انداز سے ڈھالا ہے، جس انداز سے انہوں نے آگے زندگی گزارنی ہے، لہذا پہلی بنیاد جو ہے قوم کو بنانے کی وہ تعلیم ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ دانشوروں کے طبقات ہوتے ہیں، مغرب میں پادری کو گرجے کا صرف محافظ بنا دیا گیا، اس کا سیاست کے ساتھ تعلق نہیں ہے، اسلام اس بات کا قائل نہیں ہے، سیاسی گروہ الگ اور مذہبی گروہ الگ اس بات کا نہیں قائل۔ دونوں گروہوں کو دونوں طرف کا علم ہونا چاہیے، مذہب کا بھی اور دنیا کا بھی، لہذا اسلام نے سیاست کو اور دین کو الگ الگ نہیں کیا، اقبال نے بڑے شاندار الفاظ میں اس کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا!

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

چنگیزی کا مطلب یہ ہے کہ اخلاقی گرفت جو مذہبی اقدار عطا کیا کرتی ہیں، چونکہ وہ اخلاقی گرفت نہیں رہتی پھر نتیجہ وہی نکلتا ہے کہ تین کروڑ روپے لگا کے گھوڑوں کے پانی کے نکاس کے لیے جگہ بنا دی جائے، تو یہ کیوں ہوتا ہے انسانوں میں اخلاقی اقدار ختم ہو جاتی ہیں، اب آپ اندازہ لگائیں کہ ہماری سیاست میں اخلاقی اقدار کس قدر رہ گئی ہیں، کیا قائداعظم ؒ کسی دور کی صدی کے مسلمان تھے؟ کیا وہ اسی دور میں نہیں تھے؟ کیا اس بندے کا سیاست میں یہی طرز عمل تھا؟ کیا آپ کو یاد نہیں ہے جب گاندھی آپ سے بار بار بات کرنا چاہتا تھا تو آپ نے کہا کہ میں مساوی انداز سے بات کرنے کے لیے تیار ہوں آپ کے گھر نہیں آسکتا کسی غیر جانبدار جگہ پر میں تم سے بات کر سکتا ہوں۔ پھر طے یہ ہوا کہ دونوں کاریں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑی ہو جائیں قائداعظم ؒ اس سے بات کریں گے جب وہ کاریں کھڑی ہوگئیں تو گاندھی نے ایک اور پینترا بدلا اس نے کہا مسٹر جناح آپ میری کار کے اندر میرے ساتھ والی سیٹ پر آجائیں۔ قائد نے فوری جواب دیا کہ کیا یہ عدم مساوات نہیں ہوگی؟ میں وہاں نہیں آسکتا۔ یہ ہمارے اسلاف کا اخلاقی پہلو تھا۔ یہ قومی سوچ کا انداز تھا۔

مجھے پھر وہ بات یاد آتی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم ؓ بھی کچہری میں حاضر ہوئے تھے، جج اپنی کرسی پر تھوڑا سا اٹھ کھڑا ہوا، آپ نے فرمایا **"ھذا اول ظلم"** ظلم تو ہو گیا کہ آپ نے مساوات چھوڑ دی ہے، میں بحیثیت مدعا علیہ آپ کی کچہری میں حاضر

ہوں، تو جب آپ اپنی کرسی سے میرے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے تو پھر انصاف کون کرے گا، انصاف تو ختم ہو گیا، لہذا جج بدل دیا جائے جس کے سامنے میں عدالت میں پیش ہو سکوں، تو یہ وہ باتیں ہیں جو اخلاقی عظمت اور آپ کے کردار کا ایک پہلو ہمارے سامنے نمایاں کر دیتی ہیں۔

تو ربانی لوگ اور احبار کے ساتھ مغرب نے سیاسی طبقے کو تربیت کا ایک پہلو مانا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مشرقی دنیا میں تربیت جو کچھ ٹوٹی پھوٹی گھروں سے ملتی ہے یا کچھ اداروں سے مل جاتی ہے، اس ٹوٹی پھوٹی تربیت کے خاتمے کے لیے ہمارے سیاست دانوں کے ہاتھوں میں تلوار ہوتی ہے، خود کرپٹ ہوتے ہیں اور لوگوں کو کرپٹ کرتے ہیں ہر انداز سے، تو یہ اخلاقی تربیت نہیں ہو رہی، میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی مسلمان قوم میں اگر کچھ رمق باقی ہے، تو وہ اسلام سے نقل ہوتے ہوئے جو کچھ ہمارے پاس اخلاق کا معیار آ رہا ہے، اس نے ایک حد تک ہمیں سنبھالا ہوا ہے، اب قرآن پاک کا ارشاد تو یہ ہوا کہ یہ اوپر والے طبقات ہیں قوم کو سدھارنا ان کی ڈیوٹی ہے، اگر یہ نہیں سدھارتے تو یہ بدترین قسم کی مخلوق ہیں، اب اس دور میں ظاہری طور پر جو اوپر لوگ تھے ان کا انداز کیا تھا مسلمان جب بھی ضرورت کے لیے ایک دوسرے کو کہتے کہ کچھ رقم اکٹھی کر کے ہتھیار لیے جائیں چونکہ ہمارے خلاف حملہ ہونے والا ہے۔ تو یہودی قوم طنزیہ طور پر کہتی تھی کہ مسلمانوں کا جو خدا ہے اس کے ہاتھ بندھ گئے ہیں، ہاتھ بندھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے، کہ وہ بخیل ہو گیا ہے (العیاذ باللہ) اللہ کریم نے اس کی تردید فرمائی ہے، کہ ہاتھ ان کے بندھے ہوئے ہیں جو تجوریوں میں پیسے بھر کے لوگوں کو بھوکا مارتے ہیں، آج بھی اگر آپ گہرا مطالعہ کریں تو دنیا میں اقتصادی قوت یہودیوں کے پاس ہے۔ اس لیے وہ جس چیز کو بھی چاہتے ہیں مہنگا کر دیتے ہیں، جس کو چاہتے ہیں اسے تھوڑی رعائت دیدیتے ہیں، تو یہ وہ انداز ہے جو ایک حقیر اور ذلیل اقلیت میں ہے جسے یہودی کہا جاتا ہے، نے اپنا رکھا ہے، اور اس انداز سے وہ کسی بھی طرح کٹنے کے لیے تیار نہیں، اور بین الاقوامی طور پر جہاں جہاں الیکشن ہوتے ہیں وہ یہودی لابی ان پر ان ڈائریکٹ اثر انداز ہو کے اپنے انداز کی حکومت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور یہ ساری مشرقی دنیا میں ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، کہ انداز کیا بناتے ہیں وہ لوگ، اب یہودی ایک طرف تو کہتے تھے، کہ مسلمانوں کا اللہ تو بخیل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ تو کھلے ہیں وہ خرچ کرتا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے۔

ولیزید نھم ما انزل الیک من ربک طغیانا و کفرا....

محبوب ﷺ جو آپ پر اتارا گیا ہے، اس سے ہدایت انہیں لینی چاہیے تھی، لیکن بجائے ہدایت کے سرکشی اور کفر کو قبول کر رہے ہیں، ان لوگوں کے درمیان قیامت تک بغض اور عداوت چل رہی ہے، کچھ مفسرین کو یہاں شبہ ہوا کہ وہ تو آپس میں بے حد متفق رہتے ہیں، تو یہ جو اسی صدی میں دو جنگیں لڑی گئی ہے جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم ثانی۔ میرا خیال ہے یہ ان کی آپس میں محبت

Marfat.com

کے دو جیتے جاگتے گواہ ہیں، تو یہ بات نہیں ہے، یہ جب بھی جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیا کرتا ہے، اب یہودیوں نے چار پانچ دفعہ تاریخ میں یہ بات کہی تھی کہ انہوں نے لوگوں کو جنگ میں دھکیلا ہے، تو پہلی دفعہ بخت نصر ایران سے اٹھا اور اس نے شہر بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اگر آپ یہودی تاریخ پڑھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ شہر کو تباہ کرنے کے بعد ان سب کو گرفتار کر کے ایران لے آیا تھا، اور یہ قوم ستر سال تک کیمپوں میں پڑی رہی، ستر سال کے بعد انہیں واپس جانے کی اجازت دی گئی، قرآن پاک میں جہاں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ آتا ہے تیسرے پارے میں، وہاں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے، وہ گزرے تھے بیت المقدس کے پاس سے، تو وہ گرا پڑا تھا آپ نے کہا کیا یہ شہر پھر آباد ہوگا، اللہ کریم نے انہیں ایک سو سال تک وہاں ہی سلا دیا وہ مر گئے۔ اور جب اٹھے تو شہر آباد تھا، چونکہ ستر سال کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے تھے، شہر کو جا کے آباد کر لیا، تو پہلی دفعہ بخت نصر نے انہیں ختم کیا، پھر پطرس رومی ان پر چڑھ دوڑا انہیں تباہ کر دیا، تیسری دفعہ مجوسیوں نے ان کا بھرکس نکالا، لیکن مرنے کے بعد یہ قوم جو بھی تھوڑی سی تعداد میں بچ جاتے تھے تو پھر وہی خباثت جو ان کے خون کے اندر اور سانسوں میں جان کی طرح دوڑ رہی تھی، وہ خباثت پھر اوپر آجاتی تھی۔

چوتھی دفعہ اسلام آیا اور اس نے ان کی شرارتوں کو آ کے ختم کیا، لیکن اس کے ختم کرنے کا انداز وہ نہیں تھا جو پہلے حاکموں کا انداز تھا، کہ یہ اہل کتاب ہیں، شائد انہیں کسی وقت ہوش آجائے، مدینے میں انہیں تھوڑی سی مار پڑی، چونکہ ایک طویل عرصے سے مسلمانوں کو چلنے نہیں دے رہے تھے، اور یہ مدینہ سے ہجرت کر کے خیبر چلے گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں انہیں کہا کہ جزیرۂ عرب سے باہر نکل جاؤ، یہ چوتھی بار تھی۔

پانچویں دفعہ کے بارے میں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک میں یہ اشارے ملتے ہیں کہ جب یہ قوم پھر مجتمع ہو کے شرارتیں کرے گی تو اللہ کریم پھر مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دے گا ایسا معلوم ہوتا ہوگا کہ پتھر بھی بول رہا ہے کہ اے مسلمان ایک یہودی میرے پیچھے چھپا بیٹھا ہے اسے پکڑو اور مار دو۔ یہ پانچویں بار کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں، قرآن پاک پر یہ جو مستشرقین کا اعتراض ہے کہ انہیں کبھی حکومت نہیں ملے گی تو کیا یہ واقعات قرآن و سنت میں نہیں ہیں، کہ پھر یہ اکٹھے ہوں گے اور وہ پانچواں پھیرا ہوگا جس کے بعد یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اقتدار سے محروم ہو جائیں گے، اور ان کی قوت موثرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔

کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاھا اللہ...

قرآن پاک نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی یہ آگ بھڑکانا چاہتے ہیں، اللہ اسے بجھا دیتا ہے، لیکن ان کی کوشش زمین میں ہمیشہ فساد کی رہی ہے، اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا، یہاں ایک بڑا گہرا اور اچھا قانون ہمیں ملا، قوموں کو تباہ کرنا قوموں کو اخلاق

باختہ بنانا، قوموں کے کردار کو تباہ کرنا، قوموں کے طرزِ عمل کو ملیا میٹ کرنا۔ یہ باتیں ربِ کریم پسند نہیں فرماتے، جب وہ پسند نہیں فرماتے تو جو ایسا کرتا ہے اسے تھوڑی دیر مہلت ہوتی ہے وہ لوگوں کو خراب کرتا ہے، لیکن پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ جرمنی میں ہٹلر نے ان کا کیا حشر کیا تھا، لیکن انہوں نے جاتے جاتے ایک ایسا فتنہ کھڑا کر دیا جو ان سے بے حد مشابہ ہے، اور وہ ہے مرزائیت کا فتنہ۔ روحانی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ وہ جتنے ان کے قریب ہیں اتنے اور کسی کے قریب نہیں ہیں، ان کا انداز بھی بالکل ایسا ہی ہے۔

ولو ان اهل الكتاب امنوا واتقوا....

ارشاد ہوا کہ کاش یہ بھی ایمان لاتے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے قرآن پاک پر عمل کرتے تو سابقہ گناہ معاف ہو جاتے، دوسری دنیا سنور جاتی۔ اب صورت یہ تھی کہ وہ تورات اور انجیل کو عملاً قائم کر دیتے، جو کلام اللہ تعالیٰ نے ان پر نبیوں کے ذریعے نازل فرمایا تھا، تو پھر دو کیفیتیں ہوتیں، انہیں اوپر سے بھی رزق ملتا اور پاؤں کے نیچے سے بھی رزق ملتا، یہاں عام مفسرین نے یہ بات کہی ہے، کہ اوپر سے بارش برستی ہے، جو رزق کا ذریعہ ہوتی ہے، لہٰذا بارش کو اللہ تعالیٰ نے رزق کہا ہے، زمین کے نیچے اللہ تعالیٰ نے جو نمو کی قوت رکھی ہے اس سے فصلیں اگتی ہیں جو انسان کے رزق کا ذریعہ بنتی ہیں لیکن کچھ مفسرین نے ایک اور بڑا اہم نکتہ پیدا کیا ہے، آپ اس پر بھی توجہ فرمائیں کہ اوپر سے بھی رزق پاتے، یعنی انسان دو چیزوں سے مرکب ہے، ایک ہے اس کی روح، جان اور دوسرا یہ ظاہری جسم ہے، اس ظاہری جسم کی تخلیق کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے، یعنی زمین کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اسے پالنے کے لیے جو چیز بھی نکلتی ہے وہ زمین سے نکلے گی، اور روح کو پالنے کے لیے جو چیز اترے گی وہ آسمان سے اترے گی، لہٰذا ارشاد یہ ہوا کہ ہم انہیں رزق دیتے آسمان سے۔ وحی کے ذریعے جو نبیوں کو عطا ہوگی، اور انہیں رزق دیتے ان کے قدموں کے نیچے یعنی زمین کے اندر سے۔ عجیب بات ہوئی اس بات کی لطافت یہ ہے کہ زمین جو پاؤں کے نیچے روندی جا رہی ہے، اسی روندی ہوئی زمین سے آپ کے لیے بہترین رزق نکل رہا ہے۔ "فتبارك الله احسن الخالقين" کیا شان ہے اللہ کریم کی۔ کہ زمین آپ کے پاؤں کی ٹھوکر میں ہے، اور اسی کے اندر سے آپ کے لیے غلہ نکل رہا ہے، اسی کے اندر سے آپ کے لیے پھل آ رہے ہیں، جنہیں بڑے اشتیاق سے آپ تناول فرما رہے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو جسم ہے اس کا تعلق مادیت سے ہے، لہٰذا ہم کہہ دیتے ہیں کہ فلاں کو ہم نے سپردِ خاک کر دیا ہے، لیکن جو سپردِ خاک ہوا ہے وہ خاکی تھا، اور جو سپردِ خاک نہیں ہوا ہے وہ عالمِ امر سے آیا تھا تو عالمِ امر والے کی تربیت بھی ضروری ہے اور عالمِ خاکی کی تربیت بھی ضروری ہے، اور زندگی میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے یہی بات ہے جسے قرآن پاک بار بار ارشاد فرماتا ہے، کہ صرف رہبانیت بھی آپ کے کام کی نہیں ہے، اور صرف فرعونیت اور نمرودیت بھی تمہارے کام کی نہیں ہے، تم نے زندگی میں اعتدال پیدا کرنا ہے، اور کتنا انصاف ہے فرمایا ان میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو میانہ رو ہیں، لیکن ان کی اکثریت بے عملوں پر مشتمل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بے دل کرنے کے لیے اس افواہ کو عام پھیلا دیا گیا تھا کہ کوئی کُرد نامی آدمی بھی فوج لے کر میدان بدر میں اتر رہا ہے، اور وہ کافروں کی امداد کے لیے آیا ہے، اس وقت مسلمانوں کو یہ آیات پڑھ کے سنائی گئی تھیں، وہ مفسرین جو عام طور پر عقلیات کے پیچھے زیادہ جاتے ہیں بجائے روایات کے، انہوں نے یہ بات کہی کہ یہ صرف تسکین کا ذریعہ تھا، لہذا فرشتے آئے تھے مگر جنگ نہیں لڑی صرف مسلمانوں کو سکونِ قلبی حاصل ہو گیا، لیکن بعض روایات میں یہ بات واضح ہے کہ بہت سارے لوگ ایسے تھے، جو مار دیئے گئے اور ان کے جسموں پر ایسے نشان تھے کہ انہیں کسی مسلمان نے نہیں مارا تھا، اللہ کریم نے اگلے لفظوں میں خود ہی ارشاد فرمایا، یہ تمہارے لیے ایک بشارت ہے تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں، یہاں ایک سوال اٹھتا ہے، کہ فرشتے اتنی زیادہ تعداد میں نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ فرشتہ تو ایک ہی ہوتا تو زمین کو الٹ کے رکھ دیتا؟ اللہ کریم نے اس کے جواب میں یہ بات ارشاد فرمائی مدد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف سے ہے فرشتہ درمیان میں ایک ذریعہ ہے اسی طرح مسلمان ایک دوسرے کی امداد کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں تو یہ ذرائع کی دنیا ہے اس لیے ذرائع کو استعمال کیا جاتا ہے ورنہ حقیقتاً کامیابی و کامرانی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہوتا ہے اللہ غالب ہے وہ حکمت والا ہے۔ میدان بدر میں ایک حصہ اللہ کریم نے کافروں کا تباہ کر دیا باقی حصے ذلیل ہو کے واپس نکل گئے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں رہ گیا۔ یہاں سارے 70 یا 72 آدمی قتل ہوئے تھے اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ان میں سے 22 لوگ وہ تھے جن کو حضرت حیدر کرارؑ کی خارا شگاف تلوار نے چیر کے رکھ دیا تھا، 22 آدمی میدان بدر میں حضرت حیدر کرارؑ نے مارے تھے۔ یہاں تک واقعہ بیان فرما کر احد کے لیے پھر ایک اور آیت ذکر ہوتی ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب یہ زیادہ سختیاں ہوئیں تو کچھ لوگوں کو یہ خیال اٹھا، یہاں آپ کے مفسرین نے اس آیت کو بے حد مشکل بنا دیا ہے میں اس مشکل سے آپ کو ایک دوسرے کنارے سے نکال کر آگے لے جانا چاہتا ہوں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ماتھا مبارک زخمی ہو گیا، دانت مبارک شہید ہوئے، رخسار آپ کے چر گئے، اب لوگوں کو یہ خیال تھا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بددعا فرما دیں گے اور آپ کی بددعا سے یہ کفار تباہ ہو جائیں گے، قرآن حکیم نے اس بات کا جواب دیا کہ ایسا نہیں ہوگا، اللہ کریم نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے، اپنے محبوب کو اس راستے پر نہیں چلنے دیں گے، اسلئے کہ محبوب رحمت اللعالمین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، یہاں ایک تاریخی فقرہ ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی مقام پر عرض کیا تھا، انہوں نے عرض کیا کہ "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، نوحؑ نے اپنی قوم کے لیے بددعا فرمائی تھی اور فرمایا تھا اللہ کوئی ایک آباد گھر کافروں کا اس دنیا میں نہ چھوڑ"۔

یہ الفاظ قرآن میں موجود ہیں حضرت نوحؑ کی زبان سے نکلنے والے، حضورؐ اگر آپ بددعا ایسی ہی کر دیں، تو کائنات کے کافر قیامت تک اپنی اصل نسل سمیت سارے کے سارے تباہ ہو سکتے ہیں تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی بددعا نہیں کی۔

Marfat.com

یٰٓأَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَیْكَ

اے رسول ﷺ جو آپ کی طرف رب کریم نے اتارا ہے ان تک پہنچادیں

مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ یَعْصِمُكَ

اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو گویا آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں دیا، اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ ﷺ کو

مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكَافِرِینَ ﴿٦٧﴾ قُلْ یَٰٓأَهْلَ

لوگوں سے۔ اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ فرمادیجئے اے

الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَیْءٍ حَتَّىٰ تُقِیمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِیلَ

اہل کتاب! تمہارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، جب تک تم تورات، انجیل

وَمَآ أُنزِلَ إِلَیْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَلَیَزِیدَنَّ كَثِیرًا مِّنْهُم مَّآ أُنزِلَ

اور اس کے علاوہ رب کریم نے جو کچھ بھی تم پر نازل کیا ہے، اس پر عمل نہیں کرتے ہو، اور ضرور بڑھادے گی ان میں سے بہت سوں میں جو نازل ہوا ہے

إِلَیْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَكُفْرًا ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِینَ

آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے رب کی طرف سے، سرکشی اور طغیانی، پس آپ ﷺ لوگوں پر غم نہ کھائیں

﴿٦٨﴾ إِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَالَّذِینَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ

جو لوگ ایمان لائے، جو یہودی ہیں، جو صابی ہیں، جو نصرانی ہیں

Marfat.com

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ

یہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر حقیقتاً ایمان لائیں، نیک کام کریں تو پھر نہ خوف ہے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

ان پر اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے ۵۵

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک.....

۵۵ سرکار کریم کو چونکہ وہ بار بار کہتے تھے کہ سخت احکام نہ آئیں تو ہم آپ کی بات مان لیں گے، اللہ کریم نے یہاں سرکار علیہ السلام کے لیے ایک حکم نازل فرمایا! محبوب ان سب لوگوں کو مایوس کر دیا جائے، رب کی طرف سے جو بھی آپ کی طرف اتارا گیا ہے، وہ پیغام آپ نے پہنچا دینا ہے، اگر آپ لوگوں تک وہ سارے احکام نہیں پہنچائیں گے، تو اللہ تعالیٰ کا جو پیغام ہے وہ گویا آپ نے لوگوں تک نہیں پہنچایا، اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک رسول نہیں پہنچائے گا تو پھر کون پہنچائے گا، اب یہ ہے کہ ساری دنیا ایک طرف ہے تو اللہ کریم نے اس کا جواب یہ دیا کہ ان لوگوں سے حفاظت میں آپ کو رکھنا ہمارا کام ہے، ان میں سے کوئی بھی آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس ادا کو حضرت حیدر کرار نے بڑے نفیس انداز سے بیان کیا ہے، آپ چونکہ تلوار کے بڑے دھنی تھے، کسی آدمی نے آپ سے پوچھا کہ حضرت آپ یہ فرمائیں کہ آپ نے اپنے آپ سے بھی زیادہ کوئی اور بہادر دیکھا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ کائنات میں سب سے زیادہ بہادر نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اور دلیل یہ دی کہ ساری دنیا ایک طرف تھی اور سرکار علیہ السلام ایک طرف تھے، جب آپ پہاڑ پر کھڑے ہو کے کہہ رہے تھے۔ "**یا ایھا الناس قولوا لاالہ اللہ تفلحوا** " ٥ "لوگو! **لاالہ اللہ** پڑھ دو فلاح پاؤ گے"۔ فرمایا کیا کوئی ایک بندہ بھی آپ کے ساتھ تھا، تو جس نے ساری دنیا کو چیلنج کیا ہے اس سے بڑھ کے کوئی اور بہادر نہیں ہے، پھر کچھ ہمارے حضرات کے مرتبے آتے ہیں، کہ میدان جنگ میں جو جتنا زیادہ قریب ہے، وہ زیادہ بہادر ہے، اور حضرت حیدر کرار ؓ نے اس کی دلیل یہ دی کہ لوگ نہ مجھے مارنا چاہتے تھے نہ عمر کو نہ ابوبکر کو نہ طلحہ کو نہ زبیر کو بلکہ وہ سارے دشمن تو مصطفیٰ علیہ السلام کے تھے، لہذا وہ پورے

کا پورا زور میدان جنگ میں وہاں ڈالتے تھے جہاں سرکار علیہ السلام ہوتے تھے، تو اس معرکے میں جو سرکار علیہ السلام کے جتنا قریب ہوتا تھا وہی سب سے زیادہ بہادر ہوتا تھا۔

واللہ یعصمک من الناس....

قرآن پاک نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو لوگوں سے بچانا ہے، تو کافر قوم کو آپ تک آنے کا راستہ نہیں دکھائے گا، وہ آپ کو شہید نہیں کر سکتے، یہاں سے ایک نکتہ یہ نکلا کہ کوئی بات جو اللہ تعالیٰ نے سرکار علیہ السلام کو فرمائی ہو اور سرکار علیہ السلام نے امت تک نہ پہنچائی ہو تو یہ بات غلط ہے اور قرآن پاک کی یہ آیت اسے غلط ثابت کرتی ہے، لہذا کوئی طبقہ مسلمانوں میں سے یہ کہتا ہے کہ فلاں بات سرکار علیہ السلام کو پتہ تھی لیکن دباؤ کی وجہ سے انہوں نے یہ بات نہیں کی، تو یہ غلط بات ہوگی، قرآن پاک کی اس آیت کا انکار ہے۔

اہل کتاب اصول ایک ہی ہے، کہ جو آپ کی نظریاتی کتاب ہے اس پر آپ عمل کرتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں کر رہے ہیں تو آپ کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، کتنا واضح اور اٹل قاعدہ ہے، آپ کے پاس قرآن پاک ہے آپ اس پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔

اقبال نے کہا! کہ تیرا کام قرآن پاک سے اتنا رہ گیا ہے کہ خیر سے چوہدری صاحب، شاہ صاحب، فلاں صاحب مر رہے ہیں جان نہیں نکل رہی ہے، ان کے پاس قرآن پاک پڑھو تا کہ جان آسانی سے نکل جائے، تو کیا قرآن پاک کا مطلب یہی ہے، کہ آسانی سے مرجاؤ، اقبال نے طنز کیا اس بات پر، اور دوسرے مقام پر انہوں نے قرآن پاک کے لیے فرمایا! کہ قرآن [illegible] جب جان میں جاتا ہے تو جان بدل جاتی ہے، اور جب جہان میں جاتا ہے تو جہان کو تبدیل کر کے رکھ دیتا ہے، یہ وہ نظریہ ہے جو قرآن پاک کے لیے ہمارے عظیم مفکر نے پیش کیا۔

تو فرمایا تم تورات اور انجیل پر عمل کرو، رہی بات قرآن پاک کی تو اس کے تم شدید خلاف ہو، محبوب ؐ اگر یہ ایمان نہیں [illegible] تے تو آپ کو اس قوم پر غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ نے پیغام دینا ہے، اس پر عمل کرنا یا نہ کرنا یہ ان کے اپنے اختیار کی بات ہے۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والصبئون والنصری....

یہ آیت کئی دفعہ پہلے بھی گزری ہے، کہ ایمان کا زبانی دعویٰ، یہودیت کا دعویٰ ہو، صابی ہونے کا دعویٰ ہو، صابی ستارہ پرست لوگوں کو کہتے ہیں، اور ان میں کچھ ایمان والے بھی تھے یہ دو گروہ تھے، اور نصرانیوں کی نجات اسی صورت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر گہرے انداز سے ایمان لائیں، کچھ لوگوں کو یہاں ایک شبہ گزرا ہے۔ انہوں نے قرآنی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد (اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرے) بہت بڑی لغزش کر گئے ہیں، انہوں نے کہا کہ اس آیت نے بتا دیا کہ نبی علیہ السلام کو نبی ماننا ضروری نہیں ہے، اگر کوئی رام کو نبی مانتا ہے، تو وہ بھی فلاح پا جائے گا، یہ بات بے حد غلط ہے، اور مسلمانوں کے کعبے کو ٹیڑھا کرنے کے مترادف ہے، اس لیے کہ ایمان تو وہی قبول ہوگا جو صاحب ایمان کی دعوت کے مطابق ہوگا، لہذا رسول کو درمیان سے نکال کے آپ باقی کسی شے کو رکھ کیسے سکتے ہیں۔

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيٓ

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا

إِسْرَآءِيلَ وَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُولٌۢ بِمَا

اور کئی رسول ان کے پاس بھیجے، جب بھی کوئی رسول حکم لے کے آیا جس کو

لَا تَهْوَىٰٓ أَنفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا۟ وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾

وہ پسند نہیں کرتے تھے، تو رسولوں کی ایک جماعت کو انہوں نے جھٹلا دیا، اور ایک جماعت کو قتل کر دیا

وَحَسِبُوٓا۟ أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا۟ وَصَمُّوا۟ ثُمَّ تَابَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا۟

ان کا خیال تھا کہ کچھ خرابی نہیں ہوگی اس طرح کر لینے سے، وہ اندھے ہوئے، بہرے بن گئے، اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر رجوع فرما دیا پھر وہ اندھے

وَصَمُّوا۟ كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ۚ وَٱللَّهُ بَصِيرٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾

اور بہرے بنے، اکثریت کا یہ حال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو دیکھتا ہے ۵۶

لقد اخذنا میثق بنی اسراء یل وارسلنا الیھم رسلا ......

۵۶ فرمایا عمل صالح ہو جائے، تو خوف وحزن نہیں ہوگا، بنی اسرائیل کے پاس ہم نے رسول بھیجے اور عہد لیا، لیکن جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو ان میں دو باتیں ضرور تھیں کہ اگر ان کی خواہش کے خلاف رسول نے حکم دیا ہے تو کچھ لوگوں کو انہوں نے جھٹلا دیا اور کچھ لوگوں کو مار دیا، ان کا خیال تھا کہ انہیں مار دینے سے کچھ نہیں ہوگا، انہیں جھٹلانے سے کچھ بھی نہیں ہوگا، لیکن اللہ کریم نے پہلی بات کو درگزر کرتے ہوئے پھر ان کی طرف رجوع فرمایا، اس رجوع کا مطلب یہ ہے، کہ جناب موسیٰؑ اور جناب عیسیٰؑ کے بعد سرکار علیہ السلام تشریف لے آئے، لیکن پھر بھی انہوں نے کہا کہ ہم تو نابینا ہی رہیں گے، ہم بہرے رہیں گے، ہم

Marfat.com

بالکل ان کی بات نہیں مانتے، تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو جانتا ہے، جن لوگوں نے کہا کہ مسیح ابن مریمؑ اللہ ہیں وہ کافر ہیں یہ قرآن پاک نے کہا، میں تھوڑی سی بات آپ سے کہہ دوں۔ اکثر عیسائی آج کل کہتے ہیں کہ ہم انہیں خدا نہیں مانتے، یہ بات نہیں ہے۔

آیئے عیسائیت کی تھوڑی سی تاریخ کو ہم لے لیتے ہیں، انہوں نے سب سے پہلی جو محفل منعقد کی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد ان کے پادریوں اور عظماء نے مل کے، یہ تین سو تیئس (323) عیسوی میں تھی، اور اس میں جناب یسوع علیہ السلام کی الوہیت کا اعلان کیا گیا تھا، کہ یسوع یعنی جناب عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں۔ اس ڈکلیریشن (Diclaration) کا انہوں نے جو نام رکھا تھا وہ تھا نکین کریٹ (Nakionkrite)۔ اس میں یہ بات وضاحت سے ذکر کی گئی تھی، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بذات خود خدا ہیں، آگے چل کے انہیں ایک شبہ گزرا کہ ان میں خدا ہونے اور انسان ہونے کا تناسب کیا ہے، سو دو سو سال تک یہ اس پر الجھے رہے اور الجھنے کے بعد ان کی دوسری میٹنگ چار سو اکاون (451) عیسوی میں ہوئی، پہلی سے تقریباً ایک سو اکتیس یا ایک سو بتیس سال بعد، تو اس دوسری کا نام کالی ڈان انہوں نے رکھا تھا جب یہ محفل ہوئی، اس میں انہوں نے کہا کہ ان میں دونوں کیفیتیں تو ہیں لیکن دونوں برابر برابر ہیں، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام %50 انسان ہیں اور %50 خدا ہیں، جب انہیں آدھا انسان اور آدھا خدا مانا تو اس سے ایک اور مسئلہ کھڑا ہو گیا، وہ مسئلہ یہ ہے کہ پھر انسانی اور خدائی خواہشات ایک جیسی ہوتی ہیں یا الگ الگ ہوتی ہیں، یہ تیسری سٹیج تھی، اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے تیسری کمیٹی جو بیٹھی وہ چھ سو اسی (680) عیسوی میں تھی اور یہ قسطنطنیہ میں اس دور کے بادشاہ نے انہیں بلایا تھا، اس کا نام ہے قسطنطین اعظم۔ یہ ابتداء میں شائد یہودی تھا، یا دھریا تھا، چونکہ وہاں عیسائیوں کی کافی آبادی تھی انہیں ساتھ ملانے کے لیے ان پر بڑی نوازشات فرمایا کرتا تھا، یہ اسے بار بار کہتے تھے کہ تم عیسائیت کا اعلان بھی کر دو، بڑھاپے میں بیماری میں آخرت کی نجات کے لیے اس نے پھر خیر سے بتسمہ لیا، اور عیسائیت کا اعلان کیا، اس نے یہ تیسری محفل لگوائی تھی، اور اس میں کہا گیا کہ اللہ اور جناب عیسیٰ کی ماہیت اور مرضی و مشیت سب الگ الگ ہیں، لیکن انہیں اس طریقے سے ملا دیا گیا ہے، کہ خدائی اور انسانی خاصیتیں جناب عیسیٰ علیہ السلام میں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا۔ جلد 5۔ صفحہ 677 تا 678)

اب چوتھی محفل سنہ 1958ء یا 1959ء میں منعقد ہوئی تھی اس محفل نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ ہم نے یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خون معاف کر دیا ہے، مستقبل میں دونوں قومیں مل کے اکٹھی چلیں گی، اب سوال یہ ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے عقیدے کے مطابق مار دیا گیا تھا اور پھر فوراً زندہ ہو کے آسمان پر چلے گئے تھے۔ یہودیوں نے کہا نہیں

Marfat.com

ہم نے تو انہیں مار دیا تھا انہوں نے زندہ ہو کے کدھر جانا تھا۔مرزائیوں نے بھی کہا تھا کہ وہ زندہ ہو کے اوپر کدھر جا سکتے تھے، میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ مرزائی اور یہودی آپس میں مسیرے یا چچیرے بھائی ہیں، تو یہ رشتہ ہے جس کی وجہ سے انہوں نے یہ بات کی، مرزائیوں نے کہا کہ وہ مر گیا تھا اور یہاں کشمیر میں دفن ہے، میرا خیال ہے کہ پھر ان کا مسیح موعود عبداللہ ہی ہوگا، کشمیر میں تو وہی مشہور آدمی تھا، جو یہاں مرا اور دفن ہوا، تو یہ وہ بے تکی باتیں ہیں جن کا تحقیق کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے، اب اتنا عرصہ گزرنے کے بعد یعنی ان کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد 1958ء یا 1959ء کے بعد موجودہ عیسائی جو ہیں وہ یہودیوں کو جناب عیسیٰ علیہ السلام کا قتل معاف کر رہے ہیں، ابھی تو بہت وقت پڑا تھا اتنا جلدی معاف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

☆☆☆☆☆☆

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ

ان لوگوں نے کفر کیا ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے، مسیح علیہ السلام نے تو کہا تھا

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ

کہ اے اسرائیل کے بیٹو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے، جو اللہ کریم کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ کریم اس پر

عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾

جنت حرام کر دیتا ہے، اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ

انہوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ تین میں سے ایک اللہ ہے، معبود ایک اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں ہے، اگر اس

يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾

کہنے سے وہ باز نہ آئے تو انہیں دردناک عذاب ملے گا

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾

کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے استغفار نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ

مسیح ابن مریم تو اللہ تعالیٰ کے عظیم المرتبت رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزرے ہیں، ان کی ماں بہت ہی سچی خاتون تھیں

كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٧٥﴾

وہ دونوں کھانا کھاتے تھے آپ دیکھیں ہم ان کے سامنے آیات کس طرح بیان کر رہے ہیں، پھر دیکھیں کہ وہ (ان سے) کس طرح پھر رہے ہیں

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ

فرما دیجئے کیا تم اللہ تعالیٰ کے بغیر ایسے لوگوں کی عبادت کر سکتے ہو جو تمہارے ضرر اور نفع کے حقیقت میں مالک نہیں ہیں

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾ اللہ تعالیٰ سننے والا اور علم والا ہے

Marfat.com

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح عیسی ابن مریم وقال المسیح....

۵۷ اب قرآن پاک نے ارشاد یہ فرمایا! کہ جو مسیح ابن مریم کو اللہ کہتے ہیں وہ کافر ہیں، اور دلیل قرآن پاک نے اپنے اندر سے اس انداز سے دی، کہ اسرائیل نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا یہ تقریر آج بھی انجیل میں موجود ہے،''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے''۔ پروردگار ربّ وہ ہوتا ہے، جو انتہائی نیچے والی سطح سے اٹھا کے آپ کی تربیت کرتے ہوئے چوٹی تک پہنچائے، جناب عیسیٰ علیہ السلام جو کل بطن مادر سے پیدا ہوئے تھے، انہیں کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے مقام تک جس نے پہنچایا ہے وہ ربّ ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تمہارا بھی ربّ ہے اور میرا بھی ربّ ہے، لہٰذا میں تو مربوب ہوں، یعنی ربّ نے میری تربیت کی ہے، تو جو کسی کی تربیت میں ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا پہلی دلیل ختم ہوئی۔ دوسرا فرمایا کہ اگر تم ربّ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرو گے تو اللہ تعالیٰ جنت تمہارے لیے حرام کر کے جہنم تمہارا ٹھکانہ بنا دے گا، ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ.....

اب عیسائیوں کا دوسرا فرقہ جس نے یہ کہا کہ وہ مطلق خدا تو نہیں ہیں لیکن تین خداؤں میں سے ایک ہیں، **"ان اللہ ثالث ثلثۃ"** ۔ ان تین میں سے تیسرا ہے۔ قرآن پاک کا بیان شان والا ملاحظہ فرمائیں، تین میں سے پہلا ہے یہ بات نہیں کہی، تین میں سے تیسرا ہے۔ یعنی پہلا مقام جو جناب عیسیٰ علیہ السلام کا ہوا دوسرا روح القدس کا ہوا اب خانہ خالی ایک ہی رہ گیا ہے اس میں انہوں نے خدا کو بٹھا دیا، تین میں سے تیسرا ہے۔ وہ پہلا بھی نہیں ہے دوسرا بھی نہیں ہے بلکہ وہ تیسرا ہے۔ قرآن پاک نے کہا کہ بات سن لو معبود صرف ایک ہے، جو یہ کہہ رہے ہیں اگر اس سے باز نہ آئے تو ان کافروں کو دردناک عذاب ملے گا، انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرنی چاہیے اپنی ان غلط باتوں کی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنی چاہیے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ما المسیح ا بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل....

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کیا، یہ بات تو ختم ہوگئی کہ وہ خدا نہیں ہیں، پھر ان کا مقام کیا ہے، اب دوسرا گروپ یہ کہہ رہا تھا کہ ان کا باپ کوئی نہیں ہے، لہٰذا (العیاذ باللہ) ان کی نسل ہی غلط ہے۔ قرآن پاک نے حقیقت بیان کی، کہ مسیح ابن مریم اللہ تعالیٰ کے شان والے رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزرے ہیں، اگر رسول کو خدا بناؤ گے تو پھر سارے رسولوں کو خدا ماننا پڑے گا، لہٰذا خدا تو ایک ہی ہے، رسول خدا نہیں ہوتے۔ اب الزام کو دور کیا کہ ان کی ماں بہت زیادہ سچی خاتون تھیں، عربی کا چھوٹا سا قاعدہ آپ کہیں کہ فلاں سچا ہے تو آپ صادق کہیں گے، اس کی عادت ہے سچ بولنے کی تو اسے صدیق کہیں گے، جس نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اسے صِدیق کہیں گے، تو یہاں سیدتنا مریمؑ کے لیے قرآن پاک نے کہا کہ ان کی ماں ظاہر

Marfat.com

باطن یعنی ہر انداز سے سدا کی سچی تھیں، ان کی زبان جھوٹ سے نا آشنا تھی۔

اب دوسری دلیل ان کے خدا نہ ہونے کی، تو وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ تو کھانا نہیں کھاتا، اب جب کھانا کھاتے ہیں تو پھر وہ خدا نہیں ہیں، محبوب ؐ ذرا دیکھیں تو سہی ہم نے کس انداز سے آیات بیان کر دی ہیں، اور پھر وہ بہکے پھر رہے ہیں، کبھی وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں اور کبھی وہ کہتے ہیں کہ تین میں سے ایک ہیں، فرما دیجئے کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے باقی کسی شے کی بھی عبادت کرتے ہو وہ ذاتی طور پر ضرر اور نفع کے مالک نہیں ہیں، کسی نبی کے اختیار میں ذاتی طور پر ضرر یا نفع نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ اللہ کریم نبیوں کے ذریعے بے حد نفع پہنچاتا ہے، لیکن وہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے، مثلاً پہلی بات آپ دیکھیں کہ دنیا میں یہ جو ایمان کی دولت بکھری پڑی ہے یہ کس کے واسطے سے ہے، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے ہے، کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی نفع متصور ہو سکتا ہے، تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ذاتی طور پر کوئی ضرر اور نفع کا مالک نہیں، جس طرح ذاتی علم کا کوئی بھی مالک نہیں ہے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے جن کو جس انداز سے دیا ہے اسے نہ ماننا بھی ایمان سے دوری ہے، اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَا تَغْلُوا۟ فِى دِينِكُمْ غَيْرَ ٱلْحَقِّ

فرمادیجئے کہ اہل کتاب دین میں زیادتی ناحق نہ کرو

وَلَا تَتَّبِعُوٓا۟ أَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا۟ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا۟

اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہیں اور بہت لوگوں کو انہوں نے گمراہ کیا ہے

كَثِيرًا وَضَلُّوا۟ عَن سَوَآءِ ٱلسَّبِيلِ ﴿٧٧﴾

اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں ۵۸

یا اھل الکتاب لاتغلوا فی دینکم......

۵۸ اے اہل کتاب دین میں حد سے آگے نہ بڑھو، سچی باتیں کہو ایسے لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ پھرو، کہ خود بھی گمراہ ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، سیدھے راستے کو چھوڑ کے غلط راستے پر چل نکلے ہیں، ہمارے لیے بھی یہی ہدایت ہے، کہ جب بھی آپ کے سامنے کوئی بات آئے تو سب سے پہلے قرآن وسنت کے ذریعے اسے جانچیں، نہیں پتہ چلا تو آپ خودرو ساون کی گھاس نہیں ہیں، آپ کے پیچھے چودہ سو سال کی اسلامی تاریخ ہے، جس میں صحابہ بھی ہیں اہل بیت بھی ہیں، بڑے بڑے اولیاء بھی ہیں، اور مجتہدین بھی ہیں، آپ ان سے پوچھیں، ایک تسلسل ہے جسے توڑا نہ جائے، اور ایک سمندر ہے جو صدیوں سے بہہ رہا ہے اور اس نے آگے بہتے جانا ہے، اس میں آپ کا حصہ کتنا ہے۔ دائیں بائیں دیکھیے کہ غزالی یہاں تک پہنچے، رازی وہاں تک پہنچے، غوث اعظم وہاں تک پہنچے، حیدر اور صدیق وہاں تک پہنچے، اس میں ہمارا حصہ کیا ہے، کیا ہم صرف مفت خورے تو نہیں ہیں، اگر مفت خورے ہیں تو مفت خورگی کو چھوڑ کے اس انداز سے ہمیں اسلام کی رفعت کا حصہ دار بننا چاہیے، اب مریم کو قرآن پاک نے صدیقہ کہا، اور مصطفیٰ علیہ السلام نے عائشہ کو صدیقہ کہا، لہذا صدیقہ کو صدیقہ نہ ماننا ایمان کی نفی کرنا ہے، لیکن اقبال نے بڑا نفیس موازنہ کیا ہے، ایک طرف حضرت مریم علیہا السلام ہیں ایک طرف حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں، تو اقبال نے ایک بڑی

Marfat.com

حضرت عمر فاروق ؓ ہی آگے کہتے ہیں، ''حضور آپ پر کیا کیا بیتی آپ کی پشت مبارک پر قدم رکھے گئے، آپ کے چہرہ اقدس کو خون آلود کر دیا گیا، آپ کے دانت مبارک شہید کر دیے گئے، آپ نے انکار فرمادیا کہ میں کوئی بد دعا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں''۔

آپ کی زبان پر کلمات خیر تھے کہ ''آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اس قوم کو بخش دے، یہ قوم مجھے پہچانتی نہیں ہے''۔ اللہ اللہ کتنا نفیس نکتہ ہے، یہ مجھے پہچانتے نہیں اگر مجھے پہچان لیتے تو آج ایسی حرکت نہ کرتے، آج کے اس دور میں بھی آپ کوشش تو فرمائیں کہ جو نہیں پہچان سکے ہیں وہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچان لیں! قرطبی نے اور باقی مفسرین نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ اب قرآن کا ترجمہ کرتے وقت میرے سامنے دیو بند کے عظیم عالم محمود الحسن صاحب کا ترجمہ پڑا ہے ذرا یہ ترجمہ دیکھیں پھر اپنے دل کو ٹٹولیں کہ کیا اللہ اپنے محبوب کو ایسے لفظوں سے خطاب فرماتے ہیں۔ ''تیرا اختیار کچھ بھی نہیں ہے، خدا انہیں عذاب کرے یا انہیں معاف کرے تیرا اختیار کچھ بھی نہیں ہے'' یہ بات نہیں ہے، میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ اس آیت کا پس منظر کچھ اور ہے، لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اتنی اذیت کے بعد سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر اب بد دعا آئے گی اور ضرور آئے گی، تو حضور ؐ کی طرف سے جواب اللہ نے خود دیا ہے کہ میرا محبوب اس اختیار کو استعمال نہیں فرمائے گا وہ بد دعا نہیں کریں گے انہیں اللہ کے حوالے کریں گے، جب محبوب نے انہیں اللہ کے حوالے فرمادیا تو پھر نتیجہ کیا نکلا کہ یہی خالد بن ولید ؓ حضور ؐ کے قدموں میں تھا۔ وہی جو آپ کے سخت مخالف تھے وہ سارے کے سارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کیشی میں آگئے۔ ہمارے اکثر مترجمین نے اس پس منظر کو نہ دیکھتے ہوئے آیت کا ترجمہ ایسے لفظوں میں کر دیا ہے کہ وہ محبوب جو زخمی ہو کے پڑا ہوا ہے، اوپر سے خدا یہ کہہ رہا ہے کہ محبوب تیرے بس میں ہے کیا، تو ہے کیا، یہ انداز محبوب اور محب کا نہیں ہوتا لہٰذا اس پس منظر کو سامنے رکھ کے یہ کہنا کہ محبوب آپ ان کے لیے بد دعا نہیں فرمائیں گے، آپ اپنے اختیار کو استعمال نہیں کریں گے، انہیں اللہ کے حوالے کریں گے، کہ اللہ انہیں توبہ کی توفیق دیدے۔ یا انہیں عذاب دیدے اگر یہ کفر پر قائم رہتے ہیں تو پھر یہ ظالم لوگ ہیں۔ اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے، ان میں جسے چاہے گا بخش دے گا، جسے چاہے گا عذاب دے گا، دو گروہ بن گئے، ان میں سے آدھے لوگوں نے کٹ کے اسلام کی آغوش میں آجانا ہے، آپ نہیں دیکھتے کہ یہی خالد بن ولید مستقبل میں کتنا سارا کام کرتے ہیں، آپ نہیں دیکھتے کہ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ مستقبل میں کتنا سارا کام کرتا ہے، یہ ساری بات وہ ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا، اللہ بخشنے والا ہے، اور رحم فرمانے والا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

نفیس بات کہی انہوں نے کہا!

حضرت مریم علیہ السلام کی ایک نسبت ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں، لہذا ہمیں وہ بے حد عزیز ہیں لیکن فاطمہ سلام اللہ علیہا میں تین نسبتیں ہیں، پہلی نسبت یہ ہے کہ وہ سرکار علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں، اور دوسری نسبت یہ ہے کہ وہ زوجہ پاک ہیں ان کی جن کے سر پر **ھل اتیٰ** والی سورت والا تاج پڑا ہوا ہے، وہ مرتضیٰ ہیں۔ یہ صفاتی نام ہے یعنی چنے ہوئے، وہ مشکل کشا ہیں وہ شیر خدا ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ مشکل کشا کہنا بھی شرک ہے، تو میں ایک حکیم کے پاس بیٹھا تھا وہاں بے شمار دوائیں پڑی تھیں، یہی بات وہ کر رہا تھا کہ حضرت حیدر ؓ کو مشکل کشا نہ مانا جائے، تو ایک شیشی پر لکھا ہوا تھا ''قبض کشا''۔ میں نے کہا کہ ان گولیوں میں قبض کشا ہونے کی صلاحیت ہو تب تو آپ مشرک نہیں ہوتے، حیدر کرار ؓ اگر مشکل کشا ہو جائیں تو پھر شرک ہو جاتا ہے تو آپ اپنا موازنہ تو کر کے دیکھیں۔ کہ آپ کس انداز سے چل رہے ہیں۔

فاطمہ ؓ کیا ہیں؟ پرکار عشق کا جو مرکز ہے یعنی ذات حسین۔ دیکھیں نا جب آپ پرکار لیتے ہیں تو ایک جگہ اس کی سوئی رکھ کے دوسرا سرا باہر گھماتے ہیں جہاں آپ نے سوئی کھڑی کی ہے وہ مرکز ہے، اب دائرہ تبھی ٹھیک بنے گا جب مرکز قائم ہو۔ اگر عشق کی پرکار بنے تو اس کا مرکز ذات حسین ہے۔ اور فاطمہ ؓ حسین کی والدہ ہیں، اور جب کوئی قافلہ چلے عشق ومحبت کا تو اس کی قیادت حسین کے ہاتھ میں آتی ہے۔ یہ وہ موازنہ ہے جو اقبال کے کلام کا شہکار ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

لُعِنَ الَّذِيْنَ لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے

كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى

کفر کیا بنی اسرائیل سے داؤدؑ کی زبان پر اور عیسیٰ

ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٨﴾

ابن مریمؑ کی زبان پر یہ اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے اور زیادتیاں کیا کرتے تھے

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ

وہ نہیں منع کیا کرتے تھے ایک دوسرے کو اس برائی سے جو وہ کرتے تھے، بہت برا

مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

تھا جو وہ کرتے تھے، آپ دیکھیں گے بہتوں کو ان میں سے کہ

يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ

وہ دوستی رکھتے ہیں کافروں سے، بہت ہی برا ہے جو آگے بھیجا ان کے لیے ان کے نفسوں نے

اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِى الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾

یہ کہ ناراض ہو گیا اللہ تعالیٰ ان پر اور عذاب میں وہ ہمیشہ رہیں گے

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِىِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

اور اگر وہ ایمان لے آتے اللہ پر اور نبی پر اور جو اتارا گیا اس پر

مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۸۱﴾

تو نہ بناتے ان کو (اپنا) دوست لیکن اکثر ان میں فاسق ہیں

۞ لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ

ضرور پائیں گے آپ سب لوگوں سے زیادہ دشمنی رکھنے والے مومنوں سے یہود کو

وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ

اور مشرکوں کو، اور پائیں گے آپ سب سے زیادہ قریب دوستی میں ان کے جو

آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ

ایمان والے ہیں (مسلمان) انھیں جنھوں نے کہا کہ ہم نصاری ہیں یہ

قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۸۲﴾

اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے ۵۹

لعن الذین کفروا من ......کانوا یعتدون یہود کا وطیرہ یہی تھا کہ وہ انبیاء کو تنگ کیا کرتے تھے یہ بیماری ان میں پوری طرح پھیل چکی تھی عموماً قوموں میں یہی ہوتا ہے کہ وہ ابتداء میں کجرو اور کج عقیدہ کم ہوتے ہیں ان پر گرفت نہیں ہوتی تو وہ پھیلتے ہی جاتے ہیں اور پورا معاشرہ انکی گرفت میں آجاتا ہے ایسے مرحلہ پر ان لوگوں کے لیے سخت الفاظ انبیاء علیھم السلام استعمال فرماتے ہیں، یہود کے لیے سیدنا داؤد علیہ السلام نے ایسے ہی الفاظ استعمال فرمائے تھے ملاحظہ ہو" اس کا منہ لعنت ودغا اور ظلم سے پر ہے، شرارت اور بدی اسکی زبان پر ہے ---- شریر کا بازو توڑ دے اور بدکار کی شرارت کو جب تک نابود نہ ہو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکال" زبور ۱۰ آیت ۷-۱۵ پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور "لیکن میں تجھے ملامت کر کے ان کو تیری آنکھوں کے سامنے ترتیب دونگا ۔ ایضا 556/21/50 سیدنا عیسٰی علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ متی باب ۲۳ آیات ۳ تا ۳۸ درج ہے ذرا یہ فقرے ملاحظہ ہوں "اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ھڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہیں اسی طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہو" انجیل میں ایسی

کئی عبارتیں ہیں۔ **کانوا لا یتناھون عن منکر..... ماکانوا یفعلون** :معاشرہ میں برائی روکنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ صالح گروہ بے عمل بدکردار گروہ کو باز رکھے مگر یہودی بدی سے روکتے نہیں تھے لہذا بدی خوب پھیلی تھی۔ قرآن حکیم نے اس انداز کو برا فرمایا ہے۔ تناھی باب تفاعل کا مصدر ہے یہ انتہاء کے معنی میں ہے یعنی رک جانا، باز آنا، مطلب یہ ہے کہ وہ برے اعمال سے باز نہیں آتے تھے رکتے نہیں تھے نہ کسی اور کو روکتے تھے، چونکہ باب تفاعل ہے لہذا اس کا معنی ایک دوسرے کو روکنا اور باز رکھنا بھی ہے یعنی وہ معاشرے میں بدی کو پھیلنے دیتے تھے اور ایک دوسرے کو بدی سے روکتے نہیں تھے۔ اسلام نے بدی سے روکنے کا حکم دیا ہے رحمت عالم ﷺ کا ارشاد عالی ہے "اللہ کی قسم تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے لازماً روکو گے اور ضرور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور اسے ہر حال میں حق کی طرف موڑو گے اور اسے جبراً انصاف کا پابند بناؤ گے ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بھی بہر صورت باہم ٹکرا دے گا اور تم پر بھی ایسی لعنت مارے گا جیسی ان (یہود) پر ماری تھی۔" (ابوداؤد، ترمذی) **تری کثیرا منھم یتولون..... کثیرا منھم فسقون** :یہود کے سامنے دو جماعتیں تھیں ایک طرف مسلمان تھے اور دوسری طرف کافر تھے یہود مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی رکھتے تھے یہ بدعملی تھی۔ اور آخرت کے لیے سرمایہ عذاب، اللہ کریم کی ناراضگی کا یہ عمل تھا اور ابدی جہنم اسکی سزا تھی، اللہ کریم اپنے محبوب ﷺ کو فرمارہے ہیں آپ انکے اس عمل کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ **ولو کانوا یومنون** .. سابقہ آیت میں انکے عمل کی تردید فرمائی جارہی ہے کہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے انبیاء کے وہ ماننے والے ہیں اگر اس دعوے میں وہ سچے ہیں تو مشرکوں کا ساتھ دینے کی بجائے وہ اللہ کریم اور مصطفیٰ رحیم اور قرآن حکیم پر ایمان لاتے دوستی مسلمانوں سے رکھتے ایسا نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اطاعت خداوندی سے نکل چکے ہیں۔ **لتجدن أشد الناس عداوۃ ..... وانھم لا یستکبرون**: دور نبوی کے یہودیوں اور مشرکوں کی بہ نسبت کچھ عیسائیوں کا رویہ مسلمانوں سے ہمدردانہ تھا یہ وہ لوگ تھے جو بقول علامہ ابن جریر تعلیمات عیسوی پر عمل پیرا تھے علامہ کے الفاظ یہ ہیں "اناس من اھل الکتاب کانوا علی شریعۃ من الحق مما جاء عیسیٰ یومنون بہ وینتھون الیہ (اہل کتاب کے کچھ افراد تھے جو حق کی شریعت پر کاربند تھے، جو عیسیٰ لائے تھے اس پر ایمان اور اسی کے ذریعے جناب عیسیٰ سے وابستہ تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ باصلاحیت انسان تھے اور نور حق کے طالب تھے۔ عیسائیوں میں قسیس اور راہب تھے اور وہ محسوس کررہے تھے کہ اسلامی عقائد عیسائیت کے قریب ہیں۔ لہذا مشرکوں کی بہ نسبت ہمیں مسلمانوں سے روابط مضبوط کرنے چاہئیں۔ قسیسین کا واحد قسیس یا قس ہے۔ عرب کہتے ہیں 'قس الشئ' وہ اس چیز کی تلاش میں چل پڑا۔" اصلہ من قس اذا تتبع الشئ فطلبہ (یہ قس سے بنا ہے اس کا مطلب کسی شے کی تلاش میں نکل کر اسے طلب کرنا ہے) اس سے مراد عیسائی علماء ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ رومی لفظ ہو اور عربی میں آیا ہو۔ راھب کی جمع رھبان ہے قرطبی فرماتے ہیں "الرھبانیۃ والترھب التعبد فی صومعۃ (رھبانیہ اور ترھب کا معنی گرجے میں عبادت کرنا ہے) عیسائیوں میں سب سے کٹ کر غاروں اور، دوردراز گرجوں میں عبادت کرنا عام ہے۔

﴿اختتام پارہ ٦﴾

مفسر القرآن: سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی خادم القرآن: حافظ عرفان علی

Marfat.com

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ

اور جب سنتے ہیں (قرآن) جو اتارا گیا رسول کی طرف تو آپ دیکھیں گے ان کی آنکھوں کو کہ چھلک رہی ہوتی ہیں

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ

آنسوؤں سے اس لیے کہ پہچان لیا انھوں نے حق کو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے ہیں، ہمیں لکھ لے

الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ (اسلام کی صداقت کی) گواہی دینے والوں میں

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ

اور کیا وجہ ہے کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور جو آ چکا ہے ہمارے پاس حق

وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾ فَأَثَابَهُمُ

حالانکہ ہم امید کرتے کہ داخل فرمائے ہمیں ہمارا رب نیک گروہ میں تو عطا فرمائے انھیں

اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ

اللہ تعالیٰ نے بعوض اس قول کے باغات رواں ہیں ان کے نیچے نہریں وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں

وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

اور یہی معاوضہ ہے نیکی کرنے والوں کا اور جنھوں نے کفر کیا اور جھٹلایا

Marfat.com

بِـَٔايٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾

ہماری آیتوں کو تو وہی دوزخی ہیں

واذا سمعوا ما انزل.....فاکتبنا مع ا لشھدین

دل کی دنیا میں جب تبدیلی آتی ہے توجہ اللہ کریم کی طرف مڑتی ہے تو آنکھیں شبنم برسانے لگ جاتی ہیں رسول اقدس ﷺ پر نازل ہونے والا قرآن جب کانوں کے راستہ دل کی گہرائیوں میں اتر تا ہے تو آنکھیں محبت کی برسات برسانے لگ جاتی ہیں یہی حال ہے جس کی قرآن اس آیت مقدسہ میں خبر دے رہا ہے اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے عرب کہتے ہیں ''فاضت العین'' (انکھ چھلک پڑی) مضارع تفیض ہے انکی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، حدیث میں ارشا۔ ہے کہ یہ قطرہ جو خوف خدا سے گرتا ہے اور خون کا وہ قطرہ جو میدان جہاد میں گرتا ہے بہت قیمتی ہیں ۔او کما قال علیہ السلام۔

دل کی دنیا بدلی تو آنکھوں نے شہادت دی اور زبان بول پڑی کہ کریم پرورد گار! ہمیں بھی صداقت کی گواہی دینے والوں (مسلمانوں) کی فہرست میں لکھ، پتہ چلا کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اور یہ وہ جماعت ہے جو عیسائیت پر عمل پیرا تھی اب غلامان مصطفیٰ علیہ السلام میں شامل ہوگئی۔سب عیسائی اس حکم میں شامل نہیں ہیں ۔

وما لنا لا نومن باللہ.....مع القوم الصلحین

دعا کا سلسلہ جاری ہے کہ قبولیت کا دروازہ کھل چکا ہے، اب وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر بھی ایمان کا اعلان کرتے اور جو حق انہیں مصطفیٰ ﷺ اور قرآن کی شکل میں مل چکا ہے اس پر بھی ایمان کا اعلان کرتے ہیں اور پھر اس بات کی آرزو کرتے ہیں کہ اللہ کریم صالحین (اہل اللہ) میں شامل فرمالے اہل اللہ کی سنگت بہت نعمت ہے پنجابی کی ضرب المثل ہے چنگے سنگ ترے۔

Marfat.com

فاثبھم اللہ بما قالوا ـــــ اولئک اصحٰب الجحیم

دعا قبول ہوگئی درخواست منظور ہوگئی، نیکی کا بدلہ خالق و مالک نے جنتوں کی شکل میں عطا فرمایا جہاں نہریں بہ رہی ہیں وہاں ہمیشہ رھنا ہے۔ جنت کی جگہ جنات کے لفظ میں معانی پنہاں ہیں مقام غور ہے، اگلی آیت میں باغیوں اور جھٹلانے والوں کے لئے دھمکی ہے کہ یہ انداز جاری رہا تو دوزخ کی دھکتی آگ منتظر ہے۔

☆☆☆☆☆

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

اے ایمان والو! نہ حرام کرو پاکیزہ چیزوں کو جنھیں حلال فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے اور نہ حد سے بڑھو بے شک اللہ نہیں پسند فرماتا

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ

حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اس سے جو رزق دیا ہے تمھیں حلال اور پاکیزہ، اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم ایمان لائے ہو،

مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ

تم سے باز پرس نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ تمھاری فضول قسموں پر، اور ان قسموں کی باز پرس ضرور کرے گا جن کو تم نے پختہ کرلیا ہے

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ

تو اس (کے توڑنے) کا کفارہ یہ ہے کہ کھلایا جائے دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا جو تم کھلاتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑے پہنائے جائیں

تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ط فَمَنْ

انھیں یا آزاد کیا جائے غلام کو، اور جو نہ پائے

لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ط ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ط وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ط

تو تین دن روزے رکھے، یہ کفارہ ہے تمھاری قسموں کا جب تم قسم اٹھاؤ اور حفاظت کیا کرو اپنی قسموں کی،

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

اسی طرح کھول کر بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنی آیتیں تاکہ تم شکر ادا کرو

☆☆☆☆☆☆

یاایھا الذین امنوا لاتحرموا۔۔۔۔۔ان اللہ لا یحب المعتدین

کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ اور رسول محترم ﷺ کا ہے، ارشاد ہے کسی کو حلال وحرام کرنے کا اختیار نہیں، صحابہ کرام کو خیال آیا کہ نفس کشی کے لیے کیوں نہ ہم بھی حلال چھوڑ دیں، ساری رات عبادت کریں، بستروں کے قریب نہ پھٹکیں، گوشت گھی وغیرہ سے پرہیز کریں، عورتوں اور خوشبو سے بھی بچیں، اونی لباس پہن لیں اور دنیا سے قطع تعلق کر لیں، یہ محفل حضرت عثمان بن مظعون کے گھر میں صدیق وحیدر (علیہم الرضوان) کی موجودگی میں لگی۔ رحمت عالم ﷺ تک خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے بلا کرارشاد فرمایا مجھے ایسی باتوں کا حکم نہیں دیا گیا، میرے غلامو! یادرکھوتمہاری جانوں کا تم پر حق ہے، لہذا روزے بھی رکھواور افطار بھی کرو رات کو قیام بھی کرواور سوبھی جاؤ میں بھی رات کو قیام بھی کرتا ہوں او سوتا بھی ہوں اور میں روزے بھی رکھتا ہوں، گوشت اور تری بھی کھاتا ہوں، ازواج مطہرات کے پاس بھی جاتا ہوں، اب جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میری جماعت سے نہیں، (کتب حدیث وتفسیر) مفہوم یہ ہوا کہ امت وسط ہو، میانہ روی اختیار کرو نہ یہود طرح پیٹ پرستی اور خواہش کے سمندر میں ڈوبواور نہ عیسائیوں کی طرح حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام سمجھ کر انہیں چھوڑ دو، نہ ان چیزوں کو عقیدۂ حرام سمجھواور نہ انکی حرمت زبان پر لاؤ نہ ان کا حرام چیزوں کی طرح استعمال کرو۔

رہی بات کہ اولیائے امت چلہ کشی اور مختلف اعمال میں کچھ چیزیں چھوڑ دیتے ہیں تو وہ اس آیت شریفہ کی زد میں نہیں آجاتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقدس گروہ ان اشیاء کو عقیدہ وعمل میں ہرگز حرام قرار نہیں دیتا بلکہ کسی وجہ سے کچھ دن ان کا استعمال چھوڑ دیتا ہے، کیا آپ ڈاکٹر کے کہنے پر کچھ حلال چیزیں اس لئے نہیں چھوڑ دیتے کہ وہ صحت کے لیے مضر ہیں؟ یہی معاملہ اولیائے امت کا ہے لیکن انکی دلیل خود سرور عالم ﷺ کا عمل پاک ہے کہ آپ نے غار حرا میں عبادت کے دوران بہت سی چیزیں چھوڑ دیں اور بہت ہی کم استعمال فرمائیں مگر حلال کو حلال ہی سمجھا اور غار سے واپسی پر ان سب کو استعمال فرمایا اگر کوئی حلال کو حرام یقین کر کے چھوڑے تو یہ گمراہی ہے۔

وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا۔۔۔۔انتم مومنون

حلال طیب کھانے سے مراد تمتع اور استعمال ہے یعنی ہر وہ چیز تم استعمال کر سکتے ہو جو حلال ہے خواہ وہ غذا ہو، پانی ہو لباس ہو یا کوئی اور استعمال کی شے ہو بس خوف خدا ہونا چاہئے کیونکہ ایمان کا اصل وہی ذات پاک ہے۔

Marfat.com

لایواخذ کم اللہ باللغو فی ایمانکم ......کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تشکرون

ایمان یمین کی جمع ہے، اس کا اصل یمن بمعنی برکت ہے، قسم سے معاہدے پورے ہوتے ہیں حقوق محفوظ ہوتے ہیں، اعتماد پیدا ہوتا ہے اس لئے قسم کو یمین کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ ہے برکت وتحفظ کا۔ عربوں کی آج بھی عادت ہے کہ تکیہ کلام کے طور پر وہ واللہ (قسم بخدا) باللہ (قسم بخدا) وغیرہ کہہ دیتے ہیں۔ قسم کی نیت نہیں ہوتی ایسی قسم لغو اور فضول ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے، ہاں اگر قسم نیت اور ارادے سے اٹھائی گئی ہے اور اسے پورا نہیں کیا گیا تو پھر کفارہ دینا ہوگا، اور اسکی باز پرس بھی ہوگی۔

آگے کفارہ کی تفصیل بیان فرمائی جاری ہے تفصیل میں چار صورتوں کا ذکر ہے:۔ا۔ دس مسکینوں کو درمیانہ درجے کا کھانا کھلایا جائے جیسے عموماً گھر کے افراد کو کھلایا جاتا ہے۔ ب۔ یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنا دیئے جائیں جن سے انکے جسم کا اکثر حصہ ڈھک جائے مثلاً چادر اور کرتہ ہو، چادر اور پگڑی ہو، لمبی قمیص اور سر پر رومال وغیرہ۔ ج۔ یا غلام آزاد کیا جائے۔ د۔ اگر یہ تینوں باتیں اسکی استطاعت میں نہیں ہیں تو لگاتار تین دن کے روزے رکھے۔

تو یہ قسم کوئی مذاق نہیں کہ ادھر قسم اٹھائی ادھر توڑ دی، حدیث میں قسم سے بچنے کا حکم ہے جب قسم اٹھائی جائے تو اسکی پابندی کی جائے زیادہ قسمیں اٹھانے سے لوگوں کا اعتماد بھی اٹھ جاتا ہے اور بسا اوقات قسمیں بھول جاتی ہیں، ا. ر وہ ٹوٹ جاتی ہے کفارہ ذمہ باقی رہ جاتا ہے، جس کی آخرت میں باز پرس ہوگی، ہاں قسم توڑنے میں بھلائی ہو تو توڑ کر کفارہ دیدیں۔ د۔ حلال چیزوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت بھی مل گئی، قسم توڑنے پر کفارہ بڑا آسان رکھا ہے، نعمتوں اور انعامات کی بارش برسائی اب اس کا شکر لازم ہے

☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ

اے ایماندارو!

ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوا۟ ٱلرِّبَوٰٓا۟ أَضْعَـٰفًا مُّضَـٰعَفَةً ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ

تم سود دوگنا چارگنا کر کے مت کھاؤ، اللہ سے ڈرو تا کہ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾ وَٱتَّقُوا۟ ٱلنَّارَ ٱلَّتِىٓ أُعِدَّتْ لِلْكَـٰفِرِينَ ﴿١٣١﴾

تمہیں فلاح ملے، اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے

وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾

اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے گا

۞ وَسَارِعُوٓا۟ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا

اور تم جلدی بڑھو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جلدی بڑھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی

ٱلسَّمَـٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ

آسمانوں اور زمین سے زائد ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے پرہیزگار وہ ہیں، جو

فِى ٱلسَّرَّآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ

خرچ کرتے ہیں، خوشی میں بھی، تکلیف میں بھی، وہ غصے کو پی جاتے ہیں، اور معاف فرمادیا کرتے ہیں

عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ وَٱلَّذِينَ إِذَا

لوگوں کو، اللہ محسنین کو پسند کرتا ہے، ۸۲ اور متقی لوگ وہ ہیں

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ

اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں

مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ

شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پاجاؤ یہی تو چاہتا ہے

ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةَ وَٱلْبَغْضَآءَ فِى ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ

شیطان کہ ڈال دے تمہارے درمیان عداوت اور بغض شراب اور جوئے کے ذریعہ

وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴿٩١﴾ وَأَطِيعُوا۟

اور روک دے تمہیں یاد الٰہی سے اور نماز سے تو کیا تم باز آنے والے ہو اور اطاعت کرو

ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَٱحْذَرُوا۟ ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا عَلَىٰ

اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (کریم) کی اور محتاط رہو اور اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ

رَسُولِنَا ٱلْبَلَٰغُ ٱلْمُبِينُ ﴿٩٢﴾ لَيْسَ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟

ہمارے رسول کا فرض تو بس پہنچا دینا ہے کھول کر نہیں ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے

Marfat.com

الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوٓا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّءَامَنُوا وَعَمِلُوا

کوئی گناہ جو (اس حکم سے پہلے) کھاپی چکے جب کہ وہ پہلے ڈرتے تھے اور ایمان رکھتے تھے اور نیک عمل کیا کرتے تھے،

الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّءَامَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٣﴾

پھر (ان احکام کے بعد بھی) وہ ڈرتے ہیں اور (جواترا) اس پر ایمان رکھتے ہیں پھر بھی ڈرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے، اچھے کام کرنے والوں سے

یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر.......لعلکم تفلحون

آیت مقدسہ میں چار چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، جوئے اور بتوں کے تھانوں اور پانسوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے شراب کے بارہ میں گذارشات یہ ہیں، سورۃ بقرۃ آیت ۲۱۹ اور سورۃ نساء آیت ۴۳ میں شراب کے احکامات آچکے تھے، آخری حکم کا انتظار تھا اور بار بار سیدنا فاروقؓ اس حکم کے لیے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ یہ آیت نازل ہوئی تو شراب حرام قرار پائی، مسلمانوں کی اطاعت کا جذبہ ملاحظہ ہو کہ شراب جیسی مرغوب ومحبوب چیز جو ہر محفل کی جان ہوتی تھی، بہادی گئی گلیوں کی نالیاں شراب سے بھری بہ رہی تھیں نہ اسے بیچا گیا نہ غیر مسلموں یہودیوں وغیرہ کو تحفۃً دی گئی نہ دوا کے لئے رکھی گئی، سرد علاقے کے لوگ اسے اپنی ضرورت سمجھتے ہیں یہ ایک سوال تھا سرور عالم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا ''وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے'' آج بھی مشاہدہ فرمالیں، یہ فرمان کتنا سچا ہے ذرا اس جامع حدیث کو بھی پڑھ لیں ''اللہ تعالیٰ نے شراب'' اسکے پینے والے، اسکے پلانے والے، اسکے بیچنے والے، خریدنے والے، کشید کرنے والے، کشید کرانے والے، ڈھو کر لے جانے والے اور جس کے لیے ڈھو کر لے جائے سب پر لعنت فرمائی ہے''۔

جن برتنوں میں اسے رکھا جاتا تھا انکے چار نام کتب حدیث میں موجود ہیں انکے استعمال سے بھی ابتداءً روکا جب شراب کی محبت دل سے نکل گئی تو پھر اجازت مرحمت فرمادی گئی، جس دسترخوان پر شراب استعمال ہو رہی ہو اس پر بیٹھ کر کھانے سے بھی روکا گیا۔ یہ کہنا کہ شراب صرف انگوری تھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مدینہ طیبہ میں انگور، گندم جو، کھجور اور شہد کی شراب

Marfat.com

استعمال ہوتی تھی، آیت کے نزول پر کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ اس سے مراد انگور کی شراب ہے' کل شراب مسکر وھذہ التسمیة لغویة وشرعیة' (شراب ہر نشہ آور چیز کو کہتے ہیں لغت اور شریعت میں یہی اس کا نام ہے) احادیث کے یہ حصے بھی ملاحظہ کرتے چلیں

۱۔کل مسکر خمر وکل مسکر حرام۔ (ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے)

۲۔کل شراب اسکر فھو حرام۔ (جو بھی پینے والی چیز نشہ لائے وہ حرام ہے)

۳۔وانا انھیٰ عن کل مسکر (اور میں ہر نشہ لانے والی چیز سے منع کرتا ہوں)

۴۔جمعہ کے خطبے میں سیدنا فاروقِ اعظم نے شراب کی اصلیت یوں بیان فرمائی:۔

"الخمر ما خامر العقل" (شراب سے مراد ہر وہ شے ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔

۵۔نبی کریم علیہ السلام نے اصول یوں فرمایا:۔

ما اسکر کثیرة فقلیله حرام (جس کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اسکی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے)

۶۔ما اسکر الفرق منه فملؤ الکف منه حرام (جس شے کا مشکیزہ نشہ پیدا کرے اس کا ایک چلو بھی حرام ہے)

شراب کی سزا

دور نبوی میں کوئی خاص سزا مقرر نہ تھی جو یہ جرم کرتا اسے جوتے، مکے، لات، کھجور کی ٹہنیاں اور چادریں رسی بنا کر ماری جاتیں، زیادہ سے زیادہ چالیس ضربیں ہوتیں۔

صدیق اکبرؓ کے دور میں چالیس کوڑے تھے، دور فاروقی میں جرم بڑھا تو آپ نے صحابہ کرام کے مشورے سے اسی کوڑے مقرر فرمائے، امام اعظم، امام مالک اور ایک قول میں امام شافعی اسی کو شرعی سزا کہتے ہیں، امام احمد اور دوسرے قول میں امام شافعی بھی یہی سزا سمجھتے ہیں، سیدنا حیدرؓ نے یہی سزا پسند فرمائی ہے۔ اسلامی حکومت کے لیے ضروری ہے کہ جبراً شراب بند کرائے، بنی ثقیف کے رویشد نامی شخص کی دکان سیدنا فاروقؓ نے جلوادی کہ وہ خفیہ طور پر شراب بیچتا تھا، فاروق اعظم نے اس جرم میں ایک پورا گاؤں بھی جلوادیا تھا۔

مغربی ملکوں بالخصوص امریکہ نے شراب نوشی ختم کرنے کی بھرپور کوششیں کیں مگر اس بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑ دیا تفصیل اسی آیت کے تحت ضیاء القرآن (حضرت پیر محمد کرم شاہؒ) سے ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

....والمیسر والانصاب رجس من عمل الشیطان.....

الفاظ کی تشریح یہ ہے، میسر ہر قسم کے جوا کو کہتے ہیں سیدنا حیدر کرم اللہ وجھہ کا ارشاد ہے'الشطرنج من المیسر '(شطرنج بھی جوا ہے)انصاب وہ پتھر تھے جو حرم میں کعبہ کے اردگرد نصب تھے کفار انکے لئے جانور ذبح کرتے اور خون ان پتھروں پر مل دیتے۔

ازلام سے مراد تیر ہیں انہیں دو طرح استعمال کیا جاتا تھا، ان سے فالیں نکالی جاتیں یا ان سے جوا کھیلا جاتا تھا، آیت کریمہ میں مقصود اصلی تو شراب اور جوئے کی حرمت تھی انصاب وازلام سے انکی حرمت مزید واضح فرمادی تبھی فاروق اعظمؓ نے فرمایا ''اے شراب تیرا ذکر جوئے، انصاب اور ازلام کے ساتھ ہوا، تیرا ستیاناس ہو اور تیرا خانہ خراب ہو۔

رجس بقول علامہ قرطبی بدبودار، غلیظ اور گندی چیزوں کو کہا جاتا ہے فطرت انسانی ایسی چیزوں سے متنفر ہوتی ہے صرف شیطان کے بہکانے سے ہی ایسی گندی چیزیں استعمال ہوتی ہیں۔

انصاب سے مراد اولیائے کرام کے آستانوں کو سمجھنا اور اسی بنیاد پر ایصال ثواب کا انکار تعصب کے سوا کچھ نہیں۔

فلاح کے لیے ان چار محرمات سے بچنا ضروری ہے۔

انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم........فھل انتم منتھون

شراب کی بے شمار خرابیاں ہیں جن کا ذکر خود شرابی قومیں بھی کرتی ہیں قرآن حکیم نے یہاں دو خرابیوں کا ذکر فرمایا ہے یہ دشمنی پیدا کرتی ہے گہرے دوست بلکہ بھائی اسکی وجہ سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، دوسری خرابی یہ ہے کہ انسان ذکر الٰہی نماز سے غافل ہو جاتا ہے لہٰذا دشمنی پیدا کرنے والی اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی شے حلال نہیں ہونی چاہئے۔

یہی علت جوئے، نرد، تاش، اور شطرنج میں ہوتی ہے لہٰذا بقول علامہ قرطبی یہ چیزیں بھی حرام ہیں، ان سب محرمات سے بچنا چاہیے۔

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول....انما علی رسولنا البلاغ المبین

اسلام ضابطہ حیات کا نام ہے آیت مقدسہ میں ارشاد ہوا کہ محتاط زندگی گزارو اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول محترم علیہ السلام کی اطاعت کو اپنا شعار بنا لو رسول علیہ السلام نے کھول کر احکام بیان فرما دیئے ان پر عمل تمہارا کام ہے۔

Marfat.com

لیس علی الذین امنو ا وعملوا الصلحت.....واللہ یحب المحسنین

جب شراب اور جوا کی حرمت کے احکام نازل ہوئے تو کچھ صحابہ نے عرض کیا کہ جو مسلمان فوت ہو چکے ہیں یا شہید ہو گئے ہیں ان کے بارے کیا ہوگا کیونکہ شراب پیتے تھے اور دوسری باتیں بھی کرتے تھے اس آیت کے نزول سے پہلے ان سے یہ عمل سرزد ہوئے کیونکہ قانون الٰہی کے نزول سے پہلے ان سے یہ عمل سرزد ہوئے قابل غور بات یہ ہے کہ اتقوا وامنوا دو دفعہ آیا ہے اور تیسری دفعہ 'اتقوا واحسنوا' آیا ہے اس میں کونسا تفسیری نکتہ ہے تو امام بیضاوی اسکی دو وجھیں بیان فرماتے ہیں ملاحظہ ہو پہلے اتقوا وآمنوا اس تقوی اور ایمان کی حالت کا بیان ہے جس کا تعلق انکے اپنے قلب وروح سے ہے دوسرے واتقوا وآمنوا سے اس تقوی وایمان کا ذکر ہے جو انکے اور دوسرے لوگوں کے درمیان ہے۔ تیسرے اتقوا واحسنوا سے مراد وہ تقوی اور احسان ہے جو انکے اور اللہ کے درمیان ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ پہلے 'اتقوا وآمنوا' سے مراد ابتدائی مقام ہے دوسرے سے مراد درمیانی حالت اور تیسرے سے مراد اعلیٰ کیفیت ہے جب عابد کے سامنے سے پردے ہٹ جاتے ہیں اور ساجد قرب کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ نظارہ ہوتا ہے جسے حدیث میں یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ احسان یہ ہے کہ "تو اللہ تعالی کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہیں ہو سکتا تو سمجھ لے کہ وہ ذات تجھے دیکھ رہی ہے"

آیت کریمہ کے آخری جملے نے بتادیا کہ مقام احسان کو حاصل کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں پھر ان سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ حرمت کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے تم نے شراب کیوں پی تھی۔

☆☆☆☆☆

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَيَبۡلُوَنَّكُمُ ٱللَّهُ بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلصَّيۡدِ تَنَالُهُۥٓ

اے ایمان والو! ضرور آزمائے گا تمھیں اللہ تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ شکار سے، پہنچ سکتے ہیں جس تک تمھارے ہاتھ اور تمھارے نیزے،

أَيۡدِيكُمۡ وَرِمَاحُكُمۡ لِيَعۡلَمَ ٱللَّهُ مَن يَخَافُهُۥ بِٱلۡغَيۡبِۚ فَمَنِ ٱعۡتَدَىٰ بَعۡدَ

تاکہ پہچان کرادے اللہ تعالیٰ اس کی جو ڈرتا ہے اس سے بن دیکھے پس جو شخص حد سے بڑھے گا اس (تنبیہ) کے بعد

ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٞ ﴿٩٤﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقۡتُلُواْ ٱلصَّيۡدَ

تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے ایمان والو! نہ مارو شکار کو

وَأَنتُمۡ حُرُمٞۚ وَمَن قَتَلَهُۥ مِنكُم مُّتَعَمِّدٗا فَجَزَآءٞ مِّثۡلُ مَا قَتَلَ مِنَ ٱلنَّعَمِ

جب کہ تم احرام باندھے ہوئے ہو اور جو قتل کرے شکار کو تم میں سے جان بوجھ کر تو اس کی جزا یہ ہے کہ اسی قسم کا جانور دے جو اس نے قتل کیا ہے

يَحۡكُمُ بِهِۦ ذَوَا عَدۡلٖ مِّنكُمۡ هَدۡيَۢا بَٰلِغَ ٱلۡكَعۡبَةِ أَوۡ كَفَّٰرَةٞ طَعَامُ

فیصلہ کریں اس کا دو معتبر آدمی تم میں سے درآں حالیکہ یہ قربانی کعبہ میں پہنچنے والی ہو یا کفارہ ادا کرے وہ یہ کہ کھانا دے

مَسَٰكِينَ أَوۡ عَدۡلُ ذَٰلِكَ صِيَامٗا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمۡرِهِۦۗ عَفَا ٱللَّهُ عَمَّا

مسکینوں کو یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ چکھے سزا اپنے کام کی۔ معاف فرمادیا اللہ تعالیٰ نے جو گزر چکا

Marfat.com

سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۚ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

اور جو (اب) شکار کرے تو انتقام لے گا اللہ تعالیٰ اس سے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے

یاایھاالذین امنوا لیبلونکم اللہ....فلہ عذاب الیم

اس دور میں عربوں کے پاس سب سے زیادہ استعمال ہونے والی چیزیں دو تھیں گوشت اور کھجوریں گوشت عموماً بھیڑوں، بکریوں ،اور اونٹوں سے حاصل کیا جاتا۔مگر گوشت کا ایک اور بڑا ذریعہ شکار تھا، علاقہ بہت وسیع تھا آبادی کم تھی، پہاڑ، میدان، وادیاں اور صحرا ہر طرف پھیلے ہوئے تھے جہاں شکار کی فراوانی تھی وہ لوگ خوب شکار کرتے اور لطف لیکر اسے کھاتے۔
اب یہاں امتحان لیا جارہا ہے کہ کیا اسلام لانے کے بعد آئین وقوانین، فرائض وسنن پر عمل ہوتا ہے یا نہیں، احرام کی حالت ہے سامنے ہرنیاں اٹھکھیلیاں کررہی ہیں اڑیال چھلانگیں لگا رہے ہیں نیل گائیں مست خرامی میں محو ہیں کیا شکاری انہیں چھوڑ دیں؟ میری طرح سب شکاریوں سے پوچھیں کہ ان حالات میں تبھی ہاتھ رک سکتا ہے کہ فرمان خدا اور ارشاد مصطفی ﷺ پر دل کی گہرائیوں سے ایمان ہو۔اس مقدس دور میں شکار یا تو ہاتھوں (جال، شکاری کتے، تلوار، پتھر وغیرہ) سے پکڑا جاتا تھا یا پھر سواری پر سوار ہوکر نیزے اور تیر سے مارا جاسکتا تھا اب اسے چھرّے دار یا دوسری گولی سے مارا جاتا ہے، جن ذرائع سے بھی شکار ہوسکے وہ سب احرام کے بعد ممنوع ہیں یہ بتانے کے بعد اگر کوئی پھر شکار کرتا ہے تو وہ دردناک عذاب کو خود دعوت دیتا ہے۔

فمن قتلہ منکم متعمدا .... واللہ عزیز ذوانتقام

اگر احرام کی حالت میں شکار پکڑلیا ہے تو اسے فوراً چھوڑ دیا جائے اب کوئی جزا نہیں ہے لیکن اگر شکار کو ماردیا ہے تو جزا یہ ہے کہ دو معتبر آدمی اسکی قیمت ڈالیں اور شکاری اس قیمت سے ایک جانور خرید کر مکہ میں لاکر ذبح کرے یا اس قیمت کا غلہ لیکر تقسیم کردے تیسری صورت یہ ہے کہ صدقہ فطر کے برابر شمار کرکے روزے رکھے یعنی دو کلو گندم کے برابر ایک روزہ ہوگا بیس کلو گندم تھی تو دس روزے ہونگے۔
احناف قیمت میں مالیت کو فرق سمجھتے ہیں کہ شکار اور بدلے میں دیئے ہوئے جانور کی قیمت برابر ہو، امام شافعیؒ اور امام محمدؒ شکل و صورت اور قد وقامت میں بھی مماثلت ضروری سمجھتے ہیں، انکی ساری تفصیلات ھدایہ کتاب 'الصید' میں مذکور ہیں۔

Marfat.com

اگر آیت کے نزول سے پہلے کوئی شکار کرتا رہا ہے تو قانون ماضی پر لاگو نہیں ہوگا یہی اصول سب دنیا نے اپنایا ہے کہ قانون لاگو ہونے کے بعد نافذ ہوتا ہے ہاں قانون کے نفاذ کے بعد کوئی شکار کرتا ہے تو وہ قانون کی گرفت میں ضرور آئے گا۔

کچھ جانوروں کو احرام میں ہوتے ہوئے بھی مارنے کی اجازت ہے حدیث پاک یوں ہے کہ سرور عالم ﷺ نے اجازت فرمائی ہے وہ یہ ہیں سانپ، بچھو، چوہا، کوا، چیل، پاگل کتا۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ
حلال کیا گیا ہے تمہارے لیے دریائی شکار اور اس کا کھانا فائدہ اٹھاؤ تم اور وہ دوسرے قافلے اور حرام کیا گیا ہے
عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ
تم پر خشکی کا شکار جب تک تم احرام باندھے ہوئے ہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس
تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾ تم اکٹھے کیے جاؤ گے

احل لکم صید البحر و طعامہ ــ الذی الیہ تحشرون

آپ صحرا یا میدانوں میں ہیں تو آپ کو خوراک مہیا ہو سکتی ہے لہذا یہاں احرام میں کسی صورت بھی شکار نہیں کر سکتے، مگر سمندر میں غذا ختم ہو جائے تو خوراک حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا، لہذا جہاز سمندر میں ہو تو آپ احرام باندھ کر بھی شکار کر سکتے ہیں تاکہ خوراک ختم ہونے کی صورت میں زندگی باقی رہ سکے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کو

قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا

لوگوں کے قیام کا باعث بنایا، نیز حرمت والے مہینوں کو اور حرم کی قربانی اور گلے میں پٹے پڑے ہوئے جانوروں کو (بھی) تاکہ تم اچھی طرح جان لو

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہر

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ

چیز کو خوب جانتا ہے جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اور یقیناً اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا

غفور اور رحیم بھی ہے، رسول (علیہ السلام) کے ذمہ تو صرف پیغام پہنچانا ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جو

تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ

تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو، آپ فرمادیں کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہیں،

وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ

اگر چہ ناپاک کی کثرت تجھے (اے مخاطب) حیرت زدہ کردے، پس اے عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تاکہ تم نجات پاسکو

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام.....بکل شئی علیم

ہم پیچھے بھی کعبہ کی کچھ صفات بیان کر آئے ہیں یہاں بھی کعبہ کی وہی صفات اور کچھ نئی باتوں کو قرآن پاک نے دھرایا ہے، سب سے پہلی بات کعبہ کو حرمت والا عزت والا اور امن والا گھر قرار دیا ہے، کعبہ چونکہ قریبا مکعب ہے ہر سمت سے، اور مربع شکل کا ہے، اس لیے اسے کعبہ کہا جاتا ہے، یہ لوگوں کے لیے قیام کا ذریعہ ہے، قیام میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ''ما یکون بہ شیٔ'' جس کے ذریعے کوئی چیز قائم ہو، اسے قیام کہتے ہیں، کعبہ کے ذریعے ملت اسلامیہ قائم تھی، قائم ہے، اور قائم رہے گی، لہذا اسے قیام کہتے ہیں، ہم نے دیکھا کہ تاریخ میں بے شمار مواقع پر ظالموں نے مسلمانوں کی آزادی چھین لی، انہیں کچل دیا، لیکن یہ ہمارا مرکز ہے، جو بار بار ہمیں پھر کھڑا کر دیتا ہے، اب آپ اس کی دو کیفیتیں دیکھ لیں۔ ایک کیفیت تکوینی انداز سے ہے، کہ اس کا وجود کیا ہے، آپ دیکھتے ہیں، کہ شروع سے اس نے انسانوں کو امن دیا ہے، جب قرآن پاک نہیں نازل ہوا تھا، اس سے پہلے بھی، اور پھر اس سے پہلے بھی لوگوں کی توجہ کعبے کی طرف تھی، جو بھی عربی قومیں جہاں کہیں بھی رہتی تھیں، یہ تو اس کی تکوینی کیفیت تھی، اب تشریعی کیفیت جو شریعت کی طرف سے ہمارے سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ نماز پڑھتے ہیں تو پانچ دفعہ قبلے کی طرف منہ کرتے ہیں، پھر آپ عمرہ کرتے ہیں تو آپ وہاں حاضری دیتے ہیں، حج کرتے ہیں تو وہاں حاضری دیتے ہیں، جس انداز سے کعبہ مقدسہ مسلمانوں کا وہ شاندار مرکز ہے، جس جیسا مرکز دنیا میں کسی قوم کے پاس بھی نہیں ہے، کیا عیسائیوں کے پاس کوئی ایسا مرکز ہے، یہودیوں کے پاس ہے، کسی اور قوم کے پاس ایسا مرکز جس کی عبادت ادھر رخ کیے بغیر نہ ہوتی ہو، پھر اسے مرکزی حیثیت اس طرح حاصل ہے، کہ بیک وقت کائنات کے چاروں طرفوں سے کعبے کی طرف رخ ہوتا ہے، اور وہ مرکز کے حساب سے منبع بنتا ہے اسلامی عقیدے کا، میں نے وہاں کئی حضرات کو دیکھا وہ اس سمت سے آجاتے تھے کہ کعبہ مشرق کو ہو جاتا وہاں نماز پڑھتے تھے، پھر اس سمت سے آجاتے کہ کعبہ جنوب کی سمت ہو جاتا تو وہ اسی سمت منہ کر کے نماز پڑھ لیتے، پھر ایسی سمت کھڑے ہوتے کہ کعبہ شمال کی سمت آتا کہتے ہیں کہ پاکستان میں ہوں تو سمت ایک ہی رہتی ہے یعنی مغرب کی تو ہم چاروں طرف سے کعبہ مقدسہ کی طرف رخ کر رہے ہیں، تاکہ جو عظمت اسے اللہ کریم نے عطا فرمائی ہے، اس عظمت میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ مل جائے، تو یہ ہے لوگوں کے لیے قیام کا ذریعہ۔

اس میں حرمت والے چار مہینے بھی آجاتے ہیں، تین تو براہ راست حج کے لیے آجاتے ہیں، ذیقعد، ذوالحج اور محرم۔ اور چوتھا مہینہ جو رجب ہے وہ ان سے الگ ہے، مسلمان پہلے دور میں یہ کوشش کرتے تھے کہ رجب کے مہینے میں زکوۃ دی جائے، جو

Marfat.com

فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا

کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے یا اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں، پھر اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر معافی مانگتے ہیں

لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ

اللہ سے اپنے گناہوں کی، اللہ ہی ہے جو گناہوں کو معاف کرتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو گناہ کرتے ہیں تو پھر اس پر اصرار نہیں کرتے

مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ

جب انہیں علم ہو جاتا ہے (تو اسے چھوڑ دیتے ہیں) ایسے لوگوں کا بدلہ رب کی طرف سے بخشش ہے

مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

اور جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ہمیشہ وہاں رہیں گے

فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿١٣٦﴾ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ

اور کام کرنے والوں کا اجر بہترین ہے، تم سے پہلے بھی مختلف انداز گزر چکے ہیں

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١٣٧﴾

تو زمین میں چل پھر کے دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا ۸۳

هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٨﴾

یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بیان ہے ہدایت ہے اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾

تم ہمت نہ ہارو، غم نہ کھاؤ، تم ہی اعلیٰ ہو اگر مومن ہو

وہاں لوگ ہوتے تھے وہ زیادہ تر عمرہ زیادہ تر رجب کے مہینے میں کرتے تھے، اسی لیے بخاری جیسی کتاب میں ایک مستقل باب ہے، اس باب میں ہے کہ رجب کا عمرہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیسے فرمایا، تو ان چار مہینوں کو بھی لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا گیا ہے، اس کی وجہ کیا ہے، وجہ یہ ہے کہ ان میں سے تین مہینے تو براہ راست حج کے لیے ہیں، اور لوگ دنیا کے مختلف اطراف سے مختلف سمتوں سے وہاں اکٹھے ہوتے ہیں، اور اللہ کریم کی طرف سے فیوض و برکات کی جھولیاں بھر بھر کے لاتے ہیں، بلکہ عام زبان میں اکثر لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ مشک خالی ہوگئی ہے اسے بھرنے کے لیے کعبے کی حاضری دینا ضروری ہے، تو اب یہ انداز ہوتا ہے، کہ یہ مہینے بھی قیام کا ذریعہ بن جاتے ہیں یعنی لوگوں کو روحانی انداز سے چار ماہ کھڑا کر دیتے ہیں، اور اس روحانی زندگی کو لے کے پھر مسلمان تازہ دم ہو کے واپس آ جاتا ہے، پھر اس میں جو ایک اور بات ہے وہ یہ ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے لیے آپ قربانیاں کرتے ہیں، جو بھی قربانی حج سے وابستہ ہو، اور اس کا تعلق کعبہ یا حرم پاک سے ہو اسے ھدی کہا جاتا ہے، عام قربانی کو ذبیحہ کہا جاتا ہے عربی میں، ایک اور حرمت کتنی بڑی ہے، کہ وہ عرب جن کو کسی کا مال کہیں سے ملتا تھا جانور کی شکل میں تو وہ اسے ذبح کر کے کھا جاتے تھے، لیکن جب کعبے کی نسبت ہو جاتی تھی، تو اس کا بے حد احترام ہوتا تھا، کعبے کی نسبت کے لیے ایک خاص علامت تھی، اس جانور کے گلے میں کوئی پٹہ وغیرہ ڈال دیتے تھے، جو گلے کا پٹہ ہے اسے عربی میں قلادہ کہتے ہیں، اور اس کی جمع قلائد ہے، تو جن جانوروں کے گلے میں وہ پٹہ پڑا ہوتا تھا ان جانوروں کو اگر وہ گم بھی ہو گئے ہیں تو وہاں کے کافر لوگ بھی کعبے کی طرف چلا دیتے تھے، اور جب وہ وہاں پہنچتے تو وہاں موجود کوئی بندہ انہیں پکڑ لیتا کہ ان کے ساتھ کوئی نہیں ہے، تو یہ یہاں کی قربانی ہے لہٰذا اسے یہاں ذبح کر دیا جائے، ان جانوروں کو جہاں کہیں ہیں ان مخصوص تاریخوں میں کعبے تک پہنچا دیا جاتا تھا، تو یہ بھی حرمت کعبہ کی ایک بہت بڑی دلیل ہے، کہ یہ جانور جہاں کہیں بھی ہیں انہیں کعبے کی طرف بھیج دیا جاتا تھا۔

اب حج کے سلسلے میں قربانی کی جو اقسام ہیں ان کا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں، صرف یہ بات یاد رکھی جائے کہ اگر حج مفرد ہے تو وہاں آپ پر حج کی وجہ سے قربانی لازم نہیں ہے، حج تمتع ہے یا حج قران ہے تو چونکہ آپ نے ایک سفر میں حج اور عمرہ کی دو سعادتیں حاصل کی ہیں، تو اس شکر کی ادئیگی کے لیے وہاں ایک قربانی ہوتی ہے، جانے والے حاجی حضرات کو یاد رکھنا چاہئیے کہ اگر ان پر قربانی واجب ہے تو یہاں گھر والوں کو کہہ جائیں کہ وہ ان کی طرف سے یہاں قربانی کریں، وہ جو حج کی قربانی ہے وہ جو حج تمتع ہم پاکستانی کرتے ہیں اس کے شکرانے کے طور پر واجب ہوتی ہے، اگر یہ وہاں کرنی ہے تو اس کے علاوہ ایک اور کرنی پڑے گی، لیکن وہاں کی قربانی بہت زیادہ مہنگی پڑتی ہے، لہٰذا ہونا یہی چاہیے کہ یہاں گھر والوں کو کہہ دیا جائے کہ ہماری جو واجب قربانی ہے وہ یہاں کر دیں جو شکرانہ کی قربانی ہے حج تمتع کی، (تمتع کا معنی ہوتا ہے فائدہ اٹھانا) آپ نے سفر کیا یہاں سے احرام باندھیں عمرے کے لیے پھر عمرہ کر کے احرام کھول دیں، وہاں بے شک گھومیں پھریں، مقامات کی زیارت کریں، کسی نے آپ کو عمرہ کرنے

Marfat.com

کے لیے کہا ہے تو وہاں آپ اپنے ڈیڑے سے احرام نہیں باندھ سکتے، حرم کی حد سے باہر نکلنا ہوتا ہے، اور حرم کی حد سے باہر نکلنے کو حِل کہتے ہیں، یعنی جہاں وہ کام جائز ہیں جو احرام کی شرعی حد میں حرم کے اندر نہیں کر سکتے، مثلاً خوشبو وغیرہ نہیں لگا سکتے یا اسی طرح کا کوئی اور کام نہیں کر سکتے، تو اب قریب تر جو جگہ ہے وہ تنعیم ہے جس کا جدید نام عائشہ طیبہ طاہر سلام اللہ علیہا کی نسبت سے وہاں ایک مسجد ہے اسے مسجد عائشہ کہتے ہیں، لہٰذا آپ کو وہاں جانا ہوگا، وہاں جا کے احرام باندھ کے پھر دوبارہ واپس آنا ہے، آپ نے وہاں رہ کے جتنے عمرے بھی کرنے ہیں ان کے لیے ہر بار وہاں سے ہو کے واپس آ کے کرنا ہوں گے، اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو جب بھی آپ طواف کریں تو سات چکر ضروری ہیں، سات چکروں کے بعد دو نفل پڑھیں مقام ابراہیمؑ پر، تاکہ ایک طواف کی جو سنت شکل ہے وہ پوری ہو جائے، پھر اگر اور طواف کرنا چاہتے ہیں تو دوبارہ سات چکر کے بعد پھر مقام ابراہیمؑ پر دو نفل پڑھیں، ان کا ثواب آپ جسے چاہیں بخش سکتے ہیں، اس بات کو ذہن میں رکھا جائے، کہ ہمارے چاروں کے چاروں ائمہ جوامت کے قانونی نکتہ نگاہ سے قائد ہیں وہ چاروں کے چاروں اس قسم کے ایصال ثواب پر متفق ہیں، اگر کوئی ایصال ثواب کا انکار کرتا ہے تو وہ ساری امت کے اجماعی نظریے سے ہٹتا ہے، یہ ساری باتیں تمہیں پتہ ہونی چاہیں چونکہ اس وقت تم اللہ تعالیٰ کے احکام مان رہے ہو، اور آسمان وزمین کے درمیان جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے، اور یہ تمہاری حرکات و سکنات، عمرے یا حج کے لیے روانگی اور باقی باتیں قربانی کی اور اس میں خلوص کتنا سارا ہے ان میں سے کوئی ایسی بات نہیں جو آپ کے رحیم وکریم ربّ کے علم سے باہر ہو، تو جس کے علم سے باہر نہیں ہے، آپ اسے علم نہیں دے رہے، بلکہ اس کے علم کو مان کے اپنی غلامی، تابعداری اور بندگی کا اقرار کر رہے ہیں۔

اعلموا ان اللہ شدید العقاب......لعلکم تفلحون

فرمایا یہ یاد رکھو کہ نافرمانوں کے لیے بڑی سخت گرفت ہے، اور جو فرمانبردار ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے، اور رحم فرمانے والا بھی ہے، باقی رہی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذمہ داری تو ان کی ذمہ داری تمہیں جبراً نیک بنانا نہیں ہے، ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا ہے وہ تم تک پہنچا دیں، اب آپ کا یہ چائس ہے کہ آپ اسے مانتے ہیں یا نہیں مانتے، اس لیے کہ سرکار علیہ السلام آپ سے جبراً منوائیں تو پھر یہ جبری ایمان ہوگا، اور جبری ایمان کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے، ایمان وہی ہے جو آپ اپنے اختیار سے قبول کریں، اب جب یہ بات آئی تو پتہ یہ چلا کہ اسلام کسی کو جبراً مسلمان بنانے کے شدید خلاف ہے، وہ کہتا ہے کہ دل کی دنیا بدلتی ہے تو اقرار کرلو۔ اگر دل کی دنیا نہیں بدلتی تو اس اقرار کا کوئی مطلب نہیں، پکھتال جس نے قرآن پاک کا انگریزی زبان میں بڑا نفیس ترجمہ کیا ہے، اور یہ ایسا معیاری ترجمہ ہے جس طرح تورات کا انگریزی میں ترجمہ ہے اسی انداز کو اس بندے نے نبھایا ہے، یہ انگریز تھا جاسوس کے طور پر یہ ترکی میں گیا اس دور کے شیخ اسلام

کی طالب علمی اختیار کی، اور جب پڑھ چکا تو گھر آنے سے پہلے کہنے لگا کہ حضرت میں آپ کو ایک راز کی بات بتا دوں، تو حضرت نے کہا بتادو، جی میں عیسائی ہوں، آج میں واپس جا رہا ہوں آپ کی خدمت میں گزارش یہ کرنی ہے، کہ آپ مجھے مسلمان کر دیں جو چند سال میں نے یہاں گزارے ہیں میں اندر سے بدل گیا ہوں، قرآن پاک میرے رگ و پے میں دوڑ رہا ہے، عشق مصطفیٰ علیہ السلام میرا اوڑھنا اور بچھونا بن گیا ہے، لہذا آپ مجھے مسلمان کر دیں، شیخ الاسلام کا جواب ملاحظہ ہو، جو لوگ اسلام پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ یہ جبر کا مذہب ہے تو وہ غور کریں، شیخ الاسلام نے کہا واپس لندن چلے جاؤ، اور چند مہینے وہاں ٹھہرو اگر دل کی کیفیت بھی رہے تو پھر واپس آ کے اسلام قبول کر لینا، اگر دل کی کیفیت ایسی نہ رہے تو ہم جبراً کسی کے دل میں اسلام انڈیلنے کے قائل نہیں ہیں، پکھتال واپس آ گیا، اور واپس آ کے لندن سے بڑے درد بھرے خطوط لکھتا رہا، کہ وہ شاندار معاشرہ، وہ شاندار تہذیب، وہ رعنائی، وہ حسن و جمال جو انسانیت کا جھومر ہے، اور جو آپ کی محفل میں میں نے دیکھا ہے، وہ مجھے لندن میں کہیں بھی نہیں مل رہا ہے، آج لندن کی دیواریں مجھے کاٹنے کے لیے بھاگتی ہیں، لہذا میں واپس آ رہا ہوں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر سکوں، واپس آ کے اسلام جب وہ قبول کرتا ہے تو شیخ الاسلام کی طرف سے اس کی یہ ڈیوٹی لگی تھی کہ تم قرآن پاک کا بڑا نفیس سا ترجمہ کر دو، یہ معیاری ترجمہ ہے، البتہ چند مقامات پر جو ہمارے علماء کی لغزشیں ہیں، کیدے لفظ کا معنی ضلال کے لفظ کا معنی تئیس علم پڑھنے کے باوجود قرآن پاک کے ترجمے میں ان کے اکثریت جاہل ہی رہی، ان کی نقل کرتے ہوئے اس نے بھی یہ حماقت کی ہے لیکن بحیثیت زبان بڑی شستہ انگریزی ہے اس ترجمے کی، اسے انگریزوں کے بچے اور بچیاں ضرور مطالعہ کریں۔

رسول کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا صرف پیغام پہنچانا ہے، جبراً منوانا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے جو تم سامنے اور چھپ کے کرتے رہتے ہو، محبوب ﷺ آپ انہیں یہ ارشاد فرما دیں! کہ ایک بات یاد رکھو، کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتے، اب پاک اور ناپاک کا عام معنی حلال اور حرام ہی لیا جاتا ہے، ناپاک حرام ہے اور پاک حلال ہے، تو واضح بات ہے کہ یہ برابر نہیں ہیں، لیکن اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہوتے، چونکہ مومن پاک ہے عقیدے کے حساب سے اور کافر ناپاک ہے عقیدے کے حساب سے، اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے وہ اور جو اللہ تعالیٰ کا مطیع نہیں ہے یہ بھی دونوں برابر نہیں ہیں، مطیع پاک ہے اور جو نافرمان ہے وہ ناپاک ہے، تو اس سلسلے میں جو بھی آپ دو صفیں دیکھتے ہیں کہ ایک کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے وہ پاک ہے، جس کا رخ ادھر نہیں ہے وہ ناپاک ہے چاہے وہ جس معاشرے کا بھی فرد ہے، اب آپ دیکھیں کہ خبیثوں کی کثرت ہوگئی ہے کہ مسلمان آج بھی دنیا کا چوتھا حصہ ہیں، اور اسی طریقے سے باقی چیزیں بھی دیکھ لیں، تو اگر ان کی کثرت ہے تو ان سے حیران نہ ہوں، کیوں حیران نہ ہوں بسا اوقات پاک کی طہارت پر گواہی مطلوب ہوتی ہے، کہ وہ اس کا عمل ہے کہ وہ بلید سے بچتا ہے یا نہیں، لہذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یعنی پاک کی طرف بڑھو، عقل والو فلاح اسی میں ہے۔

Marfat.com

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ اے ایماندارو الی باتیں مت پوچھو

عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِن تَسْـَٔلُوا۟ عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ

کہ اگر وہ تمہارے لیے ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں، اگر تم ان کے بارے میں سوال کرو گے، جب کہ نازل ہو رہا ہو

ٱلْقُرْءَانُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهَا وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ

قرآن پاک تو وہ تمہارے لیے ظاہر کردی جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں تمہیں معاف فرمادی ہیں، اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا حلم والا ہے، بیشک تم

سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا۟ بِهَا كَـٰفِرِينَ ﴿۱۰۲﴾

سے پہلے ایک قوم نے ان کے بارے میں پوچھا تھا وہ پھر ان باتوں (احکام) کا انکار کرنے والے ہو گئے تھے

مَا جَعَلَ ٱللَّهُ مِنۢ بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَـٰكِنَّ

نہیں مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام، لیکن

ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۰۳﴾

جنھوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں، اور اکثر ان میں سے کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ قَالُوا۟

جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اور رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دو، تو وہ کہتے ہیں

حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ ۚ أَوَلَوْ كَانَ ءَابَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

کہ ہمارے لیے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، (کیا) خواہ ان کے باپ دادا نہ جانتے ہوں

شَيْـًٔا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٤﴾ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ

کچھ، اور نہ ہدایت یافتہ ہوں اے ایماندارو! اپنی جانوں کا خیال رکھو،

لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا

گمراہ تمہیں کوئی ضرر نہیں دے سکتا جب تک تم ہدایت یافتہ ہو، تمہارا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے سب کا،

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾

تب وہ تمہیں بتائے گا جو تم عمل کرتے رہے ہو

یاایھاالذین امنوالاتسئلوا.....غفور حلیم

مسلمان سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مختلف سوال کرتے تھے، اور ان میں سے اکثریت ایسی تھی جو معاشرے میں نچلے طبقے کے لوگ تھے، یعنی غلام تھے، اسی انداز سے غریب تھے، جب پاس سے گزرے تو کسی نے بلا لیا، کہ تم اپنے نبی کے پاس جا رہے ہو تو میری یہ بات ان سے پوچھنا، ایک اور نے کسی اور کو بلا لیا اپنے نبی کے پاس جا رہے ہو میری یہ بات ان سے پوچھنا، اللہ کریم نے انہیں اس بات سے روکا، لیکن ایک دن محبوب رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہو گئے، کاش جن لوگوں کو نبی محترمؐ کے علم پر شک ہوتا ہے یہ بھی اس وقت موجود ہوتے، سرکار کریمؐ نے فرمایا! ''جو چاہو آج پوچھ لو میں تمہیں سب بتاؤں گا''۔ یہ فقرہ چیلنج کے طور پر فرمایا کہ آج کے دن تم مجھ سے جو بھی پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا، یہی بات اور یہی فقرہ سیدنا حیدر کرارؓ نے کوفے کی ایک مسجد میں دھرایا تھا، انہوں نے کہا تھا کہ ''عرش سے نیچے نیچے جو کچھ ہے اس کے بارے میں تم مجھ سے جو کچھ بھی پوچھو گے میں تمہیں بتاؤں گا''۔ اس مسجد کا نام ہی کوفہ میں اسی نسبت سے رکھ دیا گیا، یعنی وہ مسجد جس میں حیدر نے فرمایا تھا کہ مجھ سے پوچھو، کسی نے بعد میں حضرت حیدرؓ سے پوچھا تھا کہ آپ نے عرش سے نیچے کیوں کہہ دیا تھا، اس لیے کہ علوم مصطفیٰ علیہ السلام کے ساتھ شراکت نہ ٹھہرے، کہ ادب کے خلاف ہے کہ میں بھی اوپر کی بات کر دیتا، وہ انہی کا حق ہے جنہوں نے کہہ دیا ہے، اب جب سرکار علیہ السلام نے یہ فقرہ ارشاد فرمایا تو اس سے ایک بات حل ہو گئی

حضرت عبداللہ صحابہ میں سے ہیں ان کے بارے میں اس دور کے لوگ عجیب عجیب طنزیں کیا کرتے تھے، کہتے تھے کہ ان کے باپ کا پتہ نہیں ان کا کوئی نسب نامہ نہیں ہے، تو پھر منافقین، یہودی اور عیسائی اس میں اور نمک مرچ لگاتے کہ دیکھو مصطفیٰ علیہ السلام کی محفل میں یہی لوگ جاتے ہیں جن کے باپ کا ہی پتہ نہیں ہے، آج اس وقت جناب عبداللہ کو مواقع مل گیا، وہ اٹھ کے کھڑے ہو گئے، اور کھڑے ہو کے کہنے لگے کہ "مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" ؟ حضور ؐ آج فیصلہ فرما دیں کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرے باپ کا نام حذیفہ ہے۔ جب گھر آئے تو والدہ نے انہیں بے حد ڈانٹا، اور کہا کہ بھری محفل میں اپنی ماں کی توہین کرا رہے تھے، کہ میرا باپ کون ہے، لیکن جب عشق مصطفیٰ سینے میں آ جائے تو انداز یہ ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ اگر حقیقتاً میرے باپ حذیفہ نہیں تھے تو حضور ؐ کسی غلام کا نام لے لیتے، تو میں سب سے پہلے اسے اپنا باپ قبول کرنے کے لیے تیار ہوتا۔ یہ وہ بات ہے جو ان لوگوں کے دل و دماغ میں بھر دی گئی تھی جو محفل مصطفیٰ علیہ السلام میں حاضر ہوتے تھے، کچھ اور سوال بھی ہوئے، سرکار علیہ السلام نے ان کے جوابات بھی دیئے، کچھ لوگوں نے پوچھا تو چونکہ وہ سوال ان کے خلاف جاتا تھا اس لیے سرکار علیہ السلام نے اس سوال کا جواب نہیں دیا، اس طرح کسی نے پوچھا کہ یارسول اللہ ؐ کیا حج ہر سال ہے؟ فرمایا کہ زندگی میں ایک دفعہ کرو، اگر میں کہہ دیتا کہ ہر سال ہے تو پھر ہر سال ہی ہوتا، مولانا کیا یہ بے اختیار نبی کی باتیں ہیں، کیا یہ اس نبی کی باتیں جس کے بارے میں یہ آج کے ان پڑھ مولانا کہتے ہیں کہ انہیں تو دیوار کے پیچھے کا پتہ نہیں ہے۔ یہ حدیث بخاری سے لے کر ہر حدیث کی کتاب میں آپ کو اس حدیث کے یہ الفاظ کہ "اگر میں کہہ دیتا تو ہر سال حج ہوتا" ملیں گے۔ اب یہ انداز ہے رحمت عالم ؐ کے غلاموں کا، تو اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمادیا کہ ایسی چیزوں کے متعلق مت پوچھو کہ اگر ان کا جواب آ جائے تو تمہیں وہ بات بری نہ لگے، اللہ تعالیٰ نے اس بات کو چھوڑ دیا ہے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا حلم والا ہے۔

پہلے بھی نبیوں سے لوگوں نے ایسے ہی سوال کیے تھے، اور پھر انکار کر بیٹھے، آپ پہلے پارے میں پڑھ آئے ہیں کہ یہود نے ایک گائے کے بارے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کتنی دفعہ سوال کیا اور سوال کو بار بار کس کس انداز سے وہ دھراتے رہے، تو قرآن پاک نے کج بحثیوں سے شدت سے روکا ہے، بال کی کھال اتارنے کا شوق یہاں نہ پورا کیا جائے، یہاں عملی مسائل پوچھو، جو تمہاری زندگی کے متعلق ہیں یا آخرت کے بارے میں ہیں صرف وہ سوال پوچھو۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

قد سالھا قوم من قبلکم.........و اکثرھم لا یعقلون

انہوں نے مختلف جانوروں کو مختلف انداز سے حرام قرار دے رکھا تھا، قرآن پاک نے اس بات کی بھی تردید کردی، اور یہاں سے جو ہمیں مسئلہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ کریم حلال قرار دیا ہو اسے کوئی انسان حرام قرار نہیں دے سکتا، حلت اور حرمت کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے یا اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ان کے بھیجے ہوئے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حق ہے۔ سرکار علیہ السلام کا اپنا ارشاد یہ ہے۔

''جسے اللہ تعالیٰ کا رسول حرام کہہ دے وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح اللہ کریم نے کسی شے کو حرام قرار دے دیا ہو''۔

ان کے ہاں چار مخصوص نام تھے، میں ان چاروں کی مختصری تشریح کر دیتا ہوں، تا کہ بات ذہن میں بیٹھ سکے، سب پہلے بحیرہ ہے، ترجمہ کرتے وقت میں نے اس کی تفصیل نہیں بیان کی چونکہ ترجمے میں وہ تفصیل نہیں آسکتی تھی، بحیرہ ایسی اونٹنی کو کہتے تھے جس کے پانچ بچے ہو چکے ہوں اور پانچواں بچہ نر ہو، اس کے کان چیر کے چھوڑ دیتے تھے، نہ اسے سواری کے لیے استعمال کیا جاتا اور نہ کسی اور کام کے لیے استعمال کیا جاتا، اور پھر سارا معاشرہ ایک بات مان لیتا تھا کہ یہ جس کی بھی فصل میں چرے اسے کوئی بھی نہیں روکے گا، یہ سارے جانور اسی قسم کے تھے البتہ ان کا انداز الگ الگ تھا۔ بحیرہ وہ اونٹنی ہے یا گائے ہے یا بکری ہے یعنی جس کا پانچواں بچہ ہو چکا ہو اور وہ پانچواں بچہ نر ہو، اسے وہ چھوڑ دیتے تھے۔

اس کے بعد آگے سائبہ آتی ہے، سائبہ اسے کہتے تھے کہ سفر میں ہیں یا بیماری میں ہیں، یہ نذر مان لی کہ میں اگر سفر سے خیرت سے گھر پہنچ گیا یا میں بیماری سے اٹھ گیا تو اس جانور کو میں بتوں کے نام پر چھوڑ دوں گا، اسے سائبہ کہتے تھے۔

وصیلہ سے مراد یہ ہے کہ جب بکری بچی دیتی ہے تو اسے خود رکھ لیتے ہیں اور اگر بچہ دیتی ہے تو اسے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں، اگر ایک ہی دفعہ بچی اور بچہ دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں تو پھر بچی کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں، تو ایسی اونٹنی کو یا ایسی گائے یا ایسی بکری کو وصیلہ کہتے تھے۔ ''یعنی جو مادہ ہے وہ اپنے بھائی کو بھی ساتھ لے گئی ہے''۔ یا بھائی کے ساتھ مادہ بھی مل کے بتوں کے پاس چلی گئی ہے، تو اسے وصیلہ کہتے تھے۔

حام سے مراد یہ ہے کہ جس نر اونٹ کے دس بچے ہو جاتے تھے اسے بھی وہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، اسے حامی کہتے تھے، حامی کا مطلب ہے محفوظ۔ بچ جانے والا۔

تو یہ چار قسم کے جانور تھے جو انہوں نے حرام قرار دیئے تھے، تو قرآن حکیم نے یہاں ارشاد فرمایا! کہ اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کی بات کی نہ سائبہ کی نہ وصیلہ کی اور نہ حام کی۔ یہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹے بہتان باندھ رہے ہیں، یہ جانور تو اللہ تعالیٰ نے حلال کیے ہیں، یہ بے وقوفوں کی قوم ہے جو یہ بات کہہ رہی ہے۔

Marfat.com

واذاقیل لھم تعالوا......ولا یھتدون

اب مسلمانوں کو ایک خاص بات کی دعوت دی کہ تمہارے سامنے دو باتیں معیار ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ تم جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اتارا ہے اس سے بات پوچھو، نہیں سمجھ آتی ہے تو نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دو اور ان کے پاس جاؤ، ان دو باتوں کو بنیاد سمجھو، اللہ تعالیٰ کا قرآن ہمارے سامنے مربوط کتابی شکل میں پڑا ہے۔ الحمد سے لے کر والناس کے س تک یہ محفوظ ہے، صدیق اکبر ؓ کے دور میں بھی یہی تھا اور ہمارے دور میں بھی یہی ہے، اب جب صحابہ عالی مقام کا دور تھا تو وہ سارے کے سارے کوئی بھی ضرورت پیش ہوتی تھی تو وہ بھاگ کے نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو جاتے تھے، جب سرکار علیہ السلام کا ظاہری دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں تو ہم سرکار علیہ السلام کی خدمت میں کیسے پہنچیں، صحابہ بھی پہنچتے تھے اور کوئی بات سن کے پھر اس پر عمل کرتے تھے، تو جو سرکار علیہ السلام کی بات ہے اسے حدیث کہا جاتا ہے، اب سرکار علیہ السلام اس ظاہری دنیا میں تشریف فرما نہیں ہیں، تو ہمیں احادیث کو سرکار علیہ السلام کی عدم موجودگی میں ماننا ہوگا، اب جن لوگوں نے حدیث کی کتابیں مرتب کی ہیں، سرکار علیہ السلام کے دور اقدس میں صحابہ نے ایک دوسرے کو حدیثیں سنائیں، اگر کوئی بات نہیں پتہ چلی تو کھلی محفل میں خلفائے راشدین پوچھتے تھے کہ اگر کسی کے پاس کسی قسم کی کوئی بھی حدیث ہے تو وہ سنائے تا کہ ہم اس معاملے میں اس سے ہدایت والی روشنی حاصل کر سکیں البتہ حضرت عمر ؓ نے اس میں ایک اضافہ فرما دیا جو علمی نکتہ نگاہ بے حد ضروری تھا، کسی نے حدیث سنائی تو کہتے تھے کہ ایک گواہ اس حدیث پر اور پیش کرو، دیکھیں کتنی احتیاط ہے کہ ساری دنیا کے تمام علوم ایک آدمی کے خبر دینے پر موقوف ہیں، اور آپ کے ہاں جو علم ہے وہ ایک بندے سے مذہب ثابت نہیں ہوتا، ابھی ہم سے گلہ ہے کہ ہم نے علوم کی خدمت صحیح انداز سے نہیں کی، تا کہ دو گواہوں کی وجہ سے اس کا اعتبار اور بڑھ جائے اس کا یہ مطلب نہیں ہے، کہ میں آپ کو غیر معتبر کہہ رہا ہوں، صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں منصف ہیں، تو یہاں سے یہ پتہ چلا کہ قیامت تک ہم نے دو ماخذ کی طرف پلٹنا ہے، قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ کی طرف پلٹنا ہے، تیسری بات یہ ہے جو قرآن پاک نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمائی کہ تم ساون کی بارش سے اگنے والی خودرو گھاس نہیں ہو، تمہارے پاس ایک پورا حسین ماضی ہے، لہذا امت نے اجتماعی انداز سے جو مسائل حل کیے ہیں، انہیں ساتھ لے کے چلو اسے اجماع امت کہا جاتا ہے، اجتہاد میں اسے بھی ساتھ شامل کر لو، تو چوتھے درجے پر آپ کا اجتہاد آئے گا، فرمایا یہ تمہارے ماخذ ہیں، اور جو ایسے نہیں ہیں تو ان کا قول کیا تھا، ہم تو اسے ہی مانیں گے جو ہمارے باپ دادے کا مذہب تھا، ہم نہ قرآن پاک کو اور نہ ہی سنت رسول ﷺ کو مانتے ہیں، خواہ ان کے باپ دادے نہ تو کوئی چیز جانتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں دو باتوں کی نفی کی، کہ باپ دادے ان پڑھ ہیں ناواقف ہیں اگر آدمی

Marfat.com

ان پڑھ بے شک ہو لیکن اگر وہ ہدایت یافتہ ہے تو وہ ہیرے سے بھی افضل ہے، جب یہ دونوں باتیں ان میں نہ ہوں تو ان باپ دادوں کی پیروی جائز نہیں ہے، لیکن اگر باپ دادا اہل علم ہوں اہل خبر ہوں وہ دین کے ماننے والے لوگ ہوں تو یہ ایک تسلسل ہے جس کا ماننا ضروری ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں تو اس راستے پر چل رہا ہوں جو میرے باپ دادے کا ہے اگر مطلقاً باپ دادے کی بات ماننا جائز نہ ہوتی تو سیدنا یوسف علیہ السلام یہ بات بالکل نہ کہتے۔

یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم......بما کنتم تعملون

اب ایک اور انداز ہے مسلمان بسا اوقات اپنے خویش اقرباء کے پاس جاتے اور انہیں تبلیغ کرتے آگے سے وہ سارے باتیں سننے کے بعد دو چار بڑی جلی کٹی سنا دیتے، انہیں بڑا دکھ ہوتا کہ یہ میرا بڑا بھائی تھا یہ میرا والد تھا یہ میرا چچا تھا یہ میری بڑی بہن تھی یہ میری ماں تھی، ان لوگوں نے جہنم کو اختیار کر لیا ہے، تو قرآن پاک نے یہاں انہیں تسلی دی، کہ ایک بات یاد رکھو کہ جب تمہاری جانیں راہ راست پر ہیں تو ان کی گمراہی تمہیں غلط راستے کی طرف نہیں لے جا سکتی، آپ ان کا غم نہ کریں، سارے معاشرے نے رب کریم کے پاس پلٹ کے جانا ہے، وہ بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو اور وہ کیا کرتے رہے ہیں، ان فقروں کے ظاہری معنے سے ایک دور میں ہمارے کچھ مفسرین نے کچھ عجیب سا معنی مراد لے لیا، وہ یہ تھا کہ جو کچھ بھی اردگرد ہوتا رہے کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ بھائی آپ کو مذہب غلط ہے، یہ بات نہیں ہے، اس کی پہلی تردید اسی آیت کو پڑھ کے ممبر مصطفیٰ علیہ السلام پر کھڑے ہو کر مسجد نبوی میں خلیفہ اول جناب سیدنا امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کی تھی، آپ نے فرمایا تھا کہ اس آیت کو پڑھ کے جو لوگ غلط معنی کرتے ہیں وہ اس معنی کو ذہن سے نکال دیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے، کہ تم بدی کو روکو نہیں، پھر انہوں نے بہت ساری احادیث سنائیں، قرآن پاک کی بہت ساری آیات پڑھیں، اسی لیے میں نے اس کا معنی یہ کیا تاکہ بات صاف ہو جائے، کہ اگر معاشرے میں تمہارے عزیز و اقرباء اسلام قبول نہیں کرتے تم ان کی وجہ سے جلو نہیں، تمہارا کام ان تک بات پہنچا دینا ہے، وہ نہیں مانتے وہ اپنے راستے پر جدھر چل رہے ہیں جاتے رہیں، البتہ اس بات کا خیال رکھو کہ ان کی گمراہی تمہاری ہدایت کے لیے مخل ثابت نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ شَهَٰدَةُ اے ایماندارو! گواہی ہے

بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ حِينَ ٱلْوَصِيَّةِ ٱثْنَانِ ذَوَا

تمہارے درمیان جب تم میں سے کسی ایک کو موت آئے، اور وہ وصیت کرے تو تم میں سے دو

عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ ءَاخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى ٱلْأَرْضِ

عدل والے گواہ ہوں یا تمہارے بغیر اور قوموں کے ہوں، اگر تم اس زمین میں مسافر ہو

فَأَصَٰبَتْكُم مُّصِيبَةُ ٱلْمَوْتِ ۚ تَحْبِسُونَهُمَا مِنۢ بَعْدِ ٱلصَّلَوٰةِ

اور تمہیں موت کی مصیبت نے آلیا ہے، ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک لو

فَيُقْسِمَانِ بِٱللَّهِ إِنِ ٱرْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِى بِهِۦ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۙ

وہ اللہ تعالی کی قسم کھائیں اگر تمہیں شک ہو، کہ ہم اس قسم کے ذریعے پیسے اکٹھے کرنے والے نہیں ہیں، خواہ وہ تمہارے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں،

وَلَا نَكْتُمُ شَهَٰدَةَ ٱللَّهِ إِنَّآ إِذًا لَّمِنَ ٱلْءَاثِمِينَ ﴿۱۰۶﴾

ہم اللہ تعالی کی شہادت کو چھپائیں گے نہیں، اگر ہم ایسا کریں تو گنہگار ہیں

فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰٓ گر پتہ چلے کہ

أَنَّهُمَا ٱسْتَحَقَّآ إِثْمًا فَـَٔاخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ ٱلَّذِينَ

وہ دونوں تو گناہ کے مستحق تھے، تو دو اور آدمی ان دونوں کی جگہ پر آئیں جن پر

ٱسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ ٱلْأَوْلَيَٰنِ فَيُقْسِمَانِ بِٱللَّهِ لَشَهَٰدَتُنَآ أَحَقُّ

استحقاق ثابت کیا ہے پہلے دو نے، وہ قسم کھائیں کہ ہماری گواہی زیادہ معتبر ہے

Marfat.com

إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ

اگر آج تمہیں زخم لگا ہے، تو اس قوم کو بھی ایسا ہی زخم لگا تھا

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ

یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں، تا کہ واضح ہو جائے (ظہور پا جائے) یہ بات

آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۰﴾

کہ ایماندار کون ہیں، اور تم میں سے کچھ لوگ شہید بھی ہو جائیں اللہ ظالموں سے محبت نہیں فرماتا،

وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۴۱﴾ أَمْ

اللہ خالص کرلے گا ایمانداروں کو اور کافروں کو مٹا دے گا،

حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا

کیا تم یہ خیال کرتے ہو، کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، اور وہ لوگ کھل کے سامنے نہیں آسکیں گے، جنہوں نے راہ خدا میں جہاد کیا ہے

مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِن

اور صبر کرنے والے کھل کے سامنے نہیں آسکیں گے؟ تم تو موت کی اس سے پہلے آرزو کرتے تھے،

قَبْلِ أَن تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿۱۴۳﴾

جب تک یہاں موت سے ملے نہیں تھے، اب تم نے موت کو سامنے دیکھا تو اب پریشانی نہیں ہونی چاہیے ۸۴

۸۴ حوصلہ مند مسلمان یہ سوچ رہے تھے، کہ احد کے بعد ہم نے مٹنا نہیں ہے، اس مسلم معاشرے نے قائم رہنا ہے، تو ارشاد فرمایا کہ اس معاشرے سے سود کو مٹاؤ، اب وہاں طریقہ کار یہ تھا کہ سود مثلاً لیا ہے، کہ 20% میں نے اس مال کے ساتھ واپسی پر پیسے دینے ہیں ایک سال کے بعد، جب سال گزرا ہے تو پیسے ادا نہیں کرتا، تو کہتا تھا کہ 20% اب 40% میں تبدیل کر دیا جائے، ایک اور سال گزرا وہ نہیں دے سکا تو اس نے کہا کہ اس 40% کو 80% میں تبدیل کر دیا جائے، اسے قرآن نے

Marfat.com

مِن شَهَٰدَتِهِمَا وَمَا ٱعْتَدَيْنَآ إِنَّآ إِذًا لَّمِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿۱۰۷﴾ ذَٰلِكَ

ان پہلے دونوں کی گواہیوں سے ہم زیادتی نہیں کر رہے، اگر ہم بھی ایسا کریں تو ظالم ہیں، یہ بات اس کے

أَدْنَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِٱلشَّهَٰدَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَآ أَوْ يَخَافُوٓا۟ أَن تُرَدَّ أَيْمَٰنٌۢ بَعْدَ

قریب ہے، کہ لوگ شہادت ٹھیک طریقے سے دیں، یا انہیں ڈر ہو کہ ان کی قسمیں پہلے لوگوں کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی،

أَيْمَٰنِهِمْ ۗ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْمَعُوا۟ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿۱۰۸﴾

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سن لو غور سے باتوں کو، اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو سیدھا راستہ نہیں دکھایا کرتا ہے

یا ایھا الذین امنوا شھادۃ بینکم....... واللہ لا یھدی القوم الفسقین:

اب یہاں آگے ایک واقعہ ہے، اس واقعہ کو قرآن پاک نے بیان کیا ہے، ایک مسلمان صحابی جن کا نام بدیل تھا، یہ شام کی طرف تجارت کے لیے گئے، وہاں مکے کے دو اور آدمی انہیں ملے ایک تمیم داری تھا ایک اس کا اور ساتھی تھا، تو ان دونوں کو بدیل نے کہا کہ میں سخت بیمار ہوں، آپ مہربانی کر کے میں یہ سامان اکٹھا کر رہا ہوں، یہ سامان میرے گھر والوں تک پہنچا دینا ہے، انہوں نے کسی کپڑے وغیرہ کی جیب میں سامان کی فہرست بھی لکھ کے ڈال دی، ایک چاندی بڑا خوبصورت پیالہ تھا، جو بڑا ہی نفیس بنا ہوا تھا اور بہت قیمتی تھا، وہ بھی اس سامان میں رکھا، ان دونوں نے سامان کھول کے چیک کیا، اس پیالے کو نکال لیا، جب مدینہ طیبہ میں پہنچے تو وہاں آ کے کہا کہ یہ ہے آپ کے عزیز بدیل کا سامان، آیئے ہم آپ کو قسم دیتے ہیں کہ ہمیں یہی سامان اس نے دیا تھا، انہوں نے قسم دیدی، ان مالکوں نے سامان لے لیا، جب انہوں نے سامان کھولا تو ان میں سے کسی نے اس کپڑے کی جیب میں ہاتھ ڈالا تو سامان کی لسٹ اس میں موجود تھی، لسٹ دیکھی تو باقی سامان تو سارا ٹھیک ٹھاک موجود تھا لیکن وہ پیالہ موجود نہیں تھا، اب وہ ان کے پاس گئے، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے پہلے بھی قسم کھائی ہے اور اب دوبارہ قسم کھاتے ہیں کہ ہمیں تو بالکل پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ پیالہ کدھر ہے، ہمیں اس نے نہیں دیا، کچھ عرصہ گزرا تو ان کے کچھ آدمی عمرے کے لیے مکہ میں آئے، وہاں ایک سنار کی دکان پر گئے تو وہ پیالہ وہاں پڑا تھا، انہوں نے پہچان لیا، کہ یہ پیالہ آپ نے کہاں سے لیا ہے، انہوں نے بتایا کہ فلاں دو حضرات آئے تھے وہ ہمیں دے گئے ہیں، اب انہوں نے دکاندار سے پیالہ قیمتاً لے لیا، پھر جا کے وہ پیالہ سرکار علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا، تو سرکار علیہ السلام نے ان سے پھر قسم لی کہ کیا یہی پیالہ ہے جو تمہارے مرنے والے

Marfat.com

اس عزیز کا تھا، انہوں نے قسم دی کہ یہ وہی پیالہ ہے، اب سرکار کریمؐ نے ان دونوں کو بلایا جو عیسائی تھے، چونکہ اس وقت اسلام کا اچھا خاصہ تسلط ہو چکا تھا، ارشاد فرمایا کہ آپ نے جھوٹی قسم کھائی ہے، لہٰذا جتنے پیسوں کا یہ تھا اور جتنے پیسے تم نے اس سے لیے تھے سنار نے ساری بات بتا دی ہے، وہ آپ نے واپس دینے ہیں، ان سے سرکار علیہ السلام نے پیسے لے کے حضرت بدیل کے وارثوں کو وہ پیش فرما دیئے، اب یہاں اس قسم کا ذکر ہے، اور ساتھ یہ تاکید ہے کہ یہ قسم عصر کی نماز کے بعد لی جائے، اور قسم کھاتے ہوئے وہ یہ کہیں کہ اگر تمہیں شک ہے تو ہم قسم کھاتے ہیں کہ اگر ہمارے کسی قریبی رشتہ دار کا کوئی مسئلہ ہوا تب بھی ہم صحیح قسم کھائیں گے اور چند ٹکوں کے عوض جھوٹی قسم نہیں کھائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی ہے ہم اسے چھپائیں گے نہیں، اب اگر وہ بات غلط ہو جاتی ہے تو پھر اسی طرح جوابی دو بندے اور قسم کھائیں گے، قرآن پاک نے یہاں یہ بات بتائی کہ اس طریقے سے انہیں خوف ہوگا کہ ہماری قسموں کے بعد انہیں اگر مال مل گیا اور دوسروں نے قسم کھالی تو ہم معاشرے میں جھوٹے ثابت ہوں گے، دوسرا جو کچھ ہم نے لیا ہوا ہوگا وہ بھی واپس کرنا پڑے گا، قرآن پاک نے تاکید کی کہ خوف اللہ تعالیٰ کا رکھو اور اس انداز کی باتیں مت کرو، اور ان احکام کو غور سے سنو، اگر کوئی قوم فاسق بن جائے تو پھر اسے سیدھا راستہ نہیں ملتا۔ ان آیات کو مفسرین کے نزدیک معنوی انداز سے بڑا مشکل تصور کیا جاتا ہے، اور ان آیات کو ترکیب نحوی کے حساب سے بھی یہاں بے شمار باتیں کی ہیں جناب بیضاویؒ اور جناب رازیؒ نے، اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ معنی کرتے ہوئے بے حد ضمیروں کے مرجع کے حساب سے بے شمار دقت پیش آتی ہے، اس کا تعلق چونکہ میرے سامعین سے نہیں ہے، صرف مولانا حضرات کے لیے کہہ رہا ہوں کہ ان آیات پر جب بھی غور کرنے کی نوبت آئے تو بیضاوی، فخر الدین رازی، ابن کثیر وغیرہ کو ضرور دیکھ لیا جائے، اب آگے اللہ کریم نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے جناب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت ساری باتیں اس انداز سے کی ہیں، کہ یہ پتہ چل سکے کہ عیسائی جو انہیں خدا کا بیٹا مانتے ہیں یہ بات غلط ہے، اللہ کریم نے قیامت کا نقشہ کھینچ کے جو حالات ہاں پیش ہونے ہیں وہ پہلے بیان فرما دیئے، اور ساری تفصیلات جو سوال جواب ہوگا اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے اس کا ذکر کر دیا ہے

☆☆☆☆☆

۞ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ

جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو اکٹھا کر کے فرمائے گا، تمہیں کیا جواب ملا تھا، وہ کہیں گے ہمیں پتہ

لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

نہیں ہے، بے شک آپ ہی سب غیبوں کو جاننے والے ہیں، (یاد کرو وہ دن) اللہ تعالیٰ جب فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم

اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ

میں نے جو تجھ پر نعمتیں فرمائی تھیں اور تیری ماں پر انہیں ذرا یاد کر، میں نے تیری تائید کی تھی روح القدس کے ذریعے،

الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ

پھر تو لوگوں سے پنگھوڑے میں بھی باتیں کرتا تھا، اور ادھیڑ عمر میں بھی، میں نے تعلیم دی

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ

تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی، اور (یاد کر) جب تو بناتا تھا

مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا

کیچڑ سے پرندے کی شکل کی کوئی شے میرے اذن سے پھر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے اذن سے پرندہ ہو جاتی تھی

بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ

اور تو مادر زاد اندھے کو اور برص والے کو بھی میرے اذن سے ٹھیک کر دیتا تھا اور (یاد کر) جب تو اٹھاتا تھا

الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ

مردوں کو میرے اذن سے اور (یہ یاد کر) جب میں نے تجھے بنی اسرائیل کو قتل کر دینے سے روکا، جب

جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ

جب تو ان کے پاس واضح نشانیاں لے کے آیا تھا تو کافروں نے کہا کہ یہ تو جادو ہے

مُّبِينٌ ﴿۱۱۰﴾ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي

کھلم کھلا، اور جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی، کہ مجھ پر بھی

وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ﴿۱۱۱﴾ إِذْ قَالَ

اور میرے رسول پر بھی ایمان لاؤ، انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ گواہ رہ کہ ہم تابع فرمان ہیں، اور جب کہا

الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ

حواریوں نے کہ اے عیسیٰ ابن مریمؑ کیا آپ کا اللہ مہربانی فرما سکتا ہے، کہ

يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُم

ہم پر آسمان سے وہ خوان اتارے، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کھاؤ اگر تم

مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَن نَّأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا

صاحب ایمان ہو انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو اطمینان ہو،

وَنَعْلَمَ أَن قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۱۱۳﴾

اور ہمیں یہ بھی پتہ چلے کہ آپ کا پیغام سچا ہے، اور اس پر ہم لوگوں کے سامنے گواہی بھی دے سکیں

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ

عیسیٰ ابن مریمؑ نے عرض کی کہ اے میرے اللہ! اے رب! ہم پر آسمان سے دستر خوان اتار دے

Marfat.com

تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَءَاخِرِنَا وَءَايَةً مِّنكَ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ

تاکہ وہ ہمارے پہلے اور پچھلے سب لوگوں کے لیے خوشی اور عید کا دن بن جائے، تیری طرف سے وہ نشانی بھی ہو، ہمیں رزق عطا فرما،

خَيْرُ الرَّٰزِقِينَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَن يَكْفُرْ بَعْدُ

یقیناً تو بہترین رزق عطا فرمانے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اسے تم پر اتار رہا ہوں، جو اس کے بعد بھی کفر کرے گا

مِنكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَٰلَمِينَ ﴿١١٥﴾

تم میں سے تو یقیناً میں اسے ایسا عذاب دوں گا جیسا عذاب عالمین میں سے کسی اور کے لیے نہیں ہوگا

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي

وہ بات بھی یاد کرو، جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریمؑ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ بنا لو مجھے

وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ

اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے بغیر دو خدا، انہوں نے عرض کی اے اللہ تو پاک ہے، میرا تو یہ حق ہی نہیں تھا کہ

أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي

وہ کہوں جو یہ لوگ کہتے ہیں، اگر میں نے انہیں یہ بات کہی ہے تو آپ کے علم میں ہے، کیونکہ جو میرے جی میں ہے وہ تو آپ

نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا

جانتے ہیں، اور جو آپ کے پاس ہے وہ میں نہیں جانتا، یقیناً آپ ہی غیبوں کے جاننے والے ہیں

قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنتُ

میں نے تو وہی انہیں کہا ہے جو آپ نے حکم دیا تھا، اور وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے، اور میں

Marfat.com

عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ

ان پر گواہ تھا جب تک ان میں موجود تھا جب تو نے مجھے اٹھالیا تو پھر نگرانی تیرے ذمہ تھی

عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۱۱۷﴾ ان کی، اور تو ہر چیز کا گواہ ہے،

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ اگر تو انہیں عذاب دیتا ہے تو وہ تیرے بندے ہیں

وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللَّهُ هَٰذَا يَوْمُ

اور اگر تو انہیں بخش دیتا ہے تو بلا تو غالب اور حکمت والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دن ہے

يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

کہ سچوں کو آج سچ فائدہ دے گا، ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۱۹﴾

وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۲۰﴾

آسمانوں اور زمین کا ملک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو ان کے اندر ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے

Marfat.com

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم......

ان آیات میں قیامت کے دن کا ذکر ہے، اللہ کریم انبیاء گرامی سے یہ بات پوچھے گا کہ جب تم دنیا میں گئے تھے تو یہ بتاؤ کہ تمہاری امتوں نے جواب کیا دیا تھا، انبیاء کا جواب یہ ہوگا کہ ہمیں تو پتہ نہیں ہے، تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے، اس سلسلے میں بہت ساری باتیں لوگوں نے کہی ہیں، چونکہ یہاں ایک سوال یہ آتا ہے کہ وہ لوگوں کے پاس آئے تھے لوگوں کی باتیں سنی تھیں، پھر اللہ تعالیٰ کے نبیوں نے یہ بات کیوں کہہ دی کہ ہمیں تو پتہ نہیں ہے، سب سے بڑی بات جو اس مقام پر ہمارے عظیم مفسرین میں سے ابن جریر طبری نے کہی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ ادب ہے کہ نبی اپنی طرف علم کی نسبت نہیں کرتے، ایک بات کو جانتے ہوئے بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کیا پتہ، حقیقت تو آپ کو معلوم ہے۔

اس کی مثال اس طرح ہم بیان کر سکتے ہیں کہ جب آپ کے سامنے ایک عظیم المرتبت اور فاضل آدمی بیٹھا ہے تو آپ اگر اس کے سامنے بولنا چاہیں گے تو آپ نہیں بول سکیں گے تو پھر جب ایک طرف خالق ہو اور دوسری طرف اس کے فرستادہ رسول اور بندے ہوں تو وہ یہی انداز اپنائیں گے کہ اے اللہ کریم تو ساری باتیں جانتا ہے جو تو نے ہمیں بتایا ہے وہ ہم یہاں کہتے نہیں ہیں، اب جب اللہ کریم نے اپنی توحید کو ثابت کرنے کے لیے اور مقام سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنے کے لیے آگے چند باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

میں آپ کے سامنے ایک واقعہ عرض کرتا ہوں تاکہ بات واضح ہو جائے، بادشاہ حبشی کے دربار میں مکہ کے مشرکین نے ان صحابہ کو واپس لانے کے لیے وفد بھیجا تھا جن کی قیادت حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضور حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے دوسرے بھائی کر رہے تھے، وہ جب وہاں گئے بادشاہ حبشی کو کہا کہ جن لوگوں کو تو نے یہاں پناہ دے رکھی ہے، یہ عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن ہیں، لہذا انہیں ہمارے حوالے کیا جائے ہمارے ملک کے یہ باغی ہیں اور تیرے مذہب کے بھی باغی ہیں، بادشاہ نے انہیں بلایا، وہ تخت پر بیٹھا تھا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کا خلاصہ اس حسین انداز سے پیش کیا تھا کہ شائد ہی اس کی کوئی اور مثال موجود ہو، وہ ساری تفصیلات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، بادشاہ نے آخر میں پوچھا کہ جو ان پر کتاب نازل ہوئی ہے اس میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی ذکر ہے تو وہ مجھے سناؤ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں جو آیات آتی ہیں وہ خالص اپنے لہجے میں سنائیں، جب سنائیں تو بادشاہ تخت سے اتر کر زمین پر آ کر بیٹھ گیا، ایک تنکا زمین پر پڑا تھا اسے اٹھایا، اٹھا کے کہنے لگا کہ یہ جو تنکا ہے اس کے برابر بھی فرق نہیں ہے، اس حقیقت میں جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق انجیل میں مذکور ہے، اور اس حقیقت میں جو قرآن پاک نے بیان کی ہے، لہذا جو باتیں تم کہہ رہے ہو وہ بھی غلط ہیں اور جو عیسائی کہہ رہے ہیں وہ بھی غلط ہیں، حقیقت یہی ہے جو ان کا ارشاد ہے، بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا، اور اس کو یہ اعزاز بخشا مصطفیٰ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس رات بادشاہ حبشی فوت ہوا، بخاری میں یہ حدیث موجود ہے، سرکار علیہ السلام نے صبح کی نماز کے بعد صحابہ کو ارشاد فرمایا آج تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے، اٹھو صفیں باندھو ہم نجاشی کا نماز جنازہ پڑھیں گے، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی، صحابہ ؓ نے آپ کے پیچھے پڑھی، یہاں ایک سوال تھا کہ میت کا سامنے ہونا ضروری ہوتا ہے، تو یہ میت کہاں تھا، ترمذی میں شارحین نے، بخاری میں امام عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ مقتدی کے لیے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ میت اس کے سامنے ہو، اب آپ کے سامنے بہت بڑا جنازہ ہے اس کی سو صفیں ہو گئی ہیں تو پچھلے صفوں کو میت نظر نہیں آرہا، امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ میت کو دیکھ رہا ہو، چونکہ نجاشی کا جنازہ سید کل ختم رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں کھڑے حبش کے اندر پڑا ہوا دیکھ رہے تھے لہذا جب امام دیکھ رہا تھا تو مقتدی کے لیے دیکھنا ضروری نہیں ہے، لیکن اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو میں یہ کہوں گا کہ جب مصطفیٰ علیہ السلام دیکھ رہے ہوں تو صدیق اکبر ؓ، حیدر کرار ؓ اور باقی سارے صحابہ بھی دیکھ لیا کرتے ہیں،

اذقال الله يعيسىٰ ابن مريم اذكر..... وانت خير الرزقين

اب یہاں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ جو میں نے آپ پر اور آپ کی والدہ پر نعمتیں فرمائیں ہیں انہیں بھی یاد کیجئے، والدہ پر نعمت یہ ہے کہ ان کی گود میں جناب عیسیٰ علیہ السلام آئے، اور کسی باپ کے بغیر آئے، یہ بہت بڑا احسان تھا، پھر ان کی تقدس مآبی کو قرآن پاک نے آ کے ثابت کیا، یہ بھی بہت بڑا احسان تھا، اور جناب عیسیٰ علیہ السلام پر احسان کیا تھا؟ فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ روح القدس کے ذریعے ہم نے آپ کی مدد کی، روح القدس سے اکثر مفسرین نے جبرائیل لیے ہیں، میں روح القدس کی تفسیر بڑی تفصیل سے حضرت شاہ ولی اللہ رحمت اللہ علیہ کے نظریات کو سامنے رکھ کے پہلے پارے میں کر آیا ہوں،

ـتكلم الناس فى المهد و كهلاـــــ

فرمایا اگلی بات یہ تھی کہ آپ نے پنگھوڑے میں پڑے ہوئے بھی لوگوں سے باتیں کیں، قرآن پاک نے دوسرے مقام پر اس کی تفصیل بیان کی ہے، کہ لوگ بھاگے بھاگے آئے کہ یہ کہاں سے آ گیا، تو مریم علیہا السلام کو حکم تھا کہ آپ نے نہیں بولنا ہے، مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر دیا، اب چند گھنٹے پہلے اس دنیا میں آنے والا وہ معصوم سا بچہ جو ابھی پنگھوڑے میں پڑا ہوا ہے اس سے ہم کیسے بات کریں، جب لوگوں نے یہ بات کی تو جناب عیسیٰ علیہ السلام پنگوڑے سے بولے!''میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے کتاب بھی دے چکا ہے، مجھے نبی بھی بنا چکا

Marfat.com

ہے"۔ ابھی کتاب ملی نہیں ہے لیکن انہیں پتہ ہے کہ کتاب آنے والی ہے، وہ نبی ہیں، اس سے یہ پتہ چلا کہ نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے چاہے اس کی نبوت کا اعلان چالیس سال کے بعد ہی کیوں نہ ہو، لیکن وہ پیدائشی نبی ہے، اسی کو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تب بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی کیچڑ اور پانی کے مراحل سے گزر رہے تھے، تو فرمایا کہ یہ بھی احسان ہے، دوسرا احسان یہ ہے کہ ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرتا ہے۔

اب آپ لوگوں سے ایک سوال ہے کہ ہم میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ادھیڑ عمر کی ہوتی ہے، اور یہاں موجود ہے تو وہ باتیں تو کرتے رہتے ہیں، ادھیڑ عمر میں باتیں کرنا تو کوئی عجیب بات نہیں ہے، پھر قرآن پاک نے اسے نعمتوں میں کیوں شمار کیا ہے، ماننا پڑے گا کہ ادھیڑ عمر کا ہو کے جناب عیسیٰ علیہ السلام نے پھر واپس آنا ہوگا، جب وہ گئے ہیں تو ان کی عمر تینتیس (33) سال تھی، تینتیس سال کا بندہ ادھیڑ عمر کا نہیں ہوتا، قرآن پاک نے اشارہ کر دیا ان کی زندگی کی طرف، اب جب واپس آئیں گے اتنا عرصہ گزار کے، پیچھے خدا جانے کتنی قومیں گزر چکی ہیں، کتنی زبانیں بدل چکی ہیں، آج اسرائیل تلاش کر رہا ہے کہ کہیں سے عبرانی مل جائے اور تورات کو اس میں منتقل کر کے ہم بھی کہہ دیں کہ جس طرح تمہارا قرآن پاک اصل زبان میں ہے ہماری تورات بھی اصل زبان میں ہے، ان جاہل مسلمانوں سے معذرت کے ساتھ جو کہتے ہیں کہ اسے اردو میں یا پنجابی میں یعنی کسی آسان زبان میں اسے منتقل کر دیا جائے۔ یعنی ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہمارے پاس بھی اصل ٹیکسٹ بک نہ رہے جس طرح تورات کی ٹیکسٹ یہودیوں کے پاس نہیں ہے، یا انجیل کی عیسائیوں کے پاس نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا کہ تو ادھیڑ عمر میں واپس آ کے باتیں کرے گا، عبرانی نہیں ہوگی ان کے اس پرانے دور کی کوئی اور زبان نہیں ہوگی تو پھر وہ کس زبان میں بات کریں گے اب یہاں تو اچھنبے کی باتیں ہیں، واپس آ کے بات اس زبان میں کر رہے ہیں، جن لوگوں کے پاس آئے ہیں، اور وہ زبان انہوں نے پہلے سیکھی ہی نہیں تھی، یہ زبان کہاں سے سیکھ کے، پڑھ کے آئے ہیں، یہ حیرانی کی بات ہے، اور اس طرف قرآن پاک نے اشارہ کیا کہ ادھیڑ عمر کے عالم میں جب آپ باتیں کریں گے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا آپ پر احسان ہوگا،

....واذ علمتك الكتاب والحكمة.....

ہم نے آپ کو کتاب وحکمت بھی سکھائی، تورات اور انجیل بھی سکھائی، یہاں پھر قرآن پاک نے ان کی زندگی کی طرف بڑے بلیغ انداز سے اشارہ کر دیا ہے، تورات آپ سے پہلے نازل ہو چکی تھی، اس کا سیکھنا ٹھیک ہے، انجیل ان پر نازل ہوئی لہٰذا وہ بھی ٹھیک ہے، کتاب سے مراد جہاں قرآن پاک "**الكتاب والحكمه**" کہتا ہے، وہاں قرآن وسنت مراد ہوتی ہے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تھے تو اس وقت قرآن پاک اس دنیا میں آیا نہیں تھا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ قرآن وسنت پڑھ کے پھر اس

دنیا میں آئیں گے، اور یہ آ کے لوگوں کو سنائیں گے، یہ دوسری بات ہوئی جوان کی زندگی کی دلیل ہے۔

...واذتخلق من الطین کھیئۃ الطیر...

اب اور احسان کیا ہے، گیلی مٹی لے کے آپ جس پرندے کی شکل بناتے تھے اسے پھینک دیتے تھے وہ پرندہ بن کے اڑ جاتا تھا، اب یہ ایسی بات ہے جو بے جان کو جان عطا کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کہیں لوگ انہیں اصل نہ سمجھیں فرمایا ''باذنی'' یہ میرے اذن سے ہوتا تھا، پتہ یہ چلا کہ نبی جو کچھ بھی کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے کرتا ہے، لہذا میں نے آپ کو ایک عقیدہ بتایا تھا کہ ہم سرکار علیہ السلام کی ذاتی کوئی شے بھی نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ کی عطا سے مانتے ہیں، تاکہ شرک کے سارے راستے کٹ جائیں، جن راستوں سے شرک پیدا ہو سکتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ وہ اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے اذن سے پرندہ بن جایا کرتا تھا، تیرے پاس پیدائشی نابینا آتے تھے کوہڑی آتے تھے انہیں تو پھونک مارتا تھا تو وہ ٹھیک ہو جاتے تھے، یہ بھی میرے اذن سے ہوتا تھا، تو قبر پر جا کے کھڑا ہوتا تو کہتا تھا کہ ''قم باذن اللہ'' تو مردہ اٹھ کے کھڑا ہو جاتا تھا تو یہ بھی میرے اذن سے بات ہوتی تھی، پتہ یہ چلا کہ ہر کام نبی جو کرتا ہے وہ اذن خداوندی سے ہی ہوتا ہے، جو لوگ نہیں کر سکتے، یہی وہ خط فارق ہے، جو نبی اور عوام میں آ کے طاری ہو جاتا ہے، چونکہ ہم اس مقصد کے لیے پیدا نہیں کیے گئے، جس مقصد کے لیے نبی پیدا ہوتا ہے، لہذا نبی کو جو ملتا ہے وہ میں کہوں کہ میں بھی ان کی مثل ہوں تو مجھے بھی مل جائے یہ مثل ثابت کرنے کے لیے نہ فخر الدین رازی کے قلم میں طاقت ہے نہ بیضاوی کی قلم میں طاقت نہ کسی اور کے قلم میں طاقت ہے۔

---واذ کففت بنی اسرائیل عنک----

پھر میرا یہ تجھ پر احسان ہے، کہ جب تو واضح نشانیاں لے کے بنی اسرائیل کے پاس آیا تو میں نے انہیں روک دیا کہ وہ تجھے قتل کر دیں، البتہ تیری یہ باتیں دیکھ کے انہوں نے کہا یہ تو بہت بڑا جادو ہے، یہاں ایک اور نکتہ آپ اپنے ذہن میں رکھ لیں، وہ نکتہ یہ ہے کہ جس علم کی بے حد قوت ہو کسی دور میں، نبی جس کو چاہتا ہے اسی کو شکست دیتا ہے، جناب عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں طب بڑے عروج پر تھی، جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اسے شکست دی، جادو بڑے عروج پر تھا جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اسے شکست دی، میرے آقا علیہ السلام کے آنے پر بلاغت کا بڑا چرچا تھا، قرآن پاک نے کہا آؤ نا میدان میں اتر آؤ اگر ہمت ہے، یہ بات ختم ہو گئی۔

...واذاوحیت الی الحوارین.......... وارزقنا وانت خیر الرزقین

ایک اور احسان یہ ہے کہ جو آپ کے حواری ہیں، حواری گورے چٹے اور نکھرے ہوئے رنگ والے انسان کو کہتے ہیں، لیکن

Marfat.com

"اضعافا مضعفة" کے لفظ سے یاد کیا ہے، عام اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے، اس کا معنی کرنا ہوگا دوگنا یا چار گنا کر کے مال سود نہ کھاؤ، اب اللہ تعالیٰ سے ڈرو فلاح اسی میں ہے کہ سود کو معاشرے سے ختم کر دیا جائے، معاشرے میں جب بھی سود آتا ہے، اور اسکی بہت ساری خرابیاں ہوتی ہیں، سود خور طبقہ اپنی سہولتیں تلاش کرتا ہے، اور سود دینے والا طبقہ انتقام سے بھر جاتا ہے، لہذا ان دونوں طبقوں کو ملانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ سود کا خاتمہ ہو، لیکن اسلام جس معاشرے کو لے کے آگے بڑھ رہا تھا، اس معاشرے کی بنیاد انسانی فلاح پر اس نکتہ نگاہ پر تھی، کہ مخیر اپنا مال ضرورت مند کو دے، اور جو اصل مال دیا ہے وہ واپس لے لے، تاکہ ضرورت مند کی ضرورت بھی پوری ہو جائے اور اس کا مال ضائع بھی نہ ہو، تو اس انداز سے معاشرے میں خیر و برکت پھیلتی ہے، لہذا اسلامی اقتصادی نظام غیر سودی ہوتا ہے، اور بڑی کامیابی سے سینکڑوں سال یہ غیر سودی نظام چلتا رہا ہے، اب جب ایران میں اسلامی انقلاب آیا تو وہاں بھی یہ فیصلہ ہوا کہ سودی نظام کو جو شاہ کے دور میں موجود تھا اسے ختم کر دیا جائے، ایران کے اندر سودی نظام کو ختم کر دیا گیا ہے، کیمونسٹ نظام میں چین نے یہ بات کہی کہ سودی نظام پر ہماری معیشت قائم نہیں ہوتی، سودی نظام استحصالی نظام ہے لہذا اسے ختم ہونا چاہیے، وہ ختم ہوگیا، اب سوال یہ ہے کہ جب ایسی کیفیت ہو، تو مغربی قوموں سے ہم تجارت کس انداز سے کریں، ایک نکتے کو آپ ذہن میں ڈال لیں، کہ جب تک آپ ساری دنیا میں اسلامی نظام قائم کرکے یا اتنی قوت بنا کے کہ غیر بھی سودی نظام کو چھوڑ دیں کامیاب نہیں ہوتے، تو آپ کو دو حصوں میں قوم کو بانٹ دینا ہوگا، ایک حصہ وہ جہاں اسلام برسر اقتدار ہے تو ملک کے اندر سود کو آپ روک دیں گے، اور جب بیرونی طاقتوں کے ساتھ آپ سودے کریں گے، تو جس انداز سے وہ آپ سے سود لیتے ہیں اس انداز سے آپ اس لیے لے لیں گے کہ آپ ان سے سود نہ لیں اور خود انہیں سود دے دیں، تو اس طریقے سے اسلامی مالیاتی نظام بگڑتا ہے، لہذا ہمارے قدیم محققین نے غیروں کے ساتھ تجارت کرتے ہوئے جو ضابطے قائم فرمائے وہ ہمارے شیعہ سنی سب کتابوں میں موجود ہیں۔

ہمارے ہاں سودی نظام مروج ہے اسے ہم دل سے برا سمجھتے ہیں کسی انداز سے بھی آپ اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں، اور اسے تبدیل کرنے کے لیے بھرپور کوششیں کریں، لیکن جب تک آپ اسے تبدیل نہیں کر سکتے، اس وقت تک اس نظام کو جس طریقے سے چلایا جا رہا ہے، اس کی گندگی سے آپ نہیں بچ سکیں گے، اس کو قبول کرنا آپ کی مجبوری ہوگی، اس پر تفصیل سے بحث ہمارے مالیات کے سلسلے میں ہمارے قدیم محققین میں سے غزالی نے، جدید محققین میں سے عراق کے بڑے فاضل دوست گزرے ہیں جنہوں نے مالیات پر بڑی نفیس کتابیں لکھی ہیں، ایرانی علماء نے اس سلسلے میں بڑی نفیس کتابیں لکھی ہیں اسلام کے اقتصادی نظام پر، یہاں برصغیر میں کچھ لوگوں نے بھی لکھا لیکن ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری تحریریں نہیں ہیں، بہت پیچھے ہیں، مولانا مودودی کی مشہور کتاب ''سود'' جسے اردو لٹریچر میں اچھی کتاب کہا جاسکتا ہے

Marfat.com

حواری کا دوسرا معنی جو آپ کے نظریات کو مان لے اور انہیں لے کے میدان عمل میں نکل آئے۔ دوسرے معنی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سرکار علیہ السلام نے فرمایا! کچھ صحابہ کے بارے میں کہ فلاں جنت میں میرا حواری ہوگا، تو ارشاد فرمایا کہ حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی، مجھ (اللہ تعالیٰ) پر بھی ایمان لاؤ اور میرے رسول پر بھی ایمان لاؤ، انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے، اللہ گواہ رہے کہ ہم مسلم ہیں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم کا لفظ سب سے پہلے صرف مسلمانوں پر نہیں بولا گیا، یہ پہلے بھی تھا، کب سے شروع ہوا قرآن پاک نے کہا!" تم ملت ابراہیمی میں ہو جو تمہارا نام مسلمان رکھ گئے تھے، یہ تو بعد میں ہم مختلف ٹبروں میں تقسیم ہو گئے مشترک نام ہمارا مسلم ہی تھا، اب حواری بولے کہ عیسیٰ کیا آپ کے ربّ میں یہ طاقت ہے، ایمان کے بعد یہ سوال نہیں ہو سکتا، اس لیے میں نے ترجمہ کرتے ہوئے لفظ کو اس انداز سے بدل دیا جو عربی محاورہ چاہتا ہے، کیا آپ کا ربّ ہم پر مہربانی فرمائے گا، کہ ہمارے لیے آسمان سے دسترخوان اتار دے، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بس یہی ایمان ہے، انہوں نے کہا کہ ہم چار باتوں کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں، ہم خود بھی اسے کھائیں گے پہلی بات۔ دوسری بات اطمینان قلبی حاصل ہو جائے، تیسری بات پتہ چل جائے گی کہ آپ سچے ہیں، چوتھی بات یہ کہ ہم لوگوں کے سامنے آپ کی گواہی دیں گے، تو ان چار باتوں کی وجہ سے ہم یہ مطالبہ کر رہے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کریم کی خدمت میں عرض کی "اے اللہ، اے میرے پروردگار (ذاتی نام بھی لیا اور صفاتی نام بھی لیا) آسمان سے دسترخوان اتار دے تا کہ پہلے اور پچھلے سب کے لیے یہ عید کا دن بن جائے، (خوشی کا دن بن جائے) اور تیری طرف سے یہ ایک نشانی بن جائے"۔

یہاں سے ایک بات سمجھ آئی، کہ جب کوئی ایسا دن جو کسی قوم کے لیے اہم تر ہو تو اسے وہ عید کا دن قرار دیتے ہیں، بار بار جو یہاں یہ بحث چھیڑی جاتی ہے کہ عید میلاد کا کیا ثبوت ہے، تو یہ ثبوت نہیں ہے تو اور کیا ہے، کہ جس دن ان پر دسترخوان نازل ہو وہ ان کے لیے عید کا دن بن جائے، اور جس دن مصطفیٰ علیہ السلام اس کائنات میں تشریف لائیں تو وہ دن عید کا دن نہ قرار دیا جا سکے، یہ کج بحثی ہے، فرمایا کہ جی وہ آ گیا تمہارے پاس، یعنی کیا کوئی کھا کے بھی انکار کرے گا تو اسے وہ عذاب ملے گا جیسا کسی کو نہیں ملا ہوگا۔

واذقال الله يعيسىٰ ابن مريم ا انت ....وهو على كل شئى قدير

اب عیسیٰ علیہ السلام کو اتنی نعمتیں دے کر قیامت کے دن یہ پوچھا جا رہا ہے کہ اے عیسیٰؑ کیا آپ نے لوگوں کو کہا تھا کہ وہ آپ کو اور آپ کی ماں کو اللہ کو چھوڑ کے دو خدا بنا لیں؟ وہ کہیں گے کہ تو تو شرک سے پاک ہے، جو میرا حق نہیں ہے اسے کے بارے میں میں بھلا کیسے کہہ سکتا ہوں اس لیے میں نے یہ بات بالکل نہیں کہی، اگر میں نے کہی ہوتی تو تیرے علم سے باہر تو نہیں ہے تو سب باتیں جانتا ہے، جو میرے جی میں ہے، وہ تو جانتا ہے، لیکن جو تیرے احاطہ علم میں ہے وہ میں نہیں جانتا، میں یہاں نفس کا معنی علم کر رہا ہوں

Marfat.com

وجہ؟ کہ نفس جسے جان کہتے ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے، لہذا ترجمے میں ہمیں ایسا انداز اپنانا پڑے گا کہ ادب مجروح نہ ہو۔''جو تیرے احاطہ علم میں ہے میں اسے نہیں جانتا''۔ پتہ یہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی کسی کا علم نہیں ہوتا، فاضل بریلوی کو اس بنیاد پر مشرک کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کا علم برابر قرار دیا ہے، فاضل بریلوی نے تفصیل سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں کسی رسول کا علم اتنا بھی نہیں جتنا پرندہ کسی سمندر سے چونچ بھر لے اور وہ کہے کہ سارا سمندر میرے منہ میں ہے، جس طرح یہ ناممکن ہے اسی طرح وہ بھی ناممکن ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک قطرہ ہو اس کے آپ دس لاکھ حصے بنالیں تو وہ دس لاکھواں حصہ جو ہے اتنا علم بھی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہیں ہے، خدا جانے پھر کیوں یہ کج بحثی اس ملک میں کھڑی کر کے مسلمانوں کو دو حصوں یعنی دیوبندی اور بریلوی بنا کے کیوں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

تعلم مافی نفسی ولا

ارشاد فرمایا! جو تیرے احاطہ علم میں ہے وہ میں نہیں جانتا، غیبوں کا جاننے والا تو ہے، ہم تو وہی جانتے ہیں جو تو بتا دیتا ہے، میں نے تو انہیں وہی حکم دیا تھا جو تو نے مجھے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، رب وہ ہے جو تربیت کرتے ہوئے زوال سے کمال تک لے جائے، تو ارشاد فرمایا کہ میں رب نہیں ہوں رب اور ہے اسے مانو! اے اللہ جب تک میں ان میں موجود رہا تو تبلیغ کرتا رہا جب میں آ گیا تو پھر ان کے اعمال کا میں ذمہ دار تو نہیں ہوں، میں نے تو انہیں سیدھا راستہ دکھا دیا تھا، ان کی پھر نگرانی آپ نے فرمائی ہے، آپ نے دیکھا ہے کہ یہ کس راستے پر چلے گئے ہیں، ''رقیب'' جو ٹوکے نہیں، چونکہ اس طرح آزادی کار پر حرف آتا ہے میں ایک نکتہ عرض کر رہا ہوں، یہاں رقیب کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے استعمال کیا تھا، کہ میں دیکھتا تو رہا کہ یہ کیا کر رہے ہیں، تو پھر انہیں ٹوکا کیوں نہیں ہے، اس لیے کہ ہم جبری ایمان قبول نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ تو خود ہر چیز کا گواہ ہے، بندے تیرے ہیں تو چاہے تو انہیں عذاب دے، بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔

ان تعذبھم فانھم عبادک

یہ آیت میرے آقا علیہ السلام کی زبان پر نماز میں آ گئی، اور پھر رات صبح میں تبدیل ہو گئی، سرکار علیہ السلام امت کے لیے یہی آیت تلاوت کرتے رہے، کہ اگر تو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں، بخش دے تو تو ہی غالب اور حکمت والا ہے، یعنی ہم تو بخشوانے کے لیے درخواست کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ جب یہ بات سماعت فرمائی تو فرمایا کہ آج سچوں کو سچ فائدہ دے گا، کہ تم سچے ہو اس لیے تمہاری نجات ہے، جو غلام سچے ہیں ان کی نجات ہے، تو ان کے لیے جنتیں ہیں کہ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، انہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہاں رہنا ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکے ہیں میں آپ کو

Marfat.com

ایک نکتے پر لے جانا چاہتا ہوں لہذا وضاحت کرر ہا ہوں، سرکار علیہ السلام کے صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے، اس کا ماخذ یہ آیت بھی ہے اور آگے چل کے ایک اور آیت بھی آنے گی، کیونکہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اسے جہنم کی آگ چھو بھی نہیں سکتی جس نے مجھے ایمان کی حالت میں دیکھا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا ہے، تو امت نے اجتماعی طور پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا، یہ بہت بڑی کامیابی ہے جو ان حضرات کو مل گئی ہے، ہمارے جو عارف قسم کے مفسرین ہیں، انہوں نے یہ بات کہی کہ اللہ کریم کی رضا کے مقابلے میں جنت ذرا بھی مقام نہیں رکھتی، جنت کی ساری نعمتیں رضائے ربانی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا تو یہ احسان عظیم ہے، آسمانوں اور زمین کا ملک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو ان کے درمیان ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

سورۃ الانعام کا تعارف

یہ سورۃ ساتویں پارے کے پاؤ سے تھوڑا آگے شروع ہوتی ہے، اس میں ایک سو پینسٹھ (165) آیات ہیں، اور بیس (20) رکوع ہیں، کلمات ایک ہزار تین سو (1300) ہیں، حروف بارہ ہزار نو سو پینتیس (12935) ہیں، یہ سورۃ مکی ہے۔ زیادہ تر آیات اکٹھی نازل ہوئی ہیں، اس کا پس منظر یہ ہے کہ مکی زندگی کا جو انداز تھا اس پر بڑی تفصیل سے گرفت کی گئی ہے، مکہ کی بت پرستی پر بڑی شدت سے اعتراضات کیے گئے ہیں، توحید کے دلائل ہیں، اور ان دلائل میں جس چیز کو سب سے زیادہ بنیاد بنایا گیا ہے، وہ مناظر فطرت ہیں، ان کے مختلف اعتراضات کا بھی ذکر کیا گیا، کہ فرشتہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا، قرآن پاک آپ کو ایک ہی دفعہ کتابی شکل میں کیوں نہیں دیا گیا، موت کے بعد زندگی آپ بار بار کیوں کہتے ہیں، یہ تو ماننے والی بات ہی نہیں ہے، اس قسم کے جتنے بھی شرک کے متعلق سوال تھے جو مشرکوں نے کیے تھے، ان کے قرآن پاک نے بھرپور انداز سے مدلل جواب دے کر تردید کی ہے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بار بار اللہ کریم تسلی اور اطمینان بھی دلاتے ہیں، اور یہ ارشاد بھی ہوتا ہے کہ باطل حق پر غالب نہیں آیا کرتا، اس سے آگے جانور کی حلت اور حرمت کے احکام ارشاد فرمائے، اس سورۃ کے بالکل آخری حصے میں مکارم اخلاق اور مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے اس پر بڑی جامع آیات آئی ہیں، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس انداز سے تبلیغ فرماتے ہیں، اس کا اس سورۃ کے اختتام پر بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، تو چونکہ انعام جانوروں کو کہا جاتا ہے تو اس میں حلال اور حرام جانوروں کا تفصیل سے ذکر آیا ہے، اس لیے اس سورۃ کا نام بھی الانعام ہے۔

☆☆☆☆☆

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

ترتیبہا ٦ — آیاتہا ١٦٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پیدا فرمایا آسانوں اور زمین کو اور بنایا اندھیروں کو

وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِىْ

اور نور کو پھر بھی جنھوں نے کفر کیا ہے وہ اپنے رب کے ساتھ برابر ٹھیرا رہے ہیں (غیر معبودوں کو) اللہ وہ ذات ہے

خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۗ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ

تخلیق فرمایا ہے جس نے تم کو مٹی سے پھر مقرر کی ایک میعاد، اور ایک میعاد مقرر ہے اللہ کے نزدیک پھر بھی تم

تَمْتَرُوْنَ ﴿٢﴾ وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الْاَرْضِ ۗ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ

شک کررہے ہو اور وہی اللہ ہے آسانوں میں اور زمین میں وہ جانتا ہے تمھارے بھید بھی

وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿٣﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ

اور تمھاری کھلی باتوں کو بھی اور اسے معلوم ہے جو تم کمائی کررہے ہو اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی آیت (نشانی)

اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٤﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ

نشانیوں میں سے ان کے رب کی مگر اس سے اعراض کرتے ہیں، تو البتہ تکذیب کی ہے انہوں نے حق کی

Marfat.com

لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنۢبَـٰٓؤُا۟ مَا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٥﴾ أَلَمْ

جب وہ آگیا ان کے پاس، پس عنقریب آجائیں گی خبریں اس چیز کی جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے، کیا نہ

يَرَوْا۟ كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّـٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ مَا لَمْ

دیکھا انہوں نے کتنی ہلاک کیں ہم نے قومیں ان سے پہلے ہم نے انہیں تسلط دیا تھا زمین میں جو نہ

نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا ٱلسَّمَآءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا ٱلْأَنْهَـٰرَ

دیا ہم نے تم کو ویسا تسلط اور ان پر موسلا دھار برسنے والے بادل بھیجے اور بنادیں ہم نے نہریں

تَجْرِى مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَـٰهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِنۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا

جو چلتی تھیں ان کے نیچے، پھر ہلاک کردیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب سے اور پیدا فرمادیا ان کے بعد ایک قوم

ءَاخَرِينَ ﴿٦﴾ اور (دوسری) کو

☆☆☆☆☆

الحمد لله الذی خلق ۔۔۔ بربھم یعدلون

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے ہرطرف اندھیرا تھامناظر فطرت کی ہر شے معبود بنی ہوئی تھی، ھندوستان میں 33 کروڑ معبود تھے، کہیں سورج معبود تھا تو کہیں ستارے، کہیں پیپل خدا تھا تو کہیں گائے اور بیل مسجود تھے، آگ کی عبادت اشرف المخلوقات کرر ہا تھا تو کہیں بلند پہاڑ دعوت عبادت دے رہا تھا، کہیں سیدنا عزیر ابن اللہ تھے تو کہیں توحید تثلیث میں پنہاں تھی۔

۔۔۔وجعل الظلمت والنور۔۔

ان حالات میں رحمت عالم علیہ السلام نے اللہ کریم کا یہ ارشاد سنایا کہ تم کس بھول بھلیاں مین بھٹک رہے ہو آسمانوں اورزمین کا خالق نوراور ظلمت کووجود بخشنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے سوچو تو سہی پہاڑوں کو بلندی، زمین کو پستی، پانی کو روانی، پہاڑ اور پتھروں کو وجود، صحرا کو وسعت اوروادی کو تنگنائی کس نے دی ہے۔کون زمین کو پھولوں کی چادراور پہاڑ وں کو برف کا لحاف پہناتا ہے، اس ذات کی طرف مڑو کہ اصل وہی ہے۔

۔۔ثم الذین کفروا۔۔

ثم یعنی ان سب حقائق کے بعد جوتمہارے سامنے بکھرے پڑے ہیں آنکھیں بند کر کے دماغ کی کھڑکیاں بند کر کے دل کے دروازے مقفل کر کے تم مخلوق کو خالق کا ہمسر اور مقابل مان رہے امام راغب نے فرمایا 'ای یجعلون له عدیلا' (یعنی اپنے معبودان باطل کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں) علامہ ابن جریر نے یوں تفسیر فرمائی ہے 'یجعلون له شریکا فی عبادتهم ایاه فیعبدون معه الالهة والانداد' (اپنی عبادت میں اللہ کے ساتھ اور خدا اور شریک بنا کر انکی بھی عبادت کرتے ہیں) غیر اللہ کی عبادت کا مطلب ہی اسے اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھرانا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

هوالذی خلقکم من طین... ثم انتم تمترون

انسان مٹی سے بن گیا اسکی زندگی کا عرصہ مقرر ہوا عناصر ملے تو انسان بن گیا عناصر بکھرے تو وہ بکھر گیا زندگی کا چراغ گل ہوا ذرات کو ہوائیں اڑا لے گئیں یہ سب اسی فیصلے کا نتیجہ ہے جسے قرآن پاک نے 'اجل' کے جامع لفظ سے بیان فرمایا ہے۔

.....و اجل مسمی عنده.....

یہ مقرر عرصہ قیامت کا ہے کہ وہ بھی اپنے وقت پر آئے گی اس کا علم بھی اللہ کریم کے پاس ہے کوئی شخص اسکی قیاس آرائی نہیں کر سکتا سارے سائنسی اور فنی اندازے غلط ہیں قیامت کا علم صرف اسی کو ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بتا دے اور وہ صرف اپنے مقدس رسولوں کو بتاتا ہے ظاہر پرستوں کو نہیں۔

... ثم انتم تمترون...

ثمہ یہاں بھی اسی طرح استعمال ہوا ہے جیسے پہلی آیت میں استعمال ہوا تھا یعنی تم کو دلائل وشواھد دیکھنے کے بعد بھی یقین نہیں آتا کہ قیامت ہوگی تم خارجی دنیا کو دیکھو جو ہر وقت تبدیلیوں کی زد میں ہے پھر داخلی دنیا کو دیکھو غذا معدہ میں گئی کئی انقلابات کے بعد جزو بدن بنی ایک حصہ آنکھوں کا نور بنا ایک کانوں کی سماعت، ایک حصہ زبان کی گویائی ہوا جو ہستی یہ سب کچھ کر رہی ہے کیا وہ ہستی بکھرے ذروں کو اکٹھا نہیں کر سکتی، کیا دنیا میں سب کو انصاف مل گیا ہے؟ اگر نہیں تو پھر انصاف کا ایک دن اور ہونا چاہیے اور یہی دن قیامت ہے۔

وھو اللہ فی السموت..... و یعلم ما تکسبون

توحید ذاتی وصفاتی کا جامع اظہار ہے کہ ساری کائنات میں معبود برحق وہی ہے وہ تمہارے سب بھید تمہاری سب کھلی باتیں اور تمہارے سب اعمال وافعال جانتا ہے یعنی اس کا علم ہر ذرے پر محیط ہے اس مقدس آیت نے قدیم فلاسفہ کے ساتھ جدید ماہرین کے نظریات کو بھی توڑ دیا جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو نہیں جانتے، اسکی ترکیب میں نحویوں نے بہت بحثیں کی ہیں ہم ان سے صرف نظر کر رہے ہیں البتہ معنوی حیثیت سے یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا ایسے علیم وخبیر کو چھوڑ کر بے بس بتوں کو معبود بنایا جا سکتا ہے؟

وماتاتیھم من ایۃ .....الاکانوان عنھا معرضین

یہ انسان فانی ہے کہ دلائل کا توڑ نہ کر سکنے کی صورت میں وہ منہ موڑ لیتا ہے اور حقائق کو تسلیم نہیں کرتا یہی حال مشرکین کا تھا رحمت عالم ﷺ کے ہر قسم کے معجزات خواہ وہ حسی تھے یا معنوی دیکھنے کے بعد بھی انہوں نے غور وفکر سے کام نہیں لیا بلکہ منہ موڑ کیا اور ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے ایمان کے نور کی طرف نہیں بڑھے بلکہ ظلمت کے گڑھوں میں گرتے رہے۔

Marfat.com

فقد کذبوا بالحق لما ...... یستهزء ون

نتیجہ یہ نکلا کہ حق کو انہوں نے جھٹلانا شروع کر دیا حق سے نبی اقدس علیہ السلام کی ذات پاک بھی مراد ہے اور قرآن حکیم بھی، کیونکہ جو نبی کو جھٹلاتا ہے وہ لازماً قرآن کو بھی جھٹلائے گا اور جو قرآن کی تکذیب کرے گا وہ نبی کی بھی تکذیب کرے گا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اگلہ جملہ پیش گوئی ہے کہ اب اسلام کا بول بالا ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے، انکے ٹھٹے اور تکذیب کی کہانی ختم ہونے والی ہے بقول ابن حیان اندلسی وہ تین گروہ تھے، پہلا گروہ آیات سنکر منہ پھیر رہا تھا دوسرا گروہ اس کج روی میں آگے بڑھا اور وہ جھٹلانے لگ گیا، تیسرا گروہ ان سے آگے بڑھ کر مذاق کرنے اور تمسخر اڑانے لگا، تینوں گروہوں کو بتایا گیا ہے کہ اب بدلے کا وقت ہے نتیجہ کے منتظر رہو۔

الم یرو کم اھلکنا من قبلھم...... و انشانا من بعد ھم قرنا اخرین

اب مشرکین کو ایسے سابقہ سرکشوں کے انجام کی خبر دی جارہی ہے عرب تاجر تھے مختلف ملکوں سے گزرتے تھے، تباھیاں دیکھتے تھے کھنڈرات کا نظارہ کرتے تھے عاد و ثمود کی تباہ بستیاں انکی عظمت رفتہ کی زبان حال سے داستانیں۔ ماتیں ان قوتوں کو زمین پر پورا تسلط حاصل تھا، اقتدار تھا، مال و دولت تھی، سرسبز و شاداب زمینیں تھیں، خوشحالی تھی، بارشوں کی فراوانی تھی، نہریں رواں تھیں، وہ عیش و عشرت کے دلدادہ ہو کر گناھوں کی دلدل میں گرے اللہ کریم نے انہیں تباہ کر دیا انکے مقابلے میں ان مشرکوں کی کیا حیثیت ہے اگر وہ تباہ ہو سکتے ہیں تو ان پر بھی قانون مکافات لاگو ہوگا اور یہ بھی تباہ ہو جائیں گے۔

وانشانا من بعد ھم ......

کیا وہ ختم ہو گئے تو بزم کائنات اجڑ گئی؟ بالکل نہیں اللہ تعالیٰ نے ایک اور قوم کو ان کا جانشین بنا دیا اور بزم ہستی جاری و ساری رہی اسی طرح یہ مشرک اپنے شرک سمیت نیست و نابود ہونگے تو ایک نئی قوم آجائے گی۔ مسلمانوں کے لیے بھی یہ پیغام عبرت ہے کہ راہ راست سے بھٹکو گے تو ھماری گرفت سے نہیں بچ سکو گے۔ دور حاضر میں جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے وہ ہمارے اعمال و افعال کا نتیجہ ہے۔

×××××××××××××

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ

اور اگر ہم نازل کرتے آپ ﷺ پر کتاب کاغذ میں (لکھی ہوئی) اور اسے وہ اپنے ہاتھ سے چھوتے

لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

تب بھی یہی کہتے جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے کہ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا ہوا

عَلَيْهِ مَلَكٌ ۗ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾

اور کہتے ہیں کیوں نہ اتارا گیا ان پر فرشتہ اور اگر ہم اتارتے فرشتہ تو فیصلہ ہو گیا ہوتا ہر بات کا پھر نہ مہلت دی جاتی انھیں

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا

اور اگر ہم بناتے نبی کسی فرشتہ کو تو بناتے اس کو انسان کی شکل میں ہم مشتبہ کر دیتے ان پر

يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾ جس شبہ میں وہ اب ہیں

ولو نزلنا علیک الکتاب.....الا سحر مبین

تمسخر و مذاق کے بعد ہٹ دھرمی کی اور ایک انتہا آتی ہے اور یہ حق کے خلاف ضد اور عناد ہے، آیت شریفہ میں اسی کا ذکر ہے کہ اگر اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں کہ کاغذوں پر لکھی کتاب آگئی ہے پھر اسے ہاتھوں سے چھو کر جانچ بھی لیں تو بجائے ماننے کے یہ پکار اٹھیں گے یہ الہام و وحی نہیں بلکہ کھلم کھلا جادو ہے، جہاں بغض، عناد اور ضد کی حکومت ہو وہاں کجروی کے لیے بہانوں کی کمی نہیں ہوتی، آج بھی یہ انداز ماضی کی طرح جاری ہے۔

یہ دراصل ''الرباء'' کا چربہ ہے، جو ایک مصری فاضل نے لکھی ہے، یہ افکار مولانا کے نہیں ہیں، ان میں سے 98% افکار وہ ہیں جو اس مصری فاضل نے بیان کیے ہیں، لیکن اس پر بہت سی نئی کتابیں اس سلسلے میں آ گئی ہیں، آپ میں سے اگر کوئی مطالعہ کرنا چاہیں تو میں ان کتابوں کے نام اور ان کے مصنفین کے نام بھی بتا دوں گا۔ تو یہاں ارشاد یہ فرمایا کہ سود در سود کی اس لعنت سے بچ جاؤ، آگ سے ڈرو! جو آخرت میں کافروں کو ملنے والی ہے، کہ کہیں تم ادھر نہ پھینک دیے جاؤ، اللہ اور رسول کی بات کرو، اللہ اور رسول جب سود کو ختم کرتے ہیں تو اسے ختم کرنے کے ذرائع سوچو تا کہ تم پر رحم ہو، تمہارے سامنے دو باتیں ہونی چاہیں، اللہ بخش دے، گناہوں سے درگزر فرمائے، اور آخرت میں اپنے قرب کے لیے جنت میں جگہ دے، یہاں یہ جو لفظ آیا ہے۔ ''عرضها السمٰوات والارض'' کہ اس کی چوڑائی جو ہے وہ سارے آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، یہ محض ہمارے علم کی جہاں تک وسعت کی حد تھی اسے بیان کرتے ہوئے کہہ دیا گیا ہے، کہ تمہارا علم تو اسی کو سب سے زیادہ وسیع سمجھتا ہے کہ آسمان اور زمین سارے مل جائیں تو اس کی چوڑائی اتنی ہوگی اور لمبائی کیا ہوگی، اصل عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ تم اس کی چوڑائی اور لمبائی کو ناپ نہیں سکتے، تمہارے اندازوں سے باہر کی وہ بات ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مختلف ارشادات میں صحابہ کو سمجھانے کی کوشش فرمائی، اب جتنا عرب کا طول وعرض ہے، فرمایا اتنے اتنے تو اس کے دروازے ہیں جسے تم جنت کہتے ہو، یہ پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے، قرآن کی سورۃ البقرہ کی پہلی چند آیات میں پرہیز گاروں کی کچھ علامات ذکر ہوئی تھیں، کم و بیش دو اڑھائی درجن جگہ پر قرآن حکیم نے اپنے مخصوص انداز سے متقی حضرات کی علامتیں بیان کی ہیں، کچھ کسی جگہ بیان کر دیں کچھ کسی جگہ بیان کر دیں، آئیے یہاں بھی چند علامات کا تذکرہ ہے۔

☆ *آگے ارشاد فرمایا* کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ متقی لوگ جو ان کے پاس مال ہوتا ہے، اسے خوشی میں بھی وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں، تکلیف میں بھی راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب خوشی کا موقع ہو تو جس انداز سے ہم خودنمائی کرتے ہوئے مال کو خوشیوں کے موقع پر تباہ کرتے ہیں، وہ طریقہ غلط ہے، جب خوشی کا موقع ہو تب بھی راہ خدا میں خرچ کیا جائے، مثلاً بیٹے کی شادی ہے، آپ مہمانوں پر خرچ کرتے ہوئے لکھوکھا اڑا دیتے ہیں، سوائے اس کے کہ جو چند لمحے ہیں ان چند لمحوں میں اپنی ساری دولت کو تباہ کر دیا ہے، اسی رقم سے اگر آپ ایک ہسپتال قائم کر دیں اسی بچے یا اسی بچی کے نام ہو جائے جس کی شادی کی یہ تقریب ہو رہی ہے، اور اس نام سے وہ ہسپتال چلتا رہے، یا کالج بنایا ہے وہ چلتا رہے، یا ایک دینی ادارہ چلتا رہے، یا ایک پل تیار کرا دیں یا کوئی اور اسی قسم کا کام کر دیں کیا وہ خرچ جو دو چار گھنٹوں کے لیے ہے اس سے آپ کو زیادہ خوشی ہوگی یا اس سے زیادہ خوشی ہوگی جس کی وجہ سے آپ کو جس وقت تک وہ چیز قائم ہے خوشی ہوتی رہے گی، ارشاد ہوا کہ خوشی کے موقع پر اللہ کے راستے میں خرچ کیا جائے، اسی طرح جب وہ تکلیف میں ہیں تو راہ خدا میں خرچ کیا جائے، راہ خدا کا مطلب یہ ہے کہ آپ ذرائع

وقالوا لولا انزل علیہ ـــــ ثم لاینظرون

کافرایک خیال میں محو تھے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ انکے ساتھ فرشتہ بھیجتا اور فرشتہ بتا تا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، جیسے دنیاوی حاکم کسی کو بھیجتے ہیں تو ان کے ساتھ باڈی گارڈ وغیرہ ہوتے ہیں انکے ساتھ کوئی فرشتہ نہیں یہ فرشتہ لائیں تاکہ ہم بھی ایمان لے آئیں، اللہ کریم نے جواباً فرمایا کہ اگر فرشتہ آتا اور اپنی اصلی شکل میں آتا تو تم ہوش حواس کھو بیٹھتے اب اگر فرشتہ آئے اور تم نہ مانو تو پھر ایسا عذاب تم پر مسلط ہوگا کہ تمہارا نام ونشان بھی مٹ جائے گا پھر مہلت نہیں ملے گی، وہ سامنے آجائے تو غیب شہادت میں بدل جائے گا پھر تمہارے ایمان کی نوعیت کیا ہوگی؟ کیا یہ جبری ایمان نہیں بن جائے گا اور دین میں جبر تو ہے نہیں!

ولوجعلنہ ملکا ـــ ما یلبسون

تم فرشتے کو مانگ رہے ہو انکی طرف نگاہ ادب نہیں اٹھاتے جو سب رسولوں کے امام ہیں اور فرشتے جو کے غلام ہیں انکی بشریت میں کھو جانے والو! ان کے دل کی دنیا میں انوار خداوندی کے طلوع ہونے والے سورج کو دیکھو، فرشتہ طلبی کر رہے ہو فرشتہ اصلی صورت میں آتا تو تم استفادہ کیسے کرتے اور اگر انسانی شکل میں آتا تو پھر تم ہی لغو اعتراض کرتے جواب کر رہے ہو۔

☆☆☆☆☆

وَلَقَدِ ٱسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ

اور یقیناً مذاق اڑایا گیا رسولوں کا آپ ﷺ سے پہلے پس گھیر لیا

بِٱلَّذِينَ سَخِرُوا۟ مِنْهُم مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۰﴾

ان لوگوں کو جنھوں نے مذاق اڑایا تھا ان میں سے جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے

ولقد استهزیء برسل۔۔۔ به یستهزء ون

اللہ کریم نبی ﷺ کو تسلی فرمارہے ہیں کہ دور قدیم سے ہی منکرین رسالت کا یہی انداز رہا ہے سابقہ نبیوں کا بھی منکرین نے مذاق اڑایا، انکار کیا اپنے جیسا بشر کہتے تھے بغض وعناد سے پیش آتے تھے وہ سب صفحہ ہستی سے مٹ گئے یہ بھی اسی راستے پر چل رہے ہیں تو انجام ویسا ہی ہوگا۔

قُلْ سِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ ثُمَّ ٱنظُرُوا۟ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ

آپ ﷺ ان سے فرمادیجئے کہ زمین میں چلو، پھر دیکھو کیسا ہوا انجام

ٱلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾ (ہماری) تکذیب کرنے والوں کا

قل سیروا فی الارض۔۔۔عقبة المکذبین

جھٹلانے والوں کی بستیاں تباہ وبرباد پڑی ہیں یہ سفر میں وہاں سے گزرتے ہین نہیں گزرے تو اب گزر کر دیکھ لیں۔ وہ باغی شہزور اب کدھر ہیں ان کے محلات آج ان کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں علم ذریعہ عبرت ہونا چاہیے اس نیت سے سفر مستحب ہے، علامہ قرطبی فرماتے ہیں" یہ سفر مستحب ہے اگر اس نیت سے ہو کہ گذشتہ امتوں اور انکی آبادیوں کی تباہی سے عبرت حاصل کی جائے گی" اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے والون کا انجام دیکھو گے تو سرور عالم ﷺ کی تکذیب نہیں کرو۔

Marfat.com

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ

آپ ﷺ ان (کافروں) سے پوچھیں کہ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، آپ ﷺ فرمائیں صرف اللہ کا

كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اس نے اپنے نفس پر رحمت کو لکھ دیا ہے، وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا روز قیامت

لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جس (کے ہونے) میں کچھ شک نہیں، جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال دیا ہے پس وہ ایمان نہیں لائیں گے ۱۲

قل لمن ما فی السمٰوٰت والارض...فھم لا یومنون

ان سے سوال ہوا وہ خاموش ہو گئے کیونکہ غلط جواب دے نہیں سکتے تھے اور صحیح جواب کی صورت میں ان کے عقیدے پر زد پڑتی تھی لہذا اللہ کریم نے محبوب سے جواب دلا دیا کہ جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے اس میں کسی معبود باطل کا کوئی حصہ نہیں۔

...کتب علی نفسه الرحمه..

اللہ کریم نے منافع کو عام کر رکھا ہے ان میں مومن کافر سب شریک ہیں اور فضل و کرم اور رحمت و بندہ نوازی سب پر جاری و ساری ہے۔ یہاں میعادِ حیات کو سب سہولتوں کے ساتھ وہ پورا کرینگے قیامت کو پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری اور جواب دہی ہوگی پھر سب اعمال کے مطابق جزا اور سزا ہوگی ایمان نہ لانا سراسر خسارے کا سودا ہے پھر خسارے کے انجام سے بچ نہ پائیں گے۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں لفظ الیٰ استعمال ہوا ہے لہذا یہ بھی اس سے ثابت ہے کہ حیات برزخی میں اپنے اپنے مقامات کے مطابق سب لوگ اکٹھے رہیں گے علامہ کے اس استدلال سے حیات برزخی دیگر آیات کی طرح اس آیت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

Marfat.com

۞ وَلَهُۥ مَا سَكَنَ فِي ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ ﴿١٣﴾

اور اسی کے لیے ہے جو رہتا ہے رات اور دن میں اور وہ خوب سننے والا بڑے علم والا ہے

قُلۡ أَغَيۡرَ ٱللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَهُوَ يُطۡعِمُ

آپ ﷺ فرمادیجئے کیا میں اللہ کے سوا بنالوں دوست (حالانکہ) وہ آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے اور وہ کھلاتا ہے

وَلَا يُطۡعَمُۗ قُلۡ إِنِّيٓ أُمِرۡتُ أَنۡ أَكُونَ أَوَّلَ مَنۡ أَسۡلَمَۖ وَلَا

اور اسے کوئی نہیں کھلاتا، آپ فرمادیجئے کہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں ہو جاؤں اسلام لانے والوں میں سب سے اول، اور (یہ کہ) نہ

تَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ﴿١٤﴾ قُلۡ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنۡ عَصَيۡتُ

شرک کرنے والوں میں سے، آپ ﷺ فرمادیں کہ بے شک میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نافرمانی کروں

رَبِّي عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٖ ﴿١٥﴾ مَّن يُصۡرَفۡ عَنۡهُ يَوۡمَئِذٖ فَقَدۡ

اپنے رب کی، ایک بڑے دن کے عذاب سے، جو دور کیا گیا اس (عذاب) سے اس دن تو یقیناً

رَحِمَهُۥۚ وَذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡمُبِينُ ﴿١٦﴾ وَإِن يَمۡسَسۡكَ ٱللَّهُ بِضُرّٖ

اس پر رحم کیا گیا، اور بہت بڑی کامیابی ہے، اور اگر (اے مخاطب) اللہ تجھے پکڑلے کسی تکلیف کے ساتھ

فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ

تو نہیں ہے کوئی اس (تکلیف) کو دور کرنے والا مگر وہی ہے، اور اگر تجھے بھلائی دینا چاہے تو وہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ قدرت رکھنے والا ہے

وله ماسكن فى الليل والنهار وهو السميع العليم

پہلے ارشاد ہو چکا کہ بلندی و پستی میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ رات اور دن میں بسنے والے بھی اسی کے ہیں، زمین اور آسمان ظرف مکان ہیں رات اور دن ظرف زمان ہیں تو جب سب ظروف و مظروف اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں تو ان میں سے کوئی جز مخلوق ہو کر خالق کیسے بنا؟ خالق ایک اللہ تعالیٰ ہے۔

قل اغير الله اتخذ وليا......ولا تكونن من المشركين

دنیا دار کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے مفلس اور غریب آدمی عظمت حیات سے عاری ہوتا ہے اور غربت کے چنگل سے نکلنے کے لیے وہ ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے کفار نے سمجھا کہ رحمت عالم ﷺ کا بھی یہی انداز ہے ان بے بصیرت لوگوں نے آکر کہا کہ آپ ﷺ یہ دعوت چھوڑ دیں ہماری طرح بتوں کی خدائی کا اقرار فرمالیں تو ہم آپ کی معاشی واقتصادی حالت مال دیکر بہتر بنا سکتے ہیں، امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ ولی سے یہاں مراد معبود ہے، علامہ آلوسی بھی اسی کی تائید فرماتے ہیں۔

...وهو يطعم ولا يطعم...

معبود کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا یہ تمہارے معبود تو ہر بات اور ہر عمل میں محتاج ہیں میرے معبود نے تو آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی وہ سب کا رازق ہے وہ سب کو کھلاتا ہے مگر وہ خود نہیں کھاتا کیونکہ وہ کھانے کا محتاج نہیں تم ہی بتاؤ کہ پھر خدا کون ہے؟

...قل انى امرت ان اكون اول من اسلم....

یہ روپے پیسے کی پیش کش کس کام کی؟ مجھے تو میرے رب کریم کا یہ حکم ہے کہ سب سے پہلے اسکی الوہیت، اسکی کبریائی وعظمت اور اس کے جلال و شوکت کے سامنے سر جھکادوں، شرک کی گندگیوں سے اپنے آپ کو بچاؤں، اب تم ہی بتاؤ کہ ایسے معبود، برحق کو چھوڑ کر میں کیوں تمہارے جھوٹے خداؤں کو مانوں، ایک صاحب کا یہ ارشاد ہے کہ خدائی کے ثبوت کے لیے مزارات پر روضے بنائے جاتے ہیں یہ ایسا الزام ہے جو بالکل لغو ہے کوئی مسلمان کسی روضے والے کو نہ خدا مانتا ہے نہ خدا کا شریک، کاش ایسے الزامات سے پہلے مسلمانوں کے اعمال پر غور کیا جائے!

Marfat.com

دعوت اسلام کے لیے جب سرور عالم علیہ السلام مبعوث ہوئے تو سب سے پہلے اس دعوت کو قبول کرنے والے بھی آپ ہی تھے لہذا یہاں ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اطاعت میں نے کی بھلا میں پھر بتوں کی پوجا کا شرک کر سکتا ہوں، علامہ آلوسی نے کیا خوب لکھا ہے ترجمہ پیش خدمت ہے "خضوع وعاجزی، فرمانبرداری ومحبت کے میدان سب سے پہلے جو روح سجدہ ریز ہوئی وہ روح مصطفیٰ علیہ السلام تھی آپ علیہ السلام نے بلاواسطہ اپنے رب کریم کے سامنے اطاعت کرتے سر جھکایا اور سب نبیوں نے عالم ارواح میں حضور علیہ السلام کے واسطے سے سر جھکا دیئے تو آپ علیہ السلام سب نبیوں اور رسولوں کے بھی رسول ہیں اور وہ سارے آپ کے امتی ہیں" سچ ہے۔

؎ تجھے اک نے اک بنایا

قل انی اخاف ان عصیت ...... عذاب یوم عظیم

جو اس شان والا اللہ ہے اس سے منہ موڑنا تو قیامت کے عذاب کو دعوت دینا ہے کیا اللہ برتر واعلیٰ کا عظیم رسول ایسا آ سکتا ہے، کتنا شاندار جواب ہے۔

من یصرف عنه یو مئذ ... الفوز المبین

اے مشرکو! یاد رکھو دولت کامیابی کا معیار نہیں کامیابی کا معیار یہ ہے کہ آخرت کا سامان اس دنیا سے لیا جائے جو میدان حشر میں عذاب سے بچ گیا وہی رحمت خداوندی میں آگیا اور کامیابی پا گیا انبیاء کا درس یہی ہے، کفار کو یہ جواب دیکر رحمت عالم ﷺ نے فلاح کا ایک جدید نظریہ پیش فرما دیا۔

وان یمسسک اللہ بضر ..... فھو علی کل شئی قدیر

کفار کے نظریہ کی مزید تردید ہے کہ یاد رکھو کہ اللہ کریم اگر کسی کو کوئی دکھ پہنچانا چاہے تو تمہارے معبودان باطلہ سے کوئی اسے دکھ سے بچا نہیں سکتا اور اگر اللہ کریم کسی کو بھلائی اور خیر عطا فرمانا چاہیں تو کوئی بت اسے روک نہیں سکتا اللہ کریم کی قدرت سے ہی دکھ اور سکھ ملتے ہیں اسکے اذن کے بغیر کوئی پتہ، کوئی قطرہ اور کوئی ذرہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا تم نے تو ہر کام کے لیے الگ الگ خدا بنا رکھے ہیں مگر میرا ایک خدا یہ سارے کام کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۱۸﴾

اور وہ غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ بڑا دانا ہر چیز سے خبردار ہے

قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا

آپ پوچھیے کون سی بڑی شئی (معتبر) ہے گواہی کے لحاظ سے آپ ہی بتایئے اللہ وہی گواہ ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان اور وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ

الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ

قرآن تاکہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ساتھ اور (ڈراؤں) اسے جس تک یہ پہنچے۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

آلِهَةً أُخْرَىٰ ۚ قُل لَّا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا

خدا اور بھی ہیں؟ آپ ﷺ فرما دیجئے میں تو (ایسی جھوٹی) گواہی نہیں دیتا۔ آپ فرمایئے وہ تو صرف ایک خدا ہی ہے اور بے شک میں بیزار ہوں ان (بتوں) سے

تُشْرِكُونَ ﴿۱۹﴾ جنہیں تم شریک ٹھیراتے ہو

وھو القاھر فوق عبادہ وھو الحکیم الخبیر

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہاں لفظ فوق سے مراد مکانی فوقیت اور برتری نہیں بلکہ اس سے مراد غلبہ ہے وہ اپنے سب بندوں پر غالب ہے کیونکہ بندے اسی کی مخلوق ہیں لہذا بندوں کو اسی کے سامنے سر جھکانا ہوگا کوئی اس پر غالب آ کر اس پر اپنی مرضی نافذ نہیں کر سکتا۔

قل ای شئی اکبر شھادۃ ...... و اننی بری مما تشرکون

کفار و مشرکین کی ایک اور کج بحثی کا ذکر اور اس کا رد ہے وہ کہتے تھے کہ ہم آپ کے دعوائے نبوت کو کیوں مانے، کسی اور کو اللہ تعالیٰ نے کیوں نبی بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ اپنی صداقت کا کوئی گواہ پیش کریں ہم نے یہود و نصاری سے بھی پوچھا کہ کیا سابقہ کتب میں آپ کا کوئی ذکر ہے تو انہوں نے جواب دیا ہے کہ کوئی ذکر نہیں پھر آپ کی نبوت کا گواہ کون ہے؟ آیت نازل ہوئی ارشاد ہوا کہ

Marfat.com

میرا گواہ خود مجھے بھیجنے والا ہے وہ سب سے سچا ہے اس سے بڑھ کر اور گواہ کون ہے اور مجھے کسی گواہ کی کیا ضرورت ہے۔

یاد رہے کہ سابقہ کتب میں آپ کی تشریف آوری کا ذکر بالکل واضح ہے عناد کی وجہ سے یہود ونصاری نے انکار کیا۔ہم نے اپنی کتاب (حقیقت تصوف) اور (تورات انجیل اور قرآن) میں ان حوالہ جات کو اکٹھا کر دیا ہے۔

....و احی الی ھٰذ القران لانذرکم بہ ومن بلغ....

اسلام کی اصل دولت تو قرآن حکیم ہے جو انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ کریم کا نازل فرمودہ ہے یہ قیامت تک آنے والے سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرانے والا ہے من بلغ کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں تک یہ کتاب پہنچے گی سب کو عذاب خداوندی سے ڈرائے گی قیامت تک کتاب اللہ نے چلنا ہے لہذا یہ کسی دور سے خاص نہیں،اب اے منکرو! تم بتاؤ کیا تمہاری دولت اور تمہارے مال زیادہ قیمتی ہیں یا یہ کتاب ھدایت جو مجھ پر نازل ہوئی ہے،یہ بھی بتاؤ تمہارے معبود جو بالکل بے اختیار ہیں نہ بولتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ حرکت کر سکتے ہیں نہ اپنے ماننے والوں کی مدد کر سکتے ہیں بہتر ہیں یا وہ میرا اللہ تعالیٰ ہی افضل و بہتر ہے جو واحد و یکتا ہے علیم وخبیر ہے رازق و معطی ہے میں صرف اسی کو اپنا معبود مانتا ہوں تمہارے خود ساختہ خداؤں سے بیزار و بری ہوں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ انہیں اس طرح پہچانتے ہیں جیسے وہ پہچانتے ہیں

اَبْنَآءَھُمْ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ

اپنے بیٹوں کو،جن لوگوں نے نقصان پہنچایا ہے اپنے نفسوں کو پس وہ ایمان نہیں لائینگے،اور اس سے زیادہ کون ظالم ہے

مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

جس نے گھڑ لیا اللہ پر جھوٹ یا تکذیب کی اس کی آیات کی بے شک ظالم کامیاب نہیں ہوتے

Marfat.com

الذین اتینھم الکتاب یعرفونه ... فھم لا یومنون

ابھی اوپر بیان ہوا ہے کہ مشرکین کو یہود نے بتایا کہ ہماری کتابوں میں نبی ﷺ کا کہیں ذکر نہیں ہے قرآن انکی تردید کررہا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں قرآن سے پہلے نازل کتب میں ان کا ذکر ہے وہ انہیں اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں حضرت عبداللہ بن سلام سے اس آیت کے بارے سیدنا فاروق اعظمؓ نے پوچھا تو انہوں نے بقول علامہ آلوسی یہ جواب دیا" **وایم اللہ انا بمحمد اشد معرفة منی بابنی لانی لا ادری ماذاحدثت امه"** (**مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں نبی رحمت علیہ السلام کو اپنے بیٹے سے بہت بڑھ کر پہچانتا ہوں کیونکے مجھے معلوم نہیں کہ بیٹے کی ماں نے کیا کیفیت بنائی**) یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشادفرمودہ علامات بچے کی ماں کے دعوے سے مقدم ہیں، مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ہادی ورھنما کو خوب خوب پہچانیں اوران سے اٹوٹ محبت کریں۔

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ ... انه لا یفلح الظلمون

اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوسکتا ہے کہ بتوں کو خدا مانا جائے جھوٹ گھڑ کر فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا جائے۔ ہر کام کے لئے الگ خدا بنالیا جائے اور حقائق کے ماننے سے انکار کیا جائے کہ اللہ واحد ہے قرآن کتاب خداوندی ہے اور سرور عالم ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ
اور (یادکرو) جس دن جب اکٹھا کریں گے ہم ان سب کو پھر کہیں گے ان لوگوں سے جو مشرک تھے کہ کہاں ہیں تمھارے شریک
الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۲۲﴾ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے (کہ اللہ کے شریک ہیں)

قیامت کا میدان ہے مشرک اور کافر دربار میں حاضر ہیں ان کو کہا جارہا ہے تمہارے وہ شریک کدھر ہیں جن پر ناز تھا تم کو، کسی کو بلاؤ جو تمہیں آج عذاب سے چھڑوا سکے، وہ کچھ بھی نہیں کرسکیں گے۔ انکی ذلت اور رسوائی کے لیے یہ سوال کیا جائیگا

☆☆☆☆☆

Marfat.com

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا۟ وَٱللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾

پھر نہ ہوگا ان کا کوئی بہانہ (عذر) مگر یہ کہ کہیں گے قسم اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم شرک تو نہیں کرتے تھے

ٱنظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ ۚ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾

آپ ﷺ دیکھیں! کیسے جھوٹ گھڑا انہوں نے اپنی جانوں پر، اور کھو گیا ان سے جو کچھ وہ افتراء (جھوٹ بازی) کرتے تھے

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ اوران میں بعض ایسے بھی ہیں جو آپ کو سنتے ہیں (ملائکہ) کردیا ہے ہم

قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِن يَرَوْا۟ كُلَّ ءَايَةٍ

نے دلوں پر ان کے پردہ یہ کہ سمجھ سکیں اسے اور ان کے کانوں پر بوجھ ہے اور اگر دیکھ لیں ہر نشانی

لَّا يُؤْمِنُوا۟ بِهَا ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوكَ يُجَٰدِلُونَكَ يَقُولُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِنْ هَٰذَآ

تب بھی ایمان اس پر ایمان نہ لائیں، حتی کہ جب آتے ہیں آپ ﷺ کے پاس تو جھگڑا کرتے ہیں آپ ﷺ سے کہتے ہیں کافر کہ یہ نہیں ہے

إِلَّآ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۖ وَإِن

مگر پچھلوں کی کہانیاں اور وہ اس (قرآن) سے روکتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں اور نہیں

Marfat.com

کو استعمال کریں، اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے جو آپ کو اللہ نے عطا کیے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھتے ہوئے، پھر اس مال میں سے بہت سارا حصہ غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کر دیا جائے، رفاہ عامہ کے کاموں میں لگا دیا جائے، تو یہ بات بہت بہتر ہوگی۔

☆ نیک لوگوں کی ایک اور عادت یہ ہے کہ جب کوئی انہیں غصہ دلائے تو وہ غصہ پی جاتے ہیں، اس غصے کا اظہار نہیں ہوتا، کہ میرے ذرائع ہیں میں آپ کی ایس ایچ او سے مرمت کراؤں گا، اب ڈی سی صاحب سے ملوں گا اب فلاں سے ملوں گا، یہ راستے اللہ والے نہیں اپنایا کرتے، ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اس غصے کو پی جائیں گے۔ ایک مثال ہے تاریخ اسلام میں سیدنا زین العابدین سلام اللہ علیہ تشریف فرما تھے، آپ نے پانی مانگا، خادمہ پانی لے کے آئی تو پانی زیادہ گرم تھا پینے کے قابل نہیں تھا، اس کے ہاتھ سے وہ گرا تو وہ آپؑ کے جسم مبارک پر پڑا اور سوزش ہوئی واضح سی بات ہے کہ پانی گرم تھا آپ نے خادمہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا ''والکاظمین الغیظ '' آگے سے آپؑ نے جواب دیا کہ میں نے اپنا غصہ پی لیا ہے، دوبارہ پانی لائی تو حد سے زیادہ ٹھنڈا تھا وہ پھر گلاس آپ کے جسم مبارک پر گر گیا آپ نے پھر اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا ''والعافین عن الناس'' (وہ لوگوں کو معاف بھی فرمادیا کرتے ہیں) آپؑ نے آگے سے کہا کہ میں نے تجھے معاف کر دیا، اس نے سمجھا کہ شہزادہ حسین انداز سے چل رہا ہے، اس نے فوراً کہا ''واللّٰہ یحب المحسنین'' آپؑ نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

یہ انداز ہوتا ہے قرآنی احکام پر عمل کرنے کا، اب جب غصہ ہو تو اسے پی لیا جائے، غصے کو نہ پی کے انفرادی انداز سے ہم ایک دوسرے کو مار دیتے ہیں، اجتماعی انداز سے قومیں آپس میں لڑنے لگ جاتی ہیں، اور پھر خاص طور پر مسلمان ملک مختلف معاملات میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر پیچ و تاب کھاتے ہوئے خدا جانے کتنا عرصہ لڑتے رہے۔

وہ لوگوں کو معاف بھی کر دیتے ہیں، یہ تیسری بات تھی، کہ لوگوں کو غلطی کی معافی دے دی، اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، یہ معافی سے آگے کی بات ہے، ایک تو معاف کر دیا، پھر دیکھا کہ وہ ضرورت مند ہے، اس کی ضرورت کو پورا کر دیا، یہ آخری سطح ہے، اس سطح پر بہت ہی کم لوگ پہنچتے ہیں، تو یہاں چند باتیں ذکر ہوئی ہیں۔ کہ غمی یا خوشی میں وہ راہ خدا میں صرف کرتے ہیں، غصے کو پی جاتے ہیں، لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، اور معافی کے بعد ان کی دستگیری بھی کرتے ہیں، یہ چار باتیں تھیں، ہمیں اپنی زندگی میں کبھی کبھی یہ سوچنا ہوگا، کہ قرآن نے جو راستہ متعین کیا ہے، کبھی تو اس پر عمل کر لیا جائے، شائد اس کی رعنائیاں ہماری زندگی کو تبدیل کر کے رکھ دیں اسی طرح سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عمل کیا ہے، کبھی اس پر عمل کر لیا جائے، تاکہ وہ انداز آسکے جو انداز حقیقی انسانیت کا ہے۔

يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ

ہلاک کرتے مگر اپنی جانوں کو مگر سمجھتے نہیں، اور کاش تم دیکھو! جب کھڑے ہوں گے آگ پر

فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾

پھر کہیں گے، ہائے کاش ہمیں واپس (دنیا) میں بھیجا جائے تو نہ جھٹلائیں آیات کو اپنے رب کی اور ہو جائیں ہم مومنین میں سے

بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ

بلکہ ظاہر ہو گیا ان کے لیے جو وہ چھپاتے تھے اس سے پہلے اور اگر بھیجا جائے واپس انہیں تو پھر یہ وہی کریں جس سے انہیں منع کیا گیا ہے

وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ

بے شک یہ جھوٹے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا کی زندگی بس زندگی ہے اور نہیں ہیں ہم

بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا

دوبارہ اٹھنے والے (قبروں سے) اور کاش کہ تم دیکھو جب اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ کہے گا کیا یہ

بِالْحَقِّ ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ

حق ہے نہیں کہیں گے کیوں نہیں اے ہمارے رب کہے گا پھر چکھو عذاب اپنے کفر کی وجہ سے۔ ﴿٣٠﴾

Marfat.com

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ

وہ لوگ گھاٹے میں رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا، یہاں تک کہ قیامت آگئی

بَغْتَةً قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ

اچانک تو وہ بولے کہ ہائے افسوس ہم نے اس کے سلسلے میں بڑی کوتاہی کی، وہ اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے ہوں

عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۚ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا

گے، بدترین ہے وہ بوجھ جو انہوں نے اٹھار کھا ہے اور نہیں دنیا کی زندگی مگر صرف

لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۳۲﴾

کھیل اور تماشا ہے، اور آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے، کیا تم اس بات کو سوچتے نہیں ہو

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ

محبوب ہمیں پتہ ہے کہ ان لوگوں کی باتیں آپ کو غم میں ڈال دیتی ہیں، وہ آپ کو نہیں جھٹلا رہے

وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ

لیکن ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں

رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ

آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا، ان رسولوں نے کافروں کی تکذیب پر صبر کیا، انہیں اذیت پہنچائی گئی، پھر ہماری مدد ان کے پاس آئی

وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۴﴾

اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا، آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں

قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ۔۔۔۔۔الا ساء ما یزرون

پہلی بات یہ ہے کہ قرآن حکیم نے یہاں ان کی اس بات کی تردید کی کہ قیامت نہیں آئے گی، ارشاد یہ ہوا کہ قیامت نے تو ہر حال آنا ہے، جو لوگ قیامت کے آنے کے منکر ہیں وہ خسارے میں ہیں، پھر وہ وقت بھی ہوگا کہ اچانک قیامت آجائے گی، پھر وہ کہیں گے کہ ہم سے بے حد کوتاہی ہوگئی ہے، یہاں قرآن پاک نے "فرطنا" کا لفظ استعمال کیا ہے، اگر 'ر' پر شد نہ ہو صرف لفظ فرط ہو تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو کچھ لوگوں سے آگے چلے جاتے ہیں تاکہ ان سے پہلے پہنچ کے ان کے لیے کچھ انتظام وغیرہ کرلیں، اور بعد میں آنے والوں کو کوئی دقت نہ ہو، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کے لیے اپنے ارشادات میں یہ بات فرمائی، کہ "انا فرطکم" میں تم سے آگے چلا جاؤں گا، تاکہ تمہارے لیے اگلی دنیا کو سدھار دوں، تو یہاں "فرط" کا لفظ سرکار علیہ السلام نے اپنے لیے استعمال کیا، چھوٹا بچہ جس کا آپ جنازہ پڑھتے ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ "اے اللہ یہ پہلے جا رہا ہے یہ وہاں ہمارے لیے کشائش اور آسانی کا ذریعہ بن جائے، تو جب اس کو شد دیدیتے ہیں تو عربی میں اس کا معنی بدل جاتا ہے، اس کا معنی پھر یہ ہو جاتا ہے" کہ وہ لوگ جو خود آگے نکلیں اور کسی کو پیچھے چھوڑ جائیں" یا خود پیچھے رہنے والا خود پیچھے ہٹے تاکہ دوسرے لوگ آگے نکل جائیں۔ اس وقت یہ لفظ تفریط بن جاتا ہے، آپ اردو میں بھی فرط و تفریط کا لفظ استعمال کرتے ہیں ، تو اسی کا یہ Past Tense ہے "فرطنا"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہونا آگے چاہیے تھا لیکن پیچھے رہ گئے، تو یہ کوتاہی ہوگئی ، ارشاد یہ فرمایا کہ یہ لوگ اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پشتوں پر لاد کے جارہے ہوں گے، لیکن یہ ایسا بوجھ نہیں ہے جو فائدہ پہنچا سکے ، جب آپ کوئی بھی چیز لے کے گھر کی طرف چلتے ہیں اس امید پر کہ یہ کھانے کی چیز ہے کام آئے گی، یا کسی اور انداز کی چیز ہے کسی اور کام آئے گی، اس لیے فرمایا کہ یہ گناہوں کا بوجھ ہے یہ کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا، یہ بوجھ ان پر تباہی کے انداز میں مسلط ہو جائے گا، انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ جو ظاہری زندگی ہے جس سے یہ گزر رہے ہیں وہ تو کھیل تماشا ہے، یہ دنیا آباد ہے آنے والے آرہے ہیں جانے والے جارہے ہیں، اب اس کیفیت پر مطمئن ہو جانا کہ ہم نے ہمیشہ کے لیے یہاں رہنا ہے، یہ تو احمقانہ حرکت ہوگی، جو آخرت کا گھر ہے وہ پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے، یہ زندگی اس انداز سے گزاری جائے کہ آخرت کی زندگی شاندار بن سکے، تو یہ چونکہ بالکل عارضی زندگی ہے اگر اس زندگی کے ذریعے وہ زندگی شاندار نہیں بنتی تو اس زندگی میں کوئی بھی خوبصورتی نہیں ہے کوئی بھی اچھائی نہیں ہے، تمہیں یہ تو معلوم ہو جانا چاہیے کہ تم عقل نہیں رکھتے، قرآن پاک نے اچھے کے ساتھ ان سے پوچھا، کہ تمہارے سامنے تمہارے اسلاف یہاں آباد تھے، پھر وہ یہاں نہیں ہیں وہ یہاں سے چلے گئے، آج تم ان کی جگہ پر ہو، کل آنے والے لوگوں کے لیے تم نے اس پلیٹ فارم کو خالی کر دینا ہے، تو یہ عقل اور شعور کی بات ہے، کیا اس عقل و شعور کی عام سے بات کو بھی سمجھ نہیں سکتے، اگر تمہیں اس بات کی سمجھ ہوتی تو ادھر نہ جاتے، ان دو لفظوں کے لیے کہ

Marfat.com

وما الحیٰوۃ الدنیا الا ... افلا تعقلون

''لعب ولھو'' کا لفظ قرآن پاک نے استعمال کیا، مجھے صحابہ میں سے قرآن پاک کے پہلے مفسر حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کی ایک بات یاد آتی ہے، میں اس کا صرف آپ کے سامنے ترجمہ پیش کروں گا۔

''یہ جو قرآن پاک نے یہاں ذکر کیا ہے یہ کافر کی زندگی کا ذکر ہے، چونکہ کافر اپنی زندگی کو غرور اور باطل کی طرف صرف کرتا ہے، مومن کی زندگی تو اعمال صالح پر مبنی ہوتی ہے، لہٰذا اسے ''لعب ولھو'' نہیں کہا جاسکتا''۔

حضرت عبداللہ ؓ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت مقدسہ کو مومن کی زندگی پر چسپاں نہ کیا جائے، مسلمان کی زندگی کا یہ انداز نہیں ہوتا، اس کے سامنے صرف دو نکتہ ہائے نگاہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی منشا کیا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب میں دنیا میں آیا تھا تو اپنے ماحول کو کیسا پایا، اور جب میں اس ماحول کو چھوڑ کے جا رہا ہوں کیا اس میں کوئی حسن، رعنائی اور خوبصورتی آئی ہے یا نہیں، اگر یہ آگئی ہے تو یہ کامیاب زندگی ہے، وہ لعب ولھو سے پاک زندگی ہے، اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر ہم عظیم لوگوں کو جانچنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ جب وہ عظیم انسان آیا تھا تو اس نے دنیا کو کس انداز سے پایا اور جب وہ دنیا کی گزرگاہ سے گزر کے گیا ہے تو کیا اپنے نقوش پا کو ان مٹ کر کے چھوڑ گیا ہے، یا اس کے ساتھ اس کے نقوش پا بھی مٹ گئے ہیں، جو زندگی کی گزرگاہ کو بدل دیتا ہے وہی عظیم انسان ہوتا ہے، اور اسی بات کی طرف حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ ... کی توجہ مبذول کرا رہے ہیں۔

قد نعلم انه لیحزنک الذی یقولون .... ولقد جاءک من نباء ی المرسلین

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب آیات ربانی کی تکذیب ہوتی تھی تو آپ ﷺ کو بے حد دکھ ہوتا تھا، محبوب اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کریم تسلی دیتے ہوئے اس آیت مقدسہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ میں یہ بات آپ کے لیے خاص طور پر کہہ رہا ہوں کہ جب ''لیحزنک'' کے لفظ کی 'ز' کے نیچے زیر آجائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے غمگین ہونا، اور اگر 'ز' پر Present Tense میں پیش آجائے۔ یعنی ''لیحزنک'' تو اس کا مطلب ہوتا ہے کسی کو غمگین کر دینا۔ لفظ ایک ہی ہے صرف باب کے بدلنے سے اس کا معنی بدل گیا ہے، تو یہاں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دوسرے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، محبوب ﷺ ہم جانتے ہیں کہ آپ کو مغموم کر دیتے ہیں، وہ لوگ جو کافر ہیں اور مختلف باتیں کرتے ہیں، لیکن محبوب ﷺ ایک بات آپ یاد رکھیں، دیکھیں کس انداز سے اپنے عظیم المرتبت پیغمبر ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے، کہ یہ آپ کو نہیں جھٹلا سکتے، ہم نے آپ پر وہ صدق اور سچائی کی چادر ڈال دی ہے کہ کوئی آپ کو جھٹلا نہیں سکتا، تو پھر یہ کرتے کیا ہیں؟ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے الجھ رہے ہیں اور ان کا انکار کر رہے ہیں، یہاں میں ایک حدیث حوالے کے لیے پیش کرنا چاہوں گا۔

Marfat.com

''ابوجہل سرکار علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، کہنے لگا محمد ؐ آپ اتنے سچے انسان ہیں کہ ہم کسی انداز سے آپ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے ،لیکن جو آپ لے آئے ہیں اسے ہم نہیں مان سکتے ،وہ جھوٹ ہی جھوٹ ہے ،یعنی آپ تو سچے ہیں لیکن قرآن پاک سچا نہیں ہے،دوسرے لفظوں میں اس کا معنی یہ بنے گا''۔

....ولقد كذبت رسل من قبلك....

اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی،اس کے ساتھ جو اگلی بات ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ آپ سے پہلے بھی مختلف لوگوں نے نبیوں کو یا ان کی تعلیمات کو جھٹلایا ہے،نبیوں کا انکار کیا تھا انہوں نے صبر کیا ان تکذیب والی باتوں پر،ان نبیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں بھی دی گئیں ،پھر ہماری (اللہ تعالیٰ) مدد آئی ،اور پھر اس الجھن سے نبی نکل گئے،میں کئی دفعہ آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہود نے انبیاء علیہ السلام کے ساتھ کیا سلوک کیا۔اس کے متعلق قرآن پاک کہتا ہے کہ ان میں سے کچھ کو ماردیا،اور کچھ کے خلاف بے پناہ زبان درازی کی،وہ واقعات تورات کے حوالوں کے ساتھ پہلے پارے کے مختلف حصوں میں گزر چکے ہیں،لہذا اسے دوبارہ دھرانا ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کرتا،یعنی اللہ تعالیٰ جو فیصلہ فرماتا ہے اسے بدلا نہیں جاسکتا،اللہ تعالیٰ کے فیصلے حق ہوتے ہیں پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ سکتا ہے،بڑے وسیع سمندر غبار بن کے اڑ سکتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ ایک بات کہہ دے اور وہ نہ ہو یہ ناممکن ہے،محبوب ؐ آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں، مجھے آج پہلی دفعہ اس بات کی اجازت دی جائے کہ میں تھوڑی سی تنقید جسٹس پیر کرم شاہ صاحب پر بھی کردوں،انہوں نے یہاں منبعضیہ ترجمہ کیا ہے،میرے نزدیک یہ غلط ہے،اصل بات یہ ہے کہ کسی نبی کی کوئی بات نبی علیہ السلام سے مخفی نہیں ہے،لہذا اس من بعضہ نہ مانا جائے،کہ رسولوں کی کچھ خبریں سرکار علیہ السلام کو معلوم ہوئیں، یہ بات نہیں ہے،رسولوں کی ساری خبریں سرکار علیہ السلام کو معلوم ہیں،اس لیے یہ من بعضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے،آپ کے پاس آچکی ہیں کیا آچکی ہیں؟سب نبیوں کی خبریں،اب یہاں '' **نباءٔ** '' خبر کے معنے میں ہے،اور ''مرسلین''۔مرسل کی جمع ہے جسے آپ رسول کہتے ہیں ضمناً آپ یہ بھی جان گئے کہ قرآن پاک کی ایک آیت ہے'' کہ محبوب ؐ کچھ لوگوں کا قصہ ہم نے کردیا ہے اور کچھ کا قصہ نہیں کیا''۔ میں نے وہاں یہ بات کہی تھی کہ آگے چل کے پتہ چل جائے گا کہ کوئی رسول قصے کے بغیر نہیں رہ گیا ہے، لیجئے وہ آیت آگئی ہے،وہاں یہ نہیں تھا کہ کچھ کا قصہ پھر بالکل کیا ہی نہیں ہے،وہاں مطلب صرف یہ تھا کہ کچھ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے، جو رہتا ہے وہ آگے آجائے گا،اب دیکھیں مرسل کی جمع ہے مرسلین۔اس پر الف لام استغراق کا لگا ہوا ہے،اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی رسول رہ نہیں گیا،ہم نے سب رسولوں کی خبریں آپ تک پہنچادی ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ ٱسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ

اگر آپ پر ان لوگوں کا منہ موڑ لینا گراں گزرتا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے تو تلاش کر لو

نَفَقًا فِي ٱلْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي ٱلسَّمَآءِ فَتَأْتِيَهُم بِـَٔايَةٍ ۚ وَلَوْ شَآءَ

زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان کی طرف کوئی سیڑھی (تو اس پر چڑھ جاؤ) اور لے آؤ ان کے پاس کوئی معجزہ، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو

ٱللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى ٱلْهُدَىٰ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿٣٥﴾

انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا، آپ کو بے خبروں میں شامل نہیں ہونا چاہیے

۞ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ ٱلَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَٱلْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ ٱللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ

مانتے صرف وہی لوگ ہیں جو اسے غور سے سنتے ہیں، یہ مردہ دل لوگ انہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے گا، پھر وہ

يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾ وَقَالُوا۟ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ ءَايَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ ۚ قُلْ إِنَّ ٱللَّهَ

اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے، وہ بولے ان (ﷺ) پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی، فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ

قَادِرٌ عَلَىٰٓ أَن يُنَزِّلَ ءَايَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾

اس بات پر قادر ہے کہ وہ کوئی نشان اتار دے، لیکن ان کی اکثریت بے خبروں کی ہے

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا طَٰٓئِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ

زمین میں کوئی چارپایہ نہیں کوئی بھی پرندہ نہیں جو اپنے بازوں سے اڑتا ہو مگر وہ بھی تمہاری طرح کی امتیں ہیں

مَّا فَرَّطْنَا فِي ٱلْكِتَٰبِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾

ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ رب کے پاس اکٹھے کیے جائیں گے

وان کان کبر علیک ... ثمہ الیہ ترجعون محبوب ایک بات اور ہے یہاں بڑی ہی نفیس بحث ہے جو ہمارے عظیم محققین نے یہاں بیان کی ہے، حوالے کے لیے ضروری ہے کیونکہ قرآن پاک کا یہ مشکل ترین مقام ہے، مفسرین بے شمار یہاں آ کے الجھ گئے ہیں، کیا اس کے ظاہری معنے مراد ہیں، اگر ظاہری معنے مراد ہیں تو جو اعتراضات ہیں ان کے جوابات کیا ہوں گے، اگر ظاہری معنے مراد نہیں ہیں تو پھر اس آیت کریمہ کا مطلب کیا ہے، اب ظاہری الفاظ کو میں آپ کے سامنے دہرا دیتا ہوں، تاکہ مفسرین کی دقت کو آپ سمجھ سکیں۔

Marfat.com

''اگر ان کا منہ پھیر لینا آپ کو گراں گزرتا ہے، تو اگر آپ کی استطاعت میں ہے کہ زمین کے اندر سرنگ لگالیں یا آسمان کی طرف کوئی سیڑھی لگالیں تو پھر بیشک کوئی معجزہ ان کے پاس آپ لے آئیں''۔

اب اکثر مفسرین جنہوں نے یہاں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کا خیال نہیں کیا، وہ بڑے دور دراز کی غلط باتیں کہہ گئے ہیں، ان میں سے کچھ باتیں سادہ مفہوم سے میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، چونکہ میں یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ دربار محمدی ﷺ میں ایسے الفاظ استعمال کیے جاسکیں انہوں نے کہا کہ آپ تو کچھ بھی نہیں کرسکتے، اگر آپ کچھ کرسکتے ہیں تو زمین میں کوئی سرنگ کھود کے معجزہ لے آئیں، آپ چاہتے ہیں تو آسمان پر سیڑھی لگا کے اوپر سے کوئی معجزہ آپ لے آئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہیں ہادی۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں، پیغام اس کا پہنچا رہے ہیں تو پھر اس پیغام کے پہنچانے کے بعد یہ کہنا کہ تیرے بس میں تو کوئی بات نہیں ہے، اگر تو کچھ کرسکتا ہے تو پھر آسمان پر چڑھ جا یا تو زمین میں سرنگ بنا کے اس میں سے کوئی معجزہ لے آ۔ یہ بات کرنے کی نہیں ہے، اور مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے کہ اردو مفسرین نے ایک دو کو چھوڑ کے سب اس مکھی پر مکھی مارتے جارہے ہیں، یہ بات درست نہیں ہے، ابھی آپ اوپر دیکھ رہے ہیں کہ سرکار علیہ السلام غم میں مبتلا ہیں، کہ ہیں یہ انسان بات یہ مانتے نہیں سیدھے راستے پر چلتے نہیں ہیں، یہ اگر جہنم میں چلے جائیں گے تو پھر کتنی تکلیف ہوگی، جی چاہتا ہے کہ وہ رحمت اللعالمین ہیں جی چاہتا ہے کہ لوگ اسلام کی آغوش میں آکے اپنی دنیا بھی سنوار لیں اور اپنی آخرت بھی سنوار لیں۔ لیکن وہ ادھر آنے پر آمادہ نہیں ہیں، رحمت اللعالمین کے دل میں رحمت کا جوش ہے، تو اللہ کریم تسلی کے لیے یہ لفظ ارشاد فرما رہے ہیں، سادہ لفظوں میں اس تسلی کا مطلب یہ ہے، کہ محبوب ﷺ آپ کا انداز تو یہ ہے کہ یہ مانتے نہیں آپ انہیں اپنے حال پر نہیں چھوڑتے آپ کو پھر بھی اذیت ہوتی ہے کہ کافر ہو کے بھی انہیں جہنم میں نہیں جانا چاہیے، آپ تو اس حد تک آگے چلے گئے ہیں کہ آپ چاہتے ہیں کہ زمین کے اندر سے کوئی معجزہ نکلے تو وہ بھی نکال لیا جائے اور اگر کوئی آسمان سے معجزہ نکلے تو وہ بھی نکال لیا جائے، محبوب ﷺ آپ رحمت للعالمین ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں، لیکن انہوں نے اپنے اختیار کو غلط استعمال کیا ہے، آپ شفقت کی اس انتہا تک نہ جائیں کہ آپ کو آسمان پر چڑھ کے معجزہ لانا پڑے، تب بھی لایا جائے، اگر زمین میں اتر کے معجزہ نکالنا پڑے تو تب بھی نکالا جائے، شفقت کے طور پر سرکار علیہ السلام کا جو انداز تھا، اس پر تسلی کے لیے یہ الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں، لہٰذا آپ ان الفاظ کو اچھے انداز سے ذہن میں رکھیں۔

اس لیے اللہ کریم نے یہ ارشاد فرمایا کہ آپ تو چاہتے ہیں کہ ان کی بخشش ہوجائے لیکن ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے ان کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے یہ واپس نہیں آسکتے لہٰذا اس حد تک ان پر نرمی اور شفقت نہ کی جائے۔

'' **ولو شاء الله لجمعهم على الهدى** ''۔ ''اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ہدایت پر آسکتے تھے''۔ لیکن یہ ہدایت پر کیوں نہیں آئے، اس لیے ہدایت پر نہیں آئے ہیں کہ ان کے اعمال ایسے ہیں کہ جن پر ساری زندگی انہوں نے گزار دی ہے، کہ وہاں کوئی ہدایت کا شائبہ پہنچ ہی نہیں سکتا، لہٰذا اب خبروں والی بات نہیں ہونی چاہیے، اس فقرے پر بھی ہمارے عظیم مفکرین میں سے اکثریت نے تو یہی بات کہی کہ یہ عام لوگوں کو خطاب ہے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب نہیں، تو جنہوں نے سرکار علیہ السلام کے لیے اس خطاب کو مانا ہے، انہوں نے یہ بات کہی کہ بسا اوقات ایک بندہ جوا نہیں کھیلا، لیکن آپ اسے محفل میں کہہ دیتے ہیں کہ جوا کھیلنا بہت بری بات ہے، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ جوا کھیل رہا تھا اور آپ اسے روک رہے ہیں، ایک برائی کی آپ ایک انداز سے تشہیر کرنا چاہتے ہیں، تاکہ لوگ اس بری بات سے بچ جائیں، اکثر مفسرین جو فلسفی قسم کے مفسر ہیں انہوں نے یہ بات کہی، لیکن جو عظیم مفسر ہیں علامہ بیضاوی ہیں، علامہ کشاف ہیں ان لوگوں نے کہا کہ یہاں سرکار علیہ السلام کے لیے براہ راست خطاب نہیں ہے، خطاب باقی لوگوں کے لیے ہے، کہ محبوب اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ کررہے ہیں وہ رحمت کا اظہار ہے، جاہل بن کے اس بات سے منہ

پھیرنے کی کوشش نہ کی جائے، وہ کہتے تھے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی، ہمیں چھوڑ کے ان پر یہ معجزات کیوں اترتے ہیں، چونکہ یہ قرآن پاک کا سب سے مشکل ترین مقام ہے اور یہاں مفسرین نے بار بار غلطیاں کی ہیں اس لیے میں ان پر بار بار تنقید کر رہا ہوں، کہ ایک طرف مفسرین کی آرا ہیں اور دوسری طرف ذات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اب چونکہ آپ سب پڑھے لکھے افراد ہیں اس لیے آپ کا کیا خیال ہے کہ سرکار علیہ السلام کی عزت مجروح ہوتی ہو وہاں میں مفسرین کی بات مانوں، یا سرکار علیہ السلام کی عظمت کا دفاع کروں، تو اللہ کریم نے میرے سینے میں وہ دل رکھا ہے جس نے ساری زندگی نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آنے والے الزامات کے سامنے اپنی ذات کو ڈھال کے طور پر پیش کیا ہے، دل یہ نہیں چاہتا کہ ایک طرف ایک کروڑ مفسر کھڑا ہو ان کی بات سے اگر سرکار علیہ السلام کے دامن پر داغ آتا ہے تو مجھے مفسرین کی اس عظیم جماعت کو جھٹکنے میں ایک لمحہ بھی نہیں سوچنا ہے اور اٹھا کے قرآن پاک سے باہر پھینک دوں گا۔

وقالوا لولا نزل علیه اية....ولکن اکثرهم لا یعلمون اب یہاں وہی بات ہے کہ اس آیت سے مراد یہ نہیں ہے کہ سرکار علیہ السلام پر کوئی معجزہ نازل نہیں ہوا، یہ بات نہیں ہے وہ چاہتے تھے کہ دنیاوی نکتہ نگاہ سے مالدار زیادہ ہم ہیں، دنیاوی نکتہ نگاہ سے تعلقات زیادہ ہمارے ہیں، تو ہمیں چھوڑ کے مصطفیٰ علیہ السلام پر آیات کی بارش کیوں ہوتی ہے، اب جب آپ اس کا ترجمہ دیکھیں گے تو بات واضح ہو جائے گا، وہ بولے کہ کوئی آیت ان پر رب کی طرف سے کیوں نازل نہیں ہوئی ہے، فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ آیات نازل کرنے پر قادر ہے، ان کی اکثریت بے خبروں کی اکثریت ہے، انہیں نہیں پتہ کہ کتنی ساری آیات نازل ہو چکی ہیں اور انہوں نے کس مقام پر نازل ہونا ہے، یہ مقام نہیں ہے، کہ ان پر آیات نازل ہوں، اللہ کریم چونکہ توحید سمجھانے کے لیے بار بار مناظر فطرت کی طرف توجہ فرماتے ہیں، یہاں پھر وہی انداز اپنایا۔

وما من دآبة فی الارض ولا طائر......ثمه الی ربهم یحشرون فرمایا کہ اس زمین پر جو بھی چوپایہ چلتا ہے، اور جو پرندہ بھی اپنے دونوں پروں کے ساتھ اڑتا ہے وہ بھی تمہاری طرح گروہ در گروہ پارٹی در پارٹی، جماعت در جماعت اور امت در امت ہیں ان کی تعداد بے شمار ہے تمہاری طرح ان کا بھی ایک نظام ہضم ہے تمہارے بھی اعصاب ہیں اور ان کے بھی اعصاب ہیں، تم میں بھی ہڈیاں ہیں اور ان میں بھی ہڈیاں ہیں، تمہارے پاس بال ہیں اور ان کے پاس پر ہیں، تمہارے بھی پاؤں ہیں اور ان کے بھی پاؤں ہیں، یہ بے شمار باتیں ہیں جو جانوروں میں تمہاری طرح موجود ہیں، پھر تمہاری بھی نسلیں ہیں اور ان کی بھی نسلیں ہیں، تمہارے بھی آباؤ اجداد ہیں ان کے بھی آباؤ اجداد ہیں، تمہاری مائیں ہیں اور ان کی بھی مائیں ہیں، تو یہ دوسری جو کائنات ہے اسے رزق دینے کے کیسے کیسے اسباب بنائے ہیں، زندگی قائم رکھنے کے اور نسلوں کو آگے بڑھانے کے اسباب کیا کیا بنا رکھے ہیں، جب تم ان پر غور کرو گے تو جہاں عقل شعور کی انتہا ہو گی وہاں سے عظمت ربانی کی ابتداء ہو جائے گی، اس کی انتہاء کہاں ہو گی، اس کی کہیں بھی انتہاء نہیں ہو گی، یہ تو وہ بات تھی جو قرآن پاک سمجھانا چاہتا ہے، میں ایک علمی چٹکلہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، ہمارے ہاں ایک گروپ ہے جو بار بار ایک بات ہمارے سامنے بیان کرتا رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دیکھیں جی نبی بھی ہماری طرح ہیں، چونکہ ان کے لیے مثل کا لفظ استعمال ہوا ہے اب قرآن پاک کہتا ہے کہ جتنے یہ جانور ہیں یہ بھی تمہاری مثل ہیں، تو کیا جو علماء حضرات یہ بات کہتے ہیں اگر انہیں راستے پر کوا مل جائے اور کہے کہ مولانا آپ اور میں ایک جیسے ہیں چونکہ مثل کا لفظ قرآن پاک میں آیا ہے، تو کیا یہ کوے کو اپنی برادری میں شامل کر لیں گے، کوے سے ہٹیں اور چند قدم آگے چلیں تو گدھا مل جائے اور وہ کہے کہ جناب آپ اور مجھ میں کیا فرق ہے چونکہ قرآن پاک نے مجھے بھی آپ کی مثل قرار دیا ہے، تو اب اس کا مطلب یہ نہیں ہے، کہ اگر کہیں مثل کا لفظ آ جائے تو پھر ساری صفات ایک جیسی ہو جاتی ہیں، یہاں وہ یہ کہہ دیں گے کہ کوا اور گدھا ان کی برادری نہیں ہیں، بندر بھی ان کی برادری میں سے نہیں ہے، تو پھر یہی کہا جائے گا کہ جب رسولوں کی عظمت کی نوبت آتی ہے تو

Marfat.com

آپ ان کی برادری نہیں ہیں، ان میں اور آپ میں بے حد فرق ہے، وہاں انداز یہ ہوتا ہے کہ وہ ڈوبے ہوئے سورج کو انگلی سے اشارہ کریں تو وہ واپس آجاتا ہے، چاند پر لکیر ڈال دیں تو وہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے، درخت کو بلائیں تو اسے سمجھ آجاتی ہے اور وہ بھاگ کر سرکار علیہ السلام کے پاس آجاتا ہے، تو یہ وہ باتیں ہیں جو آپ نہیں کر سکتے، آپ اپنے سامنے روٹی رکھ لیں اور اس کے اوپر سے یوں انگلی پھیر دیں تو کیا روٹی کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے؟ بالکل نہیں ہوں گے، تو آپ کے سامنے پڑی ہوئی روٹی پر انگلی گھمانے سے روٹی دو ٹکڑے نہیں ہوتی تو روٹی کی طرف اشارہ تو دور کی بات ہے، اور وہ زمین پر بیٹھ کر اشارہ فرمائیں تو آسمان پر رہنے والا چاند دو ٹکڑوں میں تبدیل ہو جاتا ہے، لہذا نہ آپ ان جیسے ہیں اور نہ وہ آپ جیسے ہیں، ہر ایک کا اپنا مقام ہے اور ہر ایک کی اپنی حد ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوا کہ ہم نے کسی شے کی کمی نہیں چھوڑی، پھر اپنے رب کی طرف سارے کے سارے واپس جاؤ گے چونکہ تم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہو جو عارضی ہے مستقل نہیں ہے، تو جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے یہ سمجھیں کہ گرفت کا ایک وقت مقرر ہے۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ مَن يَشَإِ اللَّهُ

جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بہرے ہیں اور گونگے ہیں اندھیروں میں بھٹکنے والے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے

يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٩﴾ قُلْ

اسے گمراہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلا دیتا ہے، فرما دیجئے

أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ

کہ ذرا دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہارے پاس آجائے یا قیامت آجائے، کیا اللہ تعالیٰ کے بغیر

تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا

کسی اور کو وہاں بلاؤ گے اگر تم سچے ہو بلکہ تم تو صرف اسی کو پکارو گے تو دور کر دے گا وہ

تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَاءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾

تکلیف پکارا تھا تم نے جس کے لیے اگر وہ چاہے گا اور تم بھلا دو گے جنھیں تم نے شریک بنا رکھا تھا

ولذین کذبوا بایتنا صم بکم.....و تنسون ما تشرکون ارشاد پاک ہے کہ جن لوگوں نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے وہ درحقیقت بہرے اور گونگے ہیں اور گمراہی کی گھائیوں میں غوطے کھا رہے ہیں۔ بہرے اس لیے کہ ان کے کان حق بات کو قبول کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، اور اندھے اس لیے کہ سب کچھ دیکھ کر بھی وہ حق کو قبول نہیں کرتے۔ وہ گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں ہیں جن سے نکلنا ان کے لیے مشکل ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ دراصل اللہ جسے چاہتا

Marfat.com

ہے ہدایت ... دولت سے سرفراز فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے دور کی گمراہی میں مبتلا رہنے دیتا ہے۔ اگر کوئی ... طلب ... تو اسے راستہ دکھاتا ہے۔ اگلی آیت میں مشرکوں سے خطاب ہے کہ آپ ان سے پوچھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ... مسلط کردے یا قیامت برپا کردے تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا دوسرے معبودان باطل سے مدد مانگ سکو گے؟ نہیں ایسا نہیں ہوگا بلکہ اس وقت تم صرف اسی کے آگے جھولی پھیلاؤ گے، تم جس عذاب سے بچنے کے لیے اللہ کو پکارو گے اللہ جسے چاہے گا اس سے عذاب دور کردے گا اور تم اپنے شریکوں کو بھول جاؤ گے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ

بے شک ہم نے بھیجا

اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾

امتوں کی طرف (رسولوں کو) آپ سے پہلے، پھر ہم نے انہیں تنگی اور تکلیف میں مبتلا کردیا (انبیاء کو جھٹلانے کے بعد) تاکہ وہ گڑگڑائیں

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ

پھر کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو وہ گڑگڑاے؟ اور لیکن (دراصل) ان کے دل سخت ہوگئے

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا

اور شیطان نے مزین کردیا ان کے لیے جو وہ کرتے تھے (برے اعمال) پس جب

نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ

وہ بھول گئے جو ان کو یاد کرایا گیا تھا تو ہم نے ان پر کھول دیئے دروازے ہر چیز کے

حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

حتی کہ جب وہ خوش و مسرور ہونے لگے اس پر جو انہیں دیا گیا تھا تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا تو ایک دم وہ مایوس ہوگئے

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

پس کاٹ دی گئی جڑ اس قوم کی جس نے ظلم کیا، اور سب تعریف صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب ہے تمام جہانوں کا

Marfat.com

۸۳ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے چونکہ انسان معصوم نہیں ہے، پھر کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے، یا اپنے جی پر ظلم ہو جاتا ہے یہاں تھوڑا سا فرق ہے، "فاحشة" اس خرابی کو کہا جاتا ہے، جس کا اثر ساتھ والے معاشرے پر یا لوگوں پر پڑتا ہو، اور ظلم عموماً اس خرابی کو کہا جاتا ہے، جس کا اپنی جان پر اثر پڑتا ہو۔

ارشاد فرمایا! کہ معاشرے پر اثر ہوا آپ کے گناہ کا یا اپنی ذات پر اس کا اثر ہے، اللہ کو یاد کیا جائے، اللہ سے استغفار کی جائے، کیونکہ گناہ اللہ بخشا کرتا ہے، لہذا واپس مڑ آئے، یہاں تعلیم اس بات کی دی جا رہی ہے، کہ کبھی جذبات کی وجہ سے، کبھی عقل کی غلط رہنمائی کی وجہ سے آپ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے، اسے حق ثابت کرنے کے لیے دلائل دینے کی ضرورت نہیں، اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے تسلیم کر لیا جائے، اور تسلیم کر کے اللہ کریم سے مغفرت طلب کی جائے، میں خاص طور سے اصحاب علم کی خدمت میں یہ بات عرض کروں گا، کہ جب صاحب علم لغزش کرتا ہے، اور پھر اس لغزش پر ڈٹ جاتا ہے، تو معاشرے پر بے پناہ منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، عوام کو پتہ نہیں ہے وہ ان کے سامنے دلائل دینا شروع کر دیتا ہے، یہ نہیں کہتا کہ میں نے غلط کر دیا ہے اس غلطی کو چھپانے کے لیے دلائل کا سہارا لیتا ہے، تو یہ اسلامی سوچ نہیں ہے، اسلامی سوچ یہ ہے کہ اگر آپ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے تو اسے تسلیم کر کے اللہ کو یاد کریں، کیونکہ پاک ذات تو وہی ہے، اب جب آپ یاد کریں گے، گناہ کے مٹنے کا سامان بن جائے گا، اور جب گناہ مٹے گا تو آپ کو طہارت قلبی مل جائے گی، اللہ پاک گناہوں کو بخشتا ہے، حدیث پاک میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، بندہ ایک بار دعا کرتا ہے قبول نہیں ہوتی، دوبارہ کرتا ہے تو قبول نہیں ہوتی، سہ بارہ کرتا ہے تو اللہ کریم فرشتوں سے کہتے ہیں گواہ رہو میں نے اسے معاف کر دیا ہے، اس لیے کہ اسے پتہ چل گیا ہے کہ مغفرت کے لیے میرے دروازے پر ہی آنا پڑتا ہے، اب یہ بار بار کہہ کے معافی مانگ رہا ہے اسے معاف کر دیا جائے، قرآن نے ارشاد فرمایا کہ جو کیا ہے اور آپ کو پتہ چل گیا ہے کہ یہ غلط ہے تو اس پر اصرار مت کرو، یہ انسانی عظمت ہوگی، یہ بہت ہی لطیف بات ہے، اللہ کرے اہل علم اپنی لغزشوں کو مان لیا کریں، جب میں پرانے دور کے مجتہدین کو دیکھتا ہوں، تو یہ بڑی عجیب اور نفیس بات ہے کہ انہوں نے ایک نظریہ قائم کیا ہے، لیکن ہوتا کیا ہے، کہ اس نظریے کے خلاف دلیل ملتی ہے تو اسے فوراً قبول کر لیتے ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے جو بات کہی تھی وہ ٹھیک نہیں ہے اسے چھوڑ دو، ایسے لوگوں کا بدلہ مغفرت ہے رب کی طرف سے یہ لوگ جنت میں جائیں گے، جہاں ہمیشہ رہنا ہے، اور ایک چھوٹا سا فقرہ ہے اسے ماٹو بنا لیا جائے۔ "نعم اجر العملین" (کام کرنے والوں کا بہترین اجر ہے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام آپ سے کام کا مطالبہ کرتا ہے، قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ "کام، کام اور کام" وہ یہی بات ہے، کہ کام کرنے والوں کا اجر بہترین ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوتا، لہذا تمہاری زندگی نیکی کے کام کرتے ہوئے تھکے نہیں آگے بڑھتے جاؤ، تم سے پہلے لوگ بھی گزر چکے ہیں، زمین میں چل کے دیکھو کہ جو جھٹلانے والے تھے، ان کا پھر انجام کیا ہوا، لہذا اس انجام کی طرف مت بڑھو۔

Marfat.com

ولقد ارسلنا الیٰ امم من قبلک۔ یمسھم العذاب بما کانوا یفسقون اے محبوب ﷺ ہم آپ سے پہلے بہت سی قوموں میں اپنے رسول بھیج چکے ہیں لیکن انہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا تا کہ وہ اپنے نبی کی بات کی طرف دھیان دیں اللہ کے کلام کے لیے ان کے دل نرم ہوں۔ مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان کو ہماری طرف سے تنگی اور تکلیف پہنچی تو گڑگڑاتے اللہ سے فریاد کرتے اور رسول کی بات مانتے؟ ہوا یہ کہ ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے سبز باغ دکھائے کہ جو تم اعمال کر رہے ہو وہ اچھے ہیں اور اللہ کے ہاں مقبول ہیں۔ پھر جب انہوں بھلا دیا جو انہیں یاد کرایا گیا تھا تو ہم نے ان پر دنیاوی فائدوں کے دروازے کھول دیئے اور انہیں مہلت دی یہاں تک کہ وہ مطمئن اور خوش وخرم ہو گئے اور سمجھے کہ وہ ہمیشہ اسی طرح رہیں گے۔ ان کی یہ غلط فہمی اس وقت دور ہو گئی جب ہم نے انہیں اچانک عذاب میں پکڑا تو وہ حیران ہو گئے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوا؟ وہ مایوسیوں میں ڈوب گئے۔ اس وقت ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جو دنیا میں بڑے مغرور تھے، جنہوں نے انبیاء کے ساتھ بدسلوکیاں کی تھیں، جنہوں نے اپنی دولت اور مال کے گھمنڈ میں غریب ایمانداروں کو اذیتیں پہنچائی تھیں۔ محبوب تعریف کے قابل تو صرف اللہ کی ذات ہی ہے جس میں کوئی عیب نہیں اس کی بادشاہی لامحدود ہے، وہ ازلی اور ابدی ہے۔ **کل من علیھا فان ویبقیٰ وجه ربک ذو الجلال والاکرام** (رحمن) اس زمین میں جو بھی مخلوق ہستی ہے سب فانی ہے سوائے تیرے رب کے جو کہ بڑے جلال اور عزت والا ہے۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ ٱللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَٰرَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُم

آپ ﷺ فرمادیں کہ کیا تم نے کبھی سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ چھین لے تمہاری سماعت اور بصارت اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے

مَّنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ ٱنظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ ٱلْءَايَٰتِ

تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے جو تمہیں یہ چیزیں لا کر دے سکے؟ آپ دیکھیں ہم کس طرح آیات پھیر پھیر کر انہیں سناتے ہیں

ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ﴿٤٦﴾ قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ

لیکن پھر بھی وہ دور نکل جاتے ہیں (حق سے) آپ ﷺ فرمادیں کہ کیا تم نے کبھی یہ سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر عذاب مسلط کر دے

بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٤٧﴾ وَمَا

اچانک یا اعلانیہ کیا ظالم قوم کے سوا کوئی ہلاک ہوگا؟ اور نہیں

نُرْسِلُ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۖ فَمَنْ ءَامَنَ وَأَصْلَحَ

بھیجتے ہم رسولوں کو مگر بشارت سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر، پس جو ایمان لاتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے

Marfat.com

فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ﴿٤٨﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَا

توان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہونگے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی

يَمَسُّهُمُ ٱلۡعَذَابُ بِمَا كَانُواْ يَفۡسُقُونَ ﴿٤٩﴾

انہیں آ لگے گا (ہمارا) عذاب، کیونکہ وہ فاسق تھے

قل ارئیتم ان اخذ اللہ سمعکم... بما کانوا یفسقون محبوب ان معبودان باطل کے پجاریوں سے پوچھیں کہ کیا تم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ اگر تمہاری سننے کی قوت سلب کرلے یا تمہیں اندھا کر کے تمہارے دلوں پر مہر لگادے، مجھے ذرا بتاؤ کہ کون خدا ہے اللہ کے سوا جو تمہیں یہ چیزیں لا کر دے سکے۔ مجھے اپنے کسی ایسے معبود کا نام تو بتاؤ یا ان سے کہہ کر ان چیزوں میں سے کسی کوئی چیز واپس لا کر تو دکھاؤ۔ محبوب ﷺ آپ دیکھیں ہم کس کس طرح سے انہیں سمجھاتے ہیں مگر پھر بھی یہ اسلام سے بھاگتے ہیں۔ رسولوں کو جھٹلانے والوں سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو صرف خوشخبری سنانے والے اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے بنا کر بھیجتا ہے۔ تو جو کوئی ان کی بات کو سن کر قبول کرلے اور جیسے انہوں نے بتایا اپنی اصلاح کرلے تو ان کو پھر کسی طرح کا خوف حزن نہ ہوگا نہ اس دنیا میں اور نہ ہی اگلی دنیا میں۔

لیکن جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلا دیا انہیں جھوٹا سمجھا اور رسول کے معجزوں اور ہماری آیات کو بھی جھوٹا سمجھا تو ایسے لوگوں کے ساتھ ہمارا عذاب چمٹ جائے گا کیوں کہ وہ فسق اور فجور میں مبتلا تھے۔

۞ قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمۡ آپ فرما دیجئے کہ میں (نبی ﷺ) تم سے یہ نہیں کہتا

عِندِي خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمۡ إِنِّي مَلَكٌۖ

کہ میرے پاس اللہ خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کا علم جانتا ہوں، اور نہ ہی میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّۚ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلۡأَعۡمَىٰ وَٱلۡبَصِيرُۚ

میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کیا جاتا ہے، آپ فرما دیجئے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟

أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾ تم غور نہیں کرتے ہو؟

قل لا اقول عندی خزائن اللہ... افلا تتفکرون

اللہ تعالیٰ کے خزانے میرے پاس ہیں اور میں انہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر استعمال کر سکتا ہوں، میں یہ بات نہیں کہتا، اور میں خود سے غیب بھی نہیں جانتا، یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے آتی ہیں، اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں، اب آیئے ہم یہاں بھی علماء کی طرف چلتے ہیں، قرطبی کی ایک عبارت میں پیش کر دیتا ہوں اور باقی مفسرین کی آرا بھی نقل کر دیتا ہوں، یہ جو لفظ آیا ہے، "مفتح" اس کے لیے ایک بات آپ یاد رکھیں گے کہ یہ

Marfat.com

مَفتح بھی پڑھا جاتا ہے اور مِفتح بھی پڑھا جاتا ہے، مَفتح ہو تو اس کا معنی خزانہ ہوتا ہے، اور اگر مِفتح ہو تو اس کا معنی چابی ہوتا ہے، یہاں ارشاد یہ ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر اللہ تعالیٰ کے خزانوں کو جس طرح چاہوں استعمال کر دوں، اور کافروں کے مطالبات ان خزانوں سے پورے ہوتے رہیں، یہ بات نہیں ہوگی، یہ پہلی بات ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ذاتی طور پر میں غیب نہیں جانتا میں تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتا ہوں ،اور نہ ہی میں فرشتہ ہوں، یہ کیوں نہیں کہتا، اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو بھیجنا ہوتا تو اسے بھی انسانی شکل وصورت میں بھیجتا، چونکہ ان سے آپ نے باتیں حاصل کرنی ہیں، جب سرکار علیہ السلام کی محفل میں حضرت جبرائیل آئے تو وہ حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آئے تھے، پاس بیٹھے تھے پھر اٹھ گئے تو سرکار علیہ السلام نے صحابہؓ سے پوچھا کہ یہ کون تھا؟ صحابہ نے جواب دیا کہ یہ دحیہ کلبی تھے کہا جاؤ اسے بلا کر لے آؤ، اب وہ دحیہ کلبی ہوتے تو ملتے، بھاگ بھاگ کے واپس آ گئے حضور وہ تو ہمیں کہیں راستے پر نظر نہیں آئے، پتہ نہیں کہاں اچانک غائب ہو گئے ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ وہ دحیہ کلبی نہیں تھے، وہ جبرائیل امین تھے، وہ اس لیے آئے تھے کہ جو تمہارے دلوں میں سوال ہوں وہ مجھ سے کریں اور مجھ سے جواب لیں، تاکہ تمہیں اسلام کی تعلیم مل جائے، تو ارشاد فرمایا کہ میں فرشتہ نہیں ہوں، اب حضورؐ کو اللہ تعالیٰ بتاتا ہے تو وہ جانتے ہیں، اس کی دلیل کہاں ہے؟ میں دوسری آیت نہیں لیتا اسی آیت کے اندر دلیل موجود ہے، "ان اتبع الا مایوحٰی الی ○" میں تو اس کے پیچھے چلتا ہوں جو وحی میری طرف بھیجی جاتی ہے"۔ یہی تو غیب ہے۔ اب پتہ چلا کہ ذاتی طور پر تو نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جانتا ہوں، میں نے اپنے طالب علمی کے دور میں علم الغیب پر ایک کتاب لکھی لیکن وہ عربی میں ہے اور اس کے آخری چند صفحات فارسی میں ہیں، اگر وہ مجھے کہیں سے دستیاب ہوئی تو میں آپ کو پڑھنے کے لیے ضرور مہیا کروں گا۔

ارشاد فرمایا! میں جو کچھ بھی کرتا ہوں یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے، اب اگر کوئی بندہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ دے تو تب بھی میں نہیں مانتا کہ مصطفیٰ علیہ السلام کو یہ چیز مل گئی ہے، اللہ کے بندے تجھے اللہ تعالیٰ نے کتنا سارا دیا ہے، تو کوئی اتنی جابر قوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ روک دینا چاہتا کہ وہ اپنے محبوب رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ نہ دے، اس سے بڑھ کر کوئی حماقت اور احمقانہ بات ہوگی۔ قرآن پاک نے بڑے حسین انداز میں یہاں ایک طنز کیا ہے، محبوبؐ صرف آپ انہیں یہ بتائیں، کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتا ہے، یہ تو اندھے ہیں اور آپ ہیں دیکھنے والے، تو یہ اندھے دیکھنے والے کی برابری کا غلط سوچ رہے ہیں، انہیں یہ کہہ دیں کہ کیا تم سوچتے نہیں ہو، کہ میں کہاں کھڑا ہوں اور تم کہاں کھڑے ہو۔

اسی بات کو ایک اور انداز سے میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ ایک آدمی ایسا ہے جو پارسا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ اس کی محفل میں کوئی گندہ بندہ بیٹھے، اس محفل سے اٹھ جائے گا، پہلو تہی کرے گا، اس لیے کہ اس کی زندگی اور ہے اور اس محفل میں بیٹھنے والوں کی زندگی کچھ اور ہے، میں اس نکتے پر غور کرتے ہوئے جب سوچتا ہوں کہ مصطفیٰ علیہ السلام کہاں کھڑے تھے اور عرب کا معاشرہ کہاں کھڑا تھا محبوبؐ آپ کی عظمتوں پر قربان اتنے گندوں کو اپنے سینے سے لگا لیا اور آپ نے ذرا بھی کراہت نہیں کی، ان کی دنیا تبدیل کر دی، پھر میں سوچتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ ہم بھی ایسے ہی ہیں، اگر آپ ہم سے اجتناب فرمائیں گے تو پھر ہم اپنے گناہوں کی گٹھڑی دھلوانے کے لیے کس دروازے پر جائیں گے، آقا آپ کو قرآن پاک نے کہا ہے "ویزکیھم"۔ کہ میرا محبوبؐ پاک کر دیتا ہے، اگر آپ کے سامنے آ کے بھی پلید رہ جاؤں تو پھر پاکی کہاں سے حاصل ہوگی، لہذا یہ بات دل میں بٹھا لیجئے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب یہ ہمارا کمال نہیں ہے کمال تو اس ذات کا ہے جو ہم گندوں کو اپنے قریب کر لیتی ہے

☆☆☆☆

Marfat.com

وَأَنذِرْ بِهِ ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوٓا۟

آپ ﷺ ڈرایئے اس (قرآن) سے انھیں جو ڈرتے ہوں اس سے کہ اٹھایا جائے گا انھیں ان

إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۙ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِۦ وَلِىٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾

کے رب کی طرف (اس حالت میں کہ) ان کا نہیں ہوگا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی (انھیں ڈرایئے) تا کہ یہ پرہیزگار ہو جائیں

وَلَا تَطْرُدِ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِىِّ يُرِيدُونَ

اور نہ دور ہٹاؤ انھیں جو پکارتے رہتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے ہیں

وَجْهَهُۥ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَىْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ

اپنے رب کی رضا نہیں آپ پر ان کے حساب سے کوئی چیز اور نہ آپ کے حساب سے ان پر کوئی

عَلَيْهِم مِّن شَىْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴿٥٢﴾

چیز ہے تو پھر بھی اگر آپ دور ہٹائیں انھیں تو ہو جائیں گے آپ بے انصافی کرنے والوں سے

وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوٓا۟ أَهَـٰٓؤُلَآءِ مَنَّ ٱللَّهُ

اور اسی طرح ہم نے آزمائش میں ڈال دیا بعض کو بعض سے تا کہ کہیں (یہ مغرور رئیس) کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے

Marfat.com

عَلَيۡهِم مِّنۢ بَيۡنِنَآۗ أَلَيۡسَ ٱللَّهُ بِأَعۡلَمَ بِٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٥٣﴾

ہم میں سے، کیا اللہ شکر گزاروں سے واقف نہیں ہے

و انذر به الذين يخافون ان يحشروا............باعلم بالشكرين

اوپر جو کفار کا رویہ تھا اس پر قرآن پاک نے تفصیلی بحث کی ہے، تو سرکار علیہ السلام کو یہاں فرمایا جا رہا ہے، کہ ان لوگوں پر زیادہ توجہ دی جائے، جو ایمان لا چکے ہیں، کیوں توجہ دی جائے؟ مستقبل کی یہی تو رعنائیاں ہیں۔ جو آپ کے سامنے بیٹھے ہیں، محبوب جو قیامت سے ڈر رہے ہیں، اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے بغیر یہ بت یہ دیویاں یہ کسی کام نہیں آئیں گی، تو محبوبؐ ان کی طرف توجہ کر کے قرآن پاک کے ذریعے ان لوگوں کو آپ آخرت سے ڈرائیں، یہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں، انہیں اپنی سرکار بے کس پناہ سے دور نہ کیا جائے، یہ سب کچھ رضائے ربانی کے لیے کر رہے ہیں، ان کا حساب آپ کے ذمہ نہیں اور آپ کا حساب ان کے ذمہ نہیں ہے، ہر ایک اپنے اپنے انداز سے چل رہا ہے، [illegible] اگر انہیں اپنے پاس سے اٹھا دیں گے، تو یہ زیادتی کی بات ہوگی، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ تاکید کی گئی کہ اپنی محفل میں بیٹھنے والے لوگوں کو دور نہ کیا جائے، قرآن پاک نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ''محبوب ان سے نگاہیں نہ ہٹائیں''۔ میں جب اس فقرے پر غور کرتا ہوں تو دل کی عجیب کیفیت ہوتی ہے، کہ جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں کہ اے محبوبؐ آپ اپنے غلاموں سے نگاہیں نہ اٹھائیں، صدیق اکبرؓ غلام ہیں تو پھر غلام ہم بھی ہیں، اے اللہ تعالیٰ آپ نے اپنے محبوبؐ کو یہ فرمایا ہے کہ اپنے غلاموں سے نگاہیں نہ ہٹائیں اس لیے ہم عرض کرتے ہیں آپ کے محبوب اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کہ اپنی رحمت والی نگاہیں ہم سے الگ نہ فرمائیں، ہمارے پاس کوئی سرمایہ نہیں صرف آپ کی معطر اور منور آنکھوں کے سوا، ان معطر اور منور آنکھوں کے رب نے آپ کو کہہ دیا ہے کہ اے محبوب اپنے غلاموں سے نگاہیں نہ ہٹائیں۔

ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو دور نہ کیجئے، ان کو اپنے سے دور ہٹانا تو زیادتی کی بات ہے، اب وہ کہا کرتے تھے جب بھی وہ مسلمانوں کو دیکھتے تھے، کہ بلالؓ آرہے ہیں اور زخموں سے چور ہیں جسم اور کپڑے پھٹے ہوئے ہیں، پاؤں میں جوتا نہیں ہے، جب بلالؓ ان کے پاس سے گزرتے تو وہ اشارہ کرتے ہوئے کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب جا رہے ہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کے پاؤں میں جوتا کوئی نہیں ہے، سر پر پگڑی

Marfat.com

نہیں ہے، کپڑے سارے پھٹے ہوئے ہیں، ہمیں چھوڑ کے کیا اللہ تعالیٰ انہیں اپنا محبوب بنا سکتا ہے، یہ ساری طنزیہ باتیں تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک آزمائش ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے طنز کا ایک ہی فقرے میں جواب دے دیا، کہ اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو اچھے طریقے سے جانتا ہے۔

وَإِذَا جَآءَكَ ٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِـَٔايَـٰتِنَا فَقُلْ سَلَـٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ

اور جب آپ ﷺ کی خدمت میں وہ لوگ آئیں جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو ان سے کہیں سلام ہو تم پر لکھ لیا ہے تمہارے

رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ أَنَّهُۥ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوٓءًۢا

رب نے اپنے اوپر رحمت فرمانا، تو جو کوئی کر بیٹھے تم میں سے برائی

بِجَهَـٰلَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُۥ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥٤﴾

نادانی سے پھر وہ توبہ کر لے اس کے بعد اور سنوار لے خود کو تو یقیناً وہ (اللہ) بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے

وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْـَٔايَـٰتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٥٥﴾

اور اسی طرح ہم مفصل (کھول کر) اپنی آیات بیان فرماتے ہیں، اور (یہ) اس لیے کے مجرموں (گناہ گاروں) کا راستہ ظاہر ہو جائے

واذا جاءک الذین یومنون بایتنا.......ولتستبین سبیل المجرمین

اب اس اگلی آیت پر انسانی روح وجد میں آجاتی ہے اور اس پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، قرآن پاک نے کہا! سرکار علیہ السلام کو حکم دیا اللہ کریم نے کہ جب ایماندار آپ کے پاس آئیں، یہ غریب یہ مسکین، یہ بلال یہ خبیب اور یہ سلمان فارسی جب آپ کی خدمت میں آئیں تو طریقہ یہ ہے کہ باہر سے آنے والا بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کہے، یہ سلام کا ادب ہے، لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے سلام کے ادب کا دروازہ بند کر دیا، ارشاد فرمایا کہ اے

میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ انہیں پہلے سلام کیا کریں ،ان غریبوں کا کیا مقام ہے کہ جب صدیق اکبرؓ آئیں تو وہ سلام کر کے بیٹھیں، فاروق اعظمؓ آئیں تو وہ سلام کر کے بیٹھیں، لیکن یہ مساکین جب باہر سے آئیں پھٹے ہوئے کپڑوں کے ساتھ، ننگے پاؤں کے ساتھ اور ننگے سروں کے ساتھ ان کے جسم پر قمیص نہ ہو تو محبوب جب یہ آپ کی خدمت میں حاضری دیں تو ان کے سلام سے پہلے آپ انہیں سلام کہا کریں ،اب سرکار علیہ السلام کا ارشاد اس سلسلے میں ملاحظہ ہو، آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرطبی اسی آیت کے نیچے لکھتے ہیں ۔'' سرکار علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جس نے میری امت میں ایسے انسان پیدا کر دیئے ہیں کہ مجھے حکم دیا ہے کہ جب وہ آئیں تو میں انہیں سلام دینے میں پہل کروں۔

یہ بڑی ہی عظیم بات ہے ،اور اس سلام کے سلسلے میں جب یہ آتے ہوں گے اور سرکار علیہ السلام کے کہنے سے پہلے یہ کہہ دیں کہ تم پر سلام ہو، سلام کا معنی ہے سلامتی ۔تو یہ دعا ہے ،اب سرکار علیہ السلام کی دعا کا آغاز ہو ،صحابہ کا انداز کیا ہوتا تھا حضورؐ ایک گھر تشریف لے گئے ، باہر سے کہا اسلام علیکم ،صحابی دروازے کی طرف نہیں آیا بیٹھا رہا ،سرکار علیہ السلام نے وقفہ کر کے پھر فرمایا السلام علیکم ، پھر بھی صحابی نہیں اٹھا ،وقفہ کر کے پھر حضورؐ نے فرمایا السلام علیکم ،اب ادب یہ ہے کہ تین دفعہ دروازے پر دستک دو اگر کوئی نہیں آیا تو واپس چلے جاؤ کیونکہ شائد گھر والے مصروف ہیں وہ نہیں چاہتے کہ اس وقت محفل لگے ،واپس چلے جاؤ ،اب جب سرکار علیہ السلام واپس ہوئے تو پاؤں کی آہٹ اندر آئی صحابی دوڑ کے کہتا ہے لبیک لبیک یا رسول اللہ غلام حاضر ہے، جب صحابی باہر نکلا تو حضورؐ نے کہا کہ میں نے تین دفعہ سلام کیا جب جواب نہیں آیا تو میں سمجھا کہ شائد گھر میں کوئی نہیں ہے اس لیے میں واپس جا رہا تھا ،صحابی نے آگے سے کہا کہ جب آپ السلام علیکم کہہ رہے تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہم پر برس رہی تھی ، میں نے سوچا کہ سلامتی ایک دفعہ پھر برسے جب آپ کے لب مبارک سے تین دفعہ وہ سلامتی برس چکی اور آپ واپس چلے تو میں نے کہا کہ رعنائیوں کا بادل واپس پلٹ پڑا ہے یہ حسن و جمال کا بادل واپس پلٹ پڑا ہے یہ نور و سرور کا بادل واپس پلٹ پڑا ہے ، میں پھر بھاگا بھاگا آیا اور آکے آپ کو عرض کر رہا ہوں کہ پہلے باہر کھڑے ہو کے انوار کی بارش برسائی ہے اور اب میری اس جھونپڑی میں آکے اس قسم کی رحمت اندر بھی برسا دیں ، تو سرکار کریم واپس تشریف لے آئے تو ارشاد ہوا کہ آپ انہیں سلام کہیں اور انہیں بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کے لیے رحمت لازم کر رکھی ہے ، کہ تم میں سے اگر کوئی غلطی بھی کر دے اور پھر غلطی کے بعد توبہ کر لے اپنی اصلاح کر لے اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے ،ہمیں یہ بتایا گیا کہ بھول جانا غلطی کرنا انسان کا خاصہ ہے ، لیکن جب آپ اس راستے پر سے گزر رہے ہوں تو رخ واپس موڑ لیں ۔بس بات ساری بن جائے گی ، تو اس بات کی وضاحت بار بار کیوں ہو رہی ہے ،اس لیے ہو رہی ہے تاکہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے ، اور کوئی بندہ بھی اس جرم کے راستے پر چلے نہیں۔

Marfat.com

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ قُل لَّا أَتَّبِعُ

آپ فرمادیں کہ مجھے تو روک دیا گیا، کہ میں ان کی عبادت کروں جو اللہ تعالیٰ کے بغیر تمہارے معبود ہیں، میں پیروی نہیں کر سکتا،

أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

تمہاری خواہشات کی میں تو پھر سیدھے راستے سے بھٹک گیا، اور میں ہدایت کو چھوڑ بیٹھا (اگر میں ان بتوں کی عبادت کروں)

قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَكَذَّبْتُم بِهِ مَا عِندِي مَا

فرما دیجئے! میں اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایک واضح نشانی لے کے آیا ہوں، جس کی تم تکذیب کر رہے ہو، میرے پاس وہ بات نہیں کہ جس کی

تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ

تمہیں جلدی ہے (کہ قیامت کل آجائے) حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، وہ حق بیان کرتا ہے اور وہ بہترین ہے

الْفَاصِلِينَ ﴿٥٧﴾ قُل لَّوْ أَنَّ عِندِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ

فیصلے فرمانے والا فرما دیجئے! اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تمہیں جلدی ہے تو میرے اور تمہارے درمیان معاملے

الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿٥٨﴾

ہو چکا ہوتا، اللہ تعالیٰ ظالموں کو جانتا ہے

Marfat.com

۞ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي

غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں وہی انہیں جانتا ہے، وہ جانتا ہے جو

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ

صحراء میں ہے، جو سمندر میں ہے، جو پتا گرتا ہے وہ اسے لازماً جانتا ہے، زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ ہے

فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

تو اسے جانتا ہے، تر اور خشک کوئی چیز نہیں مگر کتاب مبین

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ

میں موجود ہے، وہ رات کو تمہیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، جو دن کے وقت تم کام کرتے ہو اسے وہ جانتا ہے، پھر

يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ

تمہیں صبح اٹھا دیتا ہے، تا کہ تم مقررہ عرصہ گزار سکو، پھر تمہیں اسی کی طرف رجوع کرنا ہے

ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾

وہ تمہیں بتائے گا کہ تمہارے اعمال کیسے تھے

قل انی نهیت ان اعبد

[illegible] جنہیں تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] قرآن عظیم [illegible]
[illegible]

قل لا اتبع اهواءکم ..... والله اعلم بالظلمین

[illegible] تمہاری خواہشات کی پیروی کروں
[illegible]
[illegible] جسے تم نے جھٹلا دیا ہے یعنی قرآن
[illegible]
[illegible] کائنات کے آخرے تک آباد
[illegible] اگر تمہاری مرضی میں بھی کروں تو اس
[illegible] قیامت تک آتے رہتا جہان کے لیے راستے ہم
[illegible]

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

135333

اشاعتی ضابطہ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

نام کتاب: جمال الایمان فی تفسیر القرآن جلد سوم

مؤلف: سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

کمپوزنگ اینڈ ایڈیٹنگ: حافظ عرفان علی ایم اے (اسلامیات)

پروف ریڈنگ: مولانا نور محمد، مولانا قاری محمد شہباز سیالوی
سید محمد باقر شاہ، سید محمد ناصر شاہ

تعداد: گیارہ سو

طباعت: محرم 1426ھ مارچ 2005

متن: بشکریہ مصری پریس، تاج کمپنی پاکستان

قیمت: ....

ناشر: شیر محمد خان اسلام آباد

ملنے کے پتے

جامعۃ الزہراء اہل سنت عثمان غنی کالونی مصریال روڈ راولپنڈی

مکتبہ ضیاء العلوم مین بازار صدر راولپنڈی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

مکتبہ غوثیہ محلہ فرقان آباد سبزی منڈی کراچی

احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی

نیو مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

Marfat.com

۸۴ قرآن لوگوں کے لیے بیان ہے، ہدایت ہے، پرہیز گاروں کے لیے یہ نصیحت ہے، لہذا تین باتیں آپ میں لازماً ہونی چاہئیں، تم بزدلی کا مظاہرہ نہ کرو، غم بھی نہ کھاؤ، تم ہی اعلیٰ ہو اگر تم مومن ہو، یہاں ایک بات پر خاص طور سے غور کرنا ہے، جناب موسیٰ کو جب اللہ کریم نے خطاب کیا تو ان کے لیے لفظ اعلیٰ کا استعمال کیا، اور فرمایا! "**انک انت الاعلی**" (موسیٰ آپ ہی اعلیٰ ہیں فرعون نے نیچے چلا جانا ہے) اور یہاں سرکار کے غلاموں کو ارشاد فرمایا! تم دو باتوں کو چھوڑ دو، ایک تو سستی اور بزدلی تمہارے قریب نہ بھٹکے، کوئی امتحان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اس پر غم واندوہ نہ کرو، کہ تمہاری بات پوری کیوں نہیں ہوئی، اعلیٰ تم ہی ہو، اگر تم ایمان پر قائم رہ جاؤ، اب آپ مسلمانوں کی زندگی دیکھیں، تو انہوں نے راہ خدا میں کس کس انداز سے تکلیفیں برداشت کیں، حضرت بلال کے واقعات آپ کو معلوم ہیں، باقی صحابہ عالی مقام جس جس انداز سے اس راستے سے گزرے ہیں وہ آپ کو پتہ ہیں۔

حضرت ام یاسر کو پکڑ لیا گیا، انہیں مارنے کا طریقہ جو کافروں نے سوچا ان کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے باندھ دی گئی، دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی گئی، اور اونٹوں کو مختلف سمت چلا دیا گیا، حضرت ام یاسر کا وجود باجود دو حصوں میں تقسیم ہو گیا، اتنی اذیتیں برداشت کیں لیکن اس راستے کو چھوڑا نہیں ہے، جو رحمت عالم نے متعین کیا تھا، انہیں پھر خطاب کرتے ہوئے رب نے کہا! اعلیٰ تو تم ہی ہو، آج اگر احد کے مقام پر تمہیں کوئی تھوڑی سی تکلیف آگئی ہے، تو کل بدر میں اس قوم کو بھی ایسی ہی تکلیف آئی تھی، اللہ کی قدرت یہی ہے کہ کبھی ایک قوم اوپر ہوتی ہے کبھی دوسری قوم اوپر ہوتی ہے، اللہ امتحان اس لیے لیتا ہے تا کہ ایمان والوں کا ایمان کھل کے سامنے آجائے، یہ پھر میرے مترجم کا ترجمہ غلط ہے،" اور اس لیے معلوم کرے اللہ"، یعنی اللہ کو پتہ نہیں تھا اب معلوم کرنا ہے، یہ معنی نہیں ہے، یہاں اس سے مراد ظہور ہوتا ہے، یہ بات لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے، اللہ کریم کی ذات اقدس کے خلاف ہیں یہ الفاظ، تو اب ایک تو ایمان کی پختگی لوگوں کے سامنے کھل کے آجائے، دوسری بات یہ ہے کہ شہادت کا عظیم مرتبہ ہے، اللہ کریم انہیں شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز کرنا چاہتا تھا، زیادتی دوسری قوموں کے ساتھ بھی نہیں ہونی چاہیے، اور مسلمان قوم کے ساتھ اس لیے نہیں ہونی چاہیئے کہ یہ تو زیادتی کو مٹانے کے لیے آئے ہیں، تو اب جو زیادتی کو مٹانے والا ہے وہ خود کیسے زیادتی کرے، امتحانوں میں ڈال کے کندن کر کے اللہ کریم بھٹی سے نکالتے ہیں، تا کہ ایمانداروں کے ایمان واضح ہو جائیں [illegible] والے ہیں وہ مٹ جائیں گے، جنت میں جانے کے لیے یہ ضروری ہے، کہ تمہاری زندگی جدوجہد سے عبارت ہو، اور صبر کی زندگی سے گزر کے آگے بڑھو دو باتیں ضروری ہیں، زندگی سراپا جہاد ہو، اور دوسری بات یہ ہے کہ اس راستے پہ جتنی مشکلات آتے ہیں وہاں بے صبری کا اظہار نہ کیا جائے، اب اس دور کا جو نوخیز طبقہ تھا انہیں کہا جا رہا ہے، کہ تم تو موت کی تمنا کرتے تھے، کہ میدان جہاد میں جائیں، شہید ہوں جس طرح بدر کے میدان میں لوگ شہید ہوئے تھے، آج جب شہادت سامنے ہے تو پھر گھبراہٹ کس بات کی ہے، آگے بڑھ کر شہادت قبول کرلو۔

وعنده مفاتيح الغيب

اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، آپ ابھی آپ کو کہہ رہا تھا کہ مَفتح کا معنی خزانہ ہوتا ہے اور مِفتح کا معنی چابی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہی اسے جانتا ہے، اب چھوٹا سا ایک علمی لطیفہ عرض کردوں کہ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے، اسے تالے لگا کے رکھنے کی ضرورت نہیں چابیاں تو تالوں کی ہوتی ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی کو یہ چابیاں دی گئی ہیں تبھی تو چابیاں دی گئی ہیں کہ کسی کو چابیاں دے دیتی ہیں، اسے تو کوئی شے بھولی ہوئی نہیں ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات ذاتی ہیں اور کچھ بالواسطہ ہیں، اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے، یہ ذاتی صفت نہیں ہے، یہ بالواسطہ ہے، اس لیے کہ جس سے کوئی شے غیب ہو چھپی ہوئی ہو اور پھر اسے جان لے تو وہ عالم الغیب ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے لیے کبھی ایسی کوئی بات ہوئی ہی نہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ کسی شے کو نہ جانتا ہو اور بعد میں وہ اس چیز کو جان لے، تو پھر یہ ذاتی صفت نہ ہوئی یہ بالواسطہ صفت ہے اور بالواسطہ کا مطلب یہ ہے کہ جو میں نہیں جانتا وہ میرا رب جانتا ہے، جو آپ نہیں جانتے وہ آپ کا پروردگار جانتا ہے، تو ہمارے نہ جاننے کو وہ جانتا ہے، لہٰذا ہماری نسبت سے عالم الغیب ہے، ورنہ اس سے تو کوئی غیب ہے نہیں، وہ خالق ہے اس سے کوئی شے غیب کہاں ہوگی، غیب اس سے ہوتا ہے جو عالم الغیب نہیں ہوتا، تو اب خالق جسے بتا دے وہ جہاں جتنا چاہے جس وقت چاہے بتا دے، اور یہی وہ بات ہے جو سرکار علیہ السلام کے لیے مسلمانوں کو ماننی ہوگی۔

ارشاد فرمایا! دیکھیں نا ان کا ذہن محدود تھا ہمارا ابھی ذہن محدود ہے، اللہ تعالیٰ کی کائنات کتنی وسیع ہے، ابھی تک کسی کو پتہ نہیں چل سکا، جب ایک سیارے کے پاس جاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے آگے اور بھی کئی سیارے موجود ہیں، ارشاد فرمایا کہ تمہارے سامنے دو چیزیں کھلم کھلا پڑی ہیں یہ لق ودق صحراء ہے، یا سمندر ہے، یہ دو چیزیں مشاہدہ میں آرہی ہیں، لیکن تم صحراء کے اندر جو کچھ ہے وہ نہیں جانتے، نگاہ تو ڈال لیتے ہو تمہاری نگاہ دس میل تک چلی گئی یا سو میل تک چلی گئی، لیکن اس کے اندر ہے کیا صحراء میں، کنکریاں کتنی ہیں، مٹی کتنی ہے، اس زمین کے اندر تیل ہے اس زمین کے اندر چاندی ہے، اس زمین کے اندر پھٹکڑی ہے، یا اس زمین کے اندر کوئی اور خاص قسم کا پتھر موجود ہے، ان چیزوں کا تمہیں پتہ نہیں ہے جو بری زندگی ہے، اب بحری زندگی کی طرف آؤ تو سمندروں کی تہوں میں کیا پڑا ہے، سمندر کے اندر کس قسم کے جانور ہیں، یہ تمہارے نالج Knowledge میں نہیں ہے، سائنس دان کہہ رہا ہے، کہ سمندر کی تہہ سبزیوں سے اٹی پڑی ہے پانی کے اندر، لیکن اس سبزی کے استعمال کا ہمیں ابھی طریقہ نہیں آیا، جب ہم اس کے طریقے سمجھ جائیں گے تو بنی نوع انسان کو اگلے کروڑ دو کروڑ سال کھانے پینے کی فکر سے آزاد ہو جانا پڑے گا، یہ خزانے مستقبل کا انتظار کر رہے ہیں، وہ خلاق ازل جس نے قیامت تک مخلوق بنانی ہے، اس کے لیے اس زمین کی چھاتی کے اندر اس کی تہوں کے اندر اس نے کس کس قسم کی نعمتیں جڑواں کر کے رکھ دی ہیں، آپ جوں جوں آگے بڑھتے جائیں

Marfat.com

[illegible]

وبعلم ما فی البر والبحر

[illegible]

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

[illegible] کتاب مبین یہ ہے لوح محفوظ اب یہ راز آہستہ آہستہ کھلے [illegible] اور چھوٹا کریں اسے اور چھوٹا [illegible] چار سو صفحات کی کتاب کمپیوٹر کی ایک چھوٹی سی [illegible] قرآن پاک نے کہا کہ اپنے آپ کو دیکھو تو [illegible] نظام کو اسی طرح ایک تختی پر اکٹھا کر دیا جسے لوح محفوظ [illegible] میں چلے جائیں تو آپ کو کچھ بھی نہیں پتہ چلے گا، لوح محفوظ کے بارے میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا [illegible] سنبھال کے کس کے لیے رکھا ہے، وہ لوح محفوظ میں جو اسٹ محفوظ کر کے رکھی ہے، وہ نگاہ مصطفیٰ علیہ السلام [illegible] اور اسے چلانے کا طریقہ بھی مصطفیٰ علیہ السلام کو ہی آتا ہے، وہ نہ کسی مولوی کو آتا ہے، نہ [illegible] محقق کو آتا ہے، ہاں جو حضور کے دامن کو پکڑ لیتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ کامل کیا ہوا جس کی نگاہ لوح محفوظ پر [illegible]

کل فی کتاب مبین ....

ارشاد فرمایا! کہ ہر چیز لوح محفوظ پر موجود ہے، رات ہوتی ہے تو وہ اسے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، توفی کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کو پورے کا پورا اٹھالینا، چونکہ انسان زندگی گزارتا ہے، اور آخری لمحے آتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسے اس دنیا سے اٹھا لیتے ہیں لہذا مجازاً اسے موت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، رات کو وہ تمہیں اٹھالیتا ہے، دن کو تم جو کچھ کرتے ہو وہ جانتا ہے، اب اس توفی کو مرزائیوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے معنی میں لیا ہے، میں آپ سے کہتا ہوں کہ یہاں توفی نیند کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اس کا حقیقی معنی ہے کسی چیز کو پورے کا پورا لے لینا، جسے عربی میں استیفاء الشئی کہتے ہیں، (علامہ قرطبی) آپ کا تجربہ ہے کہ نیند کے وقت ان کی عقلی وشعوری قوتیں معطل ہو جاتی ہیں۔ چلنے، پھرنے، کھانے پینے اور دیکھنے سننے وغیرہ کی قوتیں معطل ہو جاتی ہیں، لہذا اسکے لیے لفظ توفی استعمال ہوتا ہے، علامہ قرطبی فرماتے ہیں ''توفی المیت استوفی عدادایام عمره والذی ینام کانه استوفی حرکاته''۔ (توفی المیت کا مطلب ہے کہ اس نے اپنی زندگی کے پورے دن مکمل کر لیے اور جو سوتا ہے گویا اس نے اپنی ساری حرکات مکمل کر لیں) ماہرین فن کے یہ معنی ذہن میں پوری طرح محفوظ فرمالیں تاکہ وہ لوگ توفی کا معنی موت کر کے حیات مسیح علیہ السلام سے آپ کو منحرف نہ کر سکیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ

وہی اپنے بندوں پر غالب ہے

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى إِذَا جَآءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ

اپنے نگہبان تمہارے پاس بھیجتا ہے، جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے قاصد اسے اٹھا لیتے ہیں

رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوٓا إِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ

اور وہ اس میں کوتاہی نہیں کرتے، پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرا جاتا ہے، جو ان کے حق اور سچ کا آقا ہے

أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحٰسِبِينَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِّنْ

اسی کا حکم ہے اور وہی جلدی حساب لینے والا ہے، فرما دیجئے کون ہے جو تمہیں نجات دے،

ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ

بر و بحر کے اندھیروں سے تم اسے عاجزی اور خفیہ انداز سے پکارتے ہو کہ اگر اس نے ہمیں اس سے نجات دیدی

لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ

تو اس کے شکر گزار بنیں گے، فرما دیجئے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بھی نجات دیتا ہے اور ہر دکھ درد سے بھی نجات دیتا ہے

ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا

پھر تم اس کے ساتھ کیوں شریک ٹھہراتے ہو، فرما دیجئے وہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے

مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيقَ بَعْضَكُمْ

اور پاؤں کے نیچے سے عذاب آجائے، یا تمہیں ملا جلا دے مختلف گروہ بنا کے اور تم ایک دوسرے کو تکلیف دینے لگ جاؤ

Marfat.com

بَأْسَ بَعْضٍ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

محبوب ملاحظہ تو فرمائیں کہ ہم کس طرح آیات کھول کھول کے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں

وھو القاھر فوق عبادہ......وھو اسرع الحسبین

میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ یہ مکی سورۃ ہے، اور دلائل توحید اللہ کریم مکہ کے مشرکوں کے سامنے مختلف اندازوں سے بیان فرما رہے ہیں، یہاں بھی انہی دلائل کو بڑے پیارے انداز سے بیان کیا جا رہا ہے، پہلی بات یہ ارشاد ہوئی کہ اپنے بندوں پر ہر انداز سے غلبہ اور تصرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو حاصل ہے، کوئی بندہ کتنا بھی دنیاوی نکتہ نگاہ سے عظیم ہو وہ اللہ کریم کی گرفت سے باہر نہیں ہے، وہی ہے جو سارے بندوں پر حکمران ہے، وہ تو ایک انداز سے دنیا میں آتے ہیں، آپ کے سامنے دنیا کے مختلف ادوار کو گزارتے ہیں، پھر وہ وقت بھی آ جاتا ہے، کہ سوائے ضعف اور کمزوری کے کچھ بھی نہیں ہوتا، تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہر انداز سے اپنے بندوں پر غلبہ رکھتا ہے، اس نے تمہارے ساتھ اپنے محافظ فرشتے لگا رکھے ہیں، ان محافظین کا کام کیا ہے، آپ کے نامہ اعمال کو بھی لکھتے ہیں، اور مختلف آفات و بلیات سے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، آپ کے لیے دعا کرتے ہیں ، جب کسی کی موت کا معین وقت آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے ایلچی اس بندے کو وفات کا پیالہ پلا دیتے ہیں ، اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں ہوتی، انہیں پتہ ہے کہ اس آدمی کو اگلی سانس نہیں آنی چاہیے، اور وہ اگلی سانس بالکل نہیں لیتا، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف انہیں پلٹا دیا جاتا ہے، اس پلٹانے کا انداز کیا ہے، یہاں حشر سے پہلے کا پلٹانا بھی ذہن میں آ جانا چاہیے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وصال کے بعد روحیں اوپر کی طرف جاتی ہیں، اور پھر وہ مقام آتا ہے جسے **"علیین"** کہا جاتا ہے، اگر وہ روح مغفور ہے بخشی ہوئی ہے تو ایمان کی مہک فضاؤں میں پھیلتی جاتی ہے، جس علاقے سے بھی وہ روح لے کے وہ فرشتے گزرتے ہیں جنہوں نے اسے علیین تک پہنچانا ہوتا ہے، وہ اردگرد کے فرشتے اس کی تعریفیں کرتے ہیں اور اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں، یہ بڑا ہی اچھا انسان تھا، اس نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق خرچ کی ہے، اور اگر ایسی کیفیت نہیں ہے تو اس روح کے ساتھ بے ایمانی کی ایک مخصوص بو ہوتی ہے، یہاں میں اس بات کی تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہوں گا، کہ پھول کی اپنے انداز کی خوشبو ہے، کوئی اور شے ہے تو اس کی اپنے انداز کی خوشبو ہے، ایمان کی اپنے انداز کی خوشبو ہوتی ہے اسے دنیا کی کسی خوشبو سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی، اب جب ایمان کی خوشبو آتی ہے تو فرشتے اس سے محفوظ ہوتے ہیں، اور جب ایمان

Marfat.com

نہیں ہوتا یا ناقص اور گندہ ایمان ہوتا ہے تو اس سے ایک مخصوص قسم کی بو نکلتی ہے، جس سے فرشتے تکلیف اٹھاتے ہیں، اور اس تکلیف کی وجہ سے اس بندے کے لیے کلمہ خیر نہیں کہتے، میں سمجھتا ہوں آیت مقدسہ میں یہاں اس پہلے سفر کا ذکر ہے، قیامت کے بعد والا نہیں ہے، دیکھیں اس کا ترجمہ یہ ہے ''وہ قاصد جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں وہ کوتاہی نہیں کرتے پھر ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیا جاتا ہے جو ان کے حق اور سچ کا مولا ہے''۔ تو یہ قیامت سے پہلے کی بات ہے، اس بات کو سن لو کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، اور وہ جلد حساب لینے والا ہے، کوئی بات اسے بھولی ہوئی نہیں ہے۔

قل من ینجیکم من ظلمت البر والبحر......ثم انتم تشرکون

مکہ کے کافروں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے، کہ محبوب آپ فرما دیں ان لوگوں کو کہ جب تم صحراؤں میں ہوتے ہو یا سمندروں میں ہوتے ہو، ''ظلمت'' کا لفظی معنی اندھیرا ہوتا ہے، صحراؤں کے اندھیروں میں ہو یا پانی کے اندھیروں میں ہو، لیکن یہاں صرف اندھیرا مراد نہیں ہے، عربی محاورہ ہے، کہ وہ مشکل کو بھی اندھیرا کہہ دیتے ہیں، تو یہاں پھر ترجمہ یہ کرنا پڑے گا کہ ''تم صحراؤں میں مشکلوں میں پھنس گئے ہو، سمندروں میں ہو مشکلوں میں پھنس گئے ہو، اس وقت تمہیں لات بھی یاد نہیں آتا اور منات وعزیٰ بھی یاد نہیں آتے، تم پھر اللہ تعالیٰ کو عاجزی سے بھی پکارتے ہو، گریہ وزاری کرتے ہو، اور دل کے اندر مخفی انداز سے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہو، اور کہتے کیا ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات سے نجات دیدے گا تو ہم یقیناً اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جائیں گے، پھر محض وہ اپنے رحم وکرم سے یہاں سے بھی بچا دیتا ہے اور ہر دکھ درد سے بھی وہ بچا دیتا ہے، پھر جب تم مکہ کی فضاؤں میں آتے ہو مکہ کی ہواؤں میں آتے ہو اپنی برادری میں آتے ہو پھر تمہیں وہ پرانا رٹا رٹایا شرک والا سبق یاد آجاتا ہے، پھر کعبے کے اندر پہنچ کے تم لات اور عزیٰ کی عبادت شروع کر دیتے ہو، یہ بات نہیں ہونی چاہیے، بنیادی طور پر ایک بات کا خیال رکھا جائے، کہ قرآن پاک کے پہلے مخاطب کون لوگ ہیں، اگر مکی آیات ہیں تو پہلے مخاطب مکہ کے مشرک ہیں لہذا ان آیات کو وہاں سے اٹھا کے مسلمانوں پر نہ لگایا جائے، یہ بے حد ضروری اور اہم بات ہے جس کا خصوصی خیال رکھا جائے۔

قل ھو القادر ان یبعث علیکم........لعلھم یفقھون

اگلی آیت میں فرمایا کہ جب تم ایسا کرتے ہو تو وہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے تم پر عذاب مسلط کر دے، تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب آنے لگ جائے، اب اوپر سے جو عذاب آسکتا ہے مختلف قوموں پر جو بے عمل ہو جاتی ہیں، اس کا عجیب وغریب انداز ہوتا ہے، اوپر سے عذاب مسلط ہوتا ہے کئی اندازوں سے مثلاً موسلا دھار بارشیں ہیں، بجلی گر پڑتی ہے، کڑکا ہے جس سے انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے، آج دور حاضر میں اس بات کا بھی خیال کریں کہ راکٹ برسائے جا سکتے ہیں، توپوں کے گولے ہیں، ایٹم بم ہیں، یہ سارے وہ ہیں جن کا فضا سے تعلق ہے، اور اسی انداز سے جو چیزیں تخلیق نہیں ہوئی ہیں

Marfat.com

قیامت تک تحقیق ہوں اور وہ غضب سے انسانوں پر گرائی جاتی ہوں تو وہ ساری کی ساری اس میں شامل ہیں، اب نیچے کا عذاب ہے
آپ دیکھیں تو زلزلے آجاتے ہیں، بارودی سرنگیں ہیں، اسی طریقے سے سمندر میں جہاز ڈوب جاتے ہیں، جہاز، کشتیاں ڈوب جاتی
ہیں یہ بھی ساری کی ساری ان عذابوں میں شامل ہوتی ہیں، لیکن صوفیائے کرام نے یہاں ایک اور بات کی تفسیر کرتے ہوئے یہ کہا
ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ انسانی طبقات میں سے وہ طبقہ جو حکمران ہوتا ہے وہ اوپر کا طبقہ ہے، اگر وہ سیدھے راستے کو چھوڑ
دے تو وہ قوم کو کس کس انداز سے عذاب میں مبتلا کرتا ہے، یہ کوئی دور کی بات نہیں ہے ابھی چند دن پہلے تک ہمارا اوپر کا طبقہ
کس کس قسم کے عذاب مسلط کیے ہوئے تھا، کہ گھوڑوں کو مربے کھلائے جا رہے ہیں، اور عوام جو بھوک سے مر رہے ہیں ان کی خبر
گیری تک نہیں ہوتی، اور نیچے والا طبقہ وہ ہے جو پستی کی انتہاؤں کو پہنچ جاتا ہے، اور پھر وہ انسانوں کے لیے طرح طرح کی اذیتیں
دینے کے لیے تیار کھڑا ہوتا ہے، یہ وہ طبقہ ہے جو چوریاں کرتا ہے، یہ وہ طبقہ ہے جو انسانوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتا ہے تو
وہ اوپر کا عذاب ہے اور یہ نیچے کا عذاب ہے اسے اولیائے امت میں سے بہت سارے لوگوں نے اس معنے میں لیا ہے کہ ظالم
حکمران اوپر کا عذاب ہیں اور گھٹیا حرکات والے لوگ نیچے کی دنیا والا عذاب ہیں، پھر ایک اور بات ہوتی ہے جس کی طرف
قرآن پاک نے یہاں اشارہ کیا، اور وہ بھی آج ہم میں بڑے کامل طریقے سے موجود ہے، وہ یہ ہے کہ قوم آپس میں گروہوں
میں بٹ جائے، شیعا شیعہ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے گروہ در گروہ ہو جائیں، اور وہ ایک دوسرے کو اذیت دینے لگ جائیں، اللہ
تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے، پچھلے عرصے میں مذہب کی بنیاد پر ہمارے دو گروہوں نے جن میں ایک طرف سپاہ صحابہ والے تھے اور
دوسرے طرف شیعہ جماعت تھی ان لوگوں نے کس کس کو نہیں مارا، اور کتنے اچھے لوگ تھے جو ان دونوں گروہوں نے چن کے مار
دیئے ہیں، تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک قسم کا عذاب ہوتا ہے جو کسی قوم پر مسلط کر دیا جاتا ہے، اور پھر حکمرانوں کی کمزوری کا یہ عالم ہے
کہ اکٹھا جن لوگوں کو کرتے ہیں ان میں کوئی آدمی قاتل نہیں ہوتا، پھر گورنر صاحب تصویریں بنا رہے ہیں، وزیر اعلیٰ تصویریں بنا رہا
ہے، اور جن لوگوں کو پکڑ جاتا ہے وہ ارد گرد کی مسجدوں کے خطیب ہیں، انہیں پتہ تک نہیں کہ قاتل کون ہے، حکمرانوں کو نہ قاتل
سے دلچسپی ہے نہ مقتول سے دلچسپی ہے، آپ بھائی فساد نہیں کیا کریں اچھا جی نہیں کرتے، لیکن جو لوگ فسادی ہیں انہیں نہیں پوچھا
جاتا، اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ محفل سے اٹھ رہے ہوتے ہیں تو ادھر ایک اور بندہ مار دیا جاتا ہے، اس سے بڑھ کر بھی کوئی زیادتی ہوگی
کہ پولیس ایک آدمی پیش کرنے کے لیے کچہری میں لا رہی ہے اور کچہری کے عین دروازے کے سامنے اسے اس کے ساتھیوں
اور پولیس والوں کو مار دیا جاتا ہے، پولیس کے علم میں یہ بات ہے، کہ ان کی آج کی جو تاریخ ہے وہ بدل دی گئی ہے لہذا انہیں آج
لے جانے کی ضرورت نہیں ہے، خدا جانے پھر وہ کس خوشی میں انہوں نے خود بھی موت کا پیالہ پیا اور ان لوگوں کو بھی اس انداز
سے مروا دیا۔

وَكَذَّبَ بِهِۦ قَوْمُكَ وَهُوَ ٱلْحَقُّ ۚ قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾

اور جھٹلا دیا اسے آپ کی قوم نے حالانکہ وہ حق (سچ) ہے آپ فرما دیجئے کہ میں تم پر نگران نہیں ہوں

لِّكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾

ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے تمھیں جلد ہی پتہ چل جائے گا

وَإِذَا رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِىٓ اور جب آپ ﷺ دیکھیں ان لوگوں کو جو گھس رہے ہیں

ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِى حَدِيثٍ غَيْرِهِۦ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ

ہماری آیات میں، تو آپ ان سے منہ موڑ لیں، یہاں تک کہ کسی اور بات میں وہ دخل اندازی کریں، اگر اے مخاطب تجھے بھلا دے

ٱلشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ ٱلذِّكْرَىٰ مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٦٨﴾

شیطان تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت جانا

وَمَا عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَىْءٍ وَلَٰكِن

اور ان لوگوں پر جو پرہیزگار ہیں ان کے حساب کتاب میں سے کچھ نہیں ہے اور لیکن

ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟

یہ تو نصیحت ہے تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں، آپ ان لوگوں کو چھوڑیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل کود بنا رکھا ہے

دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا ۚ وَذَكِّرْ بِهِۦٓ

انہیں دنیاوی زندگی نے دھوکے میں مبتلا کیا ہے، اور قرآن پاک کے ذریعے آپ نصیحت کریں

أَن تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلِىٌّ

کہ کوئی جان اپنے اعمال میں مبتلا ہو کے تباہ نہ ہو جائے، ان جانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ کوئی حمایتی ہے

Marfat.com

وَلَا شَفِيعٌ وَإِن تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا أُولَٰئِكَ

اور نہ سفارشی اور اگر وہ جان بدلہ دے گی تو اس سے بدلہ نہیں لیا جائے گا

الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اعمال کی جزا میں جلا ہیں ان کو پینے کے لیے شدید گرم پانی ملے گا، اور ان کے لیے عذاب ہے

أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۷۰﴾

دردناک ان کے کفر کی وجہ سے

وکذب به قومک وهو الحق ــــــ وسوف تعلمون

اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا عذاب ہوتا ہے کہ قوم مختلف طبقوں میں بٹ جائے، اور پھر وہ آپس میں لڑنے لگ جائیں محبوب آپ ملاحظہ تو فرمائیں کہ ہم نے یہ آیات ان لوگوں کے سامنے بیان کی ہیں اور براہ راست ان مکہ کے مشرکوں کے سامنے، اور بالواسطہ قیامت تک آنے والے سب لوگوں کے لیے یہ بات بیان کردی ہے، آپ کی قوم اس بات کی تکذیب کررہی ہے، حالانکہ یہ بات حق ہے، اس حق پر بڑی تفصیلی بات ہوسکتی ہے، قوم نے کس کو جھٹلایا، مشاہدات جو ان کے سامنے تھے، اس زمین کی وسعتیں، اس آسمان کی رفعتیں، ان کے درمیان چلنے والی ہواؤں کی اٹھکھیلیاں، درختوں کا جھومنا، پھولوں کا مہکنا، پانی کا چلنا، سورج کا اپنے وقت پر نکلنا اور اپنے وقت پر غروب ہونا، بغیر امتیاز کے سب کو روشن کرنا، چاند کا اپنے انداز سے آنا اور اپنے انداز سے جانا، یہ سارے مشاہدات ان کے سامنے ہیں۔

مجھے ایک طویل مضمون یاد آرہا ہے، جو سن 62 یا 63 میں ایک ڈائجسٹ میں چھپا تھا، اور ایک سائنسدان کے حوالے سے جو امریکی ہے، کہ زمین سورج سے اتنی دور ہے، اور سورج کی تمازت ایک خاص انداز سے زمین پر پہنچ رہی ہے، اگر وہ اتنا دور نہ ہو قریب ہو جائے تو درختوں پر سبز پتہ تک باقی نہ رہے، زمین پر موجود ہر چیز جل جائے، لیکن یہ فاصلہ اور زیادہ بڑھا دیا جائے، تو زمین پر اتنی زیادہ ٹھنڈک ہو جائے کہ اس ٹھنڈک سے ہر شے منجمد ہو کے رہ جائے، پھر زمین کا ایک جھکاؤ ہے جو 23 ڈگری تک ہوتا ہے، اور اگر وہ جھکاؤ ختم ہو جائے تو پھر آپ کے یہ چار موسم ختم ہو کے رہ جائیں، اور پھر اس قسم کی لہریں شمال اور جنوب سے اٹھیں کہ زمین کی ساری سطح فٹوں کے حساب سے برف کے نیچے دب کر رہ جائے، اسی طریقے سے اگر زمین کی جو تہہ ہے اس کی موٹائی دس بارہ فٹ زیادہ ہو جائے تو اس سے آکسیجن بالکل ختم ہو جائے، اور پھر یہاں زندگی ایک لمحے کے لیے بھی باقی نہ

رہے، جب آپ ان باتوں کو غور سے دیکھتے ہیں اور سائنس کو سامنے رکھ کے ستاروں سورج اور زمین وغیرہ کے فاصلے ناپتے ہیں ، پانی کا اندازہ لگاتے ہیں، اور آپ کو پتہ چلتا ہے کہ یہ سارا نظام ایک ایسی ذات چلا رہی ہے اگر وہ ایک لمحے کے لیے بھی درمیان سے ہٹ جائے تو یہ ساری چیزیں خاک ہو کے رہ جائیں، یہ ساری باتیں وہ ہیں جنہیں قرآن پاک حق کے لفظ سے یاد کرتا ہے، آپ کی قوم ان باتوں کو جھٹلا رہی ہے حالانکہ یہ ساری باتیں حق اور سچ ہیں۔

و اذارایت الذین یخوضون.........مع القوم الظلمین

انہیں فرما دیجئے کہ میں تمہارا نگران نہیں ہوں، اللہ کریم تمہارا نگران ہے، وہ تمہیں اس طریقے سے چلا رہا ہے، لیکن جو بھی انداز گزر رہا ہے، اس کا قرار پانے کا ایک وقت ہے، اس وقت سے آگے بڑھے یہ بات نہیں ہوسکتی، اس بات کا تمہیں جلدی پتہ چل جائے گا، اب مسلمانوں کو ایک بڑی نفیس بات سمجھائی جا رہی ہے، وہ یہ ہے کہ آیات ربانی محبوب خدا پڑھتے ہیں، کافر اپنی محفلوں میں ان کا مذاق اڑاتے ہیں، سامعین گرامی جب ایسی بات ہو تو یاد رکھو کہ ان سے آپ نے بھی منہ موڑ لینا ہے، ان کی محفل میں اس وقت تک مت بیٹھو جب تک وہ یہ بات چھوڑ کے کسی اور موضوع پر گفتگو شروع نہ کر دیں، چونکہ مسلمان بہت کم تھے ان کا انداز یہ تھا کہ جہاں کہیں بھی کوئی مسلمان ملا اپنی محفل میں اسے دیکھا تو اسلام پر طنز شروع ہو جاتا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ ان طنز کرنے والوں کے پاس تمہارا بیٹھنا ممنوع ہے، جب تک کہ وہ اس بحث کو چھوڑ کے کسی اور طرف نہ چلے جائیں، اگر وہاں آپ بیٹھے ہیں، یہ بات آپ بھول چکے ہیں، تو جب آپ کو بات یاد آجائے تو پھر آپ نے ان ظالموں کے پاس نہیں بیٹھنا، یہ لوگ جو باتیں کر رہے ہیں، ان کا حساب آپ کے ذمہ نہیں ہے، آپ کے ذمہ صرف یہ بات ہے کہ ان کی محفل سے ایسے مرحلے پر اٹھ جائیں، قرآن پاک ان کے سامنے اپنے انداز سے پیش کریں۔

وما علی الذین یتقون.......بما کانوا یکفرون

چونکہ قرآن پاک ایک نصیحت ہے، شاید وہ اس نصیحت کو قبول کر کے راہ راست پر آجائیں، لیکن جن لوگوں نے اپنا دین صرف کھیل کود بنا رکھا ہے اور وہ دین جس کی بنیاد ہی شرک پر ہو وہ سوائے کھیل کود کے اور کیا ہے، اور دنیاوی زندگی نے انہیں دھوکہ دے رکھا ہے، انہیں قرآن پاک کے ذریعے راہ راست کی طرف بلائیں، کہ کوئی جان اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت میں نہ پڑ جائے، اسال کا معنی ہوتا ہے کہ اس طریقے کی بات کرنا کہ تباہی یقینی ہو جائے، اب ان جانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے نہ کوئی حمائیتی ہے نہ سفارشی ہے، چونکہ یہ کافر ہیں اور کفر کرنے والے کا نہ کوئی حامی ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی شفاعت کرتا ہے، اگر یہ جانیں ہر انداز سے بدلہ دینے کی کوشش بھی کریں تو وہ بدلہ قبول نہیں ہوگا، پہلی بات تو یہ ہے کہ بدلہ دینے کے لیے ان کے پاس ہے ہی کیا کہ وہ جسے پیش کریں گے، اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ کوئی شے پیش کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کریں

Marfat.com

وَمَا مُحَمَّدٌ

محمد ﷺ

إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ

تو صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں تو اگر وہ وفات پا جائیں یا (راہ خدا میں) شہید ہو جائیں

انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَٰبِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ

تو کیا تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں؟ (اسلام سے) اور جو کوئی پھرا الٹے پاؤں (دین اسلام سے) تو وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ

اللَّهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللَّهُ الشَّٰكِرِينَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا كَانَ

سکے گا اور عنقریب اللہ شکر گزاروں کو بدلہ دے گا اور کسی نفس کو لائق نہیں

لِنَفْسٍ أَن تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَن يُرِدْ

کہ وہ (خود) ہی مر جائے سوائے اللہ کے حکم و مرضی کے، لکھا ہوا ہے وقت مقرر موت کا، اور جو کوئی چاہے

ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِۦ مِنْهَا وَمَن يُرِدْ ثَوَابَ الْءَاخِرَةِ نُؤْتِهِۦ

دنیا کا فائدہ تو ہم اسے دیتے اس میں سے اور جو کوئی چاہے آخرت کا فائدہ، ہم اسکو بھی اس میں سے دیتے ہیں

مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشَّٰكِرِينَ ﴿١٤٥﴾ وَكَأَيِّن مِّن نَّبِىٍّ قَٰتَلَ مَعَهُۥ

اور ہم عنقریب شکر گزاروں کو بدلہ دیں گے، اور کتنے ہی نبی ہو گزرے ہیں جن کے ساتھ

رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِى سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا

بہت سے اللہ والوں نے مل کر جہاد کیا، تو انہوں نے ہمت نہ ہاری ان تکلیفوں کی وجہ سے جو ان کو راہ خدا میں ملیں اور نہ ہی وہ کمزور ہوئے

Marfat.com

گے، یہ اپنی کمائی کی وجہ سے، کمائی سے مراد اعمال ہیں، یہ اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کی طرف چلے گئے ہیں، جس جہنم میں انہوں نے جانا ہے، وہاں شدید گرم پانی انہیں پلایا جائے گا، کفر کی وجہ سے دردناک عذاب ہوگا، یعنی بلا وجہ انہیں سزا نہیں دی جارہی، بلکہ انہوں نے جو کفر کیا ہے اس کفر کی وجہ سے سزا دی جارہی ہے، اب قرآن حکیم نے بار بار جن باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ انسان کا حق نہ انکار کا ہے جسے کفر کہتے ہیں، اور نہ شرک کا ہے اور نہ نفاق ہے، اسے زندگی کو اس انداز سے ڈھال لینا چاہیے جو انداز مصطفویؐ ہے۔

☆☆☆☆☆☆

قُلْ أَنَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ

فرمادیجئے کیا ہم ان کی عبادت کریں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے

مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ

جو نہ ہمارے لیے مفید ہیں نہ ہمارے لیے ضرر کا ذریعہ بن سکتے ہیں، اور (کیا) ہم الٹے پاؤں پھر جائیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دیدی ہے

كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ

(تو کیا ہم شرک کی طرف چلے جائیں؟) تو پھر ہم اس آدمی سے مشابہ ہوں گے جسے شیاطین نے اپنی خواہشات کے پیچھے زمین میں لگادیا، وہ حیران پھر رہا ہے دوست

يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ

بلاتے ہیں ہدایت کی طرف کہ واپس آجا، محبوب آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی (اصل) ہدایت ہے

وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ

ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ عالمین کے پروردگار کے سامنے ہم سر جھکادیں، اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور

وَاتَّقُوهُ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٢﴾

اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرو، وہ وہ ذات ہے جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے

وَهُوَ الَّذِي اسی (اللہ تعالیٰ) نے

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن

زمین و آسمان کو درست انداز سے پیدا فرمایا ہے، جس دن وہ کہے گا کہ

Marfat.com

فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ

ہو جاتو وہ بات ہو جائے گی، اس کا قول ہی حق ہے، حکومت اسی کی ہوگی جس دن سور میں پھونک ماری جائے گی

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۷۳﴾

وہ غیب اور شہادت کو جاننے والا ہے، وہ حکمت والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے

قل اندعوا من دون الله ...... و اليه تحشرون

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ کا ایک اور انداز سامنے رکھتے ہوئے یہ دلیل ارشاد فرمائی کہ جن کی تم عبادت کر رہے ہو نہ تو نفع ان کے پاس ہے نہ ضرر کے یہ مالک ہیں، اگر ہم مسلمان آپ کے نظریے کو مان لیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہدایت کے بعد پھر ہم گمراہ ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف آنے کا راستہ ہمیں بتا دیا تھا، اب دوبارہ ان بتوں کی پوجا کے لیے واپس آنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس کی پھر ایک مثال ارشاد فرمائی، ایک بندہ سفر میں جا رہا ہے، شیاطین و جن اسے راستے سے بھٹکا دیتے ہیں ،اور وہ جدھر منہ آتا ہے چل پڑتا ہے، ساتھی پیچھے سے آواز دے رہے ہیں، کہ سیدھا راستہ یہ ہے جس پر ہم چل رہے ہیں، وہ ادھر نہیں جاتا ان جنوں اور شیطانوں کے بہکاوے کی وجہ سے، محبوب آپ انہیں کہہ دیں کہ اگر یہ آپ کے غلاموں کو طرح طرح کے دلائل دے کے شرک کی طرف واپس لے جانا چاہتے ہیں تو انہیں کہہ دیں کہ ہدایت وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت کہے، ہمیں تو ایک بات کا حکم دیا گیا، کہ جو عالمین کا پروردگار ہے، اس کے سامنے اپنی گردن جھکا دیں اسے مان لیں، اور پھر یہ حکم ہے کہ تم نماز قائم کرو اور تقویٰ اللہ تعالیٰ کا اختیار کرو، تیسری بات یہ ہے کہ جب حشر ہونا ہے تو ہم نے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری دینی ہے۔ ہمارا اللہ وہ ہے جس نے ان وسیع، برتر و اعلیٰ آسمانوں کو پیدا فرمایا، اس نے زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، یہاں پھر وہی حق کا لفظ آ گیا ہے، جس کی طرف ابھی میں اوپر اشارہ کر آیا ہوں، کہ زمین کو کس طرح بنایا اور وہ سورج سے کتنی دور ہو، اس پر موسموں کا عمل دخل کس انداز سے ہو، اس کی تہہ کیسی ہو، آکسیجن کتنی مقدار میں ہو، باقی چیزیں جو اس کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں انسانی زندگی کے لیے ان کا توازن کیا ہو، اگر یہ توازن قائم نہیں رہتا تو اس سطح ارضی پر انسان ایک لمحہ کے لیے بھی زندہ نہیں رہ سکتا، یہ ہے وہ حق کی بات جسے قرآن پاک نے مختلف جگہوں پر ارشاد فرمایا ہے۔

Marfat.com

خلق السموٰت والارض بالحق..... وهو الحكيم الخبير

یادرکھو بات اتنی ساری ہے کہ اس کائنات کے خاتمے کے بعد جب وہ کہہ دے گا'' کن'' تو پھر اس کن کے کہنے پر سب کچھ دوبارہ تمہارے سامنے واپس آجائے گا، اس کا قول حق ہے، ملک اسی کا ہوگا جس دن صور پھونکا جائے گا، یہاں ہمارے کچھ قدیم فلسفیوں نے ایک بات کہی ہے وہ آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا کہ یہ صور کا لفظ جو ہے صورت کی جمع ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی پھونک سے جتنی صورتیں ہیں ان تک روح واپس آجائے گی، یہ ان کا طرز استدلال ہے لیکن جس پر قرآن پاک نازل ہوا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کے ارشادات اس دور افتاد کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتے، سرکار علیہ السلام کا اپنا ارشاد ہے کہ اسرافیل منہ کے ساتھ صور لگا کے بیٹھا ہے، بس حکم کی دیر ہے وہ جونہی پھونک مارے گا یہ کائنات ریزہ ریزہ ہوجائے گی، جب دوبارہ اس میں پھونک ماریں گے تو زندگی سے ہمکنار ہو کے یہ لوگ میدان محشر میں موجود ہوں گے، تو ہمارے وہ مفسرین جو قرآن پاک کی شرح سنت وحدیث کو سامنے رکھ کے کرتے ہیں انہوں نے اس صور سے مراد وہ صور اسرافیل لیا ہے جو جناب اسرافیل علیہ السلام نے بجانا ہے۔ اللہ تعالیٰ غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے، یعنی وہ چیز جو تمہاری نظروں کے سامنے سے غائب ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو چیز تمہاری نظروں کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے، تو دونوں چیزیں اس سے کہیں چھپی ہوئی نہیں ہیں میں پھر آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کراؤں گا کہ اللہ کریم کی بہت ساری ایسی صفات ہیں جو ہماری نسبت سے ہیں، ورنہ شہادت اور غیب جو ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے، اس کے سامنے سے کوئی شے غیب نہیں کہ بعد میں وہ اسے جان لے، تو اب ایک اور نکتہ یہاں سے پتہ چلا، میں آپ کو علمی باتیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ جب بھی آپ اردو کے مفسرین کو دیکھیں اور پڑھیں تو انہوں نے جو کج بحثی کی ہے اس سے آپ بچ سکیں، اب جو چیز دیوار کے پیچھے ہے وہ ہمارے لیے غیب ہے لیکن وہ بالواسطہ غیب ہے یعنی دیوار کی وجہ سے غیب ہے، جب آپ باہر نکل جائیں گے تو وہ شہادت کے علم میں تبدیل ہوجائے گی، اب یہ غیب نہیں ہے جس کا جسم ہے وہ علم شہادت میں ہے اس بات کو یاد رکھیں، غیب وہ ہے جس کا علم نہ ہو، اور وہ علم شہادت میں نہ آسکتا ہو، لہذا غیب اور شہادت ضد ہیں ایک دوسرے کے، تو اب غیب کچھ اور ہونا چاہیے جو روز اول سے لے کے قیامت تک ہو رہا ہے وہ سب علم شہادت ہے، یہ علم غیب نہیں ہے، علم غیب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں وہ چیزیں جنہیں جسم قبول نہیں کرسکتا ہے وہ علم غیب میں شامل ہیں، اور علم شہادت وہ ہے جو مشاہدے میں آجاتا ہے، لہذا مشاہدہ غیب نہیں ہے اور غیب مشاہدہ نہیں ہے، جب آپ اس نکتے پر غور کرکے سمجھ لیں گے تو پھر آپ کے ذہن میں علم غیب کی بات بڑی آسانی سے آجائے گی، اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اور اس کے سارے کام دانایانہ ہیں، ابھی میں آپ کو عرض کر رہا تھا کہ زمین جتنی سورج سے دور ہے، اگر اس سے یہ کروڑ دو کروڑ میل قریب ہوجائے تو پھر زمین پر کوئی شے زندہ نہ رہ سکے، آج اگر جہاں یہ ہے اس سے اگر سورج کروڑ دو کروڑ میل دور ہوجائے تو پھر زمین پر زندگی محال ہوجائے، یہ ایسا انداز ہے جو اللہ کریم نے بڑے حکیمانہ انداز سے پیدا فرمایا ہے، اور وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے، اگر وہ ہر چیز کی خبر نہ رکھے تو کائنات تباہ ہوجائے توازن ختم ہوجائے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ ءَازَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا ءَالِهَةً إِنِّىٓ

یاد فرماؤ جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا، کیا تو نے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے، بے شک میں

أَرَىٰكَ وَقَوْمَكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٧٤﴾ تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلم کھلا گمراہی میں دیکھتا ہوں

وَكَذَٰلِكَ نُرِىٓ إِبْرَٰهِيمَ ہم نے اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی

مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ ٱلْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾

آسمانوں اور زمین کی وسیع حکومت، تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں شامل ہوں

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ ٱلَّيْلُ رَءَا كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّى ۖ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ

تو جب رات چھا گئی تو انہوں نے ستارا دیکھا، فرمایا! کیا یہ میرا پروردگار ہے، جب وہ ڈوب گیا تو فرمانے لگے کہ

لَآ أُحِبُّ ٱلْءَافِلِينَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَءَا ٱلْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا

میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا، جب انہوں نے چاند کو دیکھا چمکتا ہوا فرمایا کیا یہ بھی

رَبِّى ۖ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِى رَبِّى لَأَكُونَنَّ مِنَ ٱلْقَوْمِ

میرا پروردگار ہے جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا کہ اگر میرا رب مجھے راستہ نہ دکھائے تو میں

ٱلضَّآلِّينَ ﴿٧٧﴾ گمراہ قوم میں داخل ہو جاؤں

فَلَمَّا رَءَا ٱلشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّى هَٰذَآ

جب انہوں نے سورج کو چمکتا ہوا دیکھا فرمایا کیا یہ

Marfat.com

أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّي بَرِيٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۷۸﴾

رب ہوسکتا ہے، یہ سب سے بڑا ہے، جب یہ سورج غروب ہوگیا تو فرمایا اے میری قوم میں بری ہوں ان شرک والی باتوں سے

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ

میں نے تو اپنی ذات اس کی طرف پھیر دی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں

حَنِيفًا وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهُۥ قَوْمُهُۥ قَالَ

کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے، اور میں مشرکوں میں شامل نہیں ہوں قوم نے ان کے ساتھ جھگڑا کیا، انہوں نے کہا کہ

أَتُحَٰٓجُّوٓنِّي فِي ٱللَّهِ وَقَدْ هَدَىٰنِ وَلَآ أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِۦٓ

کیا تم میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سیدھا راستہ دکھادیا ہے، مجھے کوئی خوف نہیں ان چیزوں سے جو تم نے

إِلَّآ أَن يَشَآءَ رَبِّي شَيْـًٔا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا

شریک ٹھہرا رکھی ہیں، مگر یہ کہ میرا پروردگار کچھ چاہے، میرا رب ہر چیز پر علم کا احاطہ کیے ہوئے ہے، کیا تم

تَتَذَكَّرُونَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ أَخَافُ مَآ أَشْرَكْتُمْ وَلَا

نصیحت نہیں پکڑتے ہو، میں کیسے ڈروں ان سے جو تم شریک ٹھہرائے بیٹھے ہو،

تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ عَلَيْكُمْ

تمہیں خوف نہیں کہ تم نے اسے اللہ تعالیٰ کا شریک بنادیا ہے، جس کے لیے اس نے کوئی

Marfat.com

سُلْطٰنًا فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨١﴾

دلیل نازل نہیں کی دونوں فریقوں میں سے زیادہ امن کا حقدار کون ہے اگر تم علم رکھتے ہو

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ

وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اور اپنے ایمان کے ساتھ کفر کو شامل نہیں کیا، ان کے لیے امن ہے،

وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾

اور وہی ہیں راہ راست پر چلنے والے

واذقال ابراھیم لابیه ۔۔۔ فی ضلل مبین

اب یہاں آگے والی آیات میں مکہ کے مشرکوں کو ایک اور بات بتائی جا رہی ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واسطے سے، اور میں سمجھتا ہوں کہ تینوں قوموں کو ان آیات میں خطاب ہے، مکہ کے مشرکوں کو بھی ہے، یہودیوں کو بھی ہے اور نصرانیوں کو بھی ہے، تینوں قومیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کی قائل تھیں، فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا! قرآن پاک نے یہاں لفظ "اب" استعمال کیا ہے، اس کا مطلب ہے باپ، آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ تھے، میں نے تھوڑا سا وضاحت سے یہاں چند چیزوں کو بیان کرنا ہے، ہمارے بہت سارے مفسرین جناب آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی والد کہتے ہیں، بہت سارے مفسرین انہیں ان کا چچا کہتے ہیں، جن حضرت نے باپ مانا ہے ان کے لیے ایک الجھن ہے الجھن یہ ہے کہ سرکار کریم کا ارشاد عالی ہے، جو احادیث کی ساری کتابوں میں خدا جانے کتنی سندوں سے روایت ہوا ہے۔ ''میں مسلسل منتقل ہوتا رہا پاکیزہ صلبوں سے پاکیزہ رحموں میں''۔ اس حدیث کو سامنے رکھ کے مفکرین نے یہ بات کہی کہ آدم علیہ السلام سے لے کے سیدنا عبداللہ تک جو سرکار علیہ السلام کے والد گرامی ہیں ان میں سے کوئی بھی مشرک نہیں تھا، چونکہ شرک جو ہے وہ طہارت کے خلاف ہے، اور سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں طاہر لوگوں کے صلبوں میں منتقل ہوتا رہا، لہذا یہ سارے کے سارے طاہر تھے، اور مشرک نہیں تھے، آزر کے لیے جناب ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان بتوں کو تو نے معبود بنا رکھا ہے، اب اگر وہ بتوں کو معبود بناتا ہے تو پھر وہ طاہر نہیں رہتا، قرآن پاک نے فرمایا کہ مشرک ناپاک ہوتے ہیں، اب اگر وہ بتوں کا پجاری ہے تو وہ نجس ہے اور سرکار علیہ السلام کا ارشاد عالی یہ ہے کہ میرے شجرۂ نسب میں آدم علیہ السلام سے

Marfat.com

لے کے میرے باپ تک کوئی بھی نجس نہیں ہے وہ طاہر ہیں۔ اب ہمیں غور کرنا ہوگا کہ کیا 'اب' کا لفظ باپ کے علاوہ کسی اور کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، تو قرآن حکیم نے چچا کے لیے لفظ 'اب' استعمال کیا ہے، وہ کس مقام پر استعمال ہوا ہے۔ "**نعبد الھک واله آبائک ابراھیم واسماعیل واسحاق الھا واحدا o**" یہ یعقوب علیہ السلام کو ان کے بیٹے کہہ رہے ہیں، اب جناب اسحاق تو جناب یعقوب علیہ السلام کے باپ ہیں، لیکن اسماعیل علیہ السلام باپ نہیں ہیں، وہ چچا ہیں، تو اسماعیل علیہ السلام کے لیے یہاں **'اب'** کا لفظ آ گیا ہے پتہ چلا کہ قرآن پاک نے **'اب'** کا لفظ چچا کے لیے ستعمال کیا ہے، دوسری بات حدیث میں آتی ہے کہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا حضرت عباسؓ کے بارے میں کہ "**ردوا علی ابی o**"۔ "میرے حوالے کرو میرے باپ کو" (خزائن العرفان) اور یہ لفظ حضورؐ نے جناب عباس کے لیے استعمال فرمائے جو آپ کے چچا تھے، تیسری حدیث میں آپؐ نے یہ لفظ بھی فرمایا کہ "چچا جو ہوتا ہے وہ باپ کا صنو ہے"۔ صنو درخت کے ان دو خوشوں کو کہتے ہیں جو زمین سے اکٹھے نکلتے ہیں جنہیں عام اردو میں اکھوا کہا جاتا ہے، تو سرکار علیہ السلام کی زبان اقدس سے یہ "اب" لفظ اپنے چچا کے لیے استعمال ہوا، اب اگر ہم مان لیں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے تو ہمیں کسی بھی مخالفت سے واسطہ نہیں پیش آئے گا، وہ حدیث بھی اپنے مقام پر ٹھیک ہو جائے گی، اور **'اب'** کا لفظ قرآن پاک میں چچا کے لیے استعمال ہوا ہے یہ بات بھی ٹھیک ہو جائے گی، اور پھر معنی یہ ہوگا کہ بندے دو ہیں آزر اور ہے طارخ اور ہے، طارخ آپ کے والد ہیں، اور آزر آپ کے چچا ہیں۔ ان لوگوں نے آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد مانا ہے، ان کے لیے پھر یہ دقت پیدا ہوئی تو بڑی دور افتادہ تاویلات انہوں نے یہاں کی ہیں، میں یہی بات سمجھتا ہوں کہ جن محققین نے یہ بات کہی ہے کہ وہ چچا ہیں والد نہیں ہیں، ان کی بات میں زیادہ وزن ہے، میں دیکھتا ہوں کہ تو بھی اور تیری قوم بھی کھلم کھلا گمراہی میں ہے۔

وکذلک نری ابراھیم..... ولیکون من الموقنین

ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے آسمان وزمین کی ملکوت دکھا دی، وسیع ملک کو ملکوت کہتے ہیں، اب قرآن پاک نے واضح لفظوں میں کہہ دیا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے سب آسمانوں اور سب زمین کا مشاہدہ فرمایا تھا، اگر ابراہیم علیہ السلام مشاہدہ فرمالیں تو شرک نہ ہو، اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشاہدہ فرمالیں تو اسے شرک کہہ دیا جائے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ الفاظ کے پیچ وخم میں برے طریقے سے پھنسے ہیں، وہ بڑی غلط بات ہے، میں آپ کو ابھی کہہ چکا ہوں کہ شہادت میں یہ ساری چیزیں داخل ہیں جو جسم رکھتی ہیں، تو مشاہدہ سے کسی مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے روکا نہیں ہے، لہذا مشاہدہ شرک نہیں ہے، یہ کیوں دکھایا تھا، تاکہ جب وہ مشاہدہ فرمالیں گے تو ان کے یقین کی دولت میں عظمت آجائے گی، ایک چیز آپ سنتے ہیں، اس پر ایک حد تک یقین ہوتا ہے اور کچھ اس میں شک کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے، اور جب آپ خبر سے اور علم سے آگے نکل کے مشاہدے تک پہنچتے ہیں تو پھر بات

Marfat.com

کچھ اور ہو جاتی ہے۔

فلما جن علیہ الیل ...... انی بری مما تشرکون

اب اس قوم کا جو انداز تھا اسے قرآن پاک نے ذکر کیا، جب رات چھا گئی تو سامنے ایک ستارہ تھا، لوگ سامنے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ستارے کو دیکھا تو فرمایا "ھذا ربی" یہ میرا رب ہے۔ یہ بات نہیں ہے، یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے، قوم سے وہ سوال کرر ہے ہیں، فرمایا یہ میرا پروردگار ہے، اچھا جی یہ پروردگار ہے، یہ وہ گروپ تھا جو ستاروں کو پوجتے تھے، آپ نے تین گروپوں کے پاس جا کے بات کی، ستارے والا گروپ پہلے تھا، فرمایا کیا یہ میرا پروردگار ہے، قوم نے کہا جی یہی ہے، چار چھ گھنٹے گزرنے کے بعد ستارہ صاحب گھومتے گھومتے نظروں سے اوجھل ہو گئے، اب جب ستارہ ڈوب کر نظروں سے اوجھل ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے توحید کی بڑی شاندار دلیل آ گئی، کہنے لگے جب ستارہ ڈوب گیا فرمایا ''وہ بھی بھلا کوئی خدا ہوتا ہے جو ڈوب جائے''۔ دیکھا کتنا پیارا انداز ہے پیغمبر کا، جو ڈوب جاتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا، پھر چاند دیکھا اور چلتے چلتے دوسرے گروہ کے پاس جا پہنچے جو چاند کے پجاری تھے، چاند نکلا اپنے شاندار حسن و جمال کو کائنات پہ بکھیرتا ہوا تو محدود ذہن والا انسان جو ابھی ذہنی طور پر نابالغ تھا چمکتے دمکتے چاند کو وہ خدا کہہ رہا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں کہا! ''ھذا ربی'' کیا یہ میرا پروردگار ہے۔ انہوں نے کہا جی یہی ہے جس کی ہم پوجا کرتے ہیں اور آپ بھی اس کی عبادت کریں، لیکن وہ بھی ڈوب گیا آسمان کی پہنائیوں میں کھو گیا، اب جناب ابراہیم علیہ السلام نے دوسری دلیل دی اگر مجھے میرا پروردگار ہدایت نہ دیتا تو میں بھی ظالم قوم کی بات مان لیتا، یہ شکر ادا کرنے کا انداز ہے، کہ اس رب کریم نے میرا ہاتھ پکڑا نبوت سے سرفراز فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ میرا ہاتھ نہ پکڑتا تو میں بھی اسی قوم کا ایک فرد تھا جس طرح آزر کر رہا ہے میں بھی ایسا ہی کرتا۔

انی وجھت وجھی للذی فطر......وما انا من المشرکین

سورج نکلا وہ چمک رہا تھا، ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ پروردگار ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے جو ہم نے رات کو دیکھے تھے، انہوں نے کہا جی یہی پروردگار ہے، چونکہ یہ بڑا ہے، وہ ڈوب گیا، کہنے لگے ''اے میری قوم میں ان شرکوں سے بری ہوں''۔ یہ تبلیغ کا انداز تھا میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف موڑا ہے جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اور میں بالکل یکسو ہو گیا ہوں اس کی طرف، سب بری باتوں سے میں نے اپنا رخ موڑ لیا ہے، چونکہ دلائل آ چکے تھے، سورج خدا نہیں ہے، یہ دلیل تھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی، کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بقا ہونی چاہی، میں کسی دن اس پر تفصیل سے ذکر کروں گا دو بندوں کو سامنے رکھ کے فلسفیوں میں سے علامہ ابن خلدون کو اور ائمہ میں سے حضرت امام شافعیؒ کو، کہ ان چند دنوں میں ان کے ایک کتابچے کا اردو میں میں نے ترجمہ کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں بقا کیسے ہوتی ہے، اور مرکزی صفات کون کون سی ہیں جن کے ارد گرد ساری کائنات کی رعنائیاں

Marfat.com

طواف کر رہی ہیں، تو جناب ابراہیم علیہ السلام نے یہاں وہی بات کہی، کہ سورج بڑا ضرور سہی لیکن کائنات کا تو ایک پرزہ ہے، اور چھوٹا سا ایک حصہ ہے، چاند بڑا حسین سہی لیکن کائنات ساری میں جو حسن بکھرا پڑا ہے اس کا وہ ایک چھوٹا سا حصہ ہے، تو ارشاد فرمایا کہ میں تو اس کی طرف یکسو ہو کے ہٹ گیا ہوں جس نے سب آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، تو پیدا کرنے کے لیے تین لفظ استعمال ہوتے ہیں، (خلق، پیدا کیا)، (اختر ع، گھڑ دیا)، (بدء، اس کی پہلے مثال نہیں تھی اس نے بے مثل بنا دیا) یہ تینوں لفظ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے لیے قرآن پاک میں متعدد جگہ پر آتے ہیں۔

و حآجه قومه قال..... ان كنتم تعلمون

میں مشرک برادری میں شامل نہیں ہوں، میں اکیلا ہوں الگ ہوں، تو قوم اٹھی جھگڑنے لگ گئی، جناب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حجت بازی کرتے ہو، سیدھی سی بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے راستہ دکھا دیا ہے، اب وہ کہتے تھے کہ تو بتوں کو چھوڑ بیٹھا ہے، یہ تجھے تباہ کریں گے یہ تجھے نقصان دیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ رب کریم کی مشیت ہی مجھے نقصان دے سکتی ہے، یہ تمہارے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے بت میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے، میرے رب کریم کا علم ہر چیز پر وسیع ہے، آپ یہاں ایک نکتہ یاد رکھیں کہ جس کا علم محدود ہوتا ہے، اس کی ذات بھی محدود ہوتی ہے، تو جس کا علم وسیع ہے اور سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے، وہ ذات لامحدود ہے۔ کیا تمہیں کوئی بات سوجھتی نہیں ہے، اس بات سے نصیحت حاصل کرو، میں بھلا ان بتوں سے کیسے ڈر سکتا ہوں۔ ڈرنا تو تمہیں چاہیے، کہ تم شرک کر رہے ہو، اور اللہ تعالیٰ تمہاری گرفت کرے گا، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، یہاں سے پتہ یہ چلا کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ دلیل اتارے اسے ماننا ہوتا ہے، وہ دلیل چند چیزوں کے بارے میں آتی ہے، انبیاء علیہ السلام کے متعلق ہے، قیامت کے متعلق ہے، ایمان کے بارے میں ہے، اور کہاں اتری ہے اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں اتری ہے، فرماؤ کہ امن کا حقدار کون ہے آخرت میں، میں حقدار ہوں جو اللہ تعالیٰ کو مانتا ہوں یا تم حقدار ہو جو مخلوق کو خالق بنا کے بیٹھے ہو، اگر علم ہے تو مجھے اس بات کا جواب دو، انبیاء گرامی ان چیزوں کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں جو ہمارے مشاہدہ میں ہوتی ہیں، اب اگر آپ علمی دلیل دیں گے تو ایک ان پڑھ آدمی کو وہ سمجھ نہیں آئے گی، وہ انکار کر دے گا، نبی جب بھی دلیل دے گا وہ سب سے پہلے اردگرد کا جو مشاہدہ ہے وہ بتائے گا، مثلاً وہ کہے گا کہ تو نہیں تھا پھر تو ہو گیا، تو تجھے بنانے والا کون ہے، یہ ساری کائنات جو تیرے سامنے بکھری پڑی ہے، یہ خالق کے بغیر کیسے چل سکتی ہے، پھر ان میں جو تبدیلیاں آتی ہیں کیا کوئی غیر خدا لاتا ہے؟، خدا میں تبدیلی نہیں آتی اگر وہاں تبدیلی آجائے تو اس میں تبدیلی لانے والی کوئی اور قوت ہوگی۔ اگر اس قوت کو جو صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ہم کسی اور میں بھی ماننے لگ جائیں تو یہ جھوٹ تو ہوگا ہی۔ اس کے علاوہ بہت بڑا شرک بھی ہو جائے گا۔

Marfat.com

وَمَا ٱسۡتَكَانُواْۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٤٦﴾ وَمَا كَانَ قَوۡلَهُمۡ

اور نہ ہی انہوں نے ہار مانی اور اللہ محبت کرتا ہے صبر کرنے والوں سے اور ان کا کہنا تو بس اتنا تھا کہ وہ کہتے رہتے تھے

إِلَّآ أَن قَالُواْ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسۡرَافَنَا فِيٓ أَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ

کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ ہمیں اور جو زیادتیاں کیں ہم نے اپنے کاموں میں اور ہمیں ثابت قدم رکھیو

أَقۡدَامَنَا وَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴿١٤٧﴾ فَـَٔاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ

اور ہمیں کافروں پر نصرت عطا فرما تو اللہ نے عطا فرمایا انہیں ثواب (کامیابی) دنیا میں

ثَوَابَ ٱلدُّنۡيَا وَحُسۡنَ ثَوَابِ ٱلۡأٓخِرَةِۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴿١٤٨﴾

اور خوب اچھا ثواب آخرت کا بھی (جنت الفردوس)، اور اللہ محبت رکھتا ہے احسان کرنے والوں سے ۸۳۔

۸۳۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کے سامنے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی اور ان کے اثرات کے متعلق تھوڑا سا تذکرہ پیش کروں، یوں تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام نامی ننانوے (99) ہیں، جو شریعت مطہرہ کی طرف سے منتقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں، لیکن سب سے زیادہ جو دو نام مشہور ہیں، وہ لفظ "محمد" اور لفظ "احمد" ہیں، آیئے اس محفل میں ان دو اسمائے عالیہ کا مختصر سا تجزیہ کرتے ہیں۔

لفظ "محمد" حمد سے بنا ہے، حمد کا لفظی مطلب ہوتا ہے تعریف کرنا، کسی کی بڑائی بیان کرنا، کسی کی عظمت بیان کرنا۔ اور لفظ "احمد" بھی حمد سے بنا ہے۔

جب ہم ان کا الگ الگ تجزیہ کرتے ہیں، تو دو باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں، عربی گرائمر کے نکتہ نگاہ سے احمد ثلاثی مجرد ہے، یہ حمد سے بنا ہے، اور حمد سے اگلا لفظ بنایا گیا ہے تحمید، جسے عربی گرائمر میں باب تفعیل کا مصدر کہتے ہیں، محمد اس سے بنایا گیا ہے جو اسم مفعول ہے، احمد اسم تفضیل ہے، محمد کا لفظی معنی یہ ہے "وہ ذات اقدس جس کی تعریف کبھی ختم ہونے میں نہ آئے"۔ اور

Marfat.com

الذین امنوا ولم یلبسوا.... وھم مھتدون

ارشاد فرمایا جو ایمان لائے ہیں، اور اپنے ایمان کو ظلم اور زیادتی سے نہیں ملایا۔ یہ لفظی معنی تھا، صحابہ عالی مقام نے یہ آیت سرکار علیہ السلام کے سامنے پڑھ کے بڑی آہ زاری سے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کون ہے جو زندگی میں ایک دو دفعہ زیادتی نہ کرے اسے غصہ آتا ہے بلا وجہ بچے کو مارتا ہے، کیا یہ زیادتی نہیں ہے، اسے غصہ آتا ہے وہ کوئی اور غلط حرکت کر دیتا ہے کیا یہ زیادتی نہیں، اسی طرح حالات سے تنگ آ کے وہ چوری کر لیتا ہے، کیا یہ زیادتی نہیں ہے، تو چونکہ ہم انسان معصوم نہیں ہیں تو ہم زیادتی کا ارتکاب تو کرتے ہیں، اگر یہ بات ہو کہ ایمان کے ساتھ زیادتی نہ ملے تب امن ملتا ہے تبھی ہدایت ملتی ہے تو پھر کتنے سارے لوگ ہوں گے، سرکار علیہ السلام نے قرآن پاک کی آیت پڑھ کے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے، اصل بات یہاں ظلم سے کفر اور شرک مراد ہے، کہ ادھر ایمان کا دعویٰ کرے اور ساتھ کفر بھی کرتا رہے، زندگی کو کئی خانوں میں تقسیم کر دے، تو یہ بات وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا، اور پھر آخرت میں امن بھی نہیں ہوگا، اور قبر میں بھی امن نہیں ہوگا، اور اسی طرح دنیا میں بھی امن نہیں ہوگا۔ اور پھر ہدایت بھی نہیں ہوگی۔ اب ضروری ہے کہ کفر سے بچا جائے، دور حاضر میں انسانی زندگی کئی حصوں میں بٹ گئی ہے بکھر گئی ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس زندگی کو ایک نکتے پر جناب ابراہیم علیہ السلام کی طرح مرکوز کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ ءَاتَيْنَٰهَآ إِبْرَٰهِيمَ عَلَىٰ یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کی

قَوْمِهِۦ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَٰتٍ مَّن نَّشَآءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۸۳﴾

قوم کے مقابلے کے لیے دی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں، بے شک محبوب آپ کا پروردگار حکمت اور علم والا ہے

وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا

ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے، ہم نے سب کو ہدایت دی نوح کو بھی

هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَٰنَ وَأَيُّوبَ

اس سے پہلے ہدایت دی، ان کی اولاد میں داؤد، سلیمان، ایوب،

وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿۸۴﴾

یوسف اور موسیٰ اور ہارون تھے۔ اسی طرح ہم نیکی کرنے والے لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿۸۵﴾

، زکریا، یحییٰ، اور الیاس بھی تھے، یہ سب باصلاحیت لوگ تھے

وَإِسْمَٰعِيلَ وَٱلْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى

اسماعیل تھے، الیسع، یونس اور لوط تھے، ہم نے ان میں سے ہر ایک کو فضیلت دی

ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿۸٦﴾ وَمِنْ ءَابَآئِهِمْ وَذُرِّيَّٰتِهِمْ وَإِخْوَٰنِهِمْ ۖ وَٱجْتَبَيْنَٰهُمْ

جہانوں پر، ان کے آباء میں اور ان کی اولادوں میں اور ان کے بھائیوں میں (بھی ایسی باتیں تھیں) ہم نے انہیں چن لیا تھا،

Marfat.com

وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ

ہم نے انہیں صراط مستقیم دکھا دیا تھا، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، ہدایت دے دیتا ہے

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے، اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو ضائع ہو جاتے ان کے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

اعمال بھی یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب بھی دی حکم بھی دیا، اور نبوت بھی عطا کی

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ

اگر یہ لوگ ان کے منکر ہیں تو ہم نے ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کا انکار نہیں کرتے

﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُلْ لَّآ

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے، آپ بھی ان کے راستے پر چلیں، فرما دیجئے کہ میں تم سے

اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾

نہیں مانگتا اجر اس پر، یہ تو سب دنیا والوں کے لیے نصیحت ہے

و تلک حجتنا اتینٰھا ابراھیم..... فضلنا علی العلمین

اللہ کریم فرماتے ہیں کہ اوپر جو باتیں جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیں، یہ وہ دلائل ہیں جو قوم کے خلاف ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دیے تھے، اور وہ دلائل سن کے جواب نہیں دے سکے، تو ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں، جیسا ابراہیم علیہ السلام کا درجہ ان کی قوم پر بلند ہو گیا، اللہ تعالیٰ حکمت والا اور علم والا ہے۔

اب آگے انبیاء علیہ السلام کا ذکر ہے۔ کہ ہم نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوب علیہما السلام دیے، اور ان سب کو ہم نے ہدایت بھی دی، نوح کو بھی ان سے پہلے ہدایت دے دی تھی، نوح کی نسل میں داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام یہ سب نیکی کرنے والے لوگ تھے تو ہم نے انہیں ان کی نیکی کا حسین بدلہ دیا، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس علیہ السلام بھی ان میں شامل ہیں، یہ

Marfat.com

سب بڑی صلاحیتوں والے اور نیکو کار اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط علیھم السلام کو ہم نے عالمین پر فضلیت دی، ان کے آباء واجداد اور ان کی اولادیں اور ان کے بھائی وہ سب سیدھے راستے پر چل رہے تھے، ہم نے ان لوگوں کو باقی لوگوں سے چن لیا تھا، اور سیدھے راستے کی ہدایت دی تھی، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے بندوں میں سے ہدایت دے دیتا ہے، لیکن اگر یہ بھی شرک کریں تو ان کے اعمال بھی ضائع ہو جائیں، پتہ یہ چلا کہ انبیاء علیہ السلام شرک کی طرف نہیں جاتے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے تین باتیں دی تھیں، کتاب بھی دی تھی، حکم بھی دیا تھا یعنی شریعت مطہرہ بھی انہیں دی تھی جسے سامنے رکھ کر وہ فیصلے کرتے تھے، اور نبوت بھی عطا فرمائی تھی، محبوبؐ اگر یہ مکہ والے انکار کر رہے ہیں ہم نے ایسے لوگ مقرر کر دیئے ہیں جو ان لوگوں کا انکار نہیں کرتے، اب وہ لوگ کون تھے، سرکار علیہ السلام کی امت جو سارے نبیوں کو مانتی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سیدھا راستہ دے دیا ہے، آپ بھی اسی راستے پر چلیں۔

اولئک الذین ھدی اللہ..... لیسوا بھا بکفرین

میں یہاں دو لفظوں کی مختصر سی تشریح کرتا ہوں، یہاں مترجم نے معنی کیا ہے کہ ''سو تو چل ان کے طریقہ پر'' کچھ اور حضرات نے کہہ دیا کہ ''آپ ان کی پیروی فرمائیں'' یہ سارے معنے ٹھیک نہیں ہیں، اردو کا کوئی جامع لفظ مجھے یہاں نہیں مل رہا، اردو کی یتیمی پر مجھے رحم آ رہا ہے، اصل بات یہ ہے کہ جب آپ جوتا خریدنے کے لیے جاتے ہیں ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے برابر ہوتا ہے ان میں فرق نہیں ہوتا، تو اسے عربی زبان میں **''قدوہ''** کہتے ہیں، اسی سے Past Tense **''قدا''**۔ اور Present Tense **''یقدو''** استعمال ہوتا ہے، جب اس میں مزید کوئی اور لفظ مل کے ثلاثی مزید بن جائے، تو اس کا Past Tense ہے **''اقتدیٰ''** Present Tense ہے **''یقتدی''**۔ اس کا پھر مصدر بن جاتا ہے اقتداء، اسی سے آپ کا لفظ ہوتا مقتدی۔ مسئلہ یہ ہوا کہ سارے نبیوں کے پاس جو انفرادی طور پر بات ہے محبوبؐ آپ اس کا مجموعہ ہیں، ایک طرف وہ آجائیں تو جتنے بھی وہ ہوں گے اتنے ہی آپ ہیں۔ لہذا ان سب کا مجموعہ آپ کی ذات اقدس ہے۔ اب ہمارے مفسرین کے ذہن میں مقتدی یا مقتدیٰ کے لفظ تھے، تو انہوں نے کہہ دیا کہ آپ ان کی پیروی کریں، دیکھیں نا سرکار علیہ السلام امام الانبیاء ہیں، وہ کسی کے پیچھے نہیں چل سکتے، تو ایسا لفظ جس سے کسی کے پیچھے چلنے کا معنی آئے گا وہ سرکار علیہ السلام کی سرکار سدا بہار کے لیے مناسب نہیں ہوگا، اب ہم نے اس کا معنی صرف سمجھانے کے لیے کرنا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے، ان سب کی ہدایت کو لے کے آپ آگے بڑھیں، یہ معنی ہوگا جو یہاں مفہوم ہے، اب آپ اسے جس طرح چاہیں ادا کر دیں، پتہ چلا کہ سرکار علیہ السلام کائنات نبوت کا مجموعہ ہیں، اس مجموعے کو آپ نے لے کے آگے بڑھنا ہے۔ اب باقی سارے اجزاء ہوں گے۔ اور سرکار علیہ السلامؑ کی ذات اقدس کل ہوگی۔ تو کل جو ہے وہ افضل ہے جز سے، لہذا سرکار علیہ

السلام جوسارے انبیاء کا مجموعہ ہیں وہ افضل ہوں گے ویسے بھی آپ دیکھیں جب آپ گنتی کرتے ہیں یہ بات آپ کو اس لیے سمجھا رہا ہوں کہ آپ کو اس لفظ پر مزید غور کرنے کا موقع ملے، آپ گنتی کرنے بیٹھے ہیں آپ کہتے ہیں سو، اب ایک بھی سو میں شامل ہے، اور ننانوے بھی سو میں شامل ہے، پچاس بھی سو میں شامل ہے اور اسی طرح ساٹھ بھی سو میں شامل ہے، جو سب سے تعداد میں پیچھے آیا ہے، ساری تعداد اس میں شامل ہے، یہ راز ہے سرکار علیہ السلام کو سب سے پیچھے لانے کا کہ یہ انبیاء کا مجموعہ ہیں، ایک اور انداز سے اسے لیں، کہ دانہ زمین سے نکلا ہے، تو پھر جب آپ اس کی چوٹی پر پہنچے ہیں تو وہاں پھر آپ کو وہی دانہ مل گیا ہے، تو اس کا پھر مطلب یہ ہوا کہ آخر میں جو آیا ہے، نیچے والی سارے چیزیں اس میں شامل تھیں۔

....قل لا اسئلکم علیه اجرا ....

تو یہاں ارشاد فرمایا کہ آپ نبوت کا مجموعہ ہیں، لہذا جناب موسیٰ علیہ السلام نے ایک صفت اپنی قوم میں بھری ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صفات بھرنی ہیں، فرما دیجئے کہ اتنی کچھ دینے کے باوجود بھی میں تم سے اجر نہیں مانگتا، اس کا بدلہ میں تم سے طلب نہیں کرتا، قرآن پاک پیش کیا ہے سنت پیش کی ہے، اپنا انداز پیش کیا ہے، ان سب پر میں تم سے اجر نہیں مانگتا۔ یہ عالمین کے لیے نصیحت ہے، ہمارے سنی اور شیعہ علماء عجیب با ت کہتے ہتے ہیں جو قرآن پاک کی توضیحات کے خلاف ہے، اور کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ '' قریبی رشتہ داروں سے الفت رکھی ہے''۔ یہ ضد ہو جائے گی، دونوں باتوں کی، میں کچھ نہیں مانگتا، پھر یہ کہہ دیا جائے کہ قیامت تک آنے والوں سے محبت رکھنی ہے تو پھر اس سے آگے اور بڑھ کر کیا مانگنا ہے، لہذا اس آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ جو سینکڑوں سالوں سے منبر پر بیٹھ کر ہمارے دل و دماغ میں ڈالا جا رہا ہے، ہماری صرف نسبت ہے سرکار علیہ السلام سے وہ ہم سے یہ مانگیں کہ میری اولاد سے محبت کرنی ہے تو یہ معاوضہ بنتا ہے، سرکار علیہ السلام کا غلام ہونے کے حساب سے آپ کے خاندان سے محبت ہماری فطرت میں شامل ہے، لہذا اس آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے، وہ تو ہم نے فطرتاً بات کرنی ہے، اگر سرکار علیہ السلام یہ مانگیں تو یہ زیادتی ہوگی، اس آیت کا اصل مفہوم وہ ہے جو سرکار علیہ السلام کے چچازاد بھائی ہیں انہوں نے کیا ہے، '' وہ فرماتے ہیں کہ تم اپنی برادری کا بڑا خیال رکھتے ہو''۔

اگر تمہاری زمین میں کسی درخت کے اوپر فاختہ گھونسلہ بنائے تو اس کے انڈے کوئی توڑ دے تو اس کے ساتھ تم لڑنے لگ جاتے ہو کہ یہ ہماری پناہ میں تھی، تو کیا میرے بارے میں یہ بات تمہیں یاد نہیں رہتی، میرے راستے پر کانٹے بھی ڈالتے ہو، طرح طرح کی مجھے اذیتیں بھی پہنچاتے ہو، تو میرے بارے میں قریبی رشتہ داروں والی جو الفت ہوتی تھی وہ تمہیں کیوں نہیں ستاتی، مجھے اس طرح تکلیف دیتے ہو، یہ سرکار علیہ السلام نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا، اور اس بات کے مخاطب مکہ کے مشرکین تھے، کہ وہ اہمیت جو باقی معاملات میں ہوتی ہے وہ میرے بارے میں کیوں نہیں ہے۔ ورنہ جب یہ آیت نازل ہوئی ہے اس وقت

Marfat.com

حسنین کریمین پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، آپ تاریخ کو ملاحظہ فرمالیں یہ بات نہیں تھی، محبت رسول اور آل بیت رسول کلمہ گو ہونے کے حساب سے یہ ہم پر فرض ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے لیکن سرکار علیہ السلام یہ مانگیں کہ ان سے محبت کرنی ہے اور میں اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگتا، صرف آپ نے میری اولاد سے محبت کرنی ہے، تو اس سے بڑھ کر اور کیا مانگنا ہوتا ہے، لہذا یہ وہ مفہوم نہیں ہے جو ہمارے بریلوی دوست اور شیعہ دوست ٹھونس رہے ہیں ہمارے ذہنوں میں، یہ بات غلط ہے، سرکار علیہ السلام نے کچھ نہیں مانگا، اس لیے یہاں اللہ کریم نے فرمایا!

میں اس پر تم سے اجر نہیں مانگ رہا ہوں، یہ تو نصیحت ہے عالمین کے لیے

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ

اللہ تعالیٰ کے مرتبے کو ان لوگوں نے پہچانا نہیں ہے، جب وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی شے اتاری نہیں ہے

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ

،فرمادیجئے کہ جو کتاب موسیٰ علیہ السلام لے کے آئے تھے وہ نور بھی تھی اور لوگوں کے لیے ہدایت بھی تھی

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا

،وہ کس نے اتاری تھی، تم نے اس کے ورق ورق کردیے، کچھ کو ظاہر کرتے ہو اور کچھ کو چھپالیتے ہو، تمہیں سکھایا اللہ تعالیٰ نے جو نہ تم جانتے

اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

اور نہ تمہارے آباؤاجداد جانتے تھے، فرمادیجئے کہ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں، پھر اس کے بعد انہیں چھوڑ دیں کہ اپنی ان خرافات میں وہ پڑے رہیں

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ

محبوب! یہ جو کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے یہ مبارک ہے، یہ تصدیق کرتی ہے اس کی جو اس سے پہلے کتاب ہے

اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

آپ ام القریٰ کو اور اردگرد والوں کو ڈرائیں، جو ایمان رکھتے ہیں آخرت پر، ان کا قرآن پاک پر بھی ایمان ہے، اور وہ اپنی

وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

نمازوں کی بھی حفاظت کرتے ہیں

وما قدروا اللہ حق قدرہ............... ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون

یہاں پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے مرتبے کو ان لوگوں نے صحیح انداز سے پہچانا نہیں ہے، بات کیا کہتے تھے، کہ کسی انسان پر کوئی شے اتری نہیں ہے، فرمائیے جو کتاب موسیٰ علیہ السلام پر آئی تھی وہ کس نے اتاری تھی، یہاں دو تین باتیں قابل غور ہیں، کہ یہ کہنے والے کون لوگ تھے، اگر مکہ والے کہتے تھے تو پھر سوال یہ ہے، کہ وہ تو جناب موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہی نہیں تھے، تو پھر وہ تورات کا حوالہ دے کے ان پر اعتراض کرنا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، اور اگر اس سے یہودی مراد ہیں تو یہودیوں نے کبھی یہ بات نہیں کہی، کہ انسان پر کوئی چیز نازل نہیں ہوتی، تو دونوں حیثیتوں سے آیت کا مفہوم غلط ہو جاتا ہے، اگر یہ مکہ والوں نے کہی ہے تو وہ جناب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی تورات کو نہیں مانتے تھے، پھر ان کے سامنے بطور استدلال تورات کو پیش کرنا بے معنی ہے، پھر مفہوم کیا ہوگا، اکثر مفسرین نے یہی بات کہی ہے، یہودیوں کے ذمہ ڈال دیا یا مکہ کے مشرکوں کے ذمہ ڈال دیا ہے، میں نے اس آیت پر بار بار غور کیا، یہاں سے گزرتے ہوئے قرطبی نے یہ نکتہ پیدا فرمایا، امام فخر الدین رازی نے یہ بات کہی، کہ اصل بات یہ نہیں ہے، یہ بات کہی مکہ والوں نے ہے لیکن اصل بات اور ہے۔

انہوں نے مدینہ پیغام بھیجا یہودیوں کو، نبی علیہ السلام کو کہنے لگے کہ اگر پہلے کوئی کتاب اتری ہے تو وہ مدینہ والے یہودیوں پر نازل ہوئی ہوگی، ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا آسمان سے بندوں پر بھی کتابیں نازل ہوتی ہیں؟ جب مدینہ کے یہودیوں کو یہ بات پتہ چلی تو انہوں نے سوچا کہ اگر نبوت کا اعلان وہاں ہو گیا ہے اور لوگ انہیں مان لیں گے تو ہماری کھڑ پینچی تو ختم ہو جائے گی، لہذا انہیں کہہ کے بھیجو کہ آج تک کسی انسان پر آسمان سے کوئی کتاب اتری ہی نہیں ہے، تاکہ وہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات کہہ دیں اور پھر قرآن پاک کو ماننے سے انکار کر دیں، اب دو تو میں اس میں شریک ہو گئی ہیں، مکہ والوں نے مدینہ والوں سے پوچھا ہے اور یہودیوں نے اپنے اقتدار کو باقی رکھنے کے لیے یہ غلط بات کہہ دی، کہ نہ جی کوئی کتاب آسمان سے اتری ہی نہیں ہے، تو اب قرآن پاک نے یہ بات کہہ دی، کہ یہ جو تورات تمہارے پاس ہے یہ کہاں سے اتری ہے، اور تورات کی حقیقت بیان کر دی کہ وہ روشنی تھی اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی جو اب تمہارے ہتھے چڑھ گئی ہے، اس کا تم نے ورق ورق کر دیا ہے، مطلب یہ کہ یہ ورق ماننا ہے اور یہ ورق نہیں ماننا ہے، ورق ورق کرنے کا یہ مطلب ہے۔ کچھ کو تو تم ظاہر کرتے ہو، جس میں تمہارا فائدہ ہے، اور جہاں سرکار علیہ السلام کی تعریف آ گئی اور جہاں مسلمانوں کا مستقبل آ گیا وہ ورق چھپا دیا، تمہیں وہ بات ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے سکھا دی تھی جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادے جانتے تھے، محبوب ﷺ فرما دیجئے کہ نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر انہیں جدھر بھٹک رہے ہیں بھٹکنے دیں۔

وھذا کتب انزلنه مبارک.....وھم علی صلاتھم یحافظون

ہم نے آپ پر قرآن پاک اتار دیا ہے، اتارنے والے ہم ہیں، یہ سراپا برکت ہے، برکت ایسی شے کو کہتے ہیں کہ کسی شے میں کمی نہ آنے دے بلکہ اسے بڑھاتے چلی جائے وہ برکت ہے۔ اور پھر قرآن پاک سابقہ کتابوں کی تصدیق بھی کرتا ہے، آپ نے اس کے ذریعے ''ام القریٰ'' کو ڈرانا ہے، اور اس کے اردگرد کو ڈرانا ہے۔ **"قری"** قریہ کی جمع ہے، قریہ گاؤں کو کہتے ہیں، **"ام القری"** سب گاؤں کی ماں۔ یعنی وہ گاؤں جو سب سے پہلے بنا ہے، اور بعد میں اس سے پھر اور گاؤں بنتے چلے گئے ہیں، اور پھر اس کے جو اردگرد ہیں، تو اردگرد کہاں ختم ہوگا جہاں کائنات ختم ہوگی، جو اس کے مغرب میں ہے، جو مشرق میں ہے، جو شمال میں ہے، جو جنوب میں ہے، یہ آگے پھیلتا جائے گا، اور اردگرد وہاں ختم ہو جائے گا جہاں کائنات ختم ہوگی، پتہ چلا کہ قرآن پاک نے ساری کائنات کو سمجھانا ہے اس سے ایک بات یہ سمجھ آئی، دوسری بات اس سے یہ سمجھ آئی کہ جو پھر اس **"ام القریٰ"** میں رہتا ہے اسے آپ امی کہہ سکتے ہیں، امی **"ام القریٰ"** کا رہنے والا۔ ہمارے برصغیر میں امی کا معنی ان پڑھ کیا گیا ہے، یعنی جو پڑھا ہوا نہ ہو، تو یہ بات نہیں ہے، سرکار علیہ السلام کی جب یہ صفت ہوگی تو وہ **"ام القریٰ"** کی طرف ہوگی، کہ آپ **"ام القریٰ"** کے رہنے والے ہیں۔ یہاں ایک چھوٹی سی بات ہے، کہ جب آپ کا بچہ پانچ سال کا یا چھ سال کا ہوتا جائے تو آپ اسے سکول لے جاتے ہیں اور دس سال تک وہاں سکول میں پڑھتا رہا تو میٹرک کر گیا، بچہ لکھا پڑھا ہے، اب یہ Highly Educated ہے چونکہ اس نے چھ سال اور لگا کے ایم اے کیا ہے، اب یہ پی ایچ ڈی ہو گیا ہے چار یا پانچ سال اور لگا کے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے انسانوں سے پڑھا تو آپ نے کہا کہ میں پی ایچ ڈی ہوں اور میں نے علم کے آخری کنارے کو ہاتھ لگا دیا ہے، آپ کا استاد روشن دین ہے یا فتح دین، ان لوگوں سے پڑھنے کے بعد آپ تو لکھے پڑھے ہو گئے، اور جسے خدا نے پڑھایا ہے وہ ابھی تک ان پڑھ ہے، ماشاء اللہ کیا انصاف کی بات ہے' یہ غلط بات ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امی ہیں **"ام القریٰ"** کی نسبت سے، آپ تو چند سال لگا کے پی ایچ ڈی ہو جائیں اور جسے اللہ رب العزت پڑھائے اور سکھائے۔ **"الرحمن ○علم القران ○خلق الانسان ○علمه البیان"** ○ ''رحمٰن وہ ہے جس نے آپ کو قرآن پاک سکھایا ہے، محبوب اس نے آپ کو پیدا کیا اور بولنے کی قوت عطا فرمائی''۔ تو جسے یہ سارا کچھ اللہ رب العزت پڑھائے وہ ابھی تک ان پڑھ ہے اور جسے یہاں کوئی استاد پڑھائے تو وہ پڑھا لکھا بن جاتا ہے، ربّ کریم کی کیا غیرت ہے کہ اس نے کہا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہ کل جب آپ کسی سے پڑھنے کے بعد آپ اسے کہیں کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو وہ آگے سے کہے گا کہ کل تک تو آپ مجھ سے پڑھ رہے تھے آج مجھے اسلام کی دعوت دیتے ہیں، ربّ کریم نے فرمایا محبوب ' یہ بات نہیں ہوگی، آپ کے علم کا تعلق براہ راست ہم سے ہوگا، یعنی ہم آپ کو علم دیں گے اور آپ علم حاصل کریں گے، آپ پڑھیں گے ہم آپ کو پڑھائیں گے، اور کتنی

Marfat.com

عجیب اور لطیف بات ہے کہ قیامت کے دن جو بندہ ان پڑھ ہے وہ بھی، اسے جب خدا کہے گا ''اقراء کتابک'' اپنا نامہء اعمال پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ کے اقراء کہنے سے ان پڑھ آدمی وہاں اپنا نامہء اعمال خود پڑھنے لگ جائے گا چونکہ اللہ تعالیٰ نے اقرا کہہ دیا ہے، اور اس میں علم آ گیا ہے۔ اور جب اپنے محبوب کی طرف پہلی وحی کا آغاز کیا تو اس رب کریم نے فرمایا! **"اقرا باسم ربک الذی خلق"** ٥ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہے پڑھ تو اسے پڑھنا آ جائے اور خاتم الانبیاء کو کہے کہ اقرا تو پھر بھی وہ امی رہ جائیں یہ وہ بات ہے جو عقل وشعور سے ماوراء ہے، یا عشق مصطفیٰ سے دور ہے۔ اللہ کریم قرآن پاک پڑھتے ہوئے ہمیں وہ معانی سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے جو درجہء مصطفوی کے مطابق ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

احمد کا لفظی معنی یہ ہے ''وہ ذات اقدس جو سب سے زیادہ اللہ کی تعریف کرنے والی ہو''۔اب آپ ان لفظوں پر غور کریں تو دو تین باتیں بڑی وضاحت سے ذہن میں آتی ہیں، انسان سوچتا ہے، کہ جس کی کبھی تعریف ختم نہ ہو، وہ تو ذات ربانی ہونی چاہیے، یہ لفظ اللہ کریم کے لیے ہوتا جسے آپ محمد کہہ رہے ہیں، لیکن اللہ کریم کے لیے لفظ حمید ہے، اس کا لفظی معنی ہے قابل تعریف، اس میں دائمی تعریف کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، لیکن لفظ محمد میں کسی تعریف کا دائمی پایا جانا ضروری ہوتا ہے، پھر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ لفظ محمد بھی خاص ہوا اور لفظ احمد بھی خاص ہے، اسی طرح جب آپ قرآن کا آغاز کرتے ہیں، تو اس کی ابتداء میں لفظ حمد آتا ہے، **"الحمد للہ رب العلمین"** جب اللہ کریم کے لیے آپ لفظ استعمال کرتے ہیں تو **"انک حمید مجید"** وہاں حمید آتا ہے، یعنی حمد میں 'ی' کا اضافہ ہوا ہے، حمد کے ساتھ الف کا اضافہ ہوا ہے تو احمد بنا ہے، اور حمد میں پہلے 'م' کا اضافہ ہوا ہے تو لفظ محمد بنا ہے، 'ح' کے بعد الف بڑھا دیں تو لفظ حامد ہے، حامد بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک نام نامی ہے، اللہ کی تعریف کرنے والے، اب محمد کا لفظی معنی بار بار تعریف کیا ہوا جس کی تعریف ختم نہ ہو، میں عرض کر رہا تھا کہ پھر یہ لفظ تو اللہ کے لیے زیادہ مناسبت تھا لیکن جب آپ غور کریں گے تو یہ بات نہیں ہوگی، اس لیے کہ کائنات جب نہیں تھی تو اللہ کی تعریف کرنے والا کوئی نہیں تھا، اگرچہ وہ تعریف کا حق دار ہے، لیکن عملاً تعریف کرنے والا کوئی نہیں تھا، جب ایک دن کائنات نہیں ہوگی، تو اس وقت بھی اللہ کی تعریف کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، اگرچہ وہ حمید پھر بھی ہوگا، کہ وہ قابل تعریف ہے، لیکن سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی نوعیت اس سلسلے میں الگ ہے، جب کوئی نہیں تھا تو اللہ کریم ان کے لیے درود پڑھ رہے تھے، جب کوئی نہیں ہوگا تو پھر اللہ کریم درود پڑھتے رہیں گے، تو ان کا ذکر جب خدا نے کرنا ہے تو غیر فانی ذکر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہو سکتا تھا، کیونکہ جب کوئی نہیں تھا تو ذکر ذاکر کو چاہتا ہے، جب ذاکر ہی نہ ہو تو ذکر کون کرے گا، مستقبل میں جب ذاکر کوئی نہیں رہے گا تو پھر ذکر کون کرے گا، لہٰذا رب نے کہا کہ محبوب یہ نام آپ کو اس لیے سجتا ہے کہ جب کوئی نہیں ہوگا تو میں تو موجود ہوں گا میں تیرا ذکر کرتا رہوں گا، لہٰذا آپ کا نام ہم نے محمد رکھا ہے، دوسرے انداز سے آپ کا نام احمد رکھا ہے، سب سے زیادہ اللہ کی تعریف کرنے والا، اس لیے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کائنات میں جب احد کے میدان میں ماتھا اقدس بھی زخمی ہوا اور دانت مبارک بھی شہید ہو چکے ہوں اور اس کیفیت میں آپ سجدے میں سر رکھ کے کہہ رہے ہوں **"سبحان ربی الاعلیٰ"** تو واضح بات ہے کہ جبرائیلؑ کی ہزار سال کی **"سبحان ربی الاعلیٰ"** سے یہ جہادی انداز کا **"سبحان ربی الاعلیٰ"** مرتبے اور مقام میں آگے ہے۔

لیکن اس سے ہم ہٹ جاتے ہیں، اور انداز سے ہم بات کرتے ہیں، کہ تخلیق کائنات کی غرض وغایت کیا تھی، ہم دنیا میں جو کام بھی کرتے ہیں اس کے پیچھے کچھ مقاصد ہوتے ہیں وہ مقاصد نہ ہوں تو ہم کام چھوڑ دیا کرتے ہیں، اسے فلسفے کی زبان میں

Marfat.com

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ جو جھوٹے بہتان لگائے اللہ تعالیٰ پر،

اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ

یاوہ کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہ ہوئی ہو، یاوہ کہے کہ میں بھی ایسا اتار دوں گا

مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ

جیسا اللہ تعالیٰ کلام اتارتا ہے، اگر آپ دیکھیں جب کہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے

وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ

اور فرشتوں نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے ہوں گے، اور وہ کہیں گے کہ اپنی جانیں نکالو، آج

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ

تمہیں ذلت کے عذاب کا بدلہ ملے گا، کیونکہ تم اللہ کریم کے بارے میں ناحق باتیں کرتے تھے،

وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ

اور اس کی آیتوں کو دیکھ کے غرور کرتے تھے، ہم تمہیں لے آئے ہیں، تم ہمارے پاس آگئے ہو تنہا تنہا کر کے

كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ

جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی دفعہ تخلیق فرمایا تھا، اور جو ہم نے تمہیں عطا کیا تھا وہ تم پس پشت چھوڑ آئے ہو،

وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ

ہم تمہارے ساتھ تمہارے معبود نہیں دیکھتے، جن کے بارے میں تمہارا خیال تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ساجھی ہیں

لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۹۴﴾

تمہارے آپس کے تعلقات کٹ گئے ہیں، اور جو تمہارا گمان تھا وہ تم سے بہک گیا

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا......... وکنتم عن ایتہ تستکبرون

انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، تو تخلیق ہوتے ہوئے وہ کچھ ایسے دعوے کر دیتا ہے جو دعوے اس کے لیے مناسب نہیں ہیں، مثلاً پہلا یہ دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹے بہتان باندھے جائیں، ان بہتانوں کی مختلف نوعیات ہیں، مثلاً یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہو کے بے شمار کام نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ پر یہ جھوٹا بہتان ہے کہ کچھ اللہ تعالیٰ کے بندے اس کے بیٹے ہیں، یا فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں، یہ وہ بہتان ہیں جن کی قرآن پاک نے تردید کی۔ دوسرا بہتان یہ ہے کہ اپنے آپ کو نبی کہہ دیا، حالانکہ وہ نبی نہیں تھا، اسے قرآن پاک نے کہا کہ وہ کہتا ہے کہ میری طرف وحی ہوئی ہے، حالانکہ اس کی طرف وحی نہیں ہوتی، دور حاضر میں مرزا غلام احمد اسی قماش کا ایک انسان تھا، جس نے کہا کہ میری طرف وحی نازل ہوتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ میں مستقل نبی نہیں ہوں عارضی نبی ہوں، اور پھر سرکار علیہ السلام کی ختم نبوت کا انکار کیا، اور اپنے لیے کہا کہ امت کی اگلی چوٹی پر نبی علیہ السلام کھڑے ہیں اور پچھلے حصے پر میں کھڑا ہوں، مجھ پر نبوت ختم ہو جائے تو اعتراض نہیں ہے، نبی کریم رء وف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو تو پھر اعتراض ہے۔ اب اس کے بعد اس نے پیش گوئیاں کیں اپنے بیٹوں کے لیے اور ان پیشگوئیوں کو مختلف رنگوں میں مرزائیوں نے بار بار بیان کیا، انہی میں سے ایک صاحب جن کا نام اسماعیل ہے، وہ لندن میں ہوتا ہے اس نے چھوٹی چھوٹی کتابیں شائع کر کے یہ بات کہی کہ جب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی اور مرزا صاحب نبی ہیں تو پھر مجھے نبی ہونے سے کون روک سکتا ہے، اس نے مرزا صاحب کو تو کچھ نہیں کہا البتہ ان کے بیٹوں کو اس نے بالکل نہیں چھوڑا، دنیا جہاں کے جو الزامات تھے وہ سارے کے سارے اس بندے نے ان پر لگائے، اپنے سچا ہونے اور ان کے جھوٹا ہونے کے سلسلے میں۔ مجھے ایک لطیفہ یاد آتا ہے ادھر چکوال سے سرگودھا کی طرف نکلیں تو آگے ایک بڑا سا گاؤں آتا ہے جس کا نام منارہ ہے، وہاں میں اپنے خطاب کے بعد رات کے وقت ایک صاحب کے گھر ٹھہرا ہوا تھا، گرمیوں کا موسم تھا اس لیے ان کے صحن میں سو رہے تھے کہ ساتھ والے گھر سے ایک آدمی نے اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کے سارے گاؤں والوں کو کہا کہ دیکھو میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں مجھے مان لو، آپ کو شائد پتہ نہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام منارے پر اتریں گے، تو منارہ تو یہ ہے جہاں میں آیا ہوں، مرزا جہاں آیا تھا وہ تو قادیاں ہے، میں جاگ رہا تھا کہ تیری دلیل پر قربان جائیں کہ کتنی شاندار دلیل ہے کہ منارے پر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے آ کے اترنا ہے وہ مینارہ دمشق کا ہو لیکن جس منارہ کا وہ کہہ رہا تھا اس منارے پر میں اترا ہوں، لہذا مجھے مانا جائے، اب یہ بات سن کے وہ مکان سے اتر گیا، صبح سویرے مسجد کے دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ آج اس گاؤں میں ایک عالم آیا دیکھا اس نے مان لیا ہے، کہ منارے پر آنے والا تو میں ہی ہوں، تو اس دنیا میں جتنے پاگل پیدا ہوئے ہیں انہوں نے مختلف انداز اپنائے ہیں، کوئی مینارے پر نازل ہو گیا کوئی لندن میں نازل ہو گیا

کوئی کہیں نازل ہوا ہے یہ وہ سزا ہے جو اللہ کریم ایسے جھوٹوں کو دیا کرتا ہے۔

ـــ ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ ـــ

تیسری بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اگر قرآن پاک اتارا ہے تو کیا ہے، ہم بھی ایسی عبارت اتار سکتے ہیں؟ قرآن پاک نے یہ چیلنج کر دیا کہ اگر اتار سکتے ہو تو پھر قرآن پاک جیسا قرآن لے آؤ، دس سورتیں لے آؤ، ایک سورت لے آؤ، یا آخر پر ہے کہ ایک آیت ہی لے آؤ، جب ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہو سکتی تو پھر اس قسم کی غویت کا فائدہ کیا ہے۔

فرمایا ایک بات یاد رکھیں کاش کوئی بندہ دیکھے، کاش اے مخاطب تو دیکھے محبوب اگر آپ ملاحظہ فرمائیں کہ جب یہ ظالم لوگ حد سے بڑھنے والے لوگ موت کے شکنجے میں کسے جا رہے ہوں گے، یہاں لفظ آیا ہے **"غمرات"** اس کا واحد ہے" **غمرۃ"** اس کا Past Tense ہے **"غمر"** اس کا معنی ہوتا ہے کسی شے کو اپنے اندر چھپا لینا، مثلاً پانی میں کوئی ڈوب رہا ہے تو آپ کہیں گے کہ "اسے پانی نے ڈھانپ لیا ہے"۔ ایک آدمی سر سے لے کر پاؤں تک مصیبتوں میں پھنس گیا ہے، تو آپ کہہ دیں گے "اسے مصیبتوں نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے"۔ یہاں بالکل اسی معنی میں ہے۔ کہ موت کی شدتوں نے اسے شکنجے میں کسا ہوا ہے۔ اور ادھر فرشتے اپنے ہاتھ آگے بڑھا رہے ہیں، کیا کہہ رہے ہیں اپنی جانوں کو نکالو۔

سرکار علیہ السلام کا ارشاد عالی ہے "کہ ایسا آدمی جب مر رہا ہوتا ہے تو اس کی جان اپنے آپ پر بھی ناراض ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا غضب اور غصہ بھی اس جان پر ہوتا ہے"۔ یہ دوہی ماریں، اپنی اذیت اپنے اوپر۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کے دن تم پر رسوا کن عذاب ہوگا، ذلت کا عذاب ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تم ناحق باتیں کہتے تھے اور یہ تینوں اوپر والی باتیں ناحق تھیں، اور اللہ تعالیٰ کی آیات تمہارے سامنے آتیں تو تم نخرے کیا کرتے تھے، غرور کرتے تھے تکبر کرتے تھے، اس کا جواب ہے جو تمہارے سامنے آگیا ہے۔

ولقد جئتمونا فردی .... وضل عنکم ما کنتم تزعمون

ارشاد ہوا کہ آج تو اکیلے اکیلے آئے ہو، وہ برادریاں کدھر ہیں، وہ مال و دولت کدھر ہے، وہ قوت جو ذاتی تھی وہ کدھر ہے، وہ جو تمہارے پاس اقتدار کی قوت ہے وہ کدھر ہے۔ غرض یہ کہ جو بھی چیز دنیا میں عطا ہوئی ہے وہ کدھر ہے، آج ان سب کو چھوڑ کے تم **"فرادی"** (اکیلا اکیلا) آئے ہو، جس طرح ہم نے تمہاری پہلی دفعہ تخلیق کی تھی، تو تم اکیلے تھے، اس تخلیق سے دو معنی میرے ذہن میں آتے ہیں، ایک معنی تو مفسرین نے یہ لکھا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم پیدا ہوئے تھے تو تم اکیلے تھے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب تمہاری روح کی تخلیق ہوئی تھی، تو تم اس وقت یکتا و تنہا تھے، تمہارا کوئی بھی شریک نہیں تھا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ معنی زیادہ وسیع ہے۔ چونکہ جب آدمی کسی کے گھر تخلیق ہوتا ہے، اس کے والدین ہوتے ہیں، کوئی بھی نہ ہو ماں تو ہوتی ہے۔ آج جو

Marfat.com

تمہیں ہم نے عطا کیا تھا اسے تم پیچھے چھوڑ آئے ہو، یا اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو، وہ سب کچھ جو تمہیں ہم نے عطا کیا تھا، آج تمہارے ساتھ وہ تمہارے معبود بھی نہیں ہیں، **"شفعآء"** کا معنی سفارش کرنے والے۔ یہ بات نہیں ہے، بہت سارے اور مفسرین نے بھی یہ معنی کر کے غلط کر دیا ہے۔ ہماری جتنی چوٹی کی تفسیریں ہیں عربی کے ماہرین لوگ انہوں نے **"شفعآء"** سے مراد معبود کیا ہے۔ وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے، اور جن کے بارے میں تمہارا یہ خیال تھا کہ وہ تمہارے بارے میں ہمارے شریک ہیں، تو جب ہمارے شریک آگئے ہیں، تو شفعآء کا معنی شریک نہیں ہوگا، **''شفعآء''** کا معنی ہوگا معبود۔ وہ معبود جنہیں تم نے ہمارا شریک بنا رکھا تھا، لات ہے عزیٰ ہے، منات ہے۔ وہ آج کدھر ہیں، تمہارے باہمی تعلقات کٹ گئے ہیں، تمہارے گمانات سارے کے سارے صحیح راستے سے بھٹک گئے، آج نہ تمہارے ساتھ وہ معبود ہیں، نہ تمہاری برادری ہے، نہ تمہارے ظاہری دنیا کی وہ سج دھج ہے، نہ ہی تمہارے ساتھ وہ دنیا کا اقتدار ہے۔ وہ سارے کے سارے آج تمہارے ساتھ نہیں ہیں، بتائیں آج تمہاری کیا کیفیت ہوگی، یہ جو ان کی جاہلانہ رسم ورواج تھے ان تین کو قرآن پاک نے ذکر کے قرآن پاک نے دلیل دی، لیکن چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اور مکی سورتوں میں زیادہ بات عقیدہ توحید کی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تک رسائی بے حد مشکل ہے۔ لہذا صفات کے ذریعے ساری بات آتی ہے. میں نے جتنا بھی قرآن پاک کا گہرا مطالعہ کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کا تعارف کراتے ہوئے صرف اشارے فرماتے ہیں، چونکہ وہ ذات پاک حواس سے باہر ہے ماورا ہے۔ لہذا وہاں کیا ہوتا ہے، صفات کا تذکرہ ہوتا ہے، اور صفات کے ذریعے ذات تک پہنچانے کا بندوبست کیا جاتا ہے، اگلی آیات صفات پر مشتمل ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

۞ إِنَّ ٱللَّهَ فَالِقُ ٱلْحَبِّ وَٱلنَّوَىٰ ۖ يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ

یقیناً اللہ تعالیٰ دانے کو پھاڑتا ہے اور گٹھلی کو بھی، نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے

ٱلْمَيِّتِ مِنَ ٱلْحَىِّ ۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ ٱلْإِصْبَاحِ

مردہ کو زندہ سے، وہ تمہارا رب ہے۔ تم کدھر بہک رہے ہو، وہ صبح کو پھاڑنے والا ہے

وَجَعَلَ ٱلَّيْلَ سَكَنًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ

رات کو اس نے سکون کا ذریعہ بنایا ہے، سورج اور چاند حساب کے لیے ہیں، یہ تخمینہ ہے (اندازہ ہے)

ٱلْعَزِيزِ ٱلْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلنُّجُومَ لِتَهْتَدُوا۟

غالب اور علم والے کا وہ، وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے، تاکہ تم راستہ پاسکو

بِهَا فِى ظُلُمَٰتِ ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

ان کے ذریعے خشکی اور تری کے اندھیروں میں، ہم نے کھول کھول کے آیات بیان کی ہیں علم والی قوم کے لیے

﴿٩٧﴾ وَهُوَ ٱلَّذِىٓ أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ

، وہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا، پھر تمہارا ٹھکانہ اور امانت رکھ جانے کی جگہ ہے

قَدْ فَصَّلْنَا ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ

ہم نے آیات کھول کے بیان کیں سوچنے والی قوم کے لیے، وہ وہ ذات ہے جس نے اتارا ہے

مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجْنَا بِهِۦ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ

بادل سے پانی، پھر اس کے ذریعے ہم نے ہر قسم کی نباتات اگائیں، ان میں سے اگایا

Marfat.com

خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا

سبزہ جس سے تہہ بتہہ دانے نکلتے ہیں، اور کھجوریں ان کے گابھے سے

قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا

گچھے ہیں جو نیچے جھکے ہوئے ہیں، اور انگوروں کے باغات ہیں، زیتون ہے، انار ہیں، جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں

وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ

اور مشابہ نہیں بھی، تم ان کے پھل کو دیکھو جب ان پر پھل آتا ہے، پھر اس کے پکنے کو دیکھو، اس میں آیات ہیں

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ

ایماندار قوم کے لیے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا دیئے جن، حالانکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے

وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا

، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بھی بنا دیں جانے بغیر، اللہ تعالیٰ تو ان

يَصِفُونَ ﴿۱۰۰﴾

باتوں سے پاک ہے، اور وہ ان کے اوصاف سے برتر و اعلیٰ ہے

ان اللہ فالق الحب والنوی.....ذلک تقدیر العزیز العلیم

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے، جو دانے کو پھاڑتی ہے، اور پھر دانے سے زیادہ پختہ شے گٹھلی، کھجور کی گٹھلی لے لیں، کسی شے کی بھی گٹھلی لے لیں وہ دانے سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ اس کو بھی پھاڑ دیتا ہے، زندہ مردے سے پیدا ہو رہا ہے، انڈا آپ دیکھتے ہیں تو اس میں سے چوزہ نکل آیا اور مردہ زندے سے نکل رہا ہے، انڈا مرغی دے رہی ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس۔ تم کدھر بھٹکے پھر رہے ہو، ایسی ذات اقدس کو چھوڑ کے جس کے قبضے قدرت میں یہ ساری باتیں ہیں، تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے بتوں کے پیچھے بھاگ رہے ہو۔

Marfat.com

اب ایک اور بات کہ جو انسان روزانہ اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھتا ہے، رات کی تاریکی۔ ہے اس تاریکی میں مشرقی افق سے پو پھوٹتی ہے تھوڑی دیر کے بعد آپ دیکھتے ہیں کہ اجالا پھیل گیا ہے، تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ وہ جو صبح کو رات کی تاریکیوں کو چیر کے نکال دیتا ہے۔ صبح کو پھاڑ کے نکالتا ہے، پھر تم ملاحظہ کرتے ہو کہ رات تمہارے سکون کے لیے ہے، دن کے وقت جب روشنی ہوتی ہے تو سورج کو دیکھتے ہو چاند کو دیکھتے ہو یہ حساب کا ذریعہ ہیں، اب اگر چاند کو دیکھا تو قمری مہینے بن گئے، شمس کو دیکھا تو شمسی مہینے بن گئے، لہٰذا اس میں یہ دونوں باتیں آجاتی ہیں، شمسی کیفیت بھی ہوتی ہے اور قمری کیفیت بھی ہوتی ہے، تو آپ جب گہرے انداز سے سوچیں گے تو دونوں باتیں آپ کے سامنے آجائیں گی، شمسی حساب ہے تو تین سو پینسٹھ دن اور چھ گھنٹے ہوں گے، قمری حساب ہے تو تین سو پچپن دن ہو جائیں گے، اور چھتیس سالوں کے بعد قمری سال شمسی سال سے ایک سال آگے نکل جائے گا، تو یہ الگ الگ حساب ہیں، اب آپ مجھے بتائیں کہ کائنات کی کوئی بات قرآن پاک نے چھوڑ دی ہے، یہ تقدیر ہے غالب اور علم والے کی، اب تقدیر کا لفظی معنی ہوتا ہے جانچنا، آپ کے سامنے عرب اسے جہاں استعمال کرتے ہیں تاکہ اصلی معنے سے ہٹ کے مجازی معنے کی طرف میں آسانی سے آپ کو لے کے منتقل ہوسکوں، سامنے آپ کے گندم کا ڈھیر لگا ہوا ہے، یا کھجور کا ڈھیر ہے، آپ تخمینہ لگاتے ہیں کہ یہ دس من ہے، یہ بیس من ہے، اسے قدر کہتے ہیں، اب جب ایسا اندازہ ہو جس میں ذرا بھی غلطی نہ ہو تو وہ تقدیر ربانی کہلاتی ہے، اس لیے کہ آپ کو اپنے ماحول پر پوری قدرت حاصل نہیں ہے، اگر ایک چیز آپ کے احاطہ علم میں ہے، تو دوسری چیز آپ کے احاطہ علم سے باہر ہے، جب یہ انداز ہو تو آپ کا اندازہ غلط ہو جاتا ہے۔ لیکن اللہ کریم کا اندازہ جو ہے چونکہ وہ خالق ہے تو وہ کبھی بھی غلط نہیں ہوتا، یہ ہے تقدیر غالب اور علم والے خدا کی۔ اب ہر شے کو ایک مخصوص اندازے سے رکھنا، اس میں آکسیجن کتنی چاہیے، ہائیڈروجن کتنی درکار ہے۔ اور اس سے زندگی کس طریقے سے وابستہ ہے، یہ وہ انداز ہے جو قرآن حکیم نے بڑی ہی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ لیکن چونکہ ہمارا علم مبادیات میں ہے جوں جوں علم آگے بڑھے گا تو قرآن حکیم کے حقائق کھلتے چلے جائیں گے۔

وھو الذی جعل لکم النجوم..........لقوم یعلمون

اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جس نے تمہارے لیے ستارے تخلیق کر دیئے ہیں، تاکہ سمندروں میں اور صحراؤں میں تمہیں جب راستہ نہ مل سکے رات کی پہنائیوں میں رات کے اندھیروں میں تو ان ستاروں کے ذریعے تم راہ پاسکو، اب آپ کو پتہ ہے کہ قطبی ستارے پر کس کس طرح زندگی کا مدار ہے، سفروں کا مدار ہے سمتوں کے تعین کا مدار ہے۔

ہم نے آیات کھول کھول کے بیان کی ہیں، لیکن یہ مفید علم والے لوگوں کے لیے ہی ہیں، اب جس نے علم سے منہ موڑ لیا ہے۔ اور کفر کی سرحدوں سے آگے نکلنے کے لیے آمادہ نہیں ہے، وہ کس طریقے سے ان رازوں کو پاسکتا ہے، ذرا اپنا بھی تو خیال

Marfat.com

کرو، اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے آپ کو ایک جان سے پیدا کیا ہے، ایک جان سے مراد سیدنا آدم علیہ السلام ہیں، پھر ایک مقام تک آپ نے قرار پانا ہے، اور پھر ایک عرصے تک تمہیں امانت رکھا جانا ہے، ایک عرصے تک والدہ کے پیٹ میں قرار پایا ہے، والد کے صلب میں قرار پایا ہے، اور اگر دوسرا معنی لیں تو قرار گاہ یہ دنیا ہے، اور امانت کے طور پر جہاں ہم نے طویل عرصہ گزارنا ہے وہ جگہ قبر ہے، پہلے معنے میں دو باتیں ہوں گی، باپ کا صلب ہے اور والدہ کا پیٹ مبارک ہے، دوسری صورت میں یہ ظاہری دنیا کا قبر کا مقام ہے۔

ہم نے سوچ و بچار کرنے والے لوگوں کے لیے آیات کو کھول کھول کے بیان کر دیا ہے، یعنی آپ اپنے ماضی کو دیکھ لیں، کہ آپ کی آج عمر ساٹھ سال ہے تو پینسٹھ سال کی عمر میں کہاں ہوں گے، تو وہ سوچو کہ جب تم اس دنیا میں آئے تھے تو اس کے بعد تم پر جو تبدیلیاں آئی ہیں کیا وہ خود ساختہ تھیں، اگر خود ساختہ نہیں ہیں تو پھر ایک اور ذات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ جو ذات ان ساری تبدیلیوں کا منبع، ماخذ اور مرجع ہے، ان باتوں کو سوچنا ہے۔

وھو الذی انشاء کم من نفس واحدۃ......لایت لقوم یومنون

پھر وہ ذات ہے جس نے بادل سے تمہارے لیے پانی اتارا ہے، اس پانی سے کس کس انداز سے تمہیں فائدہ پہنچایا، کیا ہی نفیس صفات ہیں اللہ تعالیٰ کی۔ ہر قسم کا سبزا اس نے اگایا، پھر ایک سبزا وہ بھی اگایا جس کے اوپر ایک دوسرے پر سوار دانے لگ گئے، یہ گندم کا خوشہ تھا وہاں وہ آپ کی غذا بنے، دوسری طرف دیکھیں کھجوریں ہیں، "طلعھا" وہ گابھہ جس کے بعد کھجوریں نکلتی ہیں، قنوان جسے آپ گچھے کہتے ہیں، وہ گچھے جھک جاتے ہیں نیچے کو، وہ گابھہ اوپر کھڑا نہیں رہتا وہ اس گچھے کو نیچے جھکا دیتا ہے، اور اس سے چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں نکلتی ہیں ان ٹہنیوں پر لائینیں بنا کے کھجور لگ جاتی ہے، اب آپ اندازہ لگائیں کہ جب وہ زمین سے اگا ہے وہ میٹھا نہیں تھا لیکن گابھے سے آگے نکل کے کھجور میں مٹھاس کہاں سے آگئی ہے، پھر عجیب بات ہے کہ کہیں بھی اس کا کنکشن نہیں ہے، اس کے اندر اتنی مضبوط گٹھلی بھی پیدا ہوگئی ہے، یہ وہ باتیں ہیں جو انسان کو غور کرنے کی دعوت دیتی ہیں، اور جب انسان غور کرتا ہے، تو دوسرے مقام پر انسان کہتا ہے کتنی عظمتوں والا ہے اور کتنی برکتوں والا ہے، اور جو سب بنانے والوں سے حسین بناتا ہے۔

پھر آپ دیکھیں کہ انگور کے باغات ہیں، زیتون ہے، انار ہیں، ان کی شکلیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں، اور بسا اوقات ان کا ذائقہ بھی ایک دوسرے سے ملتا ہے، یہ "**مشتبھا**" کا معنی ہو گیا۔ "**وغیر متشابہ**" ایک جیسی شکل ہوتے ہوئے ذائقہ الگ الگ ہے۔ ایک انتہائی میٹھا ہے، دوسرا پھیکا ہے تیسرا کھٹا ہے، تو یہ الگ الگ نوعیتیں جبکہ پانی ایک ہے زمین ایک ہے درخت کی حیثیت ایک ہے، ایک ہی ٹہنی پر وہ اگا ہے، تو یہ تبدیلی کیسے پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا یہ لات اور منات کا کمال ہے، یا خالق

Marfat.com

ارض وسما کا کمال ہے۔ اگر یہ خالق ارض وسما کا کمال ہے تو اس طرف تمہاری توجہ کیوں نہیں ہوتی، پہلے تو دیکھو کہ اس پر ایک خاص موسم میں پھل آتا ہے۔ اس کے پھل کو ذرا دیکھو پھر ایک مرحلے پر وہ پکتا ہے آپ اگر اسے کچا کھانا چاہیں گے تو آپ کی زبان پر بھی منفی اثرات ہوں گے اور گلے کی تو ستیا ناس ہو جائے گی، لیکن جب وہ پک جائے گا تو اس میں ان خصوصیات کی تبدیلی کس طرح آگئی، یہ وہ کیفیات ہیں جن کی طرف قرآن پاک بار بار مشرکین مکہ کو دعوت دے رہا تھا، وہاں تو دعوت تھی ایمان لانے کی اور ہمارے لیے دعوت یہ ہے کہ انہیں پا کے اپنے دل کی دنیا کو اللہ تعالیٰ کے انوار سے یوں بساؤ کہ پتہ چلے کہ یہ ایک عظیم انسان کا سینہ ہے، ان میں آیات ہیں ایماندار قوم کے لیے، دیکھا کہ مشرکوں نے تو ماننا نہیں ہے، اس لیے قرآن پاک نے کہہ دیا کہ جو صاحب ایمان ہیں ان کے لیے اس میں ایک ایک نشانی نہیں ہے بلکہ بے شمار نشانیاں ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ابھی جن جن اجزاء سے مرکب مانا ہے ان پھلوں کو، اور جہاں تک آج سائنس پہنچ گئی ہے، یہ ایک محدود سا علم ہے ان چیزوں کے بارے میں، خدا جانے اگلی چار صدیوں کے بعد انسانی ذہن کہاں جا پہنچے گا، اور جہاں پہنچے گا پھر وہ سوچے گا کہ آیات کو نکرہ کر دیا ہے، اسے جمع رکھ دیا ہے، پھر نکرہ کیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ میرا علم انتہا نہیں ہے، میں ابھی ابتداؤں میں پھر رہا ہوں، انتہا کہاں ہوگی وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں واپس پلٹ کے ہوگی۔

و جعلوا لله شركاء الجن......تعلى عما يصفون

انہوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے، حالانکہ اللہ کریم نے جنوں کو پیدا کیا ہے، تو جو خالق ہے اس کے ساتھ اس کی مخلوق شریک نہیں ہوا کرتی، لہٰذا جن اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے بیٹے بھی بنا دیے ہیں اور بیٹیاں بھی بنا دی ہیں علم کے بغیر، جو واحد ہے لاشریک ہے، اس کا بیٹا بھی نہیں ہو سکتا اور اس کی بیٹی بھی نہیں ہو سکتی، انسانوں میں سے جناب عزیر علیہ السلام کو، جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے قرار دیتے ہیں، اور تمام فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا، اللہ تعالیٰ تو پاک ہے ان اوصاف سے جو برتر واعلیٰ ہے، وجہ یہ ہے کہ بیٹا مختلف اندازوں سے باپ کا جز ہوتا ہے، اسی طرح بیٹی جز ہے، تو جس کا جز ہے ہی نہیں اس کی اولاد کیسے ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بَدِيعُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُۥ وَلَدٌ

وہ آسمانوں اور زمین کو سابقہ نمونے کے بغیر پیدا فرمانے والا ہے، اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے

وَلَمْ تَكُن لَّهُۥ صَٰحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٠١﴾

جب کہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے، اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز کو جانتا ہے

ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ خَٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍ

یہی تو اللہ ہے جو تمہارا پروردگار ہے، اس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ ہر چیز کا خالق ہے

فَٱعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ وَكِيلٌ ﴿١٠٢﴾ لَّا تُدْرِكُهُ

اس کی عبادت کرو، وہ ہر چیز کا کارساز ہے، آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں، اور وہ احاطہ فرماتا ہے

ٱلْأَبْصَٰرُ وَهُوَ يُدْرِكُ ٱلْأَبْصَٰرَ وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ٱلْخَبِيرُ ﴿١٠٣﴾

آنکھوں کا وہ بے حد لطیف اور خبر رکھنے والا

قَدْ جَآءَكُم بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِۦ وَمَنْ عَمِىَ

ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصیرتیں آگئی ہیں، تو جس نے بصیرت کو استعمال کیا اس کی اپنی جان کے لیے مفید ہوگی، جو اندھا

فَعَلَيْهَا وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ﴿١٠٤﴾ وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ

بنا رہا تو اپنے لیے نقصان کرے گا، میں تمہارا کوئی نگران نہیں ہوں، اسی طرح ہم کھول کھول کے

Marfat.com

علتِ غائی کہا جاتا ہے، علت غائی کے بغیر کام نہیں چلتے ہیں، اگر ملازم کو یہ پتہ ہے کہ مجھے تنخواہ نہیں ملنی ہے تو وہ بے دلی سے کچھ دن کام کرے گا پھر اسے چھوڑ دے گا، اس لیے کہ وہ جو علت غائی ہے، اسے حاصل نہیں ہو رہی ہے، اگر طالب علم کو پتہ ہے کہ مدرسے میں استاد مہینے کی چھٹی پر ہے، تو وہ سمجھے گا کہ میں نے مدرسے میں جا کے کیا لینا ہے، جس نے پڑھانا ہے وہ تو موجود ہی نہیں میں بھی گھر بیٹھوں گا، تو ہر بات کی علت غائی یا مقصد آخر جس کے لیے وہ کام ہو رہا ہوتا ہے، اگر وہ درمیان سے ہٹ جائے تو کام نہیں ہوتا، ہر بات کے پیچھے ایک غرض ہوتی ہے، ایک علت ہوتی ہے، ایک سبب ہوتا ہے۔

اب یہ کائنات جو اتنی وسیع ہے، جس کا کنارہ ہمیں نہیں ملتا، پھر اس میں یہ روشنی جو سورج بکھیر رہا ہے، چاند جو اپنی رعنائیوں کو عام کر رہا ہے، یہ پھول جن کی مہک کو لے کے ہوا لوگوں کے مشام جام کو معطر کر رہی ہے، کیا یہ ساری باتیں اسی طرح کر دی گئی ہیں، ان کی غرض کوئی نہیں ہے، ان کا مطلب کوئی نہیں ہے، ان کی کوئی غرض ہونی چاہیے، کوئی مطلب ہونا چاہے، اس مطلب کو حدیث پاک نے یوں بیان فرمایا! کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک محفل میں بیٹھے ہیں، ایک صحابیؓ عرض کرتے ہیں، جن کا نام نامی جابرؓ ہے، یارسول اللہ! اللہ کریم نے سب سے پہلے کسے پیدا کیا تھا، جواباً ارشاد ہوتا ہے، "اول ماخلق اللّٰہ نور نبیک یا جابر" جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور بنایا تھا'' وہ روشنی بنائی تھی، جس روشنی سے آگے تخلیق کائنات ہوئی ہے۔

تو اب سب سے پہلا وجود باجود جو ہے روحانی انداز سے وہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا ہے، وہ سب سے پہلے موجود تھے، دوسری حدیث میں آتا ہے۔

''میں تب بھی نبی تھا جب آدم ابھی مٹی اور پانی کے مراحل سے گزر رہے تھے''۔

اس حدیث سے واضح بات جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ میٹریل تو ابھی موجود نہیں تھا، سرکار کا وجود کسی اور انداز سے تھا، میٹریل کے بعد وجود بنتا ہے، تو جس کا وجود میٹریل کا محتاج نہ ہوا پنے وجود میں وہ اپنی بقا میں بھی میٹریل کا محتاج نہیں ہوتا، لہٰذا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس انداز سے سب سے اول ہیں، تو جب سب سے اول ہیں تو وہ ذکر خدا میں بھی سب سے اول ہیں، آئے سب سے آخر میں ہیں، آج قبر میں تشریف فرما ہیں، تو ارشاد عالی یہ ہے، صحابیؓ نے پوچھا محفل میں آ کے ابوداؤد شریف اور باقی حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے، کہ یارسول اللہ آج تو ہم آپ کی محفل میں بیٹھے ہیں ذکر بھی ہو رہا ہے اور درود بھی ہو رہا ہے، اللہ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، جب آپ اس دنیا میں نہیں ہوں گے، اپنی قبر میں ہوں گے، "وقد ارمت'' اور وہاں کیفیت یہ ہوگی کہ اس لفظ کا ترجمہ دربار رسالت میں کرتے ہوئے بے ادبی کا احتمال ہے لیکن بات سمجھانے کے لیے میں عرض کر رہا ہوں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو درمیان سے ایک طرف کر کے لفظ پر بحث کر رہا ہوں، کہ ارمت کا لفظی معنی کیا ہے، اس کا مطلب ہوتا ہے کہ پرانا ہو کے گلنے سڑنے لگ جانا، جس طرح قبر میں مردے کی کیفیت ہوتی ہے، وہی کیفیت صحابی

الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

آیات بیان کرتے ہیں ، تاکہ وہ کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھا ہے، اور تاکہ ہم بیان کریں علم والی قوم کے لیے ،

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ

محبوب آپ کی طرف رب کریم جو وحی فرماتا ہے، اس کے پیچھے پیچھے چلیں ، اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں ، منہ موڑ لیں ،

الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ

مشرکوں سے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے ، ہم نے آپ کو ان کا

حَفِیْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ

نگران نہیں بنایا ، اور نہ ہی آپ ان کے ذمہ دار ہیں ، ان لوگوں کو گالی نہ دو جو

یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے جن کی یہ عبادت کرتے ہیں ، وہ اللہ تعالیٰ کو (جانے بغیر زیادتی کریں گے) اور گالی بکیں گے ، اسی طرح ہم نے مزین کر رکھا ہے

لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا

ہر امت کے لیے ان کے عمل کو، پھر رب کریم کے ہاں واپسی ہوگی اور پھر وہ بتائے گا جو تم

یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ

عمل کرتے تھے ، انہوں نے پکی قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی آیت آجائے تو

لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا

ضرور اس پر ایمان لائیں گے، آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں آیات، مسلمانو! تمہیں کیا پتہ کہ جب

جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ

آیات آبھی جائیں تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے، ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پلٹ دیں گے، جیسا کہ وہ

يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱۰﴾

ایمان نہیں لائے، پہلی دفعہ والے معجزات پر، ہم پھر ان کی سرکشی میں انہیں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیں گے

بدیع السموٰت والارض......وھو بکل شئی علیم

اسی عقیدہ توحید کے بارے میں دلائل دیتے ہوئے فرمایا، یہ وسیع آسمان یہ زمین اس کا پہلے نمونہ کوئی نہیں تھا جو بھی کوئی چیز بناتا ہے اس کے سامنے کوئی نہ کوئی مثال موجود ہوتی ہے، یہ بے مثال تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق فرمائی، یہ بتاؤ کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے بیٹے مان رہے ہو کہ بیٹا تب ہوتا ہے کہ جب کوئی بیوی ہو، جب بیوی ہی نہیں ہے تو اولاد کہاں سے آئے گی، وہ ہر شے کا خالق ہے، دو باتیں ہوئیں کہ وہ خالق ہے اور ہر شے کو جانتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ تخلیق کر کے چھوڑ دے اور اسے اس تخلیق کا علم نہ ہو تو یہ تخلیق ہر ہر قدم پر کلیش کی زد میں آ کے تباہ و برباد ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ ہر شے کو جانتا ہے، اسے ایک انداز سے چلاتا ہے، کتنا وسیع علم ہے اور یہ سارے کا سارا علم اس شے کے ساتھ وابستہ ہے جو جسم رکھتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا علم صرف جسمانیات تک محدود نہیں ہے، جب آپ یہاں کھڑے ہو کے سوچیں گے تو اللہ تعالیٰ کے بے حد وسیع علم کے سمندر میں آپ ایک تنکا بھی نہیں ہیں، جس کا آپ کسی حد تک اندازہ لگا سکیں، وہ ہر چیز کا خالق بھی ہے اور ہر چیز کو جانتا بھی ہے۔

ذلکم اللہ ربکم......وھو علی کل شئی وکیل

جب یہی باتیں ہیں تو اسی کو اللہ مان لو کہ وہی تمہارا پروردگار ہے، تیسری صفت آ گئی، خالق بھی وہ ہے، تمہاری ضرورتوں کو جان

Marfat.com

کے پورا کرنے والا بھی وہی ہے، اور تمہاری تربیت بھی وہی کرتا ہے، کہ پیدائش کے وقت تمہاری کیا کیفیت تھی، اور اب جب تم ایک لکھے پڑھے انسان بن گئے ہو، اس نے تمہاری تربیت کی ہے، جب یہ تین باتیں سمجھ رہے ہو تو پھر اس کے بغیر عبادت کے لائق کوئی اور کیوں ہوسکتا ہے، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو عبادت بھی اسی کی ہونی چاہیے، پیدا تو اللہ تعالیٰ کرے اور عبادت کے لیے ہبل درمیان میں آٹپکے، یہ کوئی عقل وشعور کی بات نہیں ہے، وہ ہر چیز کا کارساز ہے، وکیل ذمہ دار کو کہتے ہیں، وکالت اس کا مصدر ہے، تو یہاں بھی اسے اس لیے وکیل کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ اس مقدے کا ذمہ لے لیتا ہے، تو جو ہماری ساری حیات کا ذمہ دار ہے، وصال کے بعد کے کوائف کا بھی وکیل وہی ہے۔

لا تدرکه الابصار وھو یدرک الابصار..... وھو اللطیف الخبیر

اب اصل ذات کی طرف اشارہ کیا، کہ اسے نگاہیں اپنے احاطے میں نہیں لے سکتیں، وہ نگاہوں کو احاطے میں لے آتا ہے، تمہاری نگاہیں محدود ہیں، اللہ تعالیٰ غیر محدود ہے، بھلا محدود غیر محدود کو اپنے گھیرے میں لے لے، یہ تو بات ہو ہی نہیں سکتی، لیکن نگاہیں چونکہ مخلوق ہیں اور وہ محدود ہیں، تو وہ لامحدود کے احاطے میں آجاتی ہیں، اب اس کی دلیل دی، کہ نگاہیں اسے گھیر نہیں سکتیں، کیونکہ وہ بیحد لطیف ہے، اور جو لطیف چیز ہوتی ہے وہ نظر نہیں آتی، ہوا لطیف ہے وہ آپ کو نظر نہیں آتی، جن لطیف ہے وہ آپ کو نظر نہیں آتا، فرشتہ لطیف ہے وہ آپ کو نظر نہیں آتا، تو جو لطیف ہے وہ نظر نہیں آتا، لیکن وہ آپ کو پالیتا ہے، اس لیے کہ وہ خبیر ہے، اب جو پہلے دو دعوے تھے دو صفات نے آکے ان کی دلیل مہیا کردی۔

قد جاء کم بصائر من ربکم......وما انا علیکم بحفیظ

تمہارے پاس رب کی طرف سے بصیرتیں آگئی ہیں، انہوں نے ترجمہ نشانیاں کیا ہے، بصائر بصیرت کی جمع ہے، جو نگاہ دیکھتی ہے اسے بصارت کہتے ہیں، اور جو دل دیکھتا ہے اسے بصیرت کہتے ہیں، یہاں بصائر سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصیرتیں ہیں جو آپ کے دل میں رکھ دی گئی ہیں، اگر آپ دل کو استعمال کریں گے تو یہ اتنی بڑی دولت ہے آپ کے پاس، کہ پھر ساری کائنات کو اپنی لپیٹ میں سمیٹ کے کہے گا کہ "کچھ اور بھی ہے وہ بھی اس میں ڈال دو"۔ جو دیکھتا ہے اور ان بصیرتوں کو پاتا ہے، وہ اپنی جان کو نفع پہنچاتا ہے، اور جو ان بصیرتوں کی طرف سے اندھا رہتا ہے، تو اسے نقصان بھی خود ہی ہوتا ہے۔

آپ محبوب ﷺ فرمادیں میں تمہارا نگران تھوڑا ہی ہوں، میں نے تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھانا ہے، جو اس راستے پر نہیں چلتا اسے ڈنڈے کے ذریعے اس راستے پر نہیں چلایا جاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان اختیاری کیفیت کا نام ہے، اب اگر سرکار علیہ السلام اس انداز سے پیچھا کریں کہ لازماً آپ نے نیکی کرنی ہے، تو یہ مجبوری کا ایمان بن جائے گا۔

Marfat.com

وکذلک نصرف الایت ..... و اعرض عن المشرکین

ارشاد فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے، ہم آیات کھول کھول کے بیان کرتے ہیں، اب وہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے، درس کا معنی ہوتا ہے کسی سے پڑھ لینا، وہ یہ بات بھی کہیں گے، اور ہم کھول کھول علم والی قوم کے سامنے ان حقائق کو بیان کریں گے، محبوب ؑ آپ انہیں بتا دیں کہ مجھے حکم ہے، کہ جو مجھ پر رب کی طرف سے وحی ہو اس پر آپ نے عمل کرنا ہے، اور اپنے غلاموں کو اسی پر عمل کرنے کا حکم دینا ہے، اور اس وحی میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں، اب اگر مشرک نہیں مانتے، تو آپ ان سے رخ موڑ لیں، آپ کا جو کام تھا وہ پورا ہو گیا۔

ولوشاء اللہ ما اشرکوا .... وما انت علیھم بوکیل

اب اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے، یہ ان کے ایک اعتراض کا جواب ہے، وہ کہتے کہ ہمارے باپ دادے لکڑ دادے آپ کے مطابق مشرک تھے، تو پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشرک بنایا ہے، اللہ تعالیٰ اگر ہمیں ایمان دے دیتا تو ہم ادھر آ جاتے، قرآن پاک نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے، محبوب ؑ آپ ان کے نگران نہیں ہیں، پہلے اوپر فرمایا تھا کہ آپ نگران نہیں ہیں، یہاں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے، یعنی ہم نے بھی نگرانی چھوڑی ہوئی ہے، کیوں چھوڑی ہوئی ہے تا کہ ایمان اختیاری ہو، نہ اللہ تعالیٰ جبر فرماتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ؑ جبر فرماتے ہیں، ایمان اختیاری رہنا چاہیے، آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں، ان کے اعمال انہیں جہنم لے کے جاتے ہیں تو یہ جہنم جائیں، جنت لے کے جاتے ہیں تو جنت جائیں، چونکہ اعمال پر انہیں اختیار حاصل ہے۔

ولا تسبوا الذین یدعون ......فینبھم بما کانوا یعملون

اب یہاں ایک قائدہ کلیہ بتایا جو مسلمانوں نے سب سے پہلے آ کے ذکر کیا، آپ اگر سابقہ کتابیں دیکھیں تورات کو ملاحظہ فرمائیں تو وہاں باطل معبودوں کے لیے شدید الفاظ ہیں، اب دیکھیں ایک آدمی انجیل لے کے آتا ہے انجیل پیش ہوتی ہے، وہاں یہ بات بھی موجود ہے کہ اسرائیلیوں سے باہر انجیل کو پیش نہ کیا جائے، اور تشبیہ کے لیے الفاظ کیا ہیں، انجیل کو اسرائیلیوں کے بغیر لوگوں کے سامنے پیش کرنا گویا خنزیر کے گلے میں موتی ڈالنے کے مترادف ہے، تو اس قسم کی سخت باتیں کرنے کی قرآن پاک نے اجازت نہیں دی، یہاں اسی بات کی طرف اشارہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے جن کی یہ عبادت کرتے ہیں ان کو گالیاں نہ دو، وہ جوابی طور پر اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں گے جس کا انہیں علم نہیں ہے اور یہ بڑی زیادتی کی بات ہوگی، لہذا تم ایسے الفاظ زبان پر نہ لاؤ، تم بدی کو مٹانے کے لیے آئے ہو، جب تمہاری زبان پر ایسے الفاظ آ جائیں گے تو جوابی طور پر معبود برحق کے لیے وہ بھی ایسے الفاظ استعمال کر دیں گے، ہر گروہ کے کچھ اعمال ہیں، وہ انہیں بڑا مزین سمجھتے ہیں، کسی اور طرف آنے کے لیے تیار نہیں

Marfat.com

ہوتے، انہیں صرف یہ بتا دیجئے کہ ان سب کی واپسی اللہ تعالیٰ کے پاس ہونی ہے، وہ ان کے اعمال کا تجزیہ فرما کے بتائے گا کہ ان کے اعمال کیا تھے۔

وا قسموا باللہ جهد ایمانهم .... ونذرهم فی طغیانهم یعمهون

اب وہ مختلف معجزات دیکھنے کے بعد کہتے تھے بڑی پختہ قسمیں کھا کے، اس بات کی قسم اُس بات کی قسم کہ اگر اب کوئی نیا معجزہ آجائے تو اسے یقیناً مان لیں گے، لازماً ایمان لے آئیں گے، اللہ کریم نے اپنے محبوب رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ فرما دیں کہ معجزے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، مسلمانو! تمہیں ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ معجزے آبھی گئے تو بھی

ان کے دل ان کی نگاہیں الٹ پلٹ ہوتی رہتی ہیں، اگر انہوں نے معجزہ ماننا تھا تو پہلے جو معجزے آئے تھے انہیں کیوں نہیں مانا تھا، پہلے سے مراد سابقہ انبیاء کے معجزے بھی ہیں نبی علیہ السلام کے معجزے بھی ہیں، ہم انہیں بھٹکنے کے لیے ان کی سرکشی میں آزاد چھوڑ رہے ہیں، جدھر بھی جانا چاہتے ہیں چلے جائیں، ان آیات سے یہ بات واضح طور پر پتہ چلتی ہے کہ کج رو لوگ کجروی کے لیے دلائل کا سہارا لیتے رہتے ہیں، بڑی سے بڑی دلیل بھی سامنے آجائے اسے مانیں گے نہیں، کیا اس سے بڑی دلیل بھی ہوتی ہے کہ آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں، ڈوبا ہوا سورج واپس آجائے، درخت دوڑ کے پاس آجائیں، پتھر سلام پیش کریں، تو یہ دلائل نہیں ہیں، کہ پھر ایک اور دلیل آجائے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دلائل کی قطار دیکھنا چاہتے ہیں، ایمان لانا نہیں چاہتے۔

☆☆☆☆☆☆

تکمیل پارہ واذا سمعوا ۷

تکمیل جلد سوم

بدھ ۱۷/ مارچ ۲۰۰۴

مفسر القرآن: سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی خادم القرآن: حافظ عرفان علی

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
نیکی یہ ہے کہ راہ خدا میں محبوب چیز دی جائے	1	نبی کا قبر میں رزق	50
سیدنا یعقوبؑ نے اونٹ کا گوشت کیوں چھوڑا	2	برزخ میں غذا	51
مکہ مکرمہ کا نام بکہ بھی ہے	3	حضورؐ کا عطا فرمودہ نظریہ نہ چھوٹے	52
تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں	5	میرے غلاموں کو اذیت نہ دو	53
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق، تقویٰ کیا ہے	7	رہبوں پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	54
زندگی وحدت ہے اتحاد ملت کی حقیقت	9	دور فاروقی میں وہ صنعاء سے آئی تھی	55
ایک اور حسین مثال	11	راہ خدا میں تکلیفوں کی کوئی حیثیت نہیں	55
تبلیغ کی ضرورت واہمیت	13	وما استکانوا کی تحقیق	56
اجتہاد کی غلط تشریح	14	دو گروہوں کا ذکر	58
عبرت اور۔۔۔ زندگی	17	کفر کی طرف نہ پلٹنا انفرادیت باقی رکھنا	62
مسلمان کیسے سب قوموں سے افضل ہیں	18	ابوسفیان بھاگ کھڑا، صحابہ کی جان نثاری	63
قرآن پاک کی ایک پیشگوئی	20	نافرمانی رسول علیہ السلام شکست کا سبب بنی	64
ذلت اور مسکنت، یہود کی اصلیت	21	کچھ ہو نبی کا ساتھ نہ چھوڑو	65
سب یہود ایک جیسے نہیں	24	حضرت عثمانؓ پر اعتراضات	66
خرچ شدہ مال کا ثواب نہ ہوگا	25	منافقوں نے کہا یہاں رہتے تو مرتے نہ	72
تعلق داریاں اور رشتہ داریاں	28	عمرو بن عاص اور انکے صاحبزادے عبداللہ	73
ھندو کا نظریہ	29	بدر کا واقعہ اور علم مصطفیٰ علیہ السلام	74
عبداللہ بن ابی چل پڑا	32	غلاموں کے لیے تین باتیں	75
بنو حارثہ اوسی اور بنو سلمہ خزرجی کا انداز	33	غلاموں سے نگاہ نہ ہٹائیں	76
صحابہ کی جان نثاری	34	نعم الامیر علی باب الفقیر	77
میدان بدر میں مدد	35	امام مالکؒ اور امام شافعیؒ	78
فرمان رسولؐ انہیں بخش دے	37	کیمونسٹ انقلاب	79
سود کا ظالمانہ رواج	40	تم نے انکے ایک سو چوبیس کو سزا دی	80
سود پر عمدہ کتابیں	41	مردہ گمان نہ کرو	81
جنت کی وسعت	42	ذکر خدا غذا بن جاتا ہے کئی مثالیں	82
دولت کی تباہی	42	زخمی بھی جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے	84
غصہ پی جانا، چار باتیں	43	تکالیف کے باوجود میدان نہیں چھوڑا	85
گناہوں کی بخشش	44	یہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے	86
توبہ توبہ یہ ایذائیں	45	اب فیصلہ ہوگا پیش گوئی ہے	87
لفظ پاک محمد واحمد علیہ السلام کی توضیح	47	مسئلہ علم الغیب۔ تحقیق امت	88
وجود اول سید کل علیہ السلام کا ہے	49	علم ربانی کی وسعتیں	90

کیوں ناکام ہوئے	91
سچی تعلیم اور ترقی کے معنی	92
طالب علموں سے خطاب	93
صبر کی کمی کا نتیجہ	94
سب عقل کھو بیٹھے	97
تم پیٹھ پھیر کے دیکھ چکے	98
کتب کیا ہے	98
بحکم کلی اور تقویٰ	99
چار قسمیں	100
تفرقہ نہ کرو	100
حمایت کفر کی اس ہی طرف منسوب کر	101
پچاس سال میں ہم نے کیا کیا	102
حجاب سے حقیقت تک پہنچ	105
خاتمہ دعوت ذکر ہے	105
حاجی سے بڑھ کر حضور ﷺ ہیں	106
یتیموں کے ساتھ محبت کرے	106
عمل کسی کا ضائع نہیں ہوتا	107
کافروں کے چلن میں	107
چار قسمیں ضروری	108
سورۃ النساء	108
مساوات انسانی ضروری ہے	111
تحقیق حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ	112
یتیموں خصوصاً لڑکیوں کی پرورش	112
تعداد ازدواج اور انبیاء بنی اسرائیل	113
مہر کا وجوب	113
یتیموں کو مال حوالے کب دیں	114
حولیوں کے احکام	114
وراثت کے جاہلانہ انداز	115
اسلامی نظام میراث	118
جاگیرداری پر ضرب	119
بچوں اور بچیوں کے حصے	120
بچوں کے ساتھ ماں باپ کا حصہ	120

کلالہ کی صورت میں تقسیم	121
حضرت سعدؓ کے بعد سے مسئلہ حل	122
بیوہ سے سلوک کیجیے	122
بچے اور عورتیں وارث	123
تحفہ بچی کا حصہ	124
جہالت کے تقاضے اور میراث	127
بے حیائی کے ارتکاب پر روک	128
مرتے وقت توبہ نہیں	128
مرد عورت دونوں کی حد ہو	129
توبہ کیا ہے	129
عورت ورثہ میں	130
دو حق بچہ	130
برائی کے ساتھ توبہ ہے	131
دو خریدار اور تمن مرض	133
دو قسم	134
بیمار و قبض نہ و	134
اثر اسے نکاح	135
باپ کی منکوحہ سے نکاح	135
عورت کا مہر اس کا حق	135
ان سب مسائل کا خلاصہ	136
حرمت کی تین قسمیں	138
حرام خواتین کی فہرست	138
ایک حدیث سے تائید	139
سابقہ معاف آئندہ ایسا نہ کرو	139

حرمت کی تین قسمیں	140
انداز رحمت	142
غلاموں کا مقام	143
لونڈی کا بھی رشتہ مانگو	143
لونڈی کو اولاد اور وراثت	144
لونڈیاں نہیں غنیات، انکے حقوق	146
ایک تاریخی واقعہ	148
قانون کی پابندی	150
معاشرہ اپنی جان ہے	151
انسانی صلاحیتیں اور ان کا استعمال	153
وراثت سب حقداروں کو ملے گی	154
مواقع سب کے لیے۔ گھر کا سربراہ مرد	156
تفسیر بالقرآن والحدیث	157
خواتین کے اوصاف	158
معاشرتی زندگی میں الجھاؤ	159
میاں بیوی بجتی کیسی ہو	160
اب کیا صورت ہو	161
۔۔کا ساتھی اور دیگر لوگ	164
شدید عذاب، رسوا کن عذاب	165
رزق ذاتی نہیں ہے	165
حضورؐ کا علم عطائی ہے	166
رسولؐ کا نافرمان	167
شراب کا نشہ۔ جنابت اور نماز	169
تیمم کا جواز	169
غائط کی تشریح	170
وضو اور تیمم میں فرق	171
یہودی کی عادات وخصائل	174
امتوں کے محافظ نبی	176
چہرے مسخ ہونے سے مراد	177
اسلام کا نظام نافذ نہ ہوگا	178
قرآن سے رخ موڑنے کی سزا	178
شرک کی سزا اور مشرک قومیں	179
جبت کیا ہے، منگل بدھ کا گوشت	184
کافروں کی حمایت	185
فتیل اور نقیر کا معنی	186
نو کا ہندسہ اور حیات مصطفیٰ	187
چمڑے تبدیل مگر تا نہیں	188
امانت کا مطلب	189
دو اطاعتیں، پہلی حدیث، دوسری حدیث	193
تفسیری حدیث پاک، طاغوت کا مطلب	194
الجزائر کی حالت زار، طالبان اور امریکہ	195
ایک یہودی۔ ایک منافق کا فیصلہ	196
ایک فوجی میجر----------	197
در رسولؐ کی حاضری۔ سوال، جواب	198
کیا روضے کی نیت سے جانا شرک ہے	199
ایک شاعر کا واقعہ	200
پختہ یقین، انعام یافتہ لوگ کون ہیں	201
صدیق، شہداء	202
صالح۔ ایک واقعہ	203
قادیانی کی غلط فہمی کا جواب	204
جنگی قواعد۔ اصل زندگی	206-7
مستکبرین، مستضعفین	208
محمد بن قاسم۔ طاغوت کا راستہ	209
عددی، عسکری برتری	210
دوسرے نمبر کے مجاہدین، فاتحین ہند	210
منافقین کی چال	214
مسلمان موت سے کیوں نہیں ڈرتا	214
بظاہر خطاب نبیؐ کو مگر حقیقتاً امت کو	215
کاش میں دور نبوی میں ہوتا	215
راہ انقلاب کی مشکلات	216
افواہیں۔ ہر دور میں	218
آزمائشیں اور انقلاب	218
سفارش کا اسلامی نکتہ نگاہ	220
السام علیک جواب وعلیک	221

Marfat.com

آزمائش کی مدنی زندگی	224
حضور ہو منافق بکھاور چاہتا ہے	224
معاہد اور غیر معاہد کا فرق	225
امن والی پارٹی	226
قتل بڑا جرم ہے	229
قتل خطا کی سزا۔ تفصیلی احکام	230
دیت کی معافی۔ دیت کی رقم	230
معاہد کی بھی دیت ہے	232
سریہ (جتھا) کی ضرورت	233
اسامہؓ نے ماردیا حضورؐ کی ناپسندیدگی	234
کسریٰ کے قالین کے ٹکڑے ہوگئے	235
بلاعذر میدان جہاد سے ہٹنا	236
عثمانؓ وحیدرؓ میں یہ تفریق کیوں	236
ہجرت میں مشکلات	239
مراغما کی تشریح و تفسیر	240
نماز قصر اور اسکے احکام	242
سب حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے تھے	243
نماز اکٹھی کیوں ہو	244
حضورؐ کے فیصلے مشاہداتی ہوتے ہیں	246
مافی الارحام کا علم	247
آٹے کی بوری چوری ہوگئی	247
مولانا تھانوی کا حوالہ	248
اللہ تعالیٰ کا ساتھ کیسے	249
چھوٹی اصلاحی تنظیمیں	249
واقعہ طعمہ سے خاص نہیں	250
حضورؐ کو کوئی غلطی میں نہیں ڈال سکتا	252
ماکان ما یکون پر اعتراض	253
آداب محفل	254
اتھوڑے نے قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دیئے	255
امام شافعیؒ نے اجماع امت پر دلیل دی	256
امت شرک نہیں کرے گی	258
یدعون بمعنی عبادت ہے	258
شیطان کی لغویات	260
حضرت اجمیری اور آگ	260
حضرت جنید اور ایک عورت	262
خلیل کون ہوتا ہے	268
دور جاہلیت میں نکاح کے انداز	269
ایک روحانی علاج	270
ایک سے زائد بیویوں سے برتاؤ	271
تقویٰ کے تین فوائد	271
انصاف کی اہمیت	275
سوئے حدیث پاک	275
علم الاعداد کا ایک نکتہ	276
لفظ بشارت پر فقیر کی نئی تحقیق	277
الم نستحوذ علیکم کا معنی	278
دوستی صرف مسلمان سے	280
دیوبند کی سیاست اور مسلمان	281

Marfat.com

عنوان	صفحہ
برائی روکنے کا طریقہ	283
نیکی کے تین طریقے	283
تین گروہ	284
ہمیں رب سامنے نظر آئے	286
یہودیوں کے خلاف دفعات	288
یوسف نجار فرضی قصہ ہے	289
عیسیٰ نہ مصلوب ہیں نہ مقتول	289
بل رفعہ اللہ الیہ	290
بقول مرزا وہ کشمیر میں مدفون ہیں، اسکی تردید	290
قرآن کریم کی پیش گوئی	291
ایک اہم واقعہ	292
سود کی حرمت سابقہ کتب سے	293
مقیمین کیوں ہے اسے مرفوع ہونا چاہئے	294
وحی کے معنی اور اقسام	296
مولوی حسین علی استاد مولوی غلام خان	297
اللہ تعالیٰ اور فرشتے گواہ ہیں	299
غلو کا معنی	300
حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ اور روح اللہ کیسے ہیں	301
عیسائیوں کے فرقے	302
تثلیث اور تری مورتی	303
قدیم چین کا تاوو، تینوں مشرک	304
توحید ذاتی، صفاتی، افعالی	305
نسبت عبدیت کی عظمت	307
نیک اولاد کی دعا	307
حضورؐ برحان ہیں مختلف انداز	308
کلالہ کی تشریح	312
سورہ المائدہ۔ تعارف	313
عہد کی اہمیت	316
ہر شے مباح ہے جب تک دلیل حرمت نہ ہو	317
ھدی کیا ہے	318
ارشاد نبوی فلاں قبیلے کا اس نام کا آدمی آرہا ہے	318
دشمنی کا انداز بدل دو	319
حرام چیزیں	320
ما اھل بہ لغیر اللہ کا معنی	321
منخنقہ، موقوذہ وغیرہ کا معنی	322
شکار اور اس کے مسائل	325
جوارح اور مکلبین کی وضاحت	325
اہل کتاب کا کھانا اور خواتین سے شادی	326
وضو کے فرائض، سنت کا مقصد	329
الی المرافق کی تحقیق	330
وارجلکم کا عطف کس پر ہے	331
حضرت عثمانؓ نبوی وضو فرماتے ہیں	332
سیدنا موسیٰ کاظم کی تائید	333
تیمم کی مٹی	334
دین آسان ہے	335
انصاف سے شہادت	336
عدل سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے	337
پھر تلوار ہاتھ سے گر گئی	338
کافروں نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھائے۔ فکر اقبال	339
بارہ آدمی مقرر فرمائے شام کی حالت دیکھیں	340
دس نے ڈرایا دو نے ہمت باندھی	341
نگاہ موسیٰ اور نگاہ مصطفیٰ	341
منبروں کے خطابات	342
یہود کی فطرت کج، فارقلیط بھی بدل دیا	343
عبادت نے بات ---- واضح کر دی	344
نوٹ، انگریزی عبارت	345
محبوبؐ کچھ تمہارے راز بتا دیں گے	347
بقول مودودی حضورؐ نور ہیں گستاخوں کی مخالفت	348
نور اور کتاب مبین	349
عیسائیوں کے شرک کے تین انداز	351
مولانا تھانوی نے نکتہ پیدا فرمایا	352
ابن کے دو معانی۔ نحن ابناء اللہ	353
مبلغہ ڈاکٹر	353
بشیر و نذیر آگئے	355

Marfat.com

کے ذہن میں ہے، آپ تو قبر میں بوسیدہ ہو چکے ہوں گے، تو پھر درود کیسے پڑھا جائیگا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوابا ارشاد فرمایا! ''اللہ نے زمین کے لیے یہ بات حرام کردی ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھا سکے''۔نبیوں کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی، اس کی آگے تفسیر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی، کہ اللہ کا نبی تو زندہ ہوتا ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے۔

اب یہاں دو تین باتیں ہیں جن پر ہم نے غور کرنا ہے، پہلی بات یہ ہے کہ صحابی کا خیال عام مردوں کے متعلق یہ تھا کہ وہ گل سڑ جاتے ہیں، تو کیا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی یہی کیفیت طاری ہوگی، اس کا جواب سرکار نے نفی میں دیا، کہ مجھ پر یہ بات طاری نہیں ہوگی، سارے نبیوں کی یہی کیفیت ہوتی ہے، کہ مٹی انہیں کھاتی نہیں ہے، جس کی عادت کھانا ہے، لیکن نبیوں کو یہ نہیں کھاتی، اس لیے نہیں کھاتی کہ نبی اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے، اور جو زندہ شے ہے اسے قبر نہیں کھایا کرتی، آپ دیکھیں نا آپ زمین پر بیٹھیں مٹی پر بیٹھے رہیں طویل عرصے تک مٹی پر بیٹھے رہیں، مٹی آپ کو نہیں کھائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے پتہ ہے کہ اس میں زندگی ہے، جب زندگی نہیں رہے گی تو مٹی نے چھوڑنا نہیں ہے، اب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کی تردید فرمائی، کہ نبی کو غیر نبی پر قیاس نہ کیا جائے، یہ قیاس مع الفارق ہے منطق کی زبان میں، ایسا قیاس ہے کہ ایک قیاس تب ہوتا ہے جب دوسری شے اس جیسی ہو، جب شے اس جیسی نہ ہو تو قیاس اس پر نہیں کیا جا سکتا، نبی قبر میں ہو تو وہ زندہ ہوتا ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے، اب رزق کیا ہوتا ہے، یہ بھی قابل غور بات ہے، ایک تو وہ رزق ہے جس کے ہم عادی ہیں، اب اگر یہ کہا جائے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ ہے، اور چار ماہ کے بعد اس میں زندگی آگئی تھی، تو کیا وہ بچہ یہ کہہ سکتا ہے کہ جو غذا ماں کے وجود میں میری ہے، وہی غذا ان کی بھی ہوگی جو دنیا میں چل پھر رہے ہیں، اگر وہ یہ سوچے گا تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ قیاس ملع الفارق ہے، ماں کے پیٹ میں جو غذا ہے وہ بیرونی دنیا میں آ کے غذا نہیں رہتی، اور بیرونی دنیا میں جو ابتداء میں غذا ہے وہ سال دو سال کے بعد نہیں رہتی، اب جب اس دنیا میں اور ماں کے پیٹ میں غذا کا فرق ہوا ہے تو ہم تسلیم کرتے ہیں، آگے بھی تسلیم کر لینا پڑے گا کہ برزخی دنیا میں جا کے جو اللہ نے ہمیں رزق دینا ہے اسے اپنی روٹی پر قیاس نہ کیا جائے، اسے اپنے پانی پر قیاس نہ کیا جائے، جسطرح بچے کی ماں کے پیٹ کے اندر غذا اور ہے اور بیرونی دنیا میں دو سال تک غذا اور ہے اور بعد کی غذا اور ہے، اسی طریقے سے برزخی دنیا کی غذا اور ہے، کہ جہاں دنیا بدل جاتی ہے تو وہاں پورا ماحول بدل جایا کرتا ہے، لہذا وہاں کی غذا اور ہے، اب یہ سوال کرنا کہ وہ جب کھاتے ہیں تو پھر روٹی وہاں کہاں سے آتی ہوگی، یہ تو اسی بچے والی بات ہوگی کہ جب وہ کہے کہ میں ماں کے پیٹ میں روٹی نہیں کھاتا تو باہر والا روٹی کیوں کھاتا ہوگا، یہ قیاس غلط ہوگا۔

اب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ نبی کو رزق دیا جاتا ہے اس کی وضاحت ہم ایک اور حدیث سے کرتے ہیں، وہ حدیث یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلسل روزہ رکھا افطاری نہیں فرمائی، پھر سحری نہیں فرمائی، پھر آگے افطاری نہیں فرمائی،

Marfat.com

نبوت اور حکومت ملی	357
ارض مقدسہ کونسی ہے آج کا اسرائیل	358
دو مردان حق	358
یہودیوں کا صحابہؓ سے موازنہ	359
ہابیل وقابیل، بدی اور نیکی	362
دفاع کا حق اور ظالم کی قیادت	363
ایک کا قتل کائنات کا قتل	364
علیہ خون کی پیش گوئی	364
احسان فراموشی اور صحابہ کا قتل	365
مغرب کا پروپیگنڈہ غلط ہے	365
امام اعظمؒ نے تین شرطیں رکھی ہیں	366
ایک جج سے گفتگو	367
وسیلہ کیا ہے	369
وسیلہ کیوں اور کیسے	370
مرشد کی بیعت	371
چوری کے ثبوت کی شرطیں	371
رب کریم محبوبؐ رحیم کو تسلی دیتے ہیں	375
سحت کا معنی اور یہود	376
اولیاء اور علماء نے تورات کی حفاظت کی	379
خوف صرف اللہ تعالیٰ کا	379
انسانوں کے خود ساختہ قوانین کی اصلیت	380
ان سزاؤں کا اب بھی تورات میں ذکر ہے	380
عیسائی انجیل کے مطابق فیصلے کریں	381
قرآن کتاب حق، اسکے مطابق فیصلے	384
یہودیوں کی چال	385
جاہلیت کا حکم نہیں چلے گا	385
انفرادیت قائم رکھو	388
قرآن کی پیش گوئی	388
اسود عنسی کے بارے میں آقاؐ کی اطلاع	389
سیدنا صدیقؓ کی خلافت	389
نماز کا قائم کرنا	390
رکوع میں مندری کی عطاء کا تجزیہ	391
ایثار صحابہ۔ جامع عباسی	392
غلط روایات کا خاتمہ ضروری ہے	393
دین کو مذاق بنانے والوں سے دوستی	394
پھر جھوٹا جل گیا	397
ہم نے انجیل مانی تم قرآن مانو	399
حرام کھانے کے عادی	399
قرآن کی سب سے سخت آیت	399
صبر کا معنی	400
عبداللہ بن عباس نگاہ فاروق میں	400
ہر دور کے چاپلوس لوگ	400
تعلیم پہلی بنیاد ہے	401
دین اور سیاست۔ قانون کی برتری	401
تربیت اور سیاستدان	402
قرآن کے خلاف سرکشی	402
وہ آگ لگاتے اور اللہ بجھاتا ہے	403
بارش اور ارضی نمو رزق ہے	404
تبلیغ نبوی کہ سب احکام پہنچائے	406
تحفظ وعصمت نبوت کی ضمانت	407
آیت کا اصل مفہوم	407
انبیاء کی تکذیب اور قتل	408
عیسائیوں کی چار غلطیاں	409
یہودی اور مرزائی	410
اللہ تعالیٰ مسیح ہی ہے	412
تین میں سے ایک مسیح ہے	412
مسیحؑ کی اصلیت	412
قرآن وسنت سے جانچیں	414
حکیم صاحب سے مکالمہ	415
یہود کے لیے سیدنا داؤد کی لعنت	418
تباہی کا مطلب	418
یہود مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کے دوست	418

Marfat.com

عنوان	صفحہ
محبت کی برسات	420
دعا۔ پھر دعا قبول ہوگئی	421
حلال وحرام اللہ تعالیٰ کا حق ہے	423
قسمیں اور ان کا کفارہ	424
شراب کی حرمت	426
شراب کی حرمت	427
جوا۔ انصاب وغیرہ کی حرمت	428
جو حرمت سے پہلے شہید ہوئے ان کا حکم	429
شکار اور اس کا گوشت	431
احرام میں شکار کے احکام	431
بحری جہاز میں شکار	432
کعبہ کہنے کی وجہ	434
کعبہ کی مرکزیت	434
حرمت کے مہینے	435
حج افراد میں قربانی نہیں	435
مکہ میں رہتے ہوئے عمرہ	436
ایصال ثواب	436
اسلام جبر نہیں کرتا	436
نکھال کا اختیاری اسلام	437
کثرت سوال کی ممانعت کی وجہ	439
من ابی یا رسول اللہ!	440
رسولؐ حرام فرمادیتے ہیں	441
بحیرہ، سائبہ وغیرہ کی تفسیر	441
قرآن نبیؐ سے سمجھ	442
اجماع امت	442
وہ مسلمان نہ ہوکر اپنا نقصان کر رہے ہیں	443
حضرت بدیل کا واقعہ	445
قیامت اور انبیاء سے گفتگو	451
جعفر طیار اور حبشی کا دربار	451
نجاشی کا مدینے میں جنازہ	452
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات	452
سیدنا عیسیٰ اور کتاب وحکمت	453
پھونک سے مٹی پرندہ بن گئی	454
علم طب اور عیسیٰ علیہ السلام	454
ہم مسلم ہیں۔ مسلم سب سے پہلے کس نے فرمایا	455
عیسیٰ علیہ السلام سے سوال	456
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا جواب	456
سورۃ الانعام کا تعارف	458
مناظر فطرت اور کوئی مخلوق معبود نہیں	461
دعوت توحید کا نرالا انداز	461
جس نے بنایا وہ بکھیر سکتا ہے	462
توحید صفاتی کا جامع بیان ہے	462
ذرا پہلوں کا انجام دیکھ لو!	463
یہ خدا اور عناد کے پتلے ہیں	464
فرشتہ بھی تو انسانی شکل میں آتا	465
استہزاء وتکذیب کرنے والوں کا انجام	466
دنیا میں رحمت عام ہے	467
یہاں ولی سے مراد معبود ہے	469
تجھے اک نے اک بنایا	470
فوق سے یہاں مراد غلبہ ہے (قرطبی)	471
قرآن کسی دور سے خاص نہیں	472
سید کلؐ کی شناخت اولاد سے زیادہ	473
قیامت میں شرک سے انکار	475
اساطیر کی لغوی تحقیق	475
جی قیامت حق ہے	475
فرط، افراط اور تفریط	477
یہ مسلمان کی زندگی نہیں (ابن عباسؓ)	478
کلمات الٰہی تبدیل نہیں ہوتے	479
مکھی پر مکھی مارے جارہے ہیں	481
دفاع مصطفیٰ علیہ السلام ضروری ہے	482
کیا یہ مثلیث منظور ہے	482
وہ کیسے بہرے اور گونگے ہیں	483
شیطان نے بھلادیا	485

ذرا بتاؤ کون معبود ہوگا	486
علم عطائی ہے	487
مومنوں پر نگاہ التفات ڈالیں	489
غرباء کو آپ پہلے سلام فرمائیں	491
کیا پکار شرک ہے	494
کافروں کی خواہشات کی پیروی	494
عالم الغیب کا مفہوم کیا ہے	495
علم خداوندی کی وسعت	495
علم الٰہی اور لوح محفوظ	496
فرشتے اور ان کے کام۔ دلائل توحید	499
ظلمات بر و بحر میں لات و منات کہاں ہوتے ہیں؟	500
اوپر اور نیچے کے عذاب کی تشریح	501
انتظام کائنات اور مناظر فطرت	503
غیروں کی غلط گفتگو ہو تو محفل چھوڑ دو	504
کھیل کود ہی دین بنا رکھا ہے۔ دعوت قرآنی	504
شرک کی طرف جانے والے کا حال	507
فلسفیوں کے نزدیک قیامت اور اہل علم	508
ابراہیمؑ شرک کی حسین تردید فرماتے ہیں	511
آزر باپ ہیں یا چچا	512
ابراہیمؑ کا علم عطائی	512
وما انا من المشرکین	513
بت کچھ نہیں کر سکتے (ارشاد ابراہیمؑ)	514
کیا یہ زیادتی نہیں (قول صحابہ اور اس کا جواب	515
ذکر انبیاء علیہم السلام	517
اقتداء کا اصل معنی	518
میں اجر نہیں مانگتا	519
مفہوم کو واضح کرنا ضروری ہے	522
ام القریٰ اور اسکے اردگرد سے کیا مراد ہے	523
بہتان اور جھوٹے دعاوی	526
ظالم موت کے شکنجے میں	527
جعلی معبود اور برادریاں آج کدھر ہیں	528
گٹھلی کو پھاڑتا ہے اور یہ مناظر فطرت	531
ستاروں کے کام	531
مشابہ بھی اور غیر مشابہ بھی	532
جن کیسے شریک بن گئے	533
یہ ہے تمہارا پروردگار	536
نگاہیں اسکے احاطے میں ہیں	537
اللہ نے ہمیں مشرک بنایا (قول مشرکین)	538
ایک قاعدہ کلیہ۔ اخلاقی بات	538
قسمیں جھوٹی ہیں	539

Marfat.com

اس طرح کئی دن گزر گئے، صحابہ چونکہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر عمل کو نقل کرنے میں بڑے ہی ماہر تھے، انہوں نے بھی یہی طریقہ کیا، دو تین دنوں کے بعد چہرے زرد ہو گئے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہو گئی ہے، حضور وصال فی الصیام کر رہے ہیں، یعنی لگاتار روزہ ہے، آپ نے فرمایا جب صبح پو پھوٹے تو روزہ بند کر دو، سورج ڈوب جائے تو روزہ کھول دو، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ جو اس طرح روزہ رکھ رہے ہیں تو ہمیں بھی اسی طرح روزہ رکھنا چاہیے، آپ نے فرمایا! تم ایسا نہیں کر سکتے:''ایکم مثلی ''تم میں سے مجھ جیسا تو کوئی نہیں ہے، پھر فرمایا! میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلا بھی دیتا ہے پلا بھی دیتا ہے، اب واضح بات ہے کہ جو کھلاتا ہے وہ یہ روٹی نہیں ہے روٹی سے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ پانی بھی نہیں ہے کیونکہ اس پانی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر نبی خود کھا بھی لے پی بھی لے اور روزہ نہ ٹوٹے، امت روزہ رکھے اور وہ کھائے نہیں اور پیئے نہیں تو یہ زیادتی کی بات ہوگی، لہذا فرمایا کہ رب مجھے کھلا بھی دیتا ہے اور پلا بھی دیتا ہے، اب واضح بات ہے کہ یہ جو کھانے والی شے ہے یہ روٹی نہیں ہوگی، یہ پینے والی شے پانی نہیں ہوگا، تو جس طرح اس دنیا میں رہتے ہوئے کوئی نبی کھا بھی لیتا ہے اور پی بھی لیتا ہے، اور وہ یہ کھانے والی شے بھی نہیں ہوتی اور پینے والی شے بھی نہیں ہوتی۔

اسی طرح قبر کے اندر برزخ کی دنیا میں جو اللہ رزق عطا فرماتا ہے اپنے بندوں کو اس کا تعلق ظاہری روٹی اور پانی سے نہیں ہوتا، وہ کسی اور نوعیت کا رزق ہوتا ہے، اب یہاں اس ''یرزق'' کو ایک اور انداز سے بھی پڑھ سکتے ہیں، یرزق فعل مجہول ہے رزق دیا جاتا ہے، اسے آپ معلوم پڑھ لیں، تو لفظ بن جائے 'یرزق'، کہ اللہ کے نبی کے تصرفات قبر میں جا کے ختم نہیں ہوتے، جس طرح وہ یہاں تصرفات فرماتے تھے دنیا کے اندر، اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی تصرفات فرماتے رہتے ہیں۔

''اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو بخش دے، اور مختلف معاملات میں جو ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں، انہیں معاف فرما، ہمیں ثابت قدم رکھ، کافر قوم پر ہمیں مدد دے، اللہ نے انہیں دنیا کا بدلہ بھی عطا فرمایا، اور آخرت کا حسین ثواب بھی، اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے

☆☆

''وما محمد۔۔'' ان آیات سے آگے والی آیات واقعہ احد کے مختلف معاملات کو پیش فرما رہی ہیں، گزشتہ خطبے میں میں یہ عرض کر چکا ہوں، کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ افواہ پھیلا دی گئی پروپیگنڈا کے طور پر، کہ حضور شہید ہو گئے ہیں، اب صحابہ عالی مقام میں بے حد افراتفری تھی، قرآن حکیم نے یہ پیغام دیا، کہ نظریات کے لیے لڑنے والی قوم میں ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں بڑھتی رہتی ہیں افراد آتے ہیں چلے جاتے ہیں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے عظیم المرتبت رسول ہیں، لیکن ان سے پہلے جو

Marfat.com

رسول آئے تھے، وہ اس دنیا سے تشریف لے گئے، اگر آپ بھی اس دنیا سے تشریف لے جائیں، یا آپ کو شہید کر دیا جائے، کیا تعلیمات محمدیہ ؐ کو چھوڑ کے تم کفر کی طرف واپس پلٹ جاؤ گے، اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹ جاؤ گے، قرآن نے یہ الفاظ استعمال کیے، ایسا تو نہیں ہونا چاہیے، وجہ یہ ہے، کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تم نے ان حسین وجمیل نظریات کی وجہ سے تسلیم کیا ہے، جو فطرتِ انسانیہ کی راہبر تھیں، تم نے ان کے تقدس کے پیش نظر ان کی صفات عالیہ کے پیش نظر، ان کی حسین تعلیمات کے پیش نظر، ان کے جمیل اخلاق کے پیش نظر، انسانیت کے لیے ان کے بہترین نظریات کے پیش نظر، تم نے انہیں مانا ہے، اگر وہ تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں، تو کیا تم اس نظریے کو چھوڑ دو گے، اور پھر ماضی کی جاہلیت کی طرف واپس چلے جاؤ گے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ تم میں سے کوئی بندہ اپنی دونوں ایڑیوں پر پلٹ کر واپس چلا جاتا ہے، تو اللہ کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، تو تمہاری ظاہری زندگی یہاں کی بھی خراب ہوگی اور آخرت کی بھی زندگی خراب ہوگی، لہذا یہ ضروری ہے، کہ تم جس نظریہ کو لے کے آگے بڑھو، اس نظریہ کے لیے اپنی زندگی کی ساری توانائیاں صرف کر دو، ایک دن آنا ہے، سرکارؐ نے اس دنیا سے تشریف لے جانا ہے، لیکن وہ تو صبح قیامت تک کے ہادی ہیں تو کیا ہدایت وہاں ہی ٹھپ ہو جائے گی، جہاں سرکارؐ دنیا کو چھوڑیں گے، تو ایسی بات نہیں ہونی چاہیے، تمہیں شکر گزار غلاموں کا راستہ انہوں نے دکھا دیا ہے، اور اس شکر گزاری کا بدلہ اللہ کریم کے پاس ہے لہذا اس راستے کو تم نے چھوڑنا نہیں ہے، یہاں مجھے مترجمین کے ترجمے پر یہ اعتراض ہے، یہ صاحب جن کا ترجمہ میرے سامنے پڑا ہے، فرما رہے ہیں، اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں، ایک اور صاحب نے کہا کہ محمدؐ تو میرے رسول ہیں، اور صاحب نے کہا کہ محمدؐ تو صرف رسول ہیں، یعنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رسالت کا ذکر اس انداز سے کیا کہ باقی صفات کی نفی ہوگئی، لہذا میں نے ان سب ترجموں کو چھوڑ کے جو ترجمہ آپ کے سامنے رکھا ہے، تو وہ حسن عقیدت تو لازمی بات ہے کہ جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری ہے، لیکن وہ ترجمہ صرف حسن عقیدت کا مظہر نہیں ہے، وہ عربی کی بناوٹ اور عربی کے صرف ونحو کو سامنے رکھ میں میں نے ترجمہ کیا ہے، رسول پر جو دو پیشیں ہیں یہ تعظیم کے لیے ہیں، اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ''مصطفیٰ علیہ السلام ایک عظیم المرتبت رسول ہیں'' ایسا رسول جیسا رسول کسی نے نہیں دیکھا، یہ عظیم المرتبت رسول ہیں، لیکن ہماری ایک سنتِ جاریہ ہے، کہ یہ دنیا دار العمل ہے، اور سب نے دار الجزاء کی طرف منتقل ہونا ہے، لہذا آپ بھی اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے۔

البتہ مجھے ایک حدیث یاد آتی ہے، تشریف لے جانے والوں میں بڑا فرق ہے، سرکار کے پاس ملک الموت آتے ہیں، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا دروازے کی دراڑوں سے دیکھتیں ہیں کہ ایک اجنبی دروازے پر آ کر اجازت مانگ رہا ہے، واپس آ کر سرکارؐ سے عرض کیا اجنبی ہے، ہم پردہ دار خواتین اندر بیٹھی ہیں انہیں کیسے اندر بلایا جائے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا وہ اجنبی نہیں ہیں، ملک الموت ہے، جو میرے لیے حاضر ہوئے ہیں، اور یہ صرف اللہ نے آپ کے باپ کو عظمت دی

Marfat.com

ہے کہ اس دروازے پر وہ اجازت لے کے اندر آ رہے ہیں، آج تک کسی دروازے پر وہ اجازت لے کے اندر نہیں گئے، مائی صاحبہ نے جا کے اجازت دے دی، ملک الموت حاضر دربار رسالت ہوئے، سرکار کریم نے کچھ تھوڑی سی جان کنی کی اذیت محسوس فرمائی، ارشاد ہوا کیا باقی لوگوں کو بھی ایسی اذیت ہوتی ہے، جب تم جان کنی کرتے ہو، انہوں نے کہا کہ آپ تو رحمت للعالمین ہیں، اور باقی لوگوں کی یہ کیفیت کب ہوسکتی ہے، اب عظمت والے رسول نے ایک بات کہی، ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کے اس بات کو سوچیں کہ آپ کا رسول کس مقام کا رسول تھا، ارشاد فرمایا کہ میرے غلاموں کو جتنی بھی اذیت دینی ہے وہ مجھے دے دو، لیکن انہیں کسی انداز سے اذیت نہیں ہونی چاہیے، جاتے ہوئے جو آخری فقرہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر تھا وہ یہ تھا، آپ مجھے بتائیے کہ کسی رسول کی زبان پر آخری لمحات میں ایسا فقرہ آیا، بالیقین نہیں آیا، تو پھر یہ بلاغت کا انداز ہے کہ رسول پر جو دو پیشیں ہیں ان حدیثوں کو پیش نظر رکھ کے ہم نے تعظیم کو ماننا ہے، اور معنی یہ کرنا ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو عظیم المرتب رسول ہیں یہ اللہ فرما رہا ہے، اب احد کا میدان ہے، افراتفری کا عالم ہے، کچھ روحیں جو زندگی کے اس عظیم مقام کو نہیں سمجھ سکیں، جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمجھا رہے تھے، اور نفاق کی چادر سے نکل نہیں سکیں، وہ کہتے تھے کہ یہاں ہمیں مارنے کے لیے لایا گیا تھا، اچھا تھا کہ عبداللہ بن ابی راستے سے پلٹ گیا، تو قرآن پاک نے فرمایا کہ کوئی جان حکم خدا کے بغیر مر ہی نہیں سکتی، اس کا مقررہ وقت ہے، اس وقت کے آنے سے پہلے کوئی تیر کوئی تلوار دور حاضر کی زبان میں کوئی گولی کوئی بم کا ٹکڑا اسے موت سے ہم کنار نہیں کرسکتا، جب تک اللہ کریم کی طرف سے موت کو اذن نہ ہو، بڑے ہی حسین فقرہ میں حضرت حیدرؓ نے اسے یوں ڈھالا، فرماتے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری زندگی ہے موت میری خود حفاظت کررہی ہے، وہ اسی وقت آئے گی، جب اللہ کریم کی طرف سے زندگی کا اختتام ہوگا، البتہ دو گروہ ہیں، کچھ وہ ہیں، جن کے سامنے دنیا کی رعنائیاں ہیں اور وہ ان میں کھو گئے ہیں، تو فرمایا کہ جن کی نظریں دنیا کی تنگ دامانیوں سے آخرت کی وسعتوں تک نہیں پھیل سکتیں وہ تو یہاں ہی پھنس جاتی ہیں، ان کے مانگنے کا انداز صرف اس دنیا کی رعنائیاں اور سہولتیں مانگنا ہوتا ہے، ہم انہیں دیدیتے ہیں، لیکن جنہیں آخرت درکار ہے، ابدی زندگی درکار ہے، نہ فنا ہونے والی زندگی درکار ہے، اور توجہ کا مرکز وہی دنیا ہے، ہم اسے وہاں کا سامان عطا فرما دیتے ہیں، یہ شکرگزار بندے ہیں، تو کیا دنیا میں جن لوگوں کو آپ کا احسان مند ہونا چاہیے، ان کا آپ شکریہ ادا نہیں کرتے، جب اللہ کا آپ نے شکریہ ادا کردیا، وہ کتنی کریم ذات ہے کہ اس کے حسن سلوک کا آپ نے شکریہ ادا کیا ہے، اور شکریہ ادا کرنے کی پھر آپ کو جزا مل جائے گی، اس کے بعد پھر دوبارہ اچھا سلوک کیا جا رہا ہے، **"وسیجزی اللّٰہ الشکرین"** اس معنی میں لیا جائے، کہ باتیں دو ہیں، اللہ نے آپ کے ساتھ جو اچھا سلوک کیا ہے اس کا آپ نے شکریہ ادا کیا ہے، آپ اس شکر کے حق کو ادا نہیں کرسکتے، ساری زندگی شکر ادا کرتے رہیں، لیکن آپ نے شکر کہہ دیا تو وہ رحمان ہے، اللہ نے کہا انہیں اور بھی جزا دی جائے، پہلی جزا کو

چھوڑ کے مزید جزا دی جائے، **"وسیجزی اللہ الشکرین"** میں دو جزائیں ہیں، ایک اس شکر سے پہلے کی جزا اور ایک اس شکر کے بعد کی جزا، اب صحابہ عالی مقام کو بتایا جارہا ہے، کہ حقائق کیا ہوتے ہیں، یہ پہلا موقع نہیں ہے جسے احد کا موقع کہا جائے، جب سے انسانیت کی تاریخ شروع ہوئی ہے، بے شمار رب والے راہ خدا میں اپنی جانیں دیتے رہے ہیں، اور جانیں دیتے ہوئے اللہ کے نبیوں کیساتھ وہ جہاد میں شریک رہے ہیں، علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ **"ربیون"** کی 'ر' پر عربی گرائمر کے نکتہ نگاہ سے تینوں حرکتیں پڑھی جاسکتی ہیں، **"رِبیون"**. **"رَبیون"**. **"رُبیون"**۔ تینوں طرح درست ہے، لیکن قرآن میں وہی انداز ہوتا ہے جس انداز سے جبرائیل نے رسول کریمؐ کے سامنے پیش کیا ہے، اور جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تلفظ تھا، یہ واحد کتاب ہے جس نے اپنے نبیؐ کے تلفظ کو محفوظ رکھا ہے، تو اب ''رِبیون'' کے دو معنے ہیں، جو علامہ قرطبی نے کیے ہیں، ایک وہ جو رب کا بندہ ہو، یعنی کامل لوگ، اور دوسرا انہوں نے کہا کہ **"ربہ"** کا معنی جماعت ہوتا ہے، اس صورت میں یہ بات ہوگی کہ نبیوں کی معیت میں یکے بعد دیگرے بے شمار جماعتوں نے راہ خدا میں جہاد کیا ہے، دونوں ترجمے بڑے حسین اور بڑے بھرپور ہیں، رب والوں نے نبیوں کے ساتھ مل کے باطل کے خلاف جہاد کیا ایک ترجمہ ہے، دوسرا ترجمہ یہ ہوگا کہ نبی نے تو ایک جہاد نہیں کیا بلکہ بہت سارے جہاد کیے ہیں، تو نبیوں کے ساتھ مل کے بے شمار جماعتوں نے راہ خدا میں جہاد کیا ہے، لہٰذا یہ دونوں معنے ٹھیک ہیں، اب ان کی تین صفات بیان کی ہیں، **"تساهل"** کا اصلی معنی یہ ہوتا ہے، کہ سستی کر جانا، کمزوری کا اظہار کر دینا، تو اب یہاں معنی بلیغ اردو میں ہم یہ کریں گے، کہ انہوں نے ہار نہیں مانی، کب ہار نہیں مانی، جب راہ خدا میں انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچیں۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے ساتھ تکیہ لگا کے تشریف فرما تھے، کہ ایک صحابیؓ نے آ کے ان شدتوں کا ذکر فرمایا، جو ان کی برادری ان پر کر رہی تھی، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ساری بات بڑی توجہ اور شفقت سے سنی، سننے کے بعد ارشاد فرمایا! ''کہ اتنا جلدی گھبرا نہیں جانا چاہیے، تم سے پہلے وہ لوگ بھی تھے، جن کے جسموں سے کھرکھروں کے ذریعے چمڑا ادھیڑ لیا گیا، اور انہیں زندہ چھوڑ دیا گیا، وہ بھی تھے جنہیں کھڑا کر کے ان کے سر پر آرا چلا دیا گیا، اور ان کے جسموں کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا، یہ راہ خدا ہے، اس پر بے خدا لوگ طرح طرح کی اذیتیں دیتے ہیں، گھبرا نہیں میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں، کہ یمن کے شہر صنعا (یمن کا دارالحکومت) سے ایک عورت جو زیورات سے لدی ہوئی ہے، تن تنہا حج کے لیے آرہی ہے، اور پورے راستے پر اس کی طرف کوئی نگاہ بھی غلط انداز سے نہیں ڈال رہا، اور حضرت عدی ابن حاتم محفل میں موجود تھے کہتے ہیں کہ میں نے جی میں سوچا کہ راستے پر فلاں فلاں برادریاں رہتی ہیں جو مانے ہوئے ڈاکو ہیں سارے عرب کے، تو جب وہ آئے گی تو خدا جانے وہ لوگ کہاں گئے ہوئے ہوں گے، عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میرے دل میں تعجب آرہا تھا، لیکن ادھر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ

تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے، جب تک (راہ خدا) میں ان چیزوں کو خرج نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں ٦٠ تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو

فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٩٢﴾

اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے ٦١

٦٠ راہ خدا میں خرچ کرتے وقت یہ انداز اپنایا جائے کہ جو عمدہ اور اچھی چیزیں ہیں اور جن سے قلبی لگاؤ ہوتا ہے وہ دی جائیں، ان چیزوں میں مال، جسم، جان، عہدہ اور مناصب سب شامل ہیں، ضرورت کے وقت یہ سب چیزیں راہ خدا میں خرچ کرنی چاہئیں تبھی اصل نیکی حاصل ہوگی اس مفہوم کو امام بیضاوی ان الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں، لن تبلغو ا حقیقة البر الذی هو کمال الخیر... (تم ہرگز نیکی کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے جو خیر و احسان کا درجہ کمال ہے جب تک اپنی محبوب چیزیں راہ خدا میں خرچ نہ کرو) آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہؓ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! مجھے سب سے زیادہ عزیز اپنا باغ بیرحاء ہے جہاں آپ مناسب سمجھیں اسے خرچ فرما دیں، سید عالم ﷺ بہت خوش ہوئے حکم دیا۔ اپنے رشتہ داروں کو دیدو! حدیث کی کتابوں میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔

٦١ من شیء نکرہ ہے اس کا مطلب ہے اگر محبوب و پسندیدہ چیز کے علاوہ بھی خرچ کرو گے تو اس کا بھی مناسب ثواب ہوگا، یہاں اخلاص نیت کی اہمیت بھی ارشاد فرمائی کہ اللہ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اگر خرچ سے مقصد نمود و نمائش اور ریا ہے تو سب ضائع جائے گا۔

☆☆☆☆☆

تھا، اس کے سچ ہونے میں ذرا بھی شک نہیں تھا۔

فاروق اعظمؓ کا دور حکومت ہے، اور فاروق اعظمؓ بھی حج کے لیے آئے ہوئے ہیں، پھر ایک ایسی ہی خاتون دفعتاً ان کے سامنے آجاتی ہے، آپؓ نے اس سے پوچھا کہ تم کدھر سے آئی ہو، اس نے کہا صنعا سے آئی ہوں، اس کے لفظ صنعا سے فاروق اعظمؓ پر رقعت طاری ہوگئی، اور وہ محفل یاد آگئی جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل میں بیٹھ کے یہ بات انہوں نے سنی تھی، کہنے لگے آج عدی کدھر ہے اسے بلاؤ وہ تیرے چور کدھر ہیں جو راستے پر ڈاکے ڈالا کرتے تھے، دیکھا جو بات میرے آقا علیہ السلام کی زبان اقدس سے نکلی تھی، ہم سمجھتے تھے، کہ یہ پیش گوئی کہیں صدیوں کے بعد پوری ہوگی، لیکن اللہ نے ہماری زندگی میں مصطفیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی پوری کردی۔

اب ارشاد ہوا کہ راہ خدا کی تکلیفوں سے ڈرنا نہیں چاہیے، اور امت مسلمہ نے مختلف دوروں میں ہم کچھ بھی تھے، بداعمال تھے، بدکردار تھے، یا جو بھی تھے، جب کبھی بھی میدان جہاد میں باطل نے اسلام کو للکارا ہے، تو ایسے بندے بھی جنہوں نے شائد زندگی میں گنتی کی نمازیں پڑھی ہوں، اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نام پر یوں لپکے ہیں، کہ آج بھی امریکہ کہتا ہے کہ یہ جو بنیاد پرست ہیں کہیں ان سے جان چھوٹ جائے، تو یہ بنیاد پرستی جاتی نہیں ہے، اس لیے کہ عشق رسولؐ جس انداز سے رچ بس جاتا ہے انسانی وجود میں پھر ایک ترکھان کا نوعمر سا بچہ جس کا نام علم الدین ہے، وہ ساری دنیا کی لطافتوں کو اٹھا ... پھینک دیتا ہے، یہ چکوال والا مرید حسین ہے، جسے شادی کیے ہوئے ہفتہ بھی نہیں گزرا وہ سب کچھ بھول جاتا ہے، جس جانثاری سے وہ میدان میں اترتا ہے، وہ اس نئی تاریخ کا سنہری باب بن جاتا ہے۔

قرآن نے کہا کہ تین باتیں قطعاً نہیں ہونی چاہییں، جب سستی آئے گی تو آپ ہار مانیں گے، لہذا نتیجہ کے طور پر میں اس کا معنی کررہا ہوں۔ کہ انہوں نے ہار نہیں مانی، جو تکلیفیں بھی راہ خدا میں انہیں ملی ہیں، انہوں نے ضعف اور کمزوری کا اظہار نہیں کیا، باطل سے کبھی یہ بات نہیں کہی، کہ میں کمزور ہوں، میری فوج کمزور ہے، ہم آپ سے نہیں لڑ سکتے، چونکہ ہم کمزور ہیں، یہ بات اسلام کی تاریخ نہیں مانتی، وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم تو طاقت ور ہیں، مجھے چھوٹی سی بات اپنے لڑکپن کی یاد ہے، میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا، میرے گاؤں کا ایک آدمی ایک جگہ کھیل ہورہا تھا، تو ایک ہندو نے کھیل کے بعد کہا، کہ کوئی مُسلہ (مسلمان) ہے جو میرا بازو پکڑے؟ محمد خان نامی شخص آگے بڑھا اور اس نے ہندو کا بازو پکڑ لیا، اب اس نے وہاں سے بازو چھڑایا نہیں ہے، جب وہ بازو پکڑ چکا تو پوری قوت سے اس نے اس کی پسلی میں شدت کے ساتھ گھوسہ ماردیا، وہ ہندو چیخا اور مسلمان کا ہاتھ چھوٹ گیا، اس نے کہا کہ یہ کوئی طریقہ تو نہیں ہے محمد خان نے کہا کہ مسلمانوں کا طریقہ ایسا ہی ہوتا ہے، بعد میں جب لوگوں نے محمد خان سے پوچھا

Marfat.com

کہ آج تک تو آپ باز نہیں پکڑتے تھے یہ کیا کیا ہے، اس نے کہا کہ ہندو چیلنج کرے اور مسلمان وہاں سے خاموشی سے چلا جائے تو یہ بات ہو ہی نہیں سکتی، کہیں سے بھی کفر سے چیلنج آیا اور مسلمان پیچھے ہٹ جائیں تو یہ مسلمان کی فطرت کے خلاف ہے، لہٰذا ورلڈ آڈر چلتے رہیں، یا جو بھی آرڈر ہیں چلتے رہیں، مسلمان کی فطرت ہے اس کے سینے سے روح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نکالا نہیں جاسکتا، لہٰذا جو آدمی چاہے کسی بھی انداز سے وہ کسی بھی طبقے سے کیوں نہ ہو، جو مسلمان کے سینے سے روحِ مصطفیٰ علیہ السلام عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکالنا چاہتا ہے، وہ اسلام کا خیر خواہ نہیں ہے۔

فرمایا وہ ضعف کا اظہار نہیں کرتے، اب آگے ہے **"وما استکانوا"** یہ میری کچھ عزیز خواتین جو کہ لکھ رہی ہیں، تو میں ان تفسیروں سے ہٹ کے، کئی جگہ پر کچھ لفظوں کی بحث چھیڑ دیتا ہوں، شائد ان کے قلم میں برکت ہو اور ان کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ ان کی نسلیں پڑھیں اور کچھ اور لوگ پڑھیں تو نصیحت حاصل کرلیں، ''استکان'' کے عربی لغت میں دو معنی ہیں اس کا مصدر کون ہے، تو اس کا معنی ہوتا ہے ہونا، اسی سے لفظ کائن بنتا ہے، جس کی جمع مونث کائنات ہے، مختلف دنیائیں، اور اسی کبھی کین بھی کہتے ہیں اس کا معنی ہوتا ہے کسی کے سامنے پستی کا مظاہرہ کردینا، اپنی ذلت کو مان لینا، اب یہاں ''مااستکانو'' اس دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی اپنی ذلت مان لینا، شکست تسلیم کرلینا، تو اسے ٹھیٹ اردو میں جب منتقل کرنا چاہوں گا، تو میں کہوں گا، کہ وہ دبتے نہیں ہیں، کسی باطل کی بات مان کے جھک جائیں ان کی فطرت کے خلاف ہے اور تین PAST TENSE قرآن نے استعمال کیے ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ وہ ہار نہیں مانتے، دوسری بات یہ ہے کہ وہ اپنے ضعف کا اقرار نہیں کرتے، اس لیے اقرار نہیں کرتے، کہ جس کا سینہ بے کینہ اللہ کی محبت اور اللہ کے رسول کی محبت سے بھرا ہوا ہے، وہ بھلا باطل کے سامنے اپنے ضعف کا کیسے اقرار کرے گا، اور تیسری بات یہ تھی، کہ وہ دبتے نہیں ہیں، یہ تینوں باتیں ہوں تو صبر کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اللہ نے فرمایا! تجھ پر صبر کی تکمیل ہوگئی ہے، اب تو میرا محبوب بن گیا ہے، **"واللّٰہ یحب الصبرین"** (صبر کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے) تو اصل بات یہ ہے کہ زندگی میں دو حیثیتیں ہوتی ہیں، ساری زندگی کسی تکلیف کے بغیر گزر جائے جس طرح فرعون کی گزری تھی، ساری زندگی مجموعہ مصائب ہو، جس طرح جناب ایوب علیہ السلام کی زندگی تھی، تو یہ دو زندگیوں کی انتہاء ہے، زندگیوں کی سب سے زیادہ کثرت دو باتوں سے ہو کے گزرتی ہے، کبھی آرام ہے تو کبھی تکلیف، دکھ اور سکھ کا چولی دامن کا ساتھ ہے، کیا آپ گھبرا جائیں تو دکھ آپ کی جان چھوڑ دے گا، یہ بات نہیں ہے، پھر اگلی بات کیا ہوگی، کہ دکھ کا مقابلہ آپ نے پامردی سے کرنا ہے، تاکہ انسانیت پر جو نکھار آیا ہوا ہے، اس نکھار میں کمی پیدا نہ ہو، تو یہ وہ درس ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

ارشاد ہوا! کہ ان کی بات تو یہ تھی کن کی، احد والوں کا ذکر ہو رہا ہے، ان آیات میں ان کے لیے نصیحت ہے کہ یہ تین

صفات ہونی چاہیں، کیونکہ ماضی کے مسلمانوں میں یہ تین صفات تھیں، ان کی بات تو یہ تھی، اور وہ بول اٹھے، اللہ ہمیں بخش دے، کہ اس درے پر ہم ثابت قدم نہ رہے، جہاں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں کھڑا کیا تھا، ہمارے گناہوں کو بخش دے، اب ہر وہ بات گناہ ہے جس بات سے اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روکتے ہیں اور ہم رکتے نہیں وہ گناہ کے ضمن میں آتے ہیں ، البتہ ان گناہوں کی کئی قسمیں ہیں، وہ گناہ کبیرہ بھی ہوسکتا ہے، صغیرہ بھی ہوسکتا ہے، ترک اولیٰ بھی ہوسکتا ہے، یعنی دو باتیں ہیں ان میں سے جو بہتر ہے اسے آپ چھوڑ دیں، تو یہ بھی آپ تقدس مآب لوگوں کے لیے ایک گناہ ہے، اس امت کے بے شمار لوگ ایسے تھے، جو مباح باتوں کے قریب بھی نہیں جاتے تھے، کہتے تھے کہ ہم ان پر ہی رہ جائیں گے، نیچے گئے تو بات خراب ہو جائے گی، اور ہم اسراف کریں اس بات پر کہ ہمیں معاف فرمادیا جائے، اسراف کے لیے میں چند باتیں آپ کے سامنے عرض کروں گا، پہلی بات یہ ہے کہ ہر وہ بات جس بات سے آپ کا نظریہ مجروح ہوتا ہو یا اس کے راستے میں رکاوٹ پڑتی ہو یا وہ انسانیت کی بہبود کے خلاف بات جاتی ہو وہ سب اسراف ہے، اب مثلاً صلح کے دنوں میں ایک حکومت اسلحہ کی طرف سے غافل ہو جاتی ہے، تو یہ اسراف ہے، اساتذہ کی تنظیم تعلیم دینے سے پہلو تہی کرتی ہے، جتنا کچھ وہ کر سکتے ہیں وہ نہیں کرتے، تو یہ اسراف ہے، قوم کا ہر وہ معاملہ جس معاملے نے آپ کی بہتری پیدا کرنی ہے، اسے کسی انداز سے بہتری کے راستے سے ہٹا دیتے ہیں یا پہلو تہی کرتے ہیں تو یہ سب باتیں اصراف ہیں، اب اگر آپ کسی وقت اپنے دفتروں میں جا کے دیکھیں کہ وہاں کام لینا ہو رہا ہے، ان محدود سے گھنٹوں میں جو محدود سے گھنٹے ہم نے کام کرنا ہوتا ہے، تو آپ کو یہ حیرانی ہوگی، کہ خدا جانے ہمارے ملک کے کام کس طرح چل رہے ہیں، یا تو چائے کا دور چل رہا ہے، یا گپوں کا دور چل رہا ہے، یا اونگھا جا رہا ہے، تو یہ وہ باتیں ہیں جو ہمارے رزق کو حرام کر دیتی ہیں، اب اگر رزق حرام ہے، تو اس سے جو خون پیدا ہوتا ہے، اس میں وہ صلاحیت نہیں ہوتی، جو صلاحیت اسلام ہم سے طلب کرتا ہے، اللہ ہمیں اپنے معاملات میں اسراف سے بچا! یہ کون لوگ ہیں، جو احمد کے میدان میں ہیں، یہ دعا مانگ رہے ہیں ، اللہ ہمارے قدموں کو ثابت رکھ، یہ کافر قوم جو ہمارے سامنے آگئی ہے، اس کافر قوم پر ہمیں فتح عطا کر، اللہ کریم نے انہیں دنیا کی برکات سے بھی نوازا اور آخرت کا حسین ثواب بھی عطا کیا، میں یہاں لفظ کو بدل رہا ہوں، اب دیکھیں کہ دنیا کا ثواب اور آخرت کے ثواب میں فرق ہونا چاہیے، آخرت میں ثواب آئے گا، اور دنیا کے ثواب سے مطلب یہ ہے، کہ دنیا میں انہیں اس انداز پر آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرما دی گئی ہے، تا کہ اس انداز کو چھوڑ کے وہ کسی اور انداز سے آگے نہ بڑھیں، اب اس دعا میں دیکھیں خلوص آگے آگے بڑھتا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا، کہ دنیا میں بھی ان کے لیے بہتری ہوگی، اور آخرت کا ثواب بھی عظیم ہوگا، یہ حسن کاروالے لوگ ہیں، میں پھر عام مترجمین سے ایک طرف ہٹ رہا ہوں، ''محسن'' کا معنی ہوتا ہے احسان کرنے والا، محسن کا معنی ہے نیکی کرنے والا، محسن کا معنی ہے حسن سلوک کرنے والا، میں یہاں حسن سلوک کا معنی لے رہا

Marfat.com

ہوں، جو اللہ کی مخلوق سے حسن سلوک کرتے ہیں، جن کے عمل میں رعنائی ہوتی ہے، جن کے عمل میں حسن آجاتا ہے، اللہ ان سے محبت فرماتا ہے۔

اب یہاں دو گروہوں کا ذکر کیا گیا، جن کے ساتھ اللہ کی محبت ہے، ایک وہ جو صبر فرماتے ہیں، اور دوسرے وہ جو حسن سلوک پیدا کر کے انسانیت کی عملی رہنمائی کرتے ہیں، دیکھیں ایک ہے آپ کا خطاب کرنا یا تقریر کرنا، وہ بات اور ہوتی ہے، لیکن عملی زندگی میں جب آپ کسی کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں تو وہ حسن سلوک دل میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے، اور پھر کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ایسا انسان جسے حسن سلوک قرض کے طور پر ملا تھا، وہ آگے قرض ادا کرتا چلا جاتا ہے، اب دیکھیں کہ اس حسن سلوک کو امت نے کس کس انداز سے لیا ہے، ایک عام سا بندہ روٹی بیچ رہا ہے، اور نعرہ یہ لگا رہا ہے، کہ تازہ روٹی ایک روپے کی، اور باسی روٹی دو روپے کی، ایک بندہ قریب آیا اور اس نے کہا کہ تمہارا دماغ ٹھکانے تو ہے، کہ تازہ روٹی تو ایک کی بیچ رہا ہے اور جو کل کی پکی ہوئی ہے وہ تو دو روپے کی دے رہا ہے، اب اس کا جواب ملاحظہ ہو، کہ الفاظ میں حسن سلوک آجائے، کہ محبت کی ادائیں سکھانے کے لیے حسن سلوک آجائے، تو اس کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے، اور وہ کس طرح اثر پیدا کرتا ہے، اس نے کہا کہ میاں میں ایک ہستی کو اپنی امیدوں کا مرکز اور اپنی عقیدتوں کا ماوا تسلیم کرتا ہوں وہ ذات رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، جو روٹی کل پکی ہے، وہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کے قریب ہے آج کی روٹی کی نسبت 24 گھنٹے، لہٰذا قیمت تو اس کی زیادہ ہے جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہے، لہٰذا جو روٹی آج پکی ہے اس کی قیمت میں ایک روپیہ کہہ رہا ہوں اور جو کل پکی ہے اس کی قیمت دو روپے کہہ رہا ہوں۔ تو یہ وہ انداز ہوتا ہے جو حسن سلوک سے سوچ کے حسین اندازوں سے پیدا ہوتا ہے، اور یہی بات ہے جسے قرآن عام کرنا چاہتا ہے، میرا خیال ہے، اگر اس لفظ کو حسن سلوک کا معنی پہنا دیں، تو اس کا مطلب واضح کرنے میں ہمارے سامنے دقت نہیں ہوگی۔ ارشاد ہوا تمہاری برادریاں بھی ہیں، اور تھوڑی سی دیر کے لیے کفر نے تمہیں پریشان بھی کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا

اے ایمان والو! اگر تم نے پیروی کی کافروں کی تو وہ پھیر دیں گے

يَرُدُّوكُمْ عَلٰٓى أَعْقٰبِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خٰسِرِينَ ﴿۱۴۹﴾

تم کو الٹے پاؤں (دین سے) پھر تم نقصان پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِينَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِي

بلکہ اللہ تمھارا حامی ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے ہم عنقریب ڈال دیں گے

فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ أَشْرَكُوا بِاللّٰهِ

کافروں کے دلوں میں رعب و دبدبہ کیوں کہ اللہ کا انہوں نے شریک بنایا

مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَأْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ

جس کی دلیل (اسکا شریک ہونے کی) اللہ نے نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے

مَثْوَى الظّٰلِمِينَ ﴿۱۵۱﴾ ۞ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ

اور ظالموں کا برا ٹھکانہ ہے اور بے شک اللہ نے سچ کر دکھایا تمہیں

وَعْدَهٗٓ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهٖ ۖ حَتّٰىٓ إِذَا فَشِلْتُمْ

اپنا وعدہ جب تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اللہ کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے

وَتَنٰزَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّنۢ بَعْدِ مَآ أَرٰىكُم

اور جھگڑنے لگے (رسول کے) حکم کے بارے میں اور تم نے نافرمانی کی اس کے بعد کہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا تھا

Marfat.com

مَا تُحِبُّونَ ۚ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم

جو تم پسند کرتے تھے، تم میں سے بعض تو دنیا کے طلبگار ہیں اور

مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۖ

بعض آخرت کے پھر پیچھے ہٹادیا تمھیں انکے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمھیں

وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

اور بے شک اس نے معاف فرمادیا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل وکرم فرمانے والا ہے مومنوں پر

﴿۱۵۲﴾ ۞ إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ

یاد کرو جب تم دور بھاگے جارہے تھے اور مڑ کر دیکھتے نہ تھے کسی کی طرف

وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ

اور رسول ﷺ تمھیں پیچھے سے بلا رہے تھے پس اللہ نے

غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ

پہنچایا تمھیں غم کے بدلے غم تاکہ تم غمگین نہ ہواس پر جو تم سے کھوگئی اور

وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۵۳﴾

اور نہ اسکا (غم کھاؤ) جو تمھیں (مصیبت) پہنچی اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم اعمال کرتے ہو

Marfat.com

ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنۢ بَعْدِ ٱلْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَآئِفَةً

پھر اتاری اللہ تعالیٰ نے تم پر غم واندوہ کے بعد راحت (یعنی) غنودگی جو چھا رہی تھی ایک گروہ پر تم میں سے

مِّنكُمْ ۖ وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِٱللَّهِ غَيْرَ

اور ایک جماعت ایسی تھی جسے فکر پڑا ہوا تھا صرف اپنی جانوں کا بدگمانی کر رہے تھے اللہ کے ساتھ بلاوجہ عہد جاہلیت

ٱلْحَقِّ ظَنَّ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ مِن شَىْءٍ ۗ

کی بدگمانی، کہتے کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے۔

قُلْ إِنَّ ٱلْأَمْرَ كُلَّهُۥ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِىٓ أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ

آپ فرمایئے اختیار تو سارا اللہ کا ہے چھپاتے ہیں اپنے دلوں میں جو ظاہر نہیں کرتے آپ پر

يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَٰهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ

کہتے ہیں (اپنے دلوں میں) اگر ہوتا ہمارا اس کام میں دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں (اس بے دردی سے) آپ فرمایئے اگر تم

فِى بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ ٱلَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ ٱلْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ

اپنے گھروں میں بھی بیٹھے ہوتے تو ضرور نکل آتے وہاں سے وہ لوگ جن کا قتل ہونا لکھا جا چکا ہے اپنی قتل گاہوں کی طرف

وَلِيَبْتَلِىَ ٱللَّهُ مَا فِى صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِى قُلُوبِكُمْ ۗ

(یہ مصائب اس لیے تھے) تاکہ آزمائے اللہ تعالیٰ جو کچھ تمہارے سینوں میں (چھپا) تھا اور صاف کر دے جو (میل کچیل) تمہارے دلوں میں تھا

وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَلَّوْا۟ مِنكُمْ

اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے سینوں کے رازوں کا بے شک وہ لوگ جو پیٹھ پھیر گئے تھے تم سے اس

Marfat.com

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا

روز جب مقابلہ میں نکلے تھے دونوں لشکر تو پھسلا دیا تھا انھیں شیطان نے بوجہ ان کے کسی عمل کے

كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

اور بے شک (اب) معاف فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں یقیناً اللہ بہت بخشنے والا حلم والا ہے ۸۴

۸۴ ان آیات میں پہلی بات یہ ہوئی کہ اپنی انفرادیت کو باقی رکھنا ہے، کافر معاشرہ کے ساتھ تمہاری رشتہ داریاں ہیں اگر تم ان کی بات مان لو گے، تو اس بات کے ماننے کے بعد وہ تمہیں اور آگے بڑھاتے چلے جائیں گے، اور جس راستے سے اسلام کی طرف آئے ہو، اسی راستے سے وہ تمہیں کفر کی طرف واپس لے جائیں گے، اگر ایسی بات ہوگئی تو یہ بہت خسارے کا سودا ہے، کہ ہدایت کے بعد گمراہی کو قبول کر لیا جائے، نور کے بعد اندھیرے کو قبول کر لیا جائے، ایک تابناک زندگی کی بجائے ایک تاریک زندگی کو قبول کر لیا جائے، یاد رکھو تمہارا کارساز تمہارا مددگار، تمہارا مولیٰ اللہ ہے، اس سے بہتر کوئی اور مدد کرنے والا نہیں ہے، لہذا ان کافروں کی پناہ میں مت جایا جائے، چند منافق جو وہاں موجود تھے، وہ بار بار کہتے تھے، کہ عبد اللہ بن ابی کے خدمت میں حاضری دے کے اسے کہا جائے، کہ ابو سفیان سے ہماری جان بخشی کا طالب ہو، تو اللہ کریم نے یہاں اس کی تردید کی، فرمایا مدد اللہ سے لو، یہ منافق کیا کرے گا، یہ جو کافر ہیں ان کے دلوں پر رعب پڑ جائے گا، اس لیے کہ یہ مشرک ہیں، اور مشرک کا عقیدہ خدا جانے کتنی جگہ تقسیم ہوا ہوتا ہے، وہ دل جمعی سے ایک راستے پر چل نہیں سکتا، اب ایک بات جو آپ نے اپنے ذہن مبارک میں رکھی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے 72 آدمیوں کو شہید کرنے کے بعد بھی اور بہت سے آدمیوں کو زخمی کرنے کے بعد بھی ابو سفیان تو وہاں سے چل پڑا دل میں کھٹکا یہ تھا کہ اب اگر حملہ کرتا ہوں تو یہ جو تھوڑے سے لکھ رہ گئے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ واضح شکست میں بات تبدیل ہو جائے، تو پھر میں مکہ میں کس منہ سے جاؤں گا، یہ بات سمجھ کے چھوڑ دیا میدان جنگ کو، دس بارہ میل پیچھے ہٹ گیا، وہاں جب رات گزاری تو پھر بیٹھ کے مشاورت ہوئی، اب اگر اس طریقے پر ہم واپس چلے جاتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مسلمانوں کا خلفشار پھر باقی رہ گیا، آئیں واپس پلٹیں اور حملہ کر کے انہیں ختم کر دیں، یہ بات طے ہو چکی تھی، جب اٹھنے لگے تو پھر کہنے لگے نہیں یار کہیں بات بگڑ ہی نہ جائے، ادھر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی نگاہ ناز ان سب معاملات کو دیکھ

Marfat.com

رہی تھی، ہمارا نبی وہ تو نہیں تھا کہ جس کو دیوار کے پیچھے کا پتہ نہ ہو، وہ دیکھ رہے تھے ان باتوں کو، ان کی گفتگو سرکارؐ کے علم میں تھی، اپنے ساتھیوں اور اپنے غلاموں سے ایک بات کہی اب یہ زخموں سے چور لوگ ہیں ان کے بہت سارے ساتھی بے گور و کفن میدان جنگ میں پڑے ہوئے ہیں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیار ہو کے آگے بڑھو ہم نے ان کا تعاقب کرنا ہے، کیسے جانثار تھے وہ لوگ جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھی تھے، وہ اٹھ کھڑے ہوئے، اب جب ابوسفیان کو پتہ چلا کہ وہ میرے تعاقب میں ہیں، وہ بھاگا اونٹوں پر جو ستو لادے ہوئے تھے کھانے کے لیے اونٹوں کو ہلکا کرنے کے لیے آدھا سامان گراتا گیا، یہ زخمی صحابہ جب سرکارؐ کے ساتھ وہاں پہنچے تو انہوں نے یہ سامان اٹھایا، اس آیت کے الفاظ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے، کہ کافروں کے دلوں میں تو ہم رعب ڈال دیں گے، اس لیے کہ وہ مشرک ہیں، اور شرک ایسی خبیث شے ہے کہ اس کے لیے آپ کو کہیں دلیل نہیں ملے گی، یعنی شرک کے لے جو بھی دلیل دی جاتی ہے، اللہ نے کہا وہ دلیل نہیں ہے، آپ جب بھی غور کریں گے، وہ اللہ کی مخلوق ہے وہ بت ہے جسے آپ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، وہ اللہ کا شریک کیسے ہوسکتا ہے، سورج اپنی ساری توانائیوں کے باوجود اللہ کا شریک کیسے ہوسکتا ہے، ہمالہ اپنی اونچائی کے باوجود اللہ کا شریک کیسے ہوسکتا ہے، گنگا اپنی طویل روانی کے باوجود اللہ کا شریک کیسے ہوسکتا ہے، کہ یہ زمرۂ مخلوق میں آتے ہیں، اور جو زمرۂ مخلوق میں آتا ہے وہ خالق ہو نہیں سکتا، لہذا رب نے فرمایا کہ شرک کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اب میں ایک اور بات کہتا ہوں، کہ جب آپ عظمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کرنے لگیں کچھ پیٹوں میں مروڑ اٹھے اور آگے چل کے وہ کہہ دیں کہ یہ شرک ہے، آپ نے رسول کو خدا کے ساتھ ملا دیا ہے، یہ شرک ہے، تو آپ نے کبھی یہ آیت نہیں پڑھی، "وما ارسلناك الا رحمة للعالمين" کیا یہ نہیں پڑھا کہ "یا ایها النبی انا ارسلناك شاهدا" کیا یہ نہیں پڑھا "والضحی واليل اذا سجی" کیا یہ نہیں پڑھا "ورفعنا لك ذكرك" جس کے لیے رب خود یہ بات کہتا ہو، اور یہ سب اللہ کی عطا سے ہو، کیا اللہ کی عطا بھی شرک ہوتی ہے، ہم جو کچھ بھی سرکار کے لیے مانگتے ہیں، وہ سارے کا سارا اللہ کی عطا سے مانگتے ہیں، اب اگر کوئی ان باتوں سے انکار کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ کو دینے پر قادر نہیں مانتا، اور دوسری طرف جب آتا ہے تو کہتا ہے کہ اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، چونکہ جھوٹ بھی ایک شے ہے اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، اور اس اللہ کے بندے کو یہ بھی پتہ نہیں چلا کہ مغلظات کی نسبت اللہ کی طرف کرنا یہ کفر ہے، اور جھوٹ ایک بری شے ہے اور اس کی نسبت اللہ کی طرف کرنا یہ کفر ہے، اتنی سادہ سی بات جب ذہن میں نہ آئے، تو عجیب بات ہوتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بے ادبیوں کا پھل ہے، جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کی جاتی ہیں، تو پھر اللہ ایسے عذاب مسلط فرما دیتا ہے۔

ارشاد ہوا کہ ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہے، اور زیادتی کرنے والوں کا ٹھکانہ بدترین ہے، اب احد میں شامل ہونے والے صحابہ

Marfat.com

کو ایک بات بتائی جارہی ہے کہ یہ افتاد کیوں پڑی اور مستقبل کے مسلمانوں کو یہ بات بتائی جارہی ہے کہ وہ ذہن قوت جو آپ کی قیادت کر رہی ہوتی ہے، اس قیادت نے جو سوچیں سوچی ہوتی ہیں ان کے پیچھے ایک طویل تجربہ ہوتا ہے، ایک طویل سوچ ہوتی ہے، لہٰذا آپ نا تجربہ کار ہوتے ہوئے اس بات کو رد کریں گے تو مار پڑے گی، لہٰذا قائد کی قائدانہ صلاحیتوں کو مان لینا چاہیے۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا، ہمارے مترجم ترجمہ کر رہے ہیں۔"اذتحسونھم باذنہ" اللہ کے حکم سے تم انہیں مار رہے تھے، مراد یہی معنی ہے 'حسی یحسو حسیا' عربی کا past tense ہے اس کا معنی ہوتا ہے کاٹ رہے تھے، لہٰذا مطلب ہے کہ جب تم انہیں اللہ کے حکم سے مار رہے تھے، پھر تم ادھر سے بھاگنے لگے اور بزدلی دکھائی، معاملے میں جھگڑا کیا، یہ اس گروہ کے متعلق ہے جو درے پر تھا، وہ دو حصوں میں بٹ گئے، ایک نے کہا کہ مال غنیمت ہمیں بھی اکٹھا کرنا چاہیے، ایک نے کہا کہ رسول ﷺ کا حکم یہاں ٹھہرنے کا ہے، صرف دس آدمی وہاں رہ گئے جنہیں خالد بن ولید نے شہید کر دیا، اسی کی طرف قرآن میں اشارہ ہے کہ تم معاملے میں جھگڑے، جو بات تم چاہتے تھے اسے تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ کافر شکست کھا جائیں، لیکن رسول کی نافرمانی کی، دنیا کی طلب میں تو اللہ تعالیٰ نے تمھارا رخ ادھر سے موڑ دیا یعنی تم جنگ لڑ رہے تھے کفار سے تو اس تمھارا رخ دوسری طرف موڑ دیا، یہ آزمائش تھی، کہ تم میں سے شہید کتنے ہوتے ہیں اور اس شہادت سے سبق کتنے حاصل کرتے ہیں۔ یہ جو لغزش تم نے کی اللہ نے اسے معاف کر دیا، یعنی دونوں گروہوں کو معاف کر دیا، دونوں کو اللہ نے مومن قرار دیا۔ اب قرآن نے وہاں کا نقشہ کھینچا کہ تم زمین میں بکھر گئے تھے، فاضل بریلوی نے ترجمہ کیا کہ جدھر منہ آیا بھاگ چل پڑے، انہوں نے ترجمہ کیا کہ تم چڑھے چلے جاتے تھے۔ یہاں لفظ ہے صعد۔ ص سے اور ص اور ع دونوں پر زبر ہے۔ اس کا مطلب ہے پستی کو چھوڑ کر بلندی کی طرف جانا۔ اصعاد اسی لفظ سے بنا ہے، عربی کی وسعت دیکھیں کہ تین لفظوں سے جو مصدر بنتا ہے اسے ثلاثی اور چار سے جو بنتا ہے اسے رباعی کہا جاتا ہے۔ اب یہاں جو تصعدون ہے یہ اصعاد سے بنا ہے۔ صعود نہیں، صعود کا پاسٹ ٹینس ہے صعد پریذینٹ ٹینس ہے یصعد اور یہ یصعد عربی گرامر میں پریذینٹ ٹینس ہے، اس کا پاسٹ ٹینس ہے اصعد، اسے جب حاضر میں تبدیل کریں گے تو تصعد بن جائے گا اسکی جمع تصعدون ہوگی۔ اب تصعدون یہاں استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے کہ تم ادھر ادھر زمین میں بکھرے پڑے ہوئے تھے، جس کا جدھر منہ آیا نکل گیا۔ اس ریلے کے سامنے جو کافروں نے دفعتاً مسلمانوں پر کر دیا تھا۔ فرمایا کہ تم پیچھے پلٹ کے دیکھ نہیں رہے تھے۔ رسول ﷺ نے تمھیں صفوں کے پچھلے حصے سے پکارا: الی عباد اللہ' اللہ کے بندو میری طرف پلٹ آؤ۔ صرف بارہ جان نثار تھے جنہوں نے میدان کو چھوڑا نہیں۔ آپ ﷺ نے کسی بات کی پرواہ نہیں کی چہرے پر وہی مسکراہٹ ہے جو سدا بہار ہے۔ جھوٹے نبی ایسے مقام پر بھاگ جایا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک مقام پر جب یہی حالت پیش آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ '' انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب ''

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسۡرَٰٓءِيلُ

سب کھانے کی چیزیں بنی اسرائیل کے لیے حلال تھیں سوائے انکے جو اسرائیل علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کرلیں ۶۲

عَلَىٰ نَفۡسِهِۦ مِن قَبۡلِ أَن تُنَزَّلَ ٱلتَّوۡرَىٰةُۗ قُلۡ فَأۡتُواْ بِٱلتَّوۡرَىٰةِ

اس سے پہلے کے تورات نازل کی گئی۔ فرمادیجئے کہ تم تورات لاؤ

فَٱتۡلُوهَآ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ

اور پھر اسے پڑھو اگر تم سچے ہو

﴿٩٣﴾ فَمَنِ ٱفۡتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ ٱلۡكَذِبَ مِنۢ بَعۡدِ ذَٰلِكَ فَأُوْلَٰٓئِكَ

اور جو اللہ پر جھوٹ باندھے، اس (حق بات کے ظاہر ہونے) کے بعد

هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٩٤﴾

وہی ظالم ہیں ۶۳

۶۲۔ سید کل صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود کا اعتراض یہ بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیمی کا دعوٰی تو کرتے ہیں، لیکن اونٹ کا گوشت اور دودھ استعمال فرماتے ہیں، حالانکہ اونٹ کا گوشت اور دودھ شریعت ابراہیمی میں حرام تھا۔ یہ بات بالکل غلط ہے، اصل بات یہ ہے کہ سیدنا اسرائیل (حضرت یعقوب) علیہ السلام نے عرق النساء کی تکلیف کی وجہ سے بعض طبیبوں کے مشورے سے اسے استعمال کرنا چھوڑ دیا تھا یہ سب کچھ تورات کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اگر تسلیم نہیں کرتے تو تورات لاؤ اسے پڑھو! وہ بھلا تورات لاکر اپنا جھوٹ کیسے ظاہر کرسکتے تھے۔

۶۳۔ پس جو اللہ تعالیٰ پر اسکے بعد جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ ظالم ہیں۔ تمہارا یہ سوال جھوٹا بہتان اور اپنا گھڑا ہوا الزام ہے اور اللہ کریم پر یہ جھوٹا بہتان ظلم ہے، لہذا تم ظالم ہو۔

☆☆☆☆☆

یہ فرمایا جارہا تھا کہ مشکل تو آن پڑی تھی لیکن نبی نے بتادیا کہ قیادت کسے کہتے ہیں۔ سہولت میں قیادت کرنا آسان ہوتا ہے لیکن جب پہاڑ جیسی مصیبتیں پڑیں اور چہرے پر مسکراہٹ ہو۔ میدان جنگ میں بارہ آدمیوں سے مل کر جو عظیم شخص ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے، وہی ذات لائق تعظیم ہے۔ پھر فرمایا کہ تمھیں غم آیا کیوں آیا؟ اس لیے کہ تم نے رسول ﷺ کو مغموم کر دیا۔ اس غم کی دو وجوہات تھیں، کہ تم رسول کے ساتھی ہو اور رسول کے غلام ہو، لہذا دو باتیں تم میں لازماً پیدا ہونی چاہییں جیسی بھی افتاد آن پڑے اور جو بھی ہاتھ سے چھن جائے اسکی پروا نہیں کرنی۔ تمھارے سارے اعمال اللہ کے سامنے ہیں اور پھر اللہ سے دوستی ہے۔ اعمال اس کے سامنے ہو رہے ہوں تو پھر نبی کو چھوڑ کر جانا بڑی زیادتی ہے۔ تمھارا مال جائے، کسی عزیز کی جان جائے، زمین جائے، گھر جائے، تمھیں اذیتیں دی جائیں، ٹانگ ٹوٹ جائے، بازو ٹوٹ جائے یا سر زخمی ہو، تم نے نبی کا ساتھ نہیں چھوڑنا۔ آگے فرمایا کہ تم مصطفیٰ ﷺ کے ساتھی ہو اس لیے اس نے تمھاری لغزشوں کو معاف کر دیا ہے۔ اس نے اس غم کے بعد تمھیں راحت دی۔ راحت کیا تھی۔ احد کے میدان میں ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ اب جیسے ڈاکٹر کفیل صاحب یا باقی ڈاکٹر حضرات مریض کو ٹینشن میں سونے کا مشورہ دیتے ہیں تاکہ اعصاب کو سکون ملے۔ انہیں ذہنی تناؤ سے بچایا گیا۔ وہ زخمی تھے، عزیزوں کے مرجانے کا غم، وجود میں تناؤ سے بچانے کے لیے رب کریم نے فوراً نیند کا غلبہ مسلط کر دیا۔ اللہ کتنا محافظ ہے ان کا کتنا مددگار ہے ان کا کہ اگر میدان میں دشمن کی فوج سو جائے تو انجام کیا ہوتا ہے! جب وہ ہوش میں تھے تو ستر بندے قربان کرا بیٹھے لیکن جب وہ نیند میں ہیں تو ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ کیا اس سے بڑی کوئی تائید ربانی ہو سکتی ہے۔

اللہ سینے کے بھیدوں کو جانتا ہے، جو لوگ دو پارٹیاں ٹکرانے کے دن پشت پھیر گئے انہیں شیطان نے پھسلا دیا تھا، ان کے کچھ اعمال کی وجہ سے، اللہ نے انہیں معاف فرما دیا ہے، اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے''۔

ارشاد فرمایا کہ ایک گروہ ایسا تھا، جسے بے حد جان کی پڑی ہوئی تھی، یہ کون تھا، معتب نامی آدمی جو مدینہ کے منافقین میں سے تھا، یہ عبداللہ بن ابی کے ساتھ واپس نہیں گیا تھا، اس کے ساتھ اس کی برادری کے چند آدمی بھی تھے، یہ اگلی بات ان کی زبان سے نکلی ہے، وہ بات یہ کہہ رہے تھے، کہ بھائی کیا معاملے میں ہمارا بھی کوئی ہاتھ ہے، ہم بھی کچھ کر سکتے ہیں؟ جواب تھا کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ انہیں فرمادیں، کہ معاملہ سارا اللہ کے ہاتھ میں ہے، تمہارے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے، محبوب یہ اپنے جی میں وہ بات چھپا رہے ہیں جو سامنے کرنا نہیں چاہتے، کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے ہاتھ میں کوئی بات ہوتی تو عبداللہ پلٹا تھا ہم بھی پلٹ گئے ہوتے، یہاں آکے مار نہ کھاتے، محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ انہیں ایک اور بات بھی سمجھا دیں کہ موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے، اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے، اور تمہاری موت وہاں آنی ہوتی، تو عین موت کے موقع پر جن پر قتل لکھ دیا گیا تھا، وہ اپنے مضاجع پر آجاتے، مضجع لیٹنے کی جگہ کو کہتے ہیں، اس لیے مضجع بستر کو بھی کہتے ہیں قدیم

Marfat.com

عربی میں، مضاجع بستر جہاں آپ لیٹتے ہیں، اور مرادی معنی کیا ہوگا جس مقام پر قتل ہونا ہے، اس مقام پر وہ لوگ آ جائیں گے، مرنے والوں کے لیے ایک فقرہ کہا جاتا ہے، "برد اللہ مضجعہ" (اللہ اسکی قبر کو ٹھنڈا کر دے) اب مضجع وہ بھی لیٹنے کی جگہ ہے، لہٰذا مضجع تین معنوں میں آ گیا، بستر کا معنی، قبر کا معنی، میدان جنگ میں مرنے کی جگہ کا معنی، یہ تین معنے ہیں، اللہ آزمانا چاہتا تھا کہ تمہارے سینوں میں کیا ہے، اور دلوں کے جو خیالات تھے انہیں پاکیزہ کرنا چاہتا تھا، نتھار دینا چاہتا تھا، اللہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے، تو یہ منافق جو بات کر رہے تھے، وہ اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی موقع پر بتا دی، اب کچھ لوگ معتبر صحابہ میں سے وہ ایک دوسرے سے بکھر گئے تھے، میں نے گزشتہ خطبے میں بھی یہ بات کہی تھی اسے دہرا دیتا ہوں، کہ جب کفر کے حملے سے صفیں ٹوٹ گئی تھیں، تو وہ فوج ان لوگوں کے درمیان حائل ہو چکی تھی، کچھ ادھر بکھر کر چلے گئے تھے کچھ اُدھر ہو گئے تھے۔ تو اب رب نے یہاں ارشاد فرمایا، میدان جنگ چھوڑ کے چلے جانا یہ بات اور ہے، اور میدان جنگ میں ادھر اُدھر بکھر جانا اس کیفیت سے کہ کچھ بھائی نہ دے رہا ہو، یہ اور بات ہے، لہٰذا ہمارے برصغیر میں بے شمار مورخین نے جنگ احد کو شکست کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، میں اسے شکست نہیں مانتا، ماہرین جنگ اسے شکست نہیں مانتے، بریگیڈئر صاحب سامنے بیٹھے ہیں، کیا جرنیل فوج کے اندر موجود ہو، نہ تو وہ مورچے چھوڑے نہ ہتھیار پھینکے اور نہ میدان جنگ سے منہ موڑے تو اسے کس لغت میں شکست کہا جاتا ہے، البتہ یہ وقتی پریشانی تھی، جو مسلمانوں پر طاری ہوئی، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جو چند گنے چنے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، ایک محفل میں حضرت عثمانؓ سے کہنے لگے، مجھے آپ پر تین اعتراضات ہیں، ایک اعتراض یہ ہے کہ آپ بدر میں نہیں تھے، جو بدریوں کا مرتبہ ہے وہ آپ کو نہیں ملا۔

دوسرا میرا اعتراض یہ ہے کہ آپ بیعت رضوان میں موجود نہیں تھے، لہٰذا بیعت رضوان کی جو عظمت ہے وہ بھی آپ کو نہیں ملی، تیسری بات یہ ہے کہ ریلے کے سامنے جو لوگ آگے پیچھے بکھر گئے تھے ان میں آپ موجود تھے، لہٰذا جو وہاں ثابت قدم تھے ان والا مقام بھی آپ کو نہیں ملا، تو میرا مرتبہ عثمان ہر نقطہ نگاہ سے آپ سے اوپر ہے، حضرت عثمانؓ نے یہ جواب دیا، کہ آپ کو نہیں پتہ کہ بدر کا حصہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دیا، اور حضرت رقیہ کی خدمت کے لیے مجھے مدینہ طیبہ میں چھوڑ گئے، اب میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم میں تھا، لہٰذا آپ کا یہ اعتراض مجھ پر بالکل لغو ہے، یہ تو عمل مصطفیٰ علیہ السلام پر اعتراض ہے، آپ دوسری بات بیعت رضوان کی کہہ رہے ہیں، کیا آپ کو نہیں پتہ کہ مجھے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سفیر بنا کے مکہ بھیجا تھا، پیچھے یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے، اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت بیعت لی تھی میرے قتل کا یا شہادت کا بدلہ لینے کے لیے، پھر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے، آپ تو اپنا ہاتھ دے رہے تھے اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو میرا ہاتھ قرار دے رہے تھے، بتائیے پھر میری وہاں سے غیر حاضری بہتر تھی

Marfat.com

یا حاضری بہتر تھی، اور وہ غیر حاضری تو اسی وجہ سے تھی کہ سرکار نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کے بھیجا تھا، اب تیسری بات یہ رہی کہ میں ثابت قدم نہیں رہا ہوں اور ان لوگوں میں شامل تھا جو ثابت قدم نہیں رہے تھے، تو ان کے لیے اللہ نے کہا! "**ولقد عفا اللّٰه عنهم**" (اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہے) جب اللہ مجھے معاف کرتا ہے تو پھر آپ کون ہیں مجھے پکڑنے والے، یہ تین باتیں سن کے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے، تو قرآن نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک وقتی بات تھی جو گزر گئی، اللہ نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور تمہارے ایمان اپنے مقام پر ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَقَالُواْ لِإِخْوَٰنِهِمْ إِذَا

اے ایماندارو! کافروں کی طرح نہ ہو جاؤ، جنھوں نے اپنے بھائیوں سے کہا جب وہ زمین میں سفر کے لیے نکلے یا

ضَرَبُواْ فِي ٱلْأَرْضِ أَوْ كَانُواْ غُزًّى لَّوْ كَانُواْ عِندَنَا مَا مَاتُواْ وَمَا

وہ جہاد کے لیے باہر آئے، کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے، نہ وہ مرتے اور نہ ہی قتل ہوتے، یہ بات اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں

قُتِلُواْ لِيَجْعَلَ ٱللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ يُحْيِۦ وَيُمِيتُ ۗ

حسرت بنا دی ہے، اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے

وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥٦﴾

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے

وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ

اگر تم راہ خدا میں قتل کر دیے جاؤ یا تم مر جاؤ

أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿١٥٧﴾

تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت اس سے بہتر ہے جو تم لوگوں نے جمع کر رکھا ہے

وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى ٱللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿١٥٨﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ

اگر تم مر جاؤ یا قتل ہو جاؤ تو تم نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے محبوب آپ ان کے لیے نرم

اَللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

ہو گئے ہیں، اگر آپ سخت اور سنگ دل ہوتے تو وہ آپ کے اردگرد سے بکھر جاتے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ

انہیں معاف کیجئے، ان کے لیے مغفرت طلب فرمائیے، اور معاملات میں ان سے مشورہ لیا کریں جب آپ پکا ارادہ فرمالیں

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾

تو پھر اللہ پر توکل کریں، اللہ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا، تو پھر تم

فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ

پر کوئی بھی غالب نہیں آسکے گا، اگر وہی تمہیں رسوا کردے، تو پھر وہ کون ہے جو تمہاری اللہ کے بعد مدد کرے،

بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ

مومنوں کا صرف اللہ کی مدد پر بھروسہ ہونا چاہیے، نبی کا یہ کام نہیں کہ

يَغُلَّ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ

کچھ مال غنیمت چھپالیں جو بھی کوئی ایسی شے چھپاتا ہے قیامت کے دن وہ چھپی ہوئی چیز لے کے حاضر ہوگا،

نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۶۱﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ

پھر ہر جان کو پورا پورا بدلہ ملے گا جو اس نے کمایا ہوگا، ان پر زیادتی نہیں ہوگی، کیا وہ آدمی جو اللہ کی رضا چاہتا ہے،

Marfat.com

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۱۶۲﴾

اس جیسا ہوسکتا ہے جو اللہ کے غصے کے نیچے آگیا ہو اور جس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے

هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۱۶۳﴾

،لوگ اللہ کے ہاں مختلف مقامات رکھتے ہیں، اللہ دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

،یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا ہے، جب ان میں ایک عظمت وشان والا رسول ان ہی میں سے بھیجا،

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

اور جو ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے، انہیں ستھرا کرتا ہے، انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے

وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۱۶۴﴾

اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلم کھلا گمراہی میں تھے

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ

تو جب تم پر کوئی مصیبت آئے حالانکہ تم اس سے پہلے دوگنا مصیبت کافروں کو پہنچا چکے تھے،

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶۵﴾

تو تم کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آگئی، فرمادیجئے کہ یہ تمہاری جانوں کی بنائی ہوئی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے،

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۶۶﴾

وہ تکلیف جو تمہیں اس دن آئی جب دو فوجیں باہم ٹکرائی تھیں وہ اللہ کے اذن سے تھی، تاکہ اللہ مومنوں کو دیکھ لے

Marfat.com

وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ نَافَقُوا۟ ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ قَـٰتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ

اور وہ لوگ بھی سامنے آجائیں جو منافق ہیں، انہیں کہا گیا کہ آؤ اور راہ خدا میں جنگ لڑو یا دفاع کرو

أَوِ ٱدْفَعُوا۟ ۖ قَالُوا۟ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّٱتَّبَعْنَـٰكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ

انہوں نے کہا کہ اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ یہ جنگ ہے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ ہوتے،

يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَـٰنِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَٰهِهِم مَّا لَيْسَ

وہ اس دن کفر کے زیادہ قریب تھے ایمان کی نسبت سے، وہ منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو

فِى قُلُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾

ان کے دلوں میں نہیں ہے، اللہ جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں

ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ لِإِخْوَٰنِهِمْ

تو انہوں نے اپنے (تعلق داروں) بھائیوں سے کہا

وَقَعَدُوا۟ لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا۟ ۗ قُلْ فَٱدْرَءُوا۟ عَنْ أَنفُسِكُمُ

اور خود بیٹھ گئے، کہ اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے، فرما دیجئے اپنی جانوں سے موت، دور کر دو

ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿١٦٨﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى

اگر تم سچے ہو، اور ہرگز ان لوگوں کو اے مخاطب جو راہ خدا میں مارے جاتے ہیں مردہ گمان نہ کر

سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ

وہ تو اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے، وہ خوش ہیں

Marfat.com

بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِٱلَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا۟

اس چیز پر جواللہ کریم نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے، اوران لوگوں کے لیے

بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۷۰﴾

بشارتیں حاصل کرتے ہیں جو پچھلوں میں سے ابھی انہیں ملے نہیں ہیں کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی ان پر کوئی غم ہے

۞ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

(وہ خوش ہیں اس چیز پر جواللہ کریم نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے) اللہ کی نعمتوں اور فضل کو وہ پا کے خوشیاں مناتے ہیں، اللہ

ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۷۱﴾

ایمانداروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ۵۸

۵۸ کیفیت یہ تھی کہ جب بہت سارے لوگ احد میں مارے گئے، تو منافقین نے کھل کے یہ بات مدینے میں پھیلائی کہ یہ تو باہر چلے گئے تھے، یا جہاد کے لیے نکل گئے تھے، اگر وہ مدینے میں رہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ شہید ہوتے، کاش یہ مدینہ سے باہر نہ گئے ہوتے، بار بار وہ یہ بات کہتے تھے، اللہ کریم نے ایک بڑا ہی نفیس جملہ فرمایا جس کے معانی میں دریا بند ہے، ارشاد فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے دلوں میں حسرت ہے، اور یہ حسرت ایک نسل میں نہیں ہے، وہ حیران اس بات پر ہوتے تھے اور انہیں بات سمجھ نہیں آتی تھی، ہیں وہ تمہارے بڑے قریبی رشتہ دار، کوئی چچازاد بھائی کوئی خالہ زاد بھائی، کوئی ماموں زاد بھائی، لیکن خدا جانے ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے، کہ ایک بندہ میدان جہاد میں جاتا ہے وہ مارا جاتا ہے، اگلے جہاد سے پہلے اس کا بیٹا تیار ہو کے میدان میں اتر جاتا ہے، وہ بھی مارا جاتا ہے، اسی کا دوسرا بھائی پھر آگے چلا جاتا ہے، یہ تو بڑے ہی افسوس کی بات ہے اس طریقے سے ہماری نسلیں ختم ہو جائیں گی لیکن یہ ہماری بات سمجھتے نہیں ہیں، اس سوچ کو اللہ کریم نے کہا کہ ان کے دلوں کی حسرت ہے دلوں کی چبھن ہے، یہ حسرت باقی رہے گی، محبوب ان سے صرف ایک بات پوچھ لیں، کہ موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے یا کسی اور کے ہاتھ میں، کیا سفر کرنے سے بندہ مر جاتا ہے، کیا جہاد میں جانے سے بندہ مر جاتا ہے، اس کی موت تو تبھی آئے گی جب اللہ کریم کی طرف سے اس کا وقت معین آ جائے گا، تو جو کچھ یہ کہتے پھر رہے ہیں، اور مسلمانوں کو اپنے دفاع سے بھٹکانا چاہتے ہیں، یا مسلمانوں کو

Marfat.com

جہاد سے ہٹانا چاہتے ہیں، ان کے ان اعمال کو اللہ دیکھتا ہے اور جانتا ہے، البتہ انہیں ایک بات جو سمجھ نہیں آ رہی ہے، وہ یہ ہے، کہ تم اگر راہ خدا میں شہید ہو جاؤ گے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں بخشش کا تاج پہنایا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہو گی، یہ جہاد میں نہ جا کے جو کچھ جمع کر رہے ہیں اس سے یہ یقیناً بہتر ہے، اس بہتر ہونے کے پیچھے سوچ یہ ہے کہ جہاں انسانی ذہن یہ بن جاتا ہے، کہ جو کچھ بھی انہوں نے اکٹھا کیا ہے، اسے یہاں چھوڑ جانا ہے، اگر اس مال کی زکوۃ نہیں دی ہے تو وہ وبال ہے، اور اگر اس میں سے مساکین کا حق نہیں نکالا ہے، تو وہ مصیبت ہے، اب اس وبال اور مصیبت کو یہاں ہی چھوڑ کے جانا ہے، ان میں سے کوئی شے ان کے ساتھ نہیں جائے گی، لیکن جب تم راہ خدا میں چلو گے، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مرنے کے بعد دو باتیں لازماً آپ کے ساتھ ہوں گی، ایک مغفرت ہو گی، ایک اللہ کی رحمت ہو گی، اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور اللہ کی رحمت یہ یقیناً اس دنیا کے مال و منال سے ہزار ہا درجے بہتر ہے، اسی بات کی طرف یہاں اشارہ ہوا ہے، اب دیکھیں جب بندہ منتقل ہو کے قبر میں چلا جاتا ہے، سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر پر کھڑے ہو کے گھٹنوں کے حساب سے رونے لگ جاتے ہیں، فرماتے تھے کہ یہ آخرت کا پہلا مقام ہے، جو یہاں مار کھا گیا، اس کے بعد آگے آنے والا ہر مرحلہ اس سے زیادہ مشکل ہو گا، اور جو یہاں بچ گیا تو پھر آگے والا ہر مرحلہ اس سے آسان تر ہوتا چلا جائے گا، آپ اگر کبھی تنہا بیٹھیں، بات سوچیں تو عجیب سا انداز بنتا ہے، کہ قبر میں ظاہری دنیا کی ہوا کہیں سے نہیں لگ رہی، یہاں روشنی کا کوئی بندوبست نہیں ہے اگر باطنی روشنی نہیں ہے تو، اور پھر وہاں بدعملی اژدہا بن کے منہ پھیلائے نوچنے کے لیے تیار ہے، وہاں سے باہر آواز بھی نہیں آتی، تو کیا انداز ہو گا قبر کے اندر اگر بندہ محفوظ نہ ہو، ایک صاحب حال جا رہے تھے، بڑی شاندار قبر بنی ہوئی تھی، وہ بڑے کھلکھلا کے ہنسے اور ہنس کے کہنے لگے کہ باورچی خانے کو بڑی ٹیپ ٹاپ کی گئی ہے اور اندر کا پتہ نہیں ہے کہ اندر کتنی سیاہی بھری ہوئی ہے، اندر کتنا عذاب بھرا ہوا ہے۔

تو یہاں ارشاد یہ ہوا! کہ زندگی کے دو انداز ہیں، ایک خالص مادی زندگی ہے، جو مرنے کے آخری لمحے سے آگے کچھ نہیں ہے، اور ایک وہ زندگی ہے جو اصل زندگی مرنے کے بعد سے شروع ہونا تسلیم کرتی ہے، تو جن کا نظریہ یہ ہے کہ اصل زندگی موت کے بعد شروع ہوتی ہے، اگر اس دنیا سے جاتے ہوئے انہیں مغفرت بھی مل گئی ہے اللہ کا رحم بھی مل گیا ہے، تو ان کے پاس جو بھی جمع ہے، یہاں "مما" لفظ کو بڑے نفیس عربی بلاغت کے انداز سے استعمال کیا گیا، یعنی جو بھی انہوں نے جمع کیا ہے اس جو بھی میں خواہ ساری دنیا بھی ہو جائے، تو وہ بھی بالکل حقیری شے ہے، ایک بات جو آپ کو یاد رکھنی ہے وہ یہ ہے، اگر طبعی موت مر جاؤ تب یا راہ خدا میں شہید ہو جاؤ یا قتل ہو جاؤ تب تم نے اللہ کے پاس جا کے اکٹھا ہونا ہے، اور وہ زندگی کے ہر گوشے کو جانتا ہے، اسے تمہارے سامنے واضح کر دے گا، صحابہ عالی مقام جب بھی بیٹھتے تھے، تو آخرت کا ہی تذکرہ ہوتا تھا۔

Marfat.com

فاتح مصر حضرت عمرو بن عاصؓ اس محفل میں تھے، کہنے لگے کہ کوئی عقل مند بندہ مرنے لگے اور اس کے ہوش حواس قائم ہوں تو اس سے پوچھا جائے کہ اس پر کیا بیت رہی ہے، انداز کیا ہے، کرنا اللہ کا ایسا ہوا کہ حضرت عمرو بن عاصؓ خود بیمار ہو گئے، صحابہ عالی مقام پاس بیٹھے تھے، ان کا آخری وقت تھا، یہ مصر کے فاتح ہیں، اور صحابہ میں سے چند مایہ ناز جرنیلوں میں شمار ہوتے ہیں، صحابہ میں سے کسی نے کہا کہ حضرت آپ کہا کرتے تھے کہ کوئی عقل مند مر رہا ہو تو اس سے پوچھا جائے موت کا انداز کیا ہوتا ہے کیفیت کیا ہوتی ہے، کہنے لگے کہ مجھے اس وقت یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میرا سارا وجود سوئی کے ناکے سے گزارا جا رہا ہے، اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چکی کے دو مضبوط پل ہیں زمین اور آسمان اور میں ان کے درمیان مسلا جا رہا ہوں، میری سانس جس طریقے سے آرہی ہے، اس کی شدت کو تعبیر کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں، لیکن اس کیفیت میں بھی جو انہوں نے عربی بولی ہے، وہ بڑی ہی وسیع اور بلیغ ہے، عین اس مرحلے پر ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کمرے میں داخل ہوئے، تو آپ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ بیٹا وہ صندوق ہے سنبھال لے، حضرت عبداللہ بڑے عالم انسان تھے، کہنے لگے کہ اس صندوق کی مجھے ضرورت نہیں ہے، ان کا خیال ہے کہ شائد اس کا مطلب ہے کہ اس میں کوئی کپڑے وغیرہ ہوں گے، انہوں نے کہا نہیں یہ صندوق پیسوں سے بھرا ہوا ہے، انہوں نے کہا میرے لیے آپ کے پیسے کسی کام کے نہیں ہیں، اگر یہ بکری کی مینگنیاں ہوتیں تو شائد میں کہتا کہ انہیں شام کو اٹھا لوں گا، مجھے ان پیسوں کی ضرورت نہیں ہے، اب اس وقت وہ سر... سے فرمانے لگے، کاش میں نے ایک پیسہ بھی اس صندوق میں نہ رکھا ہوتا، آج میں اللہ کے سامنے کسی اور انداز سے حاضر ہوتا آئمہ کا یہ طریقہ رہا ہے، کہ جو آیا اسے تقسیم کر دیا، اسے ختم کر دیا، فاروق اعظمؓ کا یہی انداز تھا، حضرت حیدر کرار بیت المال تقسیم کر کے اس کو شام کے وقت خالی ہونے کے بعد دھلوا دیا کرتے تھے، کہ کوئی شے باقی نہ رہے، تو یہ وہ انداز ہے جو اللہ کریم نے یہاں ذکر کیا ہے، کہ طبعی موت آجائے یا شہادت کی موت آجائے تمھیں اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے، نامۂ اعمال میں وہاں کیا لے کے جاؤ گے اس بات پر توجہ رکھو۔

اگلی آیت مبارکہ میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صفت ذکر کرتے ہوئے، بڑے شاندار انداز سے قرآن پاک نے ایک بات کہی، محبوبؐ اللہ کی رحمت کی وجہ سے جس کا نزول آپ پر ہو رہا ہے، آپ ان کے لیے بڑے نرم مزاج بن گئے ہیں، آپ کے مزاج میں کرختگی نہیں ہے، اگر آپ تندخو ہوتے سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے اردگرد سے بھاگ جاتے، اللہ کی رحمت سے آپ میں وہ شفقت اور الفت پیدا ہوگئی ہے، کہ یہ سارے لوگ آپ سے چمٹے بیٹھے ہیں، یہاں پتہ چلا کہ رحمت للعالمینؐ پر مسلسل اللہ کریم کی رحمت نازل ہو رہی ہے، اور رحمت کو دیکھ کے لوگ پروانہ وار سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بھاگتے ہیں، نرم مزاجی کے بے شمار واقعات حدیث میں آتے ہیں، میں صرف ایک واقعہ عرض کروں گا، آپ اندازہ فرمائیں کہ ایک عام آدمی جو کسی پر تسلط

Marfat.com

بھی نہ رکھتا ہو، اس کے سامنے ایسا واقعہ آئے تو اس کا ردعمل کیا ہوگا، سرکار کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے ہیں باہر سے ایک بدوی آیا، بدوی جاہل اور اجڈ قسم کا آدمی تھا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل میں پہنچ کے ادب کے الفاظ استعمال نہیں کیے، اس کے الفاظ کا میں ترجمہ کر رہا ہوں، عظمت مصطفیٰ علیہ السلام کو ظاہر کرنے کے لیے اگر یہ بات نہ ہوتی تو میرا ایمان نہیں چاہتا کہ میں ان الفاظ کا ترجمہ کروں، اس نے کہا او محمدؐ اس طرح سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لے کے مخاطب کیا، آپ کہیں یا رسول اللہ آپ کہیں یا حبیب اللہ، یا رحمت اللعالمین، یا شفیع المذنبین، ان ناموں سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کیا جائے، نام لے کے اور ساتھ اے یا او نہ لگایا جائے، اس نے کہا او محمد جو تیرے پاس اللہ کا مال ہے اس میں سے میرا اونٹ لا دے، اور یہاں پھر اس نے بس نہیں کیا، کہا کیا تیرا مال ہے یا تیرے باپ کا مال ہے، اب آپ کسی آدمی سے مانگنے بھی جائیں، اور اسے ساتھ یہ بھی کہہ دیں کہ یہ نہ تیرا مال ہے نہ تیرے باپ کا مال ہے، تو اس کے تاثرات کیا ہوں گے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی بات سنی اور یہاں اس نے بس نہیں کیا، اب تیسری سٹیج یہ تھی، کہ جو چادر حضورؐ نے اوپر کی ہوئی تھی وہ بڑی کھردری سی تھی اس دور کے کپڑے ایسے ہی ہوتے تھے، اس نے اس چادر کو پکڑ کے زور سے جھٹکا دے دیا، چادر مبارک گردن پر گھسیٹ کے لگی، تو مبارک چمڑا اوپر سے چھل گیا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسے اونٹ لا دو، اونٹ لا دیا گیا، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ جو آپ نے اللہ کے نبی کے ساتھ سلوک کیا ہے، اس پر آپ کی گرفت ہوگی، اس نے کہا بالکل نہیں ہوگی، قرآن کے اس نے کچھ ٹوٹے پھوٹے حصے پڑھے اور کہنے لگا، بالکل نہیں ہوگی، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں ہوگی، کہنے لگا اس لیے کہ جس نے آپ کو بھیجا ہے اس نے آپ کو رحمت للعالمین کہا ہے، اگر آپ رحمت للعالمین ہیں تو مجھ سے کیوں باز پرس ہوگی، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کہا نہیں ہوگی، اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ اتنی دیر مجھے آپ نے باتوں میں لگائے رکھا ہے اس لیے مجھے ایک اونٹ اور بھی مال کا دیا جائے، آپؐ نے اسے ایک اور اونٹ مال کا بھی دے دیا، وہ چل پڑا۔

اب دیکھیں کہ مزاج کی یہ سختی برداشت کرنا اور وہ سدا کی مسکراہٹ جو اس مقدس اور نورانی چہرے پر ہوتی تھی، اور جس مسکراہٹ نے صدیق وفاروقؓ جیسے لوگوں کو اپنا گرویدہ اور قیدی بنا رکھا تھا۔ اور وہی بات تھی کہ!

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی ۔۔۔ یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

وہی جان بخش مسکراہٹ آپ کے ہونٹوں پر تھی، اس بدوی کو کچھ بھی نہیں کہا، اور اونٹ دے کے بھیج دیا۔ اور قرآن نے کہا کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ لوگوں کے لیے نرم ہو گئے ہیں، اگر آپ سخت مزاج ہوتے، زبان میں ترشی ہوتی، تو یہ ایک طرف ہو کے نکل جاتے، مولائے کائناتؓ نے اس کی یوں شرح فرمائی، ارشاد فرماتے ہیں۔ ''جو دور ہوتا تھا وہ ہیبت سے مررہا ہوتا تھا اور جو پاس آ گیا تو وہ محفل کو چھوڑ نہیں سکتا تھا''۔ یہ وہ بات ہے جسے قرآن پاک نے کہا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو لوگ ادھر سے

Marfat.com

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ

آپ ﷺ کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا، تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو حنیف تھے (خالص اللہ کے تھے اور ہر باطل

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

سے دور رہنے والے تھے) اور مشرکوں میں سے نہیں تھے ۶۴

۶۴ اللہ کریم کا فرمان حق اور سچ ہے تم تحریف کرر ہے ہو، اب اس فرمان کے بعد تمہیں چاہیے کہ شریعت ابراہیمی کی پیروی کرتے ہوئے ہماری طرح اونٹ کا گوشت کھاؤ اور اس کا دودھ پیو۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ

یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ وہی ہے جو

بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾

مکہ میں ہے، بیحد برکت والا ہے اور سب جہانوں کے لیے ہدایت (کا سرچشمہ) ہے

فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ

اس گھر میں روشن نشانیاں ہیں

اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ

(ان میں سے ایک) مقام ابراہیم بھی ہے، جو بھی اس گھر میں داخل ہو وہ (ہر خطرے) سے محفوظ ہو جاتا ہے، اور لوگوں پر حج بیت اللہ

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

فرض ہے اللہ کے لیے، جو کوئی وہاں جانے کی استطاعت رکھتا ہو، اور جو شخص (پھر بھی) انکار کر دے تو بیشک اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے ۶۵

۶۵ اس گھر میں روشن نشانیاں ہیں، جو بھی اس گھر میں داخل ہو وہ ہر خطرے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

بھاگ جاتے، اب یہ کتنے عظیم المرتبت انسان تھے جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے تھے، یہاں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین باتیں ان کے متعلق فرمادیں، کسی کے غلاموں اور ساتھیوں کے متعلق کائنات کا خالق یہ بات ارشاد فرمائے، آپ تورات کی ایک ایک سطر پڑھ جائیں یہ بات نہیں ملے گی، انجیل کی ایک ایک سطر پڑھ جائیں یہ بات نہیں ملے گی، جو کتاب چاہیں پڑھ جائیں کسی بڑے آدمی کے ساتھیوں کے لیے خدا نے یہ بات کہی ہو نہیں ملے گی، پہلی بات ارشاد فرمائی محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ انہیں معاف فرمادیا کریں، دیکھیں اگر آپ عظیم اور بااخلاق انسان ہیں، ایک ان پڑھ، بے خبر اور جاہل نہ آ کے آپ سے بات کرتا ہے، اس کا خطاب ایسا ہے جو آپ کے مرتبے کے مناسب نہیں ہے، اگر آپ اپنے مرتبے کی قید میں بند ہو گئے ہیں، اور اس کے ساتھ سخت الفاظ استعمال کیے ہیں تو آپ میں اور اس میں فرق کس بات کا ہے، فرق تو پھر کوئی نہ ہوا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ان پڑھ جاہل اور آپ لکھے پڑھے جاہل، کہ آپ ایک اونچے مقام سے اس کی نیچی سطح پر اتر آئے ہیں۔

قرآن پاک نے ارشاد فرمایا! محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ اپنے ملنے والوں کے لیے تین باتیں لازما رکھیں، جو آپ کی شان سے نیچے رہ جائے معاف کردیا جائے، گرفت نہ کی جائے، اور معافی کا انداز کیا ہے، مسجد نبویؐ میں جہاں ایک نماز پڑھیں تو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے، باہر سے ایک بدوی آجاتا ہے، صحابہؓ کی محفل لگی ہے، دور ایسا ہے کہ باہر کے بدویوں کو حیا کا طریقہ پتہ نہیں ہے، ابھی جب آپ حج کے لیے جاتے ہیں تو کھلی آنکھوں سے حج کے دوران مختلف ممالک سے لوگ آتے ہیں جنہیں تہذیب کی ہوا بھی نہیں لگی ہے، آپ انہیں دیکھ کے حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیسے مسلمان ہیں، اب وہ بھی باہر سے بدوی آیا، ادھر صحابہؓ کے پاس بیٹھا چارفٹ پیچھے ہٹ کے اور مسجد نبوی کے اندر بیٹھ کے پیشاب کرنے لگا، صحابہؓ نے جب پلٹ کے دیکھا تو اٹھے سرکار کریم رؤف الرحیم نے یہ نبی کا مزاج ہے کہا کہ اب اسے تنگ نہیں کرنا، اسے پیشاب کرنے دو، جب وہ پیشاب کر چکا تو اس جگہ کو پاک کرنے کے لیے پانی سے دھو دیا گیا، ایسا نہ کرو کہ اسے اس کیفیت میں اٹھادیا جائے۔

اتفاق کی بات ہے کہ دوران حج میں نیچے اترا جہاں زم زم کا کنواں ہے، وہاں اسی طرح کا ایک حبشی تھا، وہ اس کنویں کی دیوار کے ساتھ بیٹھ کر پیشاب کرنے لگ گیا، عالم اسلام کے بے شمار لوگ اسے مارنے کے لیے بھاگے، میں اس کے اور لوگوں کے درمیان ہو کے کھڑا ہو گیا، میں نے لوگوں سے کہا کہ محبوب رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایسا واقعہ پیش آیا تھا، تو آپ نے جو کرم نوازی فرمائی تھی، اس انداز کو آپ بھول گئے نہیں، پھر میں نے وہ حدیث انہیں سنائی، اب جب وہ اٹھا تو ایک اور جاہلانہ بات کہہ گیا، اب دیکھا بدوی کو تو صحابہؓ سے چھڑا دیا تھا، جو اسے کچھ نہیں کہہ سکے، عربی کا ایک شعر پڑھ دیا شاید شاعر تھا۔ اللہ مجھے بخش دے اور مصطفیٰ علیہ السلام کو بھی بخش دے، اور ہمارے ساتھ کسی اور کو نہیں بخشنا، یعنی بخشے بھی دو کو ایک پیشاب کرنے والا، اور جو لوگوں کو روک رہے تھے کہ اسے مارو نہیں، ہم دو بخشے جائیں باقی سارے جہنم جائیں، تو یہ وہ بات تھی جو اس نے بعد میں کہہ

دی، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر بھی خفگی کا اظہار نہیں فرمایا، ارشاد فرمایا، کہ تو نے اللہ کی رحمت کو بڑا محدود کر دیا ہے، وہ بڑی وسیع ہے اسے وسیع ہی رہنے دو، یہ وہ انداز ہے جو مصطفیٰ علیہ السلام کی نرمیوں کا رحمت کا توجہات کا مہربانیوں کا ہے، اور ہم گناہگاروں کی کیا قسمت ہے، کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت دے قرآن میں کہ "محبوب آپ ان لوگوں سے اپنی نگاہ ناز ہٹائیں نہیں"۔ میں بسا اوقات جب اس آیت پر پہنچتا ہوں تو میرا دل پھوٹنے لگتا ہے، کہ کیا انداز رحیمانہ ہے، اور ہم کیا قسمت والے لوگ ہیں، کہ ہمارے خالق نے ہمارے محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمادیا کہ آپ ان غلاموں سے اپنی نگاہ کو کسی اور طرف نہ ہٹائیں، اب اگر غلام ہی یہ کہیں کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا پتہ نہیں تو یہ غلام ہے یا کوئی جانور ہے کہاں جا گھستا ہے، اگر نبی کو ہی نہیں پتہ کہ ان سے نگاہیں نہ ہٹائیں تو پھر کن سے نگاہیں نہ ہٹائیں، آپ جب بھی سوچیں تو یہ بات سوچیں کہ ہم نگاہ مصطفیٰ علیہ السلام کے پروردہ ہیں، میری فارسی کی ایک نظم ہے میں نے ایک عزیز کو کہا ہے کہ!

نگاہ محمد نگاہ دار تو

کہ تیری قسمت یہ ہو کہ محمد کی نگاہ تجھ پر پڑتی رہے، جس پر ان کی نگاہیں پڑ جائیں اس کی دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے، پہلی بات یہ تھی کہ محبوب انہیں معاف کر دیں، دوسری بات یہ ہے کہ **"واستغفرلهم"** (ان کے لیے بخشش مانگیں) اب اللہ سے بخشش مانگی ہے اور اس بخشش نے بخشوادیا ہے لوگوں کو، اس سے پتہ چلا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مغفرت ہوگی، اب جو کہا جاتا ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا نہ مانگو وہ قرآن کا انکار کرتے ہیں محبوب آپ ان کے لیے مغفرت مانگیں، تو آپ کی بخشش کا ذریعہ کون ہوا ذاتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تو اب ان کے وسیلے سے بات ہوگی، اس سے شفاعت ثابت ہوئی، اس سے وسیلہ ثابت ہوا، اس سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دستگیری ثابت ہوئی۔

تیسری بات یہ کہ **"وشاورهم في الامر"** (کوئی معاملہ سامنے آئے تو ان کی دل جوئی کے لیے ان سے مشورہ کرلیا کریں) اس سے اسلام کا شورائی نظام نکلتا ہے، اب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں، معصوموں کے امام ہیں، انہیں کسی سے مشورے کی ضرورت نہیں ہے، قرطبی بڑے مزے کی بات لکھتے ہیں، فرمایا انہیں مشورے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن مشورے کی تربیت دینے کے لیے، امت کو یہ بات سکھلانے کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے جائیں، تو ان کا سارا نظام شوریٰ پر چلتا رہے، اس سلسلے میں جو بات ہماری کتابوں میں لکھی ہوئی ہے، اور ہمارے سارے فقہا نے وہ بات کہی ہے، عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ تینوں کے لیے یہ لازم ہے، کہ ملک کے لکھے پڑھے لوگوں کے ساتھ خفیہ اور ظاہری تعلقات ہونے چاہئیں، تاکہ مختلف معاملات میں ان سے علمی اور فکری رائے لی جاسکے، اور یہی وہ رائے ہے جو آگے چل کے قوم کا بیڑا پار لگاتی ہے، آپ سوچیں گے کہ ایک ہے گورنمنٹ کا ملازم اس کی سوچ کا انداز کچھ اور ہے، اور ایک وہ ہے جو اعلیٰ

افسروں کے ماتحت کام کرتا ہے، وہ یہ سوچتا رہتا ہے کہ صاحب کا ابرو اشارہ کس طرف ہے، وہ اس بات کو سوچتا ہے، اور جو سرکار ی ملازم نہیں ہے، اور جو بڑی اتھارٹی کے ماتحت کام نہیں کر رہا ہے، وہ آزاد دین اسلام کا بلاتنخواہ ملازم ہے، جب آپ اس سے رائے لیں گے، تو اصل اور خالص رائے نتھر کے آپ کے سامنے آجائے گی، لہذا ہمارے قدیم مفکرین نے یہ بات کہی ہے، کہ اگر کوئی جج، کوئی پولیس کا سربراہ، انتظامیہ کا کوئی بھی سربراہ، اپنے آپ کو عقل کل سمجھ کے چل پڑتا ہے، تو اسے اسلامی سلطنت کا سربراہ معزول کردے گا، کیونکہ وہ قوم کے افکار کو قوم کے ذہن کو ساتھ لے کے نہیں چل رہا ہے، یہ ضروری ہے، کہ قوم کے مفکر طبقہ کو ساتھ لے کے چلا جائے، فاروق اعظم ؓ کھلی محفل میں لوگوں کے پاس آ کے زمین پر بیٹھ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ مسئلہ درپیش ہے اس کا حل کیا ہوگا، اس کے بارے میں فرمایئے، اب اگر اتنی اونچ نیچ حائل ہوگئی ہے، کہ ہم وہ بات نہیں کر سکتے، تو خفیہ ذرائع سے بات ہو سکتی ہے، مسئلہ تفصیل سے لکھ کے اہل فکر اور اہل رائے سے رائے لی جا سکتی ہے، اور اگر رات کی تنہائیوں میں جو ہمارے مسلمان حکام کی عادت رہی ہے، ایسے لوگوں کے دروازوں پر پہنچ کے ان کے پاس بیٹھ کے بات کی جا سکتی ہے، اس سے دو فائدے ہوتے ہیں، ایک تو عوامی رابطہ باقی رہتا ہے، اگلی بات یہ ہوتی ہے کہ ان کے افکار کی وجہ سے ان کی سوچوں کی وجہ سے اس کی اپنی سوچوں میں جلا پیدا ہوتی ہے، اور اگر اس کی سوچ میں جلا ہے، تو اس مفکر کی سوچ میں اس کی وجہ سے جلا پیدا ہو جاتی ہے، انہیں باتوں کو سوچ کے ہمارے قدیم دور کے لوگوں نے کہا تھا۔

"نعم الامیر علی الباب الفقیر" (بہت اچھا حاکم ہے جو فقیر کے دروازے پر جاتا ہے)

"وساء الفقیر (یا) بئس الفقیر علی باب الامیر" (وہ بدترین فقیر ہے جو امیر کے دروازے پر طواف کر رہا ہوتا ہے)

یہ وہ بات ہے جسے انہوں نے تواضع کے طور پر کہا ہے، ہمارے عظماء وہ لوگ ہیں جو بسا اوقات درباروں میں حاضری سے انکار کر دیا کرتے تھے، چھوٹی سی ایک مثال ہے، امام شافعی ؒ مکہ میں رہتے تھے، ان کا لڑکپن کا اور طالب علمی کا دور تھا، بڑا شہرہ تھا مدینہ طیبہ میں امام مالک ؒ کا، انہوں نے مکہ کے گورنر سے ان کے نام ایک خط لیا، مدینہ کے گورنر کے نام، کہ امام مالک ؒ اپنے مدرسے میں بڑی دقت سے داخلہ دیتے ہیں، مہربانی کر کے آپ مجھے خط لکھ دیں، خط لکھ دیا، امام شافعی ؒ وہ خط لے کے پہنچے، جب وہاں گورنر سے ملے تو گورنر کا پہلا جملہ یہ تھا، کہ عزیز طالب علم اگر آپ مجھے کہتے کہ میں یہاں مدینہ سے پیدل مکے چل کے جاؤں اور آپ کی سفارش کروں تو یہ بڑی بات آسان ہے۔ لیکن مالک ؒ سے سفارش کر کے بات منوالینا بڑی مشکل بات ہے، یہ گورنر جواب دے رہا ہے، چونکہ آپ میرے ایک دوست سے خط لے کے آئے ہیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا شجرۂ نسب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا ہے اس نسبت سے میں امام مالک کے پاس جاؤں گا، امام مالک ؒ کی خدمت میں نماز مغرب کے بعد حاضری ہوئی، اندر سے

ایک ملازمہ آئی اور اس نے کہا، کہ امام فرماتے ہیں، کہ اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہے کاغذ پر لکھ کردے دو میں جواب دے دوں گا، میں باہر نہیں آسکتا، انہوں نے کہلا بھیجا کہ مکہ کے گورنر کا ضروری خط ہے، وہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا ہے، کیا وجاہت تھی ان لوگوں کی کہ جب وہ باہر آئے تو ملازمہ صرف ایک کرسی لے کے آئی، آپ اس پر بیٹھ گئے اور گورنر سامنے کھڑا ہوگیا، تو آپ نے اسے درخواست پیش کرنے کا حکم دیا، کہ وہ خط مجھے دکھاؤ اس نے وہ خط پڑھ کے سنا دیا، اچھا اب علم بھی سفارشوں کے ذریعے پڑھا جاتا ہے، میں اسے اس وقت تک نہیں پڑھا سکتا جب تک یہ مجھے مؤطا سنانے کا بندوبست نہ کردے کوئی بندہ اس کی طرف سے مئوطا پڑھے، اب شافعیؒ آگے بڑھے اور فرمایا کہ مؤطا میں خود پڑھوں گا، اور بڑی کیفیت سے پڑھی، جب انہوں نے مؤطا پڑھی تو ان کی خوش الفاظی سے بیحد متاثر ہوئے امام مالکؒ، اب ان لوگوں کا ایثار کیا تھا، ایک دفعہ شافعیؒ گھر سے تشریف لے آئے، کہنے لگے کہ حضرت جتنے آپ کے دروازے پر خچر بندھے ہوئے ہیں، اس دور میں خچر سفر کے لیے بہترین سواری ہوا کرتی تھی، میں نے کسی شاہی دربار میں بھی ایسے خچر نہیں دیکھے، امام مالکؒ نے کہا جاؤ یہ سارے میں نے آپ کو دے دیئے ہیں، انہیں کھول کے لے جاؤ، پچاس ہیں ساٹھ ہیں، جو بھی ہیں، انہیں لے جاؤ، اپنی سواری کے لیے ایک تو رکھ لیں، محبت کی دنیا کوئی اور ہوتی ہے، مالکؒ نے فرمایا یہ مدینہ ہے، میں مدینہ میں کسی سواری پر سوار نہیں ہوا کرتا، یہ دربار رسالت کے خلاف ہے، نہ جوتا پہنتا ہوں، نہ سواری پر سوار ہوتا ہوں، ایک یہ رنگ ہے اور ادھر وہ رنگ ہے کہ سامنے گورنر کھڑا ہے اور آپ کرسی پر بیٹھ گئے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ جو بات کہنی ہے کھڑے ہوکر مجھے بتاؤ، اس کی بات سننے کے بعد کاغذ زمین پر پھینک دیا، اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اب علم کا حصول بھی سفارشوں کے ذریعے چلنے لگا ہے، تو تین باتیں فرمائیں، کہ ان سے مشورہ بھی لیا جائے، لیکن جب پکا ارادہ ہوجائے تو اللہ پر توکل کر کے میدان میں اتر جاؤ، اللہ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے، توکل کا معنی میں پیچھے کر آیا ہوں اسے ایک فقرے تک میں محدود کرتا ہوں، کہ آپ کے پاس جو رائے ہے اسے استعمال کر کے اللہ سے یہ عرض کریں، کہ میری دسترس میں تو یہی بات ہے، اب ساری دستگیری آپ کے ذمہ ہے، ارشاد ہوا! کہ تمہارا تعلق اللہ کے ساتھ ہے، اللہ اگر مدد کرے گا، تو یہ کافر تم پر غالب نہیں ہوسکتے، لیکن اللہ ہی اپنے دربار سے نکال کے باہر پھینک دے اور رسوا کردے تو کوئی اور ہے جو تمہاری مدد کر سکے، لہٰذا اصحاب ایمان اللہ پر توکل کر کے اپنے قبلے کو درست کریں، اس دور میں جس انداز سے غنیمت آتی تھی، کچھ ایسے لوگ جو کچے ایمان کے تھے یعنی منافق تھے، کہنے لگے کہ کچھ چیزیں خود رکھ لیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ مال غنیمت سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقسیم ہی نہ فرمائیں تو ہمیں کچھ بھی نہیں ملے گا، اس کچے ایمان کی قرآن نے یوں تردید کی، فرمایا کسی نبی نے کبھی ایسا نہیں کیا ہے اور نبی کا کام نہیں ہے ایسا کرنا کہ کچھ سامان چھپا کے رکھنا شروع کردے، عام بندہ بھی اگر چھپائے گا، تو قیامت کے دن وہ چھپایا ہوا مال اپنے ساتھ لے کے آجائے گا، پھر اسے اپنے کیے کی پوری پوری سزا بھگتنی ہوگی، اللہ کی سرکار میں زیادتی کسی پر نہیں

Marfat.com

ہوتی، اب گروہ دو ہیں، ایک یہ ہیں جو بار بار تمہیں راہ خدا سے بھٹکانے کے لیے مختلف باتیں کرتے ہیں، ایک وہ ہیں جو اللہ کی رضا چاہنے کے لیے اپنی زندگی وقف کیے ہوئے ہیں۔

ارشاد ہوا! وہ بندہ جو اللہ کی رضا چاہتا ہے، اس آدمی جیسا نہیں ہوسکتا، جو اللہ کی گرفت میں ہے، ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے، آپ جب بھی معاشرے کو دیکھتے ہیں، بے شمار باتوں نے معاشرے کو تباہ کر رکھا ہے، ایسے لوگ جو اللہ کی رضا نہیں چاہتے، اللہ کے غصے کو بار بار للکارنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کا ٹھکانا تو جہنم ہے، اور وہ بدترین ٹھکانا ہے، اللہ کریم کی گرفت سے اللہ کریم کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے، اس کی گرفت بہت سخت ہے، اللہ کے ہاں انسانوں کے مختلف درجے ہیں، اب دیکھیں جو بندہ صرف کلمہ پڑھ کے اسلام میں داخل ہوتا ہے، پھر صدیق اکبرؓ بننے کے لیے کتنے سارے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، طویل مراحل ہیں، اولیائے امت کے جو مشہور طبقات ہیں وہ پینتالیس ہیں، عام مسلمانوں کے جو طبقات ہیں وہ الگ ہیں، اب جب آپ کفر کی طرف دیکھتے ہیں کافروں کو، ان کے بھی مدارج کفر میں الگ الگ ہیں، دنیا میں دیکھ لیں نظام حکومت چلانے کے لیے انسان اس طرح مختلف کیٹیگریز میں تقسیم ہیں، یہ تقسیم جو بھی ہے وہ ضروری ہے تاکہ انسانیت کی کشتی چلتی رہے، اب سب جرنیل بن جائیں تو لڑنے والا سپاہی کہاں سے آئے، اب سارے ڈی سی ہو جائیں تو پھر تھانے کون چلائے گا، یہ وہ بات ہے جو انسانی فطرت میں شامل ہے، جب بھی کسی نے اس قانون فطرت کو توڑنے کی کوشش کی ہے، وہ انسانیت کو چند سال تو چلا سکتا ہے لیکن آگے پھر ناکامی کی جڑیں نکلی ہوئی ہیں۔

1917-18 میں کیمونسٹ انقلاب آیا روس میں، ملکیت ختم ہوگئی انفرادی، نتیجہ کیا نکلا، شام کو ہوٹل سے روٹی مل جائے گی، کپڑا پھٹے گا تو کپڑا مل جائے گا، یعنی ایک ایسا گروہ جو لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہوگیا تھا، اس گروہ نے سیاہ و سفید کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، نتیجہ کیا نکلا، کہ اتنا وسیع رقبہ اس حکومت کا تھا اتنی بڑی کوئی حکومت بھی نہیں تھی، وہاں غلے کی کمی ہوگئی، اور چیزوں کی کمی ہوگئی، مزدور کہتا تھا کہ میں جان توڑ کے کام کروں یا بالکل کام نہ کروں، مجھے شام کو روٹی لازمی ملنی ہے، کپڑا پھٹ گیا تو کپڑا بھی ملے گا، رات مجھے ضرورت پڑ جائے دوا کی اور میرے پاس پیسے نہیں ہوں گے تو دوا کے لیے لائن میں لگنا پڑے گا، آپ کی معلومات کے لیے یہ بات عرض ہے کہ روس نے غالباً 70-75 کے درمیان 6% زمین کو عوام کی ملکیت قرار دے دیا تھا، اب جب محاصل آئے تو 6% زمین جو ہے، اس کے محاصل 44% تھے، اور جو باقی 94% زمین تھی، باقی سارے اس کے محاصل تھے، اب روس کو یہ پتہ چل گیا کہ یہ تشدد یہ کرپشن کسی کام کی نہیں ہے، یہ معاشرے کا جو انداز ہوتا ہے اس میں ایک فرد کے پاس بے پناہ صلاحیت ہوتی ہے، اب اگر اقبال معاشرے میں آجائے، آپ اسے کہیں کہ یہ دس ایکڑ زمین ہے اور یہ بیلوں کی جوڑی اس زمین پر صبح سے شام تک ہل چلانا ہے، تو اس زمین سے اقبال وہ محاصل پیدا نہیں کرسکیں گے جو آپ کا ایک دیہاتی جٹ پیدا کرسکتا ہے، اس لیے کہ مختلف مقاصد کے لیے اللہ نے مختلف انسان پیدا کیے ہیں، اب اس انسانی انداز کو انسان نہیں بدل سکتا،

بدلے گا تو 1918 سے لیکر 1992 میں آئے گا تو سارے کا سارا نظام دھڑام سے زمین پر گر جائے گا، میں بسا اوقات کہا کرتا ہوں، کہ 72 سال کی جب عمر ہوگی تو کمیونسٹ بھاگ جائیں گے، ساری قوم تتر بتر ہوگئی بکھر گئی۔

وما کان لنبی ان یغلّ.. تو اب قرآن یہ کہتا ہے، کہ نبی مال چھپائے یہ بات نہیں ہوتی، قیامت کے دن ساری باتیں سامنے آجائیں گی، ہر جان کو ملے گا جو اس نے دنیا میں کمایا تھا ان کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی، ایک وہ جو اللہ کی رضا چاہتا ہو اور دوسرا وہ جو اللہ کے غصے کے نیچے آجائے تو پھر اس کا ٹھکانہ تو جہنم ہے۔ درجے الگ الگ ہیں، اللہ دیکھتا ہے جو یہ عمل کر رہے ہیں۔

لقد من اللہ علی المومنین... ،ان پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کے حساب سے اس آیت میں ذکر تھا یہاں ایک اور انداز سے ذکر فرما رہے ہیں، کہ اللہ نے مومنوں پر خصوصاً احسان فرمایا ہے، ان میں ایک عظیم المرتبت رسول بھیج دیا ہے، وہ انسانی لباس میں آیا، یہ بات نہیں ہے کہ وہ انسانی لباس میں نہ ہو، اگر انسانی لباس میں نہ ہوتے، تو لوگ ڈر کے مارے ان کے قریب نہ جاتے، انسانی لباس میں بھیجنے کی ایک حکمت ہے، نبی کر کیا رہا ہے، اللہ کی آیات پڑھ کے سناتا ہے، تزکیہ کرتا ہے دل کو صاف کرتا ہے، انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، یعنی کتاب پر عمل کر کے بتاتا ہے، اس سے پہلے سارا معاشرہ کھلم کھلا گمراہی میں تھا۔

اگلی آیت مبارکہ میں ذکر ہے کہ جب بدر کے بعد احد میں 70 آدمی شہید ہو گئے تھے، تو منافقین نے بات خوب پھیلائی، یہ اپنے آپ کو بڑا پارسا سمجھتے تھے اب تو خوب مار پڑی ہے، جب ان کی زبان پر یہ باتیں آئیں تو مسلمان ان کی باتیں سن کے سوچا کرتے تھے کہ انہیں کیا جواب دیا جائے، رب کریم نے فرمایا! ''آج اگر تم پر مصیبت آئی تو اس سے پہلے تم نے اس سے دوگنا انہیں مصیبت پہنچائی تھی، تم نے ان کے 70 مار دیئے تھے اور 70 کو قید کر لیا تھا دوگنا تھا، آج تم کہتے ہو کہ یہ کدھر سے آگئی یہ تمہارے اپنے اعمال کی کمائی ہے، کہ جنہیں محبوب ۔ نے فرمایا تھا کہ اس درے کو نہیں چھوڑنا ہے نتائج چاہے کچھ بھی ہو جائیں ،انہوں نے درے کو چھوڑ دیا تھا، یہ تو تمہارے اپنے ہاتھ کی کمائی تھی جو تمہارے سامنے آگئی تھی، اللہ جو چاہے وہ کر سکتا ہے، وہ فتح آج بھی دے سکتا تھا، لیکن جو حسن تدبیر ہو چکی تھی، اس کو توڑ دینے سے جو نتائج خراب نکلتے ہیں، آئندہ اس سے دامن بچے لہذا یہ ضروری ہے کہ تمہیں اس کی اطلاع ہو، اس دن جو تمہیں تکلیف ہوئی ہے، وہ اللہ کے امر سے ہوئی ہے اللہ کے حکم سے ہوئی ہے، اللہ چاہتا تھا کہ دو گروہوں کو لوگ پہچان لیں، یہاں ترجمہ پر مجھے پھر اعتراض ہے، اس لیے کہ معلوم کرے اللہ ایمان والوں کو، کیا اللہ کو ایمان والے پہلے معلوم نہیں تھے، یہ ترجمہ غلط ہے، خواہ اسے علامہ کہا جائے، ترجمہ غلط ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ دونوں گروہوں کا تعارف کرانا چاہتا تھا، اور لوگوں کو دکھانا چاہتا تھا کہ مومن کون ہیں اور منافق کون ہیں، تو اب معنی ہم کیا کریں گے، تاکہ اللہ جتلا دے کہ یہ مومن ہیں، اور

Marfat.com

واضح کردے کہ یہ منافق ہیں، مسلمانوں نے نکلتے ہوئے انہیں دعوت دی تھی، کہا تھا کہ آئیں جی راہ خدا میں لڑیں، لیکن اگر آپ راہ خدا میں لڑنا نہیں چاہتے تو مدینہ خطرے میں گھر گیا ہے، اس کے اردگرد کافر فوج آگئی ہے مدینے کا دفاع تو کرلیں، دو باتیں ہیں، اگر جہاد نہیں کرتے ہو تو دفاع تک تو آمادہ ہو جاؤ، ان کا جواب یہ تھا کہ اگر یہ جنگ ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ ضرور چلتے، یہ جنگ نہیں ہے، ہم مٹھی بھر لوگ ہیں، ان کے پاس لشکر جرار ہے، جو باہر نکلے گا مارا جائے گا لہذا ہم نہیں جائیں گے، تو ارشاد فرمایا کہ ظاہری طور پر تو یہ منافق کلمہ پڑھتے تھے، لیکن آج بات واضح ہوگئی مسلمانوں کے سامنے کہ ایمان کی نسبت یہ لوگ کفر کے زیادہ نزدیک ہیں، لوگوں سے وہ بات کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں ہے، اللہ جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں دلوں میں بات کیا تھی، کہ اسلام سچا مذہب نہیں ہے، اس بات کو چھپا رہے تھے، زبان پر یہ بات لاتے ہیں کہ جی یہ جنگ تو نہیں ہے، ایک اور پانچ کی نسبت ہے، ہم نے خواہ مخواہ مرنا ہے، لہذا ہم سامنے نہیں آسکتے، اب پھر ان کے دلوں میں حسرت آئی، ساتھیوں سے کہنے لگے، کہ آپ آگے نہ جائیں، ان کو بھیجو جو یہ مکہ چھوڑ کے قریش خاندان کے آئے ہوئے ہیں، یہ خود جائیں، جن کی دشمنی ہے مکہ والے مشرکین سے ہماری تو کوئی دشمنی نہیں ہے، خود بیٹھ گئے اور کہنے لگے، کہ اگر وہ بھی نہ گئے ہوتے اور ہماری بات مان جاتے تو وہاں مرتے نہیں، اللہ کریم نے قاعدہ کلیہ ذکر فرمایا! اپنی جانوں سے موت کو دور کرکے دکھاؤ تو سہی، تمہارا باپ مرگیا ہے اگر وہ نہیں مرا تو تمہارا دادا مرگیا ہے لکڑ دادا مرگیا ہے، تو کیا تم نے موت کو اپنے آپ سے ٹال دیا ہے، جب موت ایک اٹل حقیقت ہے تو یہ کہنا کہ یہاں رہ جاتے تو پھر موت نہ آتی، اگر سچے ہو تو پھر پہلے لوگوں کو آپ نے مرنے کیوں دیا، یا پھر یہ کہہ دیں کہ یہ نہ مریں۔

اب اگلی آیت میں آپ دوسرے پارے میں ایک آیت پڑھ چکے ہیں، "ولاتقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات" (جو راہ خدا میں مرجائیں انہیں مردہ مت کہو) وہاں ارشاد تھا کہ مردہ نہ کہو انہیں، یہاں آگے بڑھ کے ایک بات اور ارشاد فرمادی گئی، کہ ان لوگوں کو جو راہ خدا میں ماردیئے جاتے ہیں انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو، کہنا اور ہے اور خیال یا گمان کرنا اور بات ہے، ارشاد فرمایا کہ انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو، وہ تو زندہ ہیں کہاں ہیں، وہ رب کے پاس ہیں، بھائی زندہ تو رزق کھاتا ہے کیا انہیں بھی رزق ملتا ہے تو قرآن نے کہا، **"یرزقون"** (انہیں رزق دیا جاتا ہے) اب دیکھیں یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، جو اکثر نااہل لوگوں نے پیدا کیا ہے تنگ نظری سے، کہ اگر وہاں رزق ملتا ہے تو پھر رفع حاجت کی ضرورت ہوتی ہوگی، تو پھر وہ کہاں جاتے ہوں گے، یہ بالکل لغو باتیں ہیں، اس لیے کہ جہاں دنیا بدلتی ہے وہاں رزق بھی بدل جاتا ہے، جب تک آپ اس مادی دنیا میں اس مادی جسم کے ساتھ ہیں، تو یہاں رزق کی کیفیت کچھ اور ہے، جب آپ جنت میں پہنچ جائیں گے، تو دنیا بدل گئی ہے اور وہاں کا نظام اور ہے، لہذا وہاں اس قسم کے کھانے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، اور جو کھانا ہوگا، اس کے تحلیل ہونے کا نظام کچھ

Marfat.com

اور ہے، اس ظاہری مادی دنیا کے نظام کی طرح نہیں ہے، ارشاد ہوا کہ وہاں رزق بھی ملتا ہے، کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ذکر خدا ہی رزق بن جاتا ہے، اللہ کرے ایسا ہو جائے، حدیث میں اس کی ایک مثال ہے۔

جناب مہدی علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام دشمن فوج میں گھر جائیں گے، سرکار نے فرمایا کہ طویل عرصے تک ان کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہوگا، یہ خالی پیٹ ہوں گے، یہ بات مذہب کی صحیح ترین کتاب میں ہے، ان کے پاس کچھ کھانے کے لیے نہیں ہوگا بڑے عرصے تک، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غلاموں نے سوال کیا حضور وہ زندہ کیسے رہیں گے، سرکارؐ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے وہ زندہ رہیں گے، پتہ چلا کہ رزق کی نوعیت الگ الگ ہوتی ہے، کسی شاعر نے بڑے نفیس انداز میں فلسفہ بیان کر دیا، کہ جب تک اس شراب کا ذائقہ چکھا نہ جائے پتہ نہیں چلتا کہ یہ کیا شے ہے، کہ ذکر خدا بندے کو کس طرح زندہ رکھتا ہے، دیوبندی بھائیوں کے لیے خاص طور پر ایک بات حوالے کے طور پر میں ذکر کرتا ہوں، کہ بانی دیوبند مولانا قاسم نانوتوی صاحب نے فرمایا، اب میں سنت کی پیروی میں کھاتا اور پیتا ہوں، اگر سنت کا خیال نہ ہو تو یہ کھانے اور پینے کی ضرورت نہیں ہے، بات تو پھر ختم ہوگئی، دیوبند کا بانی یہ بات کہہ رہا ہے، اگر یہی بات غوث اعظمؒ کہہ دیں تو پھر اعتراض کس بات کا، یہی بات امام اعظم کہہ دیں تو پھر اعتراض کس بات کا، اور یہی وہ بات ہے جس سے لے کے امت چلتی رہی ہے، تھوڑی سی عادت بنالی جائے تو ہم بھی بڑی آسانی سے 24 یا 48 گھنٹوں کے بعد کھانا کھا سکتے ہیں یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جو مادیت سے ثقیل رہتا ہے اسے اڑنے میں بڑی دقت ہوتی ہے، یہ بات یاد رکھیں، یہ ضروری ہے کہ اڑنے سے پہلے یا مرغ حرم ہونے سے پہلے تو پرفشاں ہو جا، یہاں اقبال نے بھی ایک بات کہی ہے کہتے حرم کا پرندہ ہے، اڑنے سے پہلے تو پروں کو جھاڑ لے جو مٹی لگی ہے وہ اتر جائے، تو بات آسان ہو جائیگی، مطلب تو صرف مٹی اتارنے کا ہے، لیکن وہ جو پنجابی کا محاورہ ہے نا کہ جسم سے مٹی اتارنے کا مسئلہ نہیں ہے روح سے مٹی کو اتارا جائے۔

اب ارشاد یہ ہوا کہ تمہیں الگ کرنا ہے، کہ جب انہیں کہا گیا کہ دفاع کے لیے آگے بڑھیں تو وہ کہنے لگے کہ یہ جنگ تو ہے نہیں یہ کفر کے قریب ہیں، باقیوں سے کہنے لگے کہ یہاں رہ جاتے تو وہ مارے نہ جاتے، اپنی جان سے موت کو دور کر دو اگر تم سچے ہو، ان لوگوں کو جو راہ خدا میں مار دیئے جاتے ہیں، انہیں مردہ نہ کہو، وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے، اللہ نے جو فضل دیا ہے اس پر وہ خود بھی خوش ہیں، اور ان لوگوں کی بشارت حاصل کرتے رہتے ہیں جو ابھی انہیں ملے نہیں، پچھلے سال اخبارات میں ایک بحث چل رہی تھی، کہ مرنے والا مر جاتا ہے اور اس میں زندگی کی رمک باقی نہیں رہتی، قیامت کو اٹھے گا وہ زندہ ہوگے، یہ پرانے نظریہ کے خلاف ہے دیکھیں یہ قرآن کہہ رہا ہے، کہ شہید پچھلوں کی بشارت حاصل کرتے رہتے ہیں، کہ میرے خاندان کے افراد اس راستے پر چل رہے ہیں یا نہیں چل رہے ہیں، جس راستے کو ہم نورانی بنا کے چھوڑ آئے ہیں، یہ بشارتیں

Marfat.com

حاصل کرتے رہتے ہیں، اور یہ پیغام دیتے ہیں، کہ ان پر خوف نہیں ہے اپنے مرنے کا، اللہ نے ان کے مراتب بلند کر دیئے ہیں، وہ اللہ کی نعمت سے بشارتیں لیتے ہیں، اللہ مومنوں کو اجر پہنچائے نبی کے وسیلے سے۔

ٱلَّذِينَ ٱسْتَجَابُوا۟ لِلَّهِ وَٱلرَّسُولِ مِنۢ بَعْدِ مَآ

جنھوں نے اللہ اور رسول کو مان لیا، جب کہ انہیں

أَصَابَهُمُ ٱلْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ مِنْهُمْ وَٱتَّقَوْا۟ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۲﴾

زخم لگ چکے تھے، اور جو ان میں سے محسن ہیں پرہیزگار ہیں ان کے لیے اجر عظیم ہے

ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ

لوگوں نے انہیں کہا تھا کہ لوگ تمہارے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں ان سے تم ڈرو،

فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿۱۷۳﴾

تو اللہ نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا اس بات سے، وہ کہنے لگے کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے، وہ بڑا کارساز ہے

فَٱنقَلَبُوا۟ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوٓءٌ وَٱتَّبَعُوا۟

وہ اللہ کی طرف سے نعمتیں اور فضل لے کے واپس مڑے، انہیں بدی نے چھوا تک بھی نہیں

رِضْوَٰنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿۱۷۴﴾ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ

اور اللہ کی رضامندی کے وہ تابع ہو گئے، اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے، یہ تو شیطان ہے

يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷۵﴾

جو اپنے ساتھیوں کو ڈراتا ہے، مومنو تم نے ان لوگوں سے نہیں ڈرنا، مجھ سے ڈرنا ہے، اگر تم مومن ہو

وَلَا يَحْزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا۟ ٱللَّهَ

محبوب آپ کو یہ لوگ مغموم نہ کریں، جو کفر کی طرف جلدی بڑھتے ہیں یقیناً وہ کچھ بھی اللہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے،

Marfat.com

شَيْـًٔا ۗ يُرِيدُ ٱللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو، ان کے لیے دردناک عذاب ہے

عَظِيمٌ ﴿۱۷۶﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱشْتَرَوُا۟ ٱلْكُفْرَ بِٱلْإِيمَـٰنِ لَن يَضُرُّوا۟

یقیناً جنہوں نے ایمان دے کے کفر لے لیا ہے، وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے،

ٱللَّهَ شَيْـًٔا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۷﴾

ان کے لیے دردناک عذاب ہے

وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟

نہ سمجھیں وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا ہے

أَنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا۟ إِثْمًا ۚ

یہ جو ہم انہیں ڈھیل دے رہے ہیں، وہ کوئی بہتر چیز ہے ان کے لیے ہم تو انہیں اس لیے ڈھیل دیتے ہیں کہ یہ گناہ میں اور زیادہ ہو جائیں

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۷۸﴾

اور ان کے لیے (اس کے بعد) ذلت کا عذاب ہے ۸۶

۸۶ اب آپ پچھلے لیکچر میں جان چکے ہیں، کہ احد میں لوگ زخمی پڑے ہوئے تھے، پتہ چلا کہ پھر فوج پلٹ کے آرہی ہے ابو سفیان کی قیادت میں، سرکار نے کہا کہ نکلنا ہے مقابلے کے لیے، جو زخمی تھے وہ بھی فوراً جنگ کے لیے تیار ہوگئے۔ان آیات میں سے پہلی آیت میں اسی بات کی خبر ہے، جب مسلمانوں سے کہا گیا کہ ابو سفیان مقام روحاء سے پیچھے پلٹ رہا ہے،

Marfat.com

سیدنا ابوذر غفاریؓ کا ارشاد ہے کہ میں نے سید کل ﷺ سے دریافت کیا کہ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسجد حرام، میں نے عرض کیا اسکے بعد، جواباً ارشاد ہوا مسجد اقصیٰ، میں نے پھر پوچھا کہ دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ تھا، ارشاد ہوا چالیس سال، اس سے پتا چلا کہ مسجد حرام کے پہلے معمار سیدنا آدم علیہ السلام اور مسجد اقصیٰ کے پہلے معمار آپ کے کوئی فرزند تھے۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جب عمارات قائم نہ رہیں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مسجد حرام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کو دوبارہ تعمیر کیا، اب وہ اعتراض ختم ہوگیا کہ تعمیر آدمؑ اور تعمیر سلیمانؑ میں چالیس سال کا فاصلہ کیسے ہوسکتا ہے۔ بیت سے مراد بیت عبادت ہے حج لوگوں پر فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ مکہ دوسری لغت بکہ ہے مجاھد فرماتے ہیں یہ دونوں ایک ہی شہر کے نام ہیں حسب ارشاد امام مالکؒ کعبہ کی جگہ بکہ اور سارا شہر مکہ ہے بقول محمد بن شہاب ساری مسجد حرام بکہ اور شہر مکہ ہے۔ کتنی بڑی برکت ہے کہ وہاں ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ملتا ہے ایک نماز کا ثواب لاکھ نماز، ایک ختم قرآن کا ثواب لاکھ ختم قرآن، حج، عمرہ، کرنے والوں اور طواف کرنے والوں پر جو رحمت اور ثواب کی بارش ہوتی ہے اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے، یہ سب جہانوں کے لیے کیوں باعث ہدایت نہ ہو جبکہ وہ رحمۃ للعالمینؐ نبی کا کعبہ ہے جس طرح وہ سب جہانوں کے لیے رحمت ہیں اسی طرح کعبہ سب جہانوں کے لیے منبع رشد و ہدایت ہے۔ کعبہ ہی بیت اللہ ہے اسکی روشن نشانیاں بہت ہیں کچھ ملاحظہ ہوں، جس نے اس گھر کی توہین کا قصد کیا تباہ ہوا، ابرہہ کا انجام سب کے سامنے ہے، جاہلیت کے اندھیروں اور تباہیوں میں بھی یہ مقام، مقام امن تھا، ایک نشانی وہ مقدس پتھر ہے جس پر معمار حرم علیہ السلام کے نقوش پا ثبت ہیں۔ فرضیت حج کے بارے میں سورۃ بقرہ میں تفصیلی نوٹ گزر چکا ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں یہاں استطاعت سے مراد زاد سفر ہے راہ کا پرامن ہونا ہے اور صحت، کہ جسم سفر کے قابل ہو۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَٱللَّهُ شَهِيدٌ

آپؐ فرمادیں، اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو

عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٨﴾

حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے ۲۶

۲۶۔ آیات میں حضور علیہ اسلام کے معجزات، قرآن کا اعجاز، خلق عظیم اور اسلام کی پاکیزگی سب شامل ہیں، تورات اور انجیل کی شہادتیں شامل ہیں اب ان کی تحریف سے چند آدمیوں کو فریب دینا تو ممکن ہے مگر اللہ کریم تو سب جانتا ہے، اہل کتاب! اس کا خیال کرو۔

Marfat.com

مسلمان زخمی ہو کے بھی اٹھے اور وہ وہاں سے ہی بھاگ گیا، اب بھاگتے بھاگتے وہ ایک بات کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں اگلے سال پھر دو دو ہاتھ کریں گے، بدر کے مقام پر اس کا چیلنج کہ ہمارے بڑے لوگ مارے تو بدر میں گئے ہیں، لیکن احد میں ہم نے تھوڑا سا بدلہ لے لیا ہے، اگلے سال ہم پھر بدر میں آئیں گے، اب جب اگلا سال آیا تو مکہ سے دو ہزار پیدل فوج اور پچاس سوار لے کے یہ بڑے طمطراق سے نکلا، لیکن اندر چور تھا، سوچنے لگا کہ وہ زخمی تھے لیکن جب سرکار علیہ السلام نے انہیں بلایا تو وہ لبیک کہتے ہوئے میدان میں اتر آئے، احد کے میدان میں ان کے لاشے بے گور کفن پڑے تھے لیکن انہوں نے ذرا بھی پروا نہیں کی اور آگے بڑھنے لگے، اب مقابلہ ہوا تو کیا ہوگا!

یہ مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ تھی، بدر کے بعد یہ دوسری جنگ تھی، لیکن جب وہ فاتح تھے تب ان کا کیا حال تھا، جب فاتح نہیں رہے اور بے پناہ جنگی ضربات لگ گئیں تو پھر بھی وہ میدان سے نہیں ہٹے اور نہ ہی ٹلے، میدان میں جانے کے لیے تیار ہو گئے، تو اس قوم کو شکست دینا کوئی آسان سی بات نہیں ہے۔ ہندو کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیے، کہ انہوں نے مشرقی پاکستان تو لے لیا ہے، لیکن اس قوم کو شکست دینا آسان سی بات نہیں ہے، جب یہ قوم پھر میدان میں اترے گی، تو احد کے بعد آگے فتح مکہ بھی آجائے گا، دو باتیں جو ہمارے ساتھ ہیں، اب یہ کہہ کے وہاں سے چلا گیا، آ تو گیا اگلے سال جب وہ بدر کے قریب پہنچا، تو ایک آدمی نعیم ثقفی نامی بندہ جا رہا تھا مدینہ کی طرف، اسے کہنے لگا کہ دس اونٹ انعام دوں گا میں دو چار دن یہاں بیٹھوں گا شراب پیؤں گا گوشت کھاؤں گا، پھر یہاں سے واپس نکل جاؤں گا، اگر مسلمان مدینہ سے باہر نہ نکلے، تو پراپیگنڈا کر، دس اونٹ انعام دوں گا، وہ وہاں گیا اور کہنے لگا کہ بے پناہ بڑی فوج ہے، یہ ہے وہ ہے، مسلمانوں کو بے تحاشہ ڈرایا، اور جب سرکار نے مسلمانوں سے پوچھا کہ کیا خیال ہے، اس نے چیلنج کیا تھا کہ ہم نے بدر میں جانا ہے یا نہیں تو صحابہ عالی مقام کی زبان مبارک پر ایک ہی بات تھی۔ **"نعم المولیٰ ونعم الوکیل"** ہم ضرور جائیں گے وہ چل پڑے، جب اسے پتہ چلا کہ وہ مدینہ سے نکل آئے ہیں کل شام یا پرسوں تک بدر میں آجائیں گے، تو سر پر پاؤں رکھ کے فوج لے کر بھاگا، مسلمان وہاں جا کر اتر گئے بدر کے مقام پر تجارتی سامان تھا وہاں اسے بیچا، ارد گرد کے دیہاتوں کے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے، مسلمان بڑے تجارتی نفع کے ساتھ ﷺ ای کو قرآن نے کہا!" کہ لوگ کہہ رہے تھے، مسلمانو! تمہارے لیے بہت بڑی فوجیں اکٹھی ہو چکی ہیں، اللہ نے ان کے ایمان کو بڑھایا اور انہوں نے کہا! **"حسبنا اللہ ونعم الوکیل"** اللہ کی نعمت اور فضل لے کر پلٹے کوئی تکلیف نہیں ہوئی، اللہ کی رضا مندی ان کے ساتھ تھی، اللہ فضل کرنے والا ہے، اب جو بندہ گھوم پھر کے کہہ رہا تھا، کہ بہت بڑی فوج آگئی ہے نعیم ثقفی، اس کے لیے ارشاد فرمایا وہ تو شیطان ہے، شیطان اپنے ساتھیوں کو ڈراتا ہے، لیکن تم نے ان سے نہیں ڈرنا ہے، اللہ سے ڈرنا ہے، کیونکہ یہ ایمان کا خاصہ ہے، اب وہ کھل کے سامنے آگئے تھے منافق، کہتے تھے کہ اسلام کا اثر بالکل نہیں ہے، برادریوں سے کہتے تھے

Marfat.com

کہ تمہارے بڑے بڑے لوگ مارے گئے ہیں جو بڑے نامور لوگ تھے، اب شکست تمہارا مقدر ہو چکی ہے، لہذا یہ ضروری بات ہے، کہ تم واپس اپنے مذہب میں چلے آؤ، قرآن نے یہاں پھر ایک پیش گوئی کر دی۔

آگے ارشاد فرمایا! کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو یہ لوگ مغموم نہ کریں، کفر کی طرف جلدی جلدی بڑھ رہے ہیں، یہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، مطلب یہ ہے کہ تم نے غالب آنا ہے، آپ انہیں صرف ان کا حصہ دید یجئے، اس بات کے لیے یہ ایسی باتیں کر رہے ہیں وہاں دردناک عذاب ہے، یہ ظاہری طور پر ایمان کا اعلان کرتے تھے، باطن میں یہ کافر تھے، آج انہوں نے اس ظاہری ایمان کو بھی چھوڑ کے کفر کو لے لیا ہے، تو یہ کچھ بھی اسلام کا نقصان نہیں کر سکتے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس مرحلے پر اسلام کی یہ پیش گوئی تھی، کہ یہ کچھ نہیں کر سکتے، وہ بالکل سچی ثابت ہوئی، اب کافر کہتے تھے اگر یہی بات ہے تو ہمارا ابھی تو آپ لوگ کچھ نہیں بگاڑ سکتے، بات تو آپ کی بڑی ہے جس کا انہوں نے جواب دیا، **"ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم"** (کافر یہ خیال نہ کریں کہ ہم جو انہیں ڈھیل اور مہلت دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے) یہ ڈھیل اور مہلت جو دی جارہی ہے اس لیے ہے، تاکہ وہ گناہوں میں اور آگے بڑھیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے، کیا یہ کیفیت باقی رہے گی، قرآن کی اگلی آیت نے وضاحت سے اس کی تردید کی ہے، اسے میں اگلی نشست کے لیے چھوڑ رہا ہوں، البتہ جو بات یہاں کہنی ہے وہ یہ ہے، کہ جب ہم گناہوں کی دنیا کی طرف بڑھتے ہیں، اور گناہ کے بعد گرفت نہیں ہوتی، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم مغفور ہو گئے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ جو وقت ملا ہے اس میں توبہ کی جائے، واپس پلٹا جائے، اگر یہ بات نہیں ہوگی، تو یہ جارحانہ انداز ہے، کہ یہ جو وقت مل گیا ہے تو اس میں اور گناہ کرتے چلے جائیں یہ بات الٹ ہوگی۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

مَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَذَرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَآ

اللہ کریم مومنوں کو اس حال پر چھوڑنے والا نہیں جس پر تم

أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ ٱلْخَبِيثَ مِنَ ٱلطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ

اس وقت ہو یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے، اللہ کریم تمہیں غیب پر مطلع نہیں فرماتا

عَلَى ٱلْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَجْتَبِى مِن رُّسُلِهِۦ مَن يَشَآءُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ

ہے لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، تم اللہ

وَرُسُلِهِۦ ۚ وَإِن تُؤْمِنُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٩﴾ وَلَا

اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے،

يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ هُوَ خَيْرًا

وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں عنایت فرمائی ہے، وہ یہ خیال نہ کریں، کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے

لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا۟ بِهِۦ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ

یہ تو ان کے لیے بری بات ہے، انہیں طوق ڈال دیا جائے گا، ان چیزوں کا جو انہوں نے بخل کے لیے استعمال کیں قیامت کے دن

وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٨٠﴾

اللہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اللہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے ۸۷

۸۷ عام طور پر مدینہ والے کہا کرتے تھے، کہ اسلام کے عروج کا دور گزر گیا ہے احد کی جنگ نے مسلمانوں کی ہمت توڑ کے رکھ دی ہے، لہذا یہ لوگ جو ہمارے درمیان پھر رہے ہیں، یہ مایوسیوں کے پتلے ہیں یہ اب زندگی میں کوئی بڑی بات نہیں کر سکیں گے، قرآن حکیم نے اس بات کی اشارۃً بھی تردید کی وضاحتاً بھی تردید کی، کہ معاملہ اسی طرح رہ جائے کہ مکے میں مدینہ میں یہودی

بھی ہوں عیسائی بھی ہوں اور مکے میں مکہ کے مشرک بھی ہوں، اور اللہ کریم فیصلہ کن انداز کو پیدا نہ کرے ایسی بات نہیں ہوگی، دوسرے لفظوں میں یہ پیش گوئی تھی کہ جن حالات سے مسلمان آج گزر رہے ہیں یہ حالات باقی نہیں چھوڑے جائیں گے، پھر کئی لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ کوئی ایسا انداز ہے کہ ہم مستقبل کو جھانک کے دیکھ سکیں، تو اس آیت مقدسہ میں اس کا جواب بھی دیا، پہلے جملے میں تو یہ ارشاد ہوا کہ جس کیفیت پر آج مومن ہیں اس کیفیت پر اللہ انہیں باقی نہیں رکھے گا، پاک اور ناپاک کو الگ الگ کر دیا جائے گا، یہودیت، عیسائیت اور مکے کا طبقہ مشرکوں کا یہ بھی رہیں اپنے مقام پر، اور مسلمان بھی اپنے مقام پر رہیں یہ بات نہیں ہوگی، اسلام کا غلبہ ہوگا رہی یہ بات کہ تمہیں مستقبل کو جھانک کے پتہ چل جائے تو اس کے لیے ایک قاعدہ بنا دیا، ارشاد یہ ہوا کہ تم جو عام لوگ ہو تمہیں اللہ غیب کی اطلاع دے دے ایسا نہیں ہوگا، تو کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے اللہ غیب کی اطلاع کر دیتا ہو تو قرآن نے فرمایا۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے، اسے غیب کی اطلاع کر دیتا ہے، یہاں دو چار باتیں بے حد ضروری کہنی ہیں، کہ مسئلہ علم الغیب پر قوم کو گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے علماء نے بڑے برے انداز سے فرقوں میں بانٹ رکھا ہے ملت کا پورا عقیدہ جو شروع سے ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کریم کا علم ذاتی ہے، میں اسے انتہائی اختصار سے اس لیے عرض کروں گا کہ میں نے مسجد میں گزشتہ دو جمعوں کو چھوڑ کے پہلے تین جمعے مسئلہ علم الغیب پر لوگوں کے پیہم اصرار پر تین خطاب کیے ہیں، وہ عزیزہ سلمیٰ کے پاس موجود ہیں، آپ میں سے اگر کوئی اس کو پوری تفصیل سے سننا چاہے تو وہ تینوں لیکچر ان لے جائیں، یہاں ان تینوں لیکچروں کا خلاصہ ہوگا، جو آپ کے ذہن میں بات ڈالنا چاہتا ہوں، ایک بات یہ ہے کہ کوئی دیوبند کا عالم یہ کہتا ہے کوئی بریلی کا عالم یہ کہتا ہے، میرے نزدیک نہ دیوبند کی کوئی حیثیت ہے نہ بریلی کی کوئی حیثیت ہے، سیدھی سی بات ہے میرے نزدیک معیار دو چیزیں ہیں، قرآن و سنت اور جس بندے کے پیچھے میں آنکھیں بند کر کے چل رہا ہوں، اس کا نام ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ یہ میرے سامنے تین معیار ہیں، انکے انداز فکر کو میں امت کے لیے ہادی سمجھتا ہوں، اور ہم برصغیر کے جتنے لوگ ہیں اٹھانویں فیصد لوگ وہ ہیں جو امام اعظمؒ کے پیروکار ہیں اپنے طرز زندگی میں اور ساری دنیا میں اسی فیصد (80%) مسلمان ہیں جو امام اعظمؒ کی فقہ کو مانتے ہیں، تو اب باتیں بنیادی طور پر دو ہیں، ایک طرف قرآن ہے ایک طرف سنت ہے انکے بعد ہم فکری طور پر آج پیدا ہوئے ہیں، ہماری تخلیق دراصل سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تشریف فرما ہیں غار حرا میں تو اقبال کہتا ہے امت آپ کے دل میں اس وقت پیدا ہو رہی تھی، تو ہماری تخلیق چودہ سو سال پرانی ہے، لہذا چودہ سو سال میں بے پناہ مفکر پیدا ہوئے ہیں، محدث پیدا ہوئے ہیں، ان کا اجتماعی اور پوری امت کا عقیدہ کیا ہے، میرے سامنے یہ حجت ہے یہ ڈیڑھ سو سال کا جو جھگڑا ہے اسے اٹھا کر ایک طرف پھینک دیں، بریلی پیدا ہوئی تو اسلام پیدا نہیں ہوا، دیوبند پیدا ہوا تو اسلام پیدا نہیں ہوا، محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا تو اسلام پیدا نہیں ہوا، اسلام اس سے پہلے موجود تھا، اور وہی اسلام میں آپ کے سامنے خلاصے کے طور پر اس مسئلے میں پیش کروں گا۔

Marfat.com

پہلا عقیدہ ☆ کہ اللہ کا علم ذاتی ہے اسے کسی نے بتایا نہیں ہے، باقی سب کا علم وہ کم ہے زیادہ ہے جتنا بھی ہے، وہ عطائی ہے ذاتی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے، اب اللہ کریم نے یہاں آیت مقدسہ میں فرمایا کہ تم جو عوام ہو تمہیں غیب نہیں بتایا جا سکتا، اللہ جس رسول کو چن لیتا ہے اس کو بتاتا ہے، اب دیکھیں **یجتبی** فعل مضارع (Present Tense) ہے اسی طرح اس کا اسم مفعول جو ہے وہ مجتبیٰ ہے، انتیسویں پارے میں یہاں بجائے یجتبیٰ کے لفظ بدل دیا گیا ارتضیٰ کا لفظ ہے، ارتضی کے لفظ کا مطلب بھی وہی ہے جو یجتبیٰ کا ہے یعنی چن لینا ہے، کہ اللہ کسی کو غیب نہیں دیتا، لیکن جسے مقام ارتضاء پر لے جاتا ہے، اسے غیب دے دیتا ہے، اب پتہ چلا کہ اللہ ذاتی طور پر غیب جانتے ہیں، اور اللہ کے نبی عطائی طور پر غیب جانتے ہیں، ایک یہ طے ہے عقیدہ کے طور پر بات، اب اگلی بات یہ رہ جاتی ہے کہ اللہ کا علم کتنا ہے، اس سلسلے میں ایک بات آپ ذہن میں بٹھالیں کہ اللہ کریم کے علم کی ابتداء بھی نہیں ہے اور اسکے علم کی انتہا بھی نہیں ہے، یہ قاعدہ کلیہ ہے جس پر امت کا اتفاق ہے، اللہ کے علم کی ابتداء بھی نہیں ہے اسکی انتہاء بھی نہیں ہے اس لیے کہ اللہ کی اپنی ابتداء نہیں ہے اور اسکی اپنی انتہاء نہیں ہے، اب انکا جو جھگڑا ہے علماء کا، اب ادھر تھوڑا سا اشارہ کر دیتا ہوں، یہ کہتے ہیں جو کہتا ہے کہ نبی ''ما کان ما یکون'' جانتا ہے وہ کافر ہے، اب سوال یہ ہے کہ **"ما کان ما یکون"** ہے کیا، ما کان جو ہو گیا ہے، ما یکون جو ہوگا، اس سب کا تعلق کائنات کے ساتھ ہے، لہذا ما کان ما یکون جب آپ گہرے انداز سے جاننے کی کوشش کریں گے، تو اسکی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی ہے، ایک دن بات شروع ہوئی تھی ایک دن اسے لپیٹ دیا جائے گا، ختم ہو جائے گی، تو ما کان ما یکون تو محدود ہے، اور عقیدہ ہمارا یہ تھا کہ اللہ کا علم محدود نہیں ہے، اسکی ابتداء بھی نہیں ہے اور انتہاء بھی نہیں ہے، لہذا وہ جاہل حضرات ہیں جنہوں نے علم کا تاج سر پر رکھا ہوا ہے لیکن اندر سے جاہل ہیں انہیں یہ بھی نہیں پتا کہ ما کان ما یکون کا مطلب محدود ہے، اگر رب کریم کا یہی کچھ علم ہے تو اس کا علم محدود ہے، جس کا علم محدود ہے اس کی ذات محدود ہے، اور جس کی ذات محدود ہے وہ فانی ہے یہ وہ مسلمہ فلسفہ ہے جسے اسلام صدیوں سے پیش کر رہا ہے، اب میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ اللہ کا علم ہے کیا، مخلوق تین حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے، ایک اللہ کی اپنی ذات ہے اور اس کی صفات ہیں اس کا نام ہے علم واجب الوجود، میری بہنیں بچیاں اس پر خاص غور کریں، ایک وہ علم ہے جو اللہ کی ذات اور اسکی صفات کے متعلق ہے اسے علم واجب الوجود کہتے ہیں، یا علم واجب کہتے ہیں، دوسرا وہ جو ہو چکا ہے، اور قیامت تک ہونے والا ہے، اسے علم ممکنات کہا جاتا ہے، یا اسے قدیم فلسفہ میں علم حادثات کہا جاتا ہے، تیسرا علم وہ ہے جو علم **ممتنعات** ہے، یعنی کن چیزوں نے سرے سے ہونا ہی نہیں ہے، وہ کتنی ساری چیزیں ہیں، ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے۔

اب میں صرف ایک مثال دیتا ہوں، اللہ کی ذات کا جو اپنا علم ہے، وہ ہمارے لیے محال ہے، اس لیے محال ہے کہ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے، وہ محسوس ہوتا ہے، لیکن نظر نہیں آتا، وہ مراقبوں میں سرگوشیاں تو کرتا ہے لیکن اس کی آواز سنائی نہیں دیتی، تو اب

ذات کا مسئلہ تو نہیں ہے، آپ ایک لفظ لے لیں تو وہ رزاق ہے، اب جو اسکی مخلوق ہے خواہ وہ انسان ہے خواہ وہ جنات ہیں، خواہ وہ فرشتے ہیں خواہ وہ جانور ہیں انہیں اس نے کب سے کس کس انداز سے رزق دینا شروع کیا ہے، آج تک دے رہا ہے، کب تک انہیں رزق دینے کا پروگرام ہے، آپ مجھے بتائیں کیا اس ایک شق کو آپ پوری زندگی میں علمی طور پر عبور کر کے آگے بڑھ سکتے ہیں، اس کا جواب ہے نہیں، یہ نہیں ہو سکتا، اللہ کی صفت صرف ایک رزاقیت کی تہہ تک آپ نہیں پہنچ سکتے اس کی تو بے شمار صفات ہیں، اب یہ وہ علم ہے جو اللہ کی ذات کے ساتھ متعلق ہے، یہاں آپ وہی کچھ جانتے ہیں، جو آپ کو قرآن بتاتا ہے یا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، تو اللہ کی ذات وصفات کا علم اسکی بھی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء ہے، ممکنات کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی ہے، اور جو **ممتنعات** ہیں یعنی جن چیزوں نے ہونا ہی نہیں ہے، ان کی بھی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء ان تین چیزوں کو آپ تسلیم کریں گے تو ماننا ہوگا کہ اللہ کے علم کی ابتداء بھی نہیں ہے اور انتہا بھی نہیں ہے، اگر صرف آپ ممکنات کو کہیں گے کہ ایک دن ان کی ابتداء ہوئی تھی، ایک دن سورج بنا تھا، ایک دن انتہا ہو جائے گی، اور جو علم ابتداء رکھتا ہو، انتہاء رکھتا ہو وہ محدود ہوتا ہے، اور جو محدود ہو وہ فانی ہوتا ہے، لہٰذا اگر اللہ کا علم اسی حد کے اندر آ جائے تو اسلامی فلسفے کے نکتہ نگاہ سے اللہ فانی قرار پاتا ہے، لہٰذا ان جاہل مولویوں سے یہ بات کہی جائے کہ علم ممکنات اگر اللہ مجھے سارے کا سارا دے دے تو یہ شرک نہیں ہے، اس لیے کہ یہ محدود علم ہے، اب جب آپ نبیؐ کے لیے اس علم کا اقرار کریں تو کہہ دیا جائے کہ یہ شرک ہے، یہ غلط بات ہے ایسی غلط باتوں پر شرک کے فتوے نہیں دیا کرتے، اب نبی کا علم ذات ربانی کے متعلق ہوتا ہے، جو ہمیں معلوم نہیں ہے، اللہ کی صفات کے متعلق ہوتا ہے، جو ہمیں معلوم نہیں ہے، **ممتنعات** کے متعلق ہوتا ہے جو ہمیں معلوم نہیں ہے، لیکن اس پوری امت میں سیدنا صدیقؓ سے لے کر آج تک ایک بندہ بھی ایسا پیدا نہیں ہوا، فاضل بریلویؒ سمیت جس نے یہ کہا ہو کہ اللہ اور اللہ کے رسول کا علم برابر ہے، کسی نے یہ بات نہیں کہی، فاضل بریلوی نے ایک نکتہ پیدا کیا ہے، ان آدمیوں کو شرم بھی نہیں آتی جو اس بندے کو سو سال سے کافر مشرک اور مشرک گر کہہ رہے ہیں، یعنی بے غیرتی کی انتہا ہے، اس بندے نے کہا ہے کہ سمندروں میں سے ایک قطرہ لیا جائے دنیا بھر کے سمندروں سے صرف ایک قطرہ اس قطرے کے دس لاکھ حصے کیے جائیں تو وہ قطرے کا جو دس لاکھواں حصہ ہے اللہ کے مقابلے میں کسی انسان کا اتنا علم بھی نہیں ہے، یہ کون کہتا ہے وہی فاضل بریلوی جسے یہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ اور اللہ کے رسول کا علم برابر قرار دیدیا ہے، اب دیکھا یہ صرف ان کے ذاتی نزاعات تھے، اور ایک ایسے بندے کو جس کے پیچھے لاکھوں لوگ اس کے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے اس کے پیروکار بنے ہوئے ہیں، ان لوگوں نے اسے کافر کہہ دیا، اب جب ممکنات کا علم اللہ کے نبیوں کو ہوتا ہے، اور قرآن یہی بات کہہ رہا ہے تو پھر آپ کسی دنیا کے گوشے میں کہہ دیں "الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" یہ اللہ کے رسول کو اللہ کی عطا سے معلوم ہوگا، کہ میرا فلاں غلام دنیا کے فلاں کونے میں یہ بات کہہ رہا ہے، اگر آپ

Marfat.com

کہیں کہ یہ کہنے سے شرک آجاتا ہے تو سیدھی سی بات ہے کہ پھر حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے مشرک قرار پائیں گے، اور یہ جتنے توحید کے علمبردار ہیں ان سب کی کھلوی ادھیڑ دی جائے تو صدیق اکبرؓ کے جوتے کی نوک بھی نہیں بنتی، ان کی حیثیت کیا ہے، حضرت حیدر کرارؓ نے یارسول اللہؐ کہا، غوث اعظمؒ نے یارسول اللہؐ کہا، امام اعظمؒ نے یارسول اللہؐ کہا، برصغیر میں جتنے اولیاء ہیں انہوں نے یارسول اللہ کہا، یارسول اللہ کہنے سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور یہ وہ علم ہے جو اللہ نے رسولؐ کو دیا ہے، اتنے تحفظات کے ساتھ ہم کہتے ہیں کہ اللہ کا علم ذاتی ہے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطائی ہے، اللہ کے علم کی ابتداء بھی نہیں ہے انتہاء بھی نہیں ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی ابتداء بھی ہے انتہاء بھی ہے، اس کے بعد یہ پھر کہا جائے کہ یہ شرک ہے، تو یہ وہ جاہلیت ہے جو نہیں چلتی، لیکن میں چونکہ آپ کو عقیدہ سمجھا رہا ہوں، اگر مناظرہ ہے تو مولانا بیٹھے ہیں آپ اہل علم اور اہل فکر بیٹھے ہیں اور اس سلسلے میں ایک اور بات میں کہنے لگا ہوں کہ قیامت کے طلوع ہونے تک علماء کے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔

اللہ نے پہلے جملے میں کہا اللہ تمہیں غیب نہیں دے گا، دوسرے جملے میں کہا جس نبی کو چاہتا ہے تو اسے غیب دے دیتا ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں جس غیب کی نفی ہے اسی غیب کا پیچھے اثبات ہے اب میں کہتا ہوں کہ جتنا اللہ کو علم ہے اتنا ہی اگر سرکارؐ کو علم ہو جائے تو پھر بھی کفر کا فتویٰ آپ نہیں لگا سکتے، وجہ یہ ہے کہ رب کریم نے جس غیب کی نفی کی ہے اسی غیب کا اثبات کر دیا ہے، اب اگر یہ بات ہو مناظرے کے میدان میں، تو میں علمی طور پر اس پر دلائل دینے لگوں تو یہ مر کے ایک بار پھر پیدا ہو جائیں تو اس کا جواب نہیں دے سکتے، لیکن ہم وہ بات نہیں کہتے، ہم کہتے ہیں، کہ اللہ کا علم لامتناہی ہے، اس کی حد کوئی نہیں ہے، رسولؐ کے علم کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی ہے، اس علم کا سب سے زیادہ تعلق ممکنات کے ساتھ ہے، اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اور اس کی صفات سے ہے، وہاں کیا ہے کتنا ہے ہمیں اس بات کا علم اس لیے نہیں ہے، کہ اللہ نے اپنی ذات کا دیدار کسی کو نہیں کرایا ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کرایا ہے، اب ایک بات ایک اور انداز سے کہہ دوں تو آپ کہیں گے کہ اس کا بھی جواب نہیں ہے، میں کہہ دیتا ہوں کہ جس سے خدا خود نہیں چھپا اس سے آپ فرشتوں کو چھپائے بیٹھے ہیں، جس سے خدا خود نہیں چھپا اس سے آپ قیامت کو چھپائے بیٹھے ہو، جس سے خدا خود نہیں چھپا اس سے آپ جنت کو چھپائے بیٹھے ہیں، جس سے خدا خود نہیں چھپا اس سے آپ جہنم چھپائے بیٹھے ہیں، تو اس بات کا انکے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا، لیکن میں ادھر نہیں جا رہا۔ اس لیے کہ میرے سامنے سارا قرآن اور سنت ہے، میں نے اسے سامنے رکھ کر چلنا ہے، عقیدہ کیا بنا کہ اللہ کے علم کی ابتداء بھی نہیں ہے انتہاء بھی نہیں ہے، اللہ کا علم ذاتی ہے، مصطفیٰ علیہ السلام کے علم کی ابتداء بھی ہے، اور انتہاء بھی ہے، اور وہ رب کی طرف سے عطا کردہ ہے، اب رب دے اور مصطفیٰ علیہ السلام لیں تو کسی مولوی کو کیا اس پر اعتراض ہو سکتا ہے، دینے والا جانے اور لینے والا جانے پھر مصطفیٰ علیہ السلام کو رب نے معراج کی رات لامکان پر بلا لیا اور وہاں پھر ارشاد یہ ہوا کہ وہاں ہم نے سرگوشی کی اپنے محبوب سے

Marfat.com

جو سرگوشی چاہی، خدا جانے یہ ترازو لے کر بیٹھے ہوئے لوگ کدھر تھے اس وقت، یہ وہاں تو پہنچ نہیں سکتے تھے، چونکہ وہاں ان کی حد نہیں تھی، تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو کوئی امتی ناپ لے، **"لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ"** پڑھنے کے بعد یہ ناممکن ہے، اب یہ بات کہ اللہ اور رسول کا علم برابر ہے یہ بات بھی غلط ہے، ہم نہیں مانتے اور یہ بات بھی غلط ہے کہ جتنا میں علم جانتا ہوں اتنا ہی اللہ کا رسولؐ جانتا ہے اللہ کا رسولؐ وہ جانتا ہے جو کسی کو بھی معلوم نہیں ہے، یہ خلاصہ تھا۔

اب اللہ نے جو یہاں لفظ **یجتبی** استعمال کیا، آپ نبی علیہ السلام کے لیے مجتبیٰ کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں، وہاں ارتضٰی ہوا تو اسکا مفعول مرتضٰی بھی استعمال کرتے ہیں، قرآن نے تیسری جگہ اصطفٰی کا لفظ استعمال کیا، تو آپ اس کا مفعول مصطفیٰ بھی استعمال کرتے ہیں یعنی اللہ نے یہاں تین لفظ استعمال کیے ہیں، تین یا تو Past Tense تھا یا Present Tense تھا تو ہم نے اس کا اسم مفعول استعمال کیا، تجتبی کا اسم مفعول ہے مجتبیٰ اور مصطفیٰ یا ارتضٰی کا اسم مفعول ہے، مرتضٰی اصطفٰی کا اسم مفعول ہے، مصطفیٰ، اور مجھے بتائیے یہ کسی اور کے لیے سرکارؐ کے تابع ہو کے لفظ آیا ہے، جناب علی کے لیے یہ لفظ آیا تو مصطفیٰ علیہ السلام نے عطا فرمایا، لیکن مصطفیٰ علیہ السلام کو یہ لفظ کس نے عطا فرمایا اللہ کریم نے، کہ وہ مجتبیٰ بھی ہیں مصطفیٰ علیہ السلام بھی ہیں، مرتضٰی بھی ہیں۔

ہمیں کیا حکم ہوا کہ اللہ کریم اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اگر تم ایمان لاؤ پرہیز گاری اختیار کرو تو تمہیں اجر عظیم ملے گا، اب یہاں ایک اور بات جو ہمارے مفسرین نے بیان کی ہے یہ آیت نازل ہوئی تو منافقین نے ایک بات کہی دیکھیں جی یہ کہتے ہیں کہ انہیں غیب کا علم ہے ہم ان کے پاس رہتے ہیں ہمیں تو یہ جانتے نہیں ہیں، تو انہیں غیب کا پتہ کہاں سے آیا یہاں ایک نکتہ آپ کے ذہن میں اور ڈالنا ہے کہ کوئی غیب جانتا ہو تو اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کہہ دے مجھے غیب کا پتہ ہے، وہ نہیں کہا کرتے سوال کر لیتے ہیں، سوال کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں پتہ نہیں ہے، مثلاً قرآن میں اللہ کریم نے جناب موسیٰؑ سے سوال کیا۔ **"وما تلک بیمینک یاموسیٰ"** (موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے،) کیا اللہ کو نہیں پتہ تھا کہ موسیٰؑ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے، سوال کرنا یا پوچھ لینا بے خبری کی نشانی نہیں ہوتی، اب یہاں انداز کیا تھا کہ منافقوں کو سرکارؐ بتاتے پھر رہے ہوں کہ تم نے یہ کیا ہے، تم نے وہ کیا ہے، یہ تو بات نہیں ہے۔

اب یہاں ذرا وہ حدیث سن لیں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!'' کہ میرے سامنے جو کافر امت ہے میری، سرکار کی امت دو ہیں ایک امت اجابت ہے جنہوں نے سرکار کو مان لیا ہے، دوسری کافر امت ہے جسے سرکار اسلام کی دعوت دے رہے ہیں کہ اسلام قبول کر لو، ارشاد فرمایا کہ ساری کافر امت میرے سامنے پیش کیے گئے، میں نے انہیں دیکھا تو جنہوں نے مجھ پر ایمان لانا ہے، میں نے انہیں پہچان لیا ہے، جنہوں نے مجھ پر ایمان نہیں لانا ہے انہیں بھی

Marfat.com

میں نے پہچان لیا ہے"۔

منافقوں نے کہا کہ یہ قیامت تک آنے والے مومنوں کو بھی اور کافروں کو بھی جانتے ہیں ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں ہمیں تو پہچانتے نہیں، تو یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جو ابھی زیر بحث ہے، یہ بیضاوی نے نقل فرمایا، اب اگلا حصہ امام خازن اور مصالم کا مصنف لکھتا ہے، لیکن یہ حدیث ہے جو حدیث کی سب کتابوں میں موجود ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ لوگوں نے آ کے یہ بات بتائی کہ منافق یہ کہہ رہے ہیں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اب چیلنج ہو گیا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو اب دیکھئے کیسے ثابت ہوتا ہے، اللہ کریم کی حمد وثنا کی پھر فرمایا کچھ لوگ میرے علم میں زبان درازی کرتے رہتے ہیں، میں یہ کھڑا ہوں اس وقت اور قیامت تک جو بات چاہو پوچھ لو، میں تمہیں بتاتا ہوں ایک صاحب تھے ان کا نام عبداللہ تھا بچپن میں کسی نے اٹھالیا غلام بنا کر بیچ دیا کئی جگہ بکتے بکتے مدینے میں تھے انہیں ہمیشہ طنز کی جاتی تھی کہ تمہارے باپ کے نام کا پتہ نہیں ہے، وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے کہ آج رحمت ایک اور انداز سے سامنے آرہی ہے اٹھے اٹھ کر کہنے لگے **"من ابی یا رسول اللّٰہ"** "حضورؐ میرے باپ کا نام کیا ہے، سرکار کریمؐ نے فوراً فرمایا حذافہ تیرے باپ کا نام ہے، حضرت فاروق اعظمؓ نے سرکارؐ کا جلال پایا تو اٹھ کھڑے ہوئے کہنے لگے یا رسول اللہ" حضورؐ اللہ پر بھی ہم راضی ہیں کہ وہ ہمارا پروردگار ہے اسلام ہمارا پسندیدہ دین ہے اس پر بھی راضی ہیں، قرآن پسندیدہ کتاب ہے اس پر بھی ہم راضی ہیں آپؐ ہمارے محترم رسولؐ ہیں اس پر بھی ہم راضی ہیں، منافقوں کی بات ہے ہم نے تو بات نہیں کی، معافی فرما دیں، نبیؐ نے ارشاد فرمایا! "باز آجاؤ، باز آجاؤ، باز آجاؤ، اب یہ حدیث ،حدیث کی متعدد کتابوں میں ہے، سب تفسیروں میں ہے، یہ حضرات جو آج بحث کرتے ہوئے سرکارؐ کے علم کو تو لنے بیٹھ گئے ہیں، کیا انہیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا باز آجاؤ باز آجاؤ، اس باز آجانے میں قیامت تک کے لوگوں کے لیے حکم تھا، کہ اس بات کو چھوڑ دو یہ تمہارا موضوع نہیں ہے، تم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے، اب مسلمانوں کو دو باتیں پتہ چل گئیں، اس آیت مقدسہ سے ایک یہ بات کہ یہ وقتی غلبہ ہے، کفر کا جو بہت جلد مٹ جانے والا ہے، دوسری بات کہ مصطفےٰ کریمؐ کو اسلام کے استقبال کا بھی علم ہے، اور ہمارے احوال کا بھی علم ہے، لہٰذا سرکارؐ سے رابطہ پختہ رکھا جائے، اب کچھ لوگ کہتے تھے کہ بھائی تم مال تو روزانہ لوٹا دیتے ہو بھلا تمہارے پاس رہنے کے لیے مکان نہیں ہے، آج بدر کی تیاری ہو رہی ہے آج احد کی تیاری ہو رہی ہے تو اسکے جواب کے لیے قرآن نے کہہ دیا کہ اللہ نے اگر کچھ کرم فرما دیا ہے اس پر بخل کرنے لگ جاتے ہیں، تو اسے بہتر نہ سمجھیں یہ بات ان کے لیے بدترین ہے، اس لیے کہ یہ جو مال ان کے پاس ہے، قیامت کے دن ان کے غلط استعمال کی وجہ سے یہی مال طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈال دیا جائے گا، یہ ان کا مال تو ہے نہیں یہ امانت ہے، ان کے پاس، آسمانوں اور زمین کی وراثت اللہ کے لیے ہے، تمہارے اعمال کی اللہ خبر رکھتا ہے، لہٰذا مسلمانو! اپنے اندر بخل کو نہ آنے دو، اس لیے کہ تحریکات جب بھی چلتی ہیں،

Marfat.com

تو ان کے پیچھے مادی ذرائع کا ہونا بیحد ضروری ہے اگر مادی ذرائع کو محدود اور مسدود کر دیا جائے تو وہ تحریکات اپنی موت آپ مر جاتی ہیں، لہذا اس نکتے کو یاد رکھو قیامت تک بخل کو راستہ نہ دو معاشرے میں، تا کہ بات خراب نہ ہو جائے، یہاں میں یہ بتانا چاہوں گا کہ اصل بخل کیا ہے، بخل یہ ہے کہ جو حق آپ پر واجب ہے آپ اس کو روک دیں یہ بخل ہے، ارشاد فرمایا! کچھ اور لوگوں کی بات بھی ہم نے سن لی ہے نوعیت یہ تھی کہ بنی قینقاع کے پاس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط دے کر بھیجا کہ وہاں ان کے مجمع میں جا کر یہ پڑھ دو اور اس خط میں کچھ آیات بھی تھیں، انکا ترجمہ یہ ہے، ''کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرضہ حسنہ دو گے تو وہ اسے بڑھاتا رہے گا اس خط میں یہ الفاظ بھی تھے آیت کریمہ کے۔ وہاں ایک بندہ بیٹھا تھا جس کا نام بن عازوراء تھا وہ کہنے لگا لیجئے خدا تو بھوکا ہو گیا ہے، تو ہم امیر ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کتنے حلیم الطبع ہیں لیکن جب یہ بات سنی تو بڑا زناٹے دار تھپڑ اسے مارا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے ساتھ ہمارا معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیرا سر قلم کر دیتا، واپس آ کے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بات پیش کی، بن عازوراء آیا تو اس نے کہا میں نے تو ایسی بات کہی ہی نہیں ہے، وہ ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے کہا کہ اگر بات کہی ہی نہیں تھی تو وہ تھپڑ کس خوشی میں لگا تھا، اب جب اس نے یہ بات کہی تو قرآن حکیم میں یہ آیت نازل ہوئی اور ایک ایسی غلطی سے جو متکبر انسان کی زبان پر آ جاتی ہے، قرآن پاک نے روک دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com